مترجم سنن نسائی

کتابُ الطّهَارة ـ المَوَاقيت أحَاديث: 1ـ626

تالِیف

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ

ترجمہ و فوائد فضیلۃ الشیخ حافظ محمد امین حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

نظر ثانی، تصحیح و تنقیح اور اضافات

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

دار السلام
DARUSSALAM

مترجم

سُنن نسائی

جلد اوّل

دارُالسّلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 ◉ الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 ◉ سویلم فون: 2860422 01
◉ مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 ◉ قصیم (بریدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
◉ مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 ◉ مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
◉ جدّہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 ◉ الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
◉ ینبع البحر فون/فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 ◉ خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ ◉ ہوسٹن فون: 7220419 713 001 ◉ نیویارک فون: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

◉ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072
موبائل: 4212174-0321 8484569 0322 ◉ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

کراچی طارق روڈ بالمقابل فری پورٹ شاپنگ مال فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937
اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 5370378 0321

ح مكتبة دارالسلام، ١٤٣٢ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
النسائي، احمد بن علي
سنن نسائي. / احمد بن علي النسائي - الرياض، ١٤٣٢ هـ ٦ مج
ردمك: ٥-٨٩-٠٠٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨ (مجموعة)
١-٩٠-٠٠٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨ (ج ١)
١- الحديث - السنن أ. العنوان
ديوي ٢٣٥٫٣ ٢٣٩٢/١٤٣٢
رقم الإيداع: ٢٣٩٢/ ١٤٣٢
ردمك: ٥-٨٩-٠٠٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨ (مجموعة)
١-٩٠-٠٠٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨ (ج ١)

سُنن نسائی
مترجم

جلد اوّل

کتاب الطهارة ... كتاب المواقيت أحاديث: 1 ... 626

تالیف

امام أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي رحمه الله

ترجمہ و فوائد

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد امین حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج

حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

نظر ثانی، تصحیح و تنقیح اور اضافات

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

مولانا ابو عبداللہ محمد عبدالجبار حفظہ اللہ — حافظ محمد آصف اقبال حفظہ اللہ

ابو الحسن حافظ عبدالخالق حفظہ اللہ — مولانا غلام مرتضی حفظہ اللہ

دار السلام
DARUSSALAM

فرمانِ باری

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

(الحشر ۵۹:۷)

اور اللہ کے رسول جو کچھ تمھیں دیں ، وہ لے لو
اور جس چیز سے تمھیں روک دیں، اس سے رک جاؤ۔

فرمانِ رسول

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى

قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ:

مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى

(صحيح البخاري كتاب الاعتصام بالكتاب والسُّنّة، حديث ٧٢٨٠)

میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر وہ شخص (نہیں جائے گا) جس نے (جنت میں جانے سے) انکار کر دیا۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون (بد بخت) انکار کرے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

جس نے میری فرماں برداری کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی یقیناً اس نے (جنت میں جانے سے خود ہی) انکار کیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین (جلد اول)

٦- كتاب المواقيت — اوقات نماز سے متعلق احکام و مسائل 481

عرض ناشر

اصحاب الحدیث کا یہ شرف و امتیاز ہے کہ برصغیر پاک و ہند (متحدہ ہندوستان) میں' جہاں تقلیدی مذہب کا دور دورہ تھا اور احادیث سے یکسر بے اعتنائی تھی' انھوں نے عمل بالحدیث کے جذبے کو فروغ دیا' اس کے لیے علمائے حق' داعیان و مبلغین اور دیگر عوام و خواص کو بڑی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں' جان جوکھوں سے گزرنا اور ابتلا و آزمائش کی پرخار وادیوں کو طے کرنا پڑا لیکن اللہ کی رضا کی خاطر اسلام کے عہد اوّل کی طرح انھوں نے ان تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور ہر میدان میں عمل بالحدیث کی تحریک کو پوری جدوجہد سے جاری رکھا۔ قدم قدم پر رکاوٹیں تھیں لیکن شمع رسالت کے ان پروانوں نے ان کی قطعاً پروانہیں کی اور تدریس کے ذریعے سے، تحریر و تصنیف کے ذریعے سے، وعظ و تبلیغ کے ذریعے سے، مساجد و مدارس اور مراکز دینیہ کے قیام کے ذریعے دعوت حق کے مشن کو آگے ہی بڑھاتے رہے۔ الغرض انھوں نے دعوت و تبلیغ کے ہر ذریعے کو اختیار کیا اور اس راہِ حق میں جو بھی آزمائش آئی اسے برداشت کیا۔ جائیدادیں ضبط ہوئیں تو جبینیں شکن آلود نہ ہوئیں' مقدمات کا سامنا کرنا پڑا تو ہمتیں پست نہ ہوئیں' معاشرتی بائیکاٹ ہوئے تو حوصلے نہ ہارے اور طعن و تشنیع کے تیروں سے سینے چھلنی اور دل فگار کیے گئے تو اس پر بھی اُف نہ کی بلکہ یہ رکاوٹیں اور آزمائشیں مہمیز کا کام دیتی رہیں کیونکہ ان کا عزم و حوصلہ بلند تھا۔

ان مساعئ حسنہ کا جو نتیجہ نکلا' گلشنِ اسلام میں جو برگ و بار نکلے اور پاک و ہند کے خوابیدہ مسلمانوں میں بیداری کی جو لہر پیدا ہوئی' اس کی ایک مختصر سی جھلک مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے اس مقدمے میں دیکھی جا سکتی ہے جو ''تراجم حدیث ہند'' کے آغاز میں انھوں نے تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے فرمایا ہے:

''اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانے سے آج تک ہمارے دورِ ادبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی' وہ بھی ہمارے لیے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا

استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی' قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا۔ قرآن پاک سے براہِ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا' حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی، نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی (یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے غلطیاں بھی ہوئی ہوں) لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباعِ نبوی کا جو جذبہ کم ہو گیا تھا وہ سالہا سال تک کے لیے دوبارہ پیدا ہو گیا، مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جا رہا ہے۔ اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ ''جہاد'' جس کی آگ اسلام کے مجمر میں ٹھنڈی پڑ گئی تھی وہ پھر بھڑک اُٹھی' یہاں تک کہ ایک زمانہ گزرا کہ وہابی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے اور کتنوں کے سر قلم ہو گئے' کتنوں کو سولیوں پر لٹکنا پڑا اور کتنے پا بجولاں دریائے شور عبور کر دیے گئے یا تنگ کوٹھڑیوں میں انھیں بند ہونا پڑا۔

اس تحریک کی بنیاد تین چیزوں پر تھی ① نصب امارت ② زکاۃ کی مرکزیت ③ اسلام سے تمام بیرونی اثرات کو مٹا کر اس کو پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹانا۔

علمائے اہلِ حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خان مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانے تک علمائے حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج' سہسوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل قلم اس ادارے میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے۔ اور دہلی میں مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی مسند درس بچھی تھی اور جوق در جوق طالبین حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درس گاہ کا رُخ کر رہے تھے۔ ان کی درسگاہ سے جو نامور اُٹھے ان میں سے ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی تھے جنھوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس درس گاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق صاحب مرحوم (صاحب عون المعبود) ہیں جنھوں نے کتبِ حدیث کی جمع و اشاعت کو دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس درس گاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع (اعظم گڑھ) میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری تھے جنھوں نے تدریس و تحدیث کے ساتھ ساتھ جامع ترمذی کی شرح ''تحفۃ الاحوذی'' (عربی) لکھی۔

اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدت کا زنگ طبیعتوں سے دُور ہوا اور یہ جو خیال پیدا ہو گیا تھا

کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق وکاوش کے عادی ہونے لگے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل وقال کے مکدر گڑھوں کی بجائے حدیث کے اصلی چشمۂ مصفی کی طرف واپسی ہوئی۔'' (مقدمہ ''تراجم علمائے حدیث ہند'' مؤلفہ امام خاں نوشہروی مرحوم' ص:۳۱-۳۳)

علمائے اصحاب الحدیث کی ان مساعی حسنہ کی ایک صورت احادیث کی کتابوں کی شرح وتوضیح بھی تھی' جیسے سنن ابوداود کی شرح ''عون المعبود''، ''غایۃ المقصود'' جامع ترمذی کی شرح ''تحفۃ الاحوذی'' سنن دارقطنی کی شرح ''التعلیق المغنی''، سنن نسائی کی شرح ''التعلیقات السّلفیہ'' ابن ماجہ کی شرح ''انجاز الحاجۃ'' اور دیگر بعض شروحات و حواشی ہیں جیسا کہ مولانا ندوی رحمہ اللہ کے مذکورہ اقتباس میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔

یہ سارا کام عربی زبان میں ہے جس کا فیض عرب تک بھی پہنچا۔ اس کے علاوہ مقامی زبان اُردو میں بھی عمل بالحدیث پر بہت سا لٹریچر شائع ہوا۔ ان میں ایک نمایاں کام کتب ستہ (صحیح بخاری وصحیح مسلم اور سنن اربعہ) کے اردو تراجم اور ان کے فوائد بھی تھے۔ اور یہ اسلام کے چودہ سوسالہ عہد میں مجموعہ ہائے احادیث کے پہلے تراجم تھے جو دنیا کی کسی بھی زبان میں ہوئے جس کا شرف اہل حدیث کو حاصل ہوا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

مذکورہ چھ کتابوں میں سے پانچ کے ترجمے مولانا وحید الزمان حیدر آبادی رحمہ اللہ نے نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ والئ بھوپال کے ایما اور تعاون سے کیے' نیز موطا امام مالک کا ترجمہ کیا۔ جامع ترمذی کا ترجمہ ان کے بھائی مولانا بدیع الزمان نے کیا۔

ان تراجم سے اردو داں طبقے کو بہت فائدہ ہوا' عوام وخواص نے فیض اٹھایا اور عمل بالحدیث کی تحریک کو بڑا فروغ ملا۔ جزاهم الله أحسن الجزاء.

تقریباً ایک صدی سے یہ تراجم متداول ہیں اور عوام وخواص کا مرجع ہیں۔ لیکن اب ایک تو ان کی زبان کافی پرانی ہوگئی ہے' اس لیے ایک عرصے سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اردو زبان کے جدید اسلوب میں نئے سرے سے یہ ترجمے کیے جائیں۔ دوسرے شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کی سعی سے تحقیق حدیث کا جو ذوق پورے عالم اسلام میں عام ہوا ہے' اس کے پیش نظر بجا طور پر لوگوں کے اندر یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش سنن اربعہ (ابوداود' نسائی' ابن ماجہ اور ترمذی) میں جو ضعیف روایات ہیں' ان کی نشاندہی بھی کر دی جائے۔ تیسرے ضعیف روایات کی بنیاد پر جو احکام ومسائل مسلمان بھائیوں اور بہنوں میں پھیلے ہوئے ہیں' ان کی تردید ووضاحت

بھی ہو جائے کیونکہ ضعیف احادیث کی نسبت ہی رسول اللہ ﷺ کی طرف مشکوک ہے تو اس سے احکام و مسائل کا استنباط کیوں کر صحیح ہوگا؟ اسی لیے علمائے محققین و کبار محدثین کا یہی فیصلہ ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں' نہ فضائل اعمال میں اور نہ کسی اور مسئلے میں۔

الحمدللہ یہ سعادت اور شرف دارالسلام اور اس کے ارباب انتظام کو حاصل ہوا کہ انھوں نے مذکورہ ضرورتوں کا احساس کیا اور ایک صدی کے بعد نئے سرے سے کتب ستہ کے تراجم وفوائد اردو زبان کے جدید اور معیاری اسلوب میں کرائے۔ اس کے علاوہ درج ذیل امور کا خصوصی اہتمام کیا۔

① سنن اربعہ (ابوداود' ابن ماجہ' نسائی اور ترمذی) کی احادیث کی تخریج وتحقیق کا التزام کیا۔

② اسی تحقیق کی بنیاد پر احادیث کے فوائد اور ان سے مستنبط احکام تحریر کیے اور یوں بہت سے ان مسائل کی تنقیح و تصحیح ہو گئی جو عوام وخواص میں ضعیف احادیث کی بنیاد پر پھیلے ہوئے ہیں۔

③ ان کو طباعت کے اعلیٰ معیار پر شائع کیا گیا ہے تاکہ قارئین کے لیے ان کا مطالعہ اور ان سے استفادہ آسان ہو جائے اور یوں ان کا حلقۂ قارئین بھی زیادہ سے زیادہ وسیع ہو سکے کیونکہ ان تمام کاوشوں کا مقصد احادیث رسول کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا ہے۔

اس سلسلۂ زرّیں کی دو کتابیں (سنن ابوداود اور سنن ابن ماجہ) اللہ تعالیٰ کی توفیق سے منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اب یہ تیسری کتاب ''سنن نسائی'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے بعد ان شاء اللہ جلد ہی جامع ترمذی بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

صحیحین (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) کے ترجمہ وتشریح کا بھی بیشتر کام ہو چکا ہے اور ہماری کوشش ہے کہ ان دو کتابوں کو بھی ان کے شایان شان انداز میں جلد سے جلد منصۂ شہود پر لایا جائے۔ وبید اللہ التوفیق والتکمیل.

اس عظیم خدمت پر' جس کی سعادت اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے' میرا سر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہے' میری جبینِ نیاز اس کے فضل وکرم کی محراب میں جھکی ہوئی ہے اور میرا ہر موئے تن بدن پہ زبان سپاس ہے۔

اس خدمت عظیمہ میں جن حضرات کا خصوصی تعاون مجھے حاصل رہا ہے' وہ یقیناً تحسین وسپاس کے مستحق ہیں۔ اس کا صلہ میں دنیا میں انھیں نہیں دے سکتا لیکن مجھے قوی امید ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں اگر ہماری یہ مساعی شرف قبولیت سے نواز دی گئیں تو میرے ساتھ اس کے اجر وثواب میں وہ بھی برابر کے شریک ہوں گے۔ واللہ

ذو الفضل العظیم- وما ذلك على الله بعزیز.

ان میں سرفہرست برادرِ عزیز حافظ عبدالعظیم سلمہ اللہ تعالیٰ جنرل مینجر دارالسلام لاہور ہیں جن کی نگرانی و اہتمام میں یہ کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس علمی منصوبے پر اگر وہ بھرپور توجہ مبذول نہ کرتے اور اپنی شب و روز کی مصروفیات میں اسے اولین اہمیت نہ دیتے تو شاید میرا یہ خواب تشنۂ تعبیر ہی رہتا۔

دوسرے نمبر پر دارالسلام لاہور کے شعبۂ حدیث کے وہ رفقائے گرامی قدر ہیں جنھوں نے عملاً میرے اس خاکے میں رنگ بھرا اور اس علمی منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان میں اُن شیوخ الحدیث کے علاوہ جنھوں نے ترجمہ وفوائد نگاری کا نہایت مہتم بالشان فریضہ سرانجام دیا' دارالسلام سے وابستہ وہ اصحاب علم و تحقیق ہیں جنھوں نے ترجمہ وفوائد پر نظر ثانی کا کام نہایت ژرف نگاہی' جگر کاوی' محدثانہ نقد و تحقیق اور نہایت مخلصانہ جذبہ ولگن سے کیا۔

ان حضرات افاضل میں دارالسلام لاہور کے شعبۂ تحقیق وتالیف کے مدیر حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کے علاوہ جن کی نگرانی وادارت میں یہ سارا کام ہو رہا ہے' مولانا عبدالجبار، مولانا عبدالخالق، حافظ محمد آصف اقبال اور مولانا غلام مرتضیٰ حفظہم اللہ ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ نے احادیث کی تخریج و تحقیق کا کام سرانجام دیا۔ ترجمہ وفوائد مولانا حافظ محمد امین شیخ الحدیث جامعہ تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ حفظہ اللہ کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہیں۔

سنن نسائی کے فنی مراحل کمپوزنگ اور ڈیزائننگ وغیرہ میں محمد عامر رضوان، شیخ محمد یعقوب اور عبدالجبار نے اسے خوب سے خوب تر بنانے میں بھرپور محنت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی مساعی کو قبول فرمائے اور دنیا و آخرت میں اس کا بہترین صلہ انھیں عطا فرمائے۔

جزاهم الله أحسن الجزاء و شكر الله مساعيهم و بارك في علمهم و عملهم و عمرهم. آمين.

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مینجنگ ڈائریکٹر، دارالسلام، لاہور - الریاض.

محرم الحرام 1430ھ - جنوری 2009ء

عرض مترجم

جون1999ء میں جناب گرامی قدر محترم حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ اور جناب محترم حافظ عبدالعظیم جنرل منیجر ادارہ دارالسلام لاہور اپنے چند رفقاء سمیت اس فقیر کے پاس تشریف لائے اور سنن نسائی کے ترجمہ و فوائد پر کام کرنے کی رغبت دلائی۔ میں علمی طور پر اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتا تھا مگر ان کی حوصلہ افزائی سے میں نے یہ کام کرنے کی ہامی بھرلی۔ ان کی ہدایات یہ تھیں کہ یہ کام اُردو خواں تعلیم یافتہ طبقے اور عوام الناس کی ضروریات کے پیش نظر کیا جائے جس میں مغلق عبارات اور پیچیدہ مباحث سے اجتناب کیا جائے۔ واضح اور مطلب خیز ترجمہ ہو اور پیش آمدہ مسئلے کی مختصر تفہیم بھی۔ سادہ دلائل ہوں تا کہ ایک عام قاری بغیر کسی مشکل کے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو ان کی اصلی حالت میں سمجھ سکے۔ میں نے اسی انداز میں اس کام کو سرانجام دینے کی کوشش کی ہے۔ میں اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب رہا ہوں؟ اس کا فیصلہ قارئین کے سپرد ہے۔ میں نے اس سلسلے میں جو طریقِ کار اختیار کیا ہے' اس کے بنیادی خطوط یہ ہیں:

① چونکہ یہ ترجمہ و فوائد عام قارئین کے لیے ہیں' لہٰذا ان میں عربیت کے نکات یا لغوی مباحث سے قصداً پرہیز کیا گیا ہے۔ دلائل عام فہم انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اصول حدیث یا اصول فقہ کے فنی مباحث سے زیادہ اعتنا نہیں کیا گیا تا کہ قاری پریشان نہ ہو۔

② احادیث کی صحت و ضعف کی بابت بحث نہیں کی گئی الا یہ کہ کسی حدیث کو ترجیح دینا مقصود ہو۔ ہاں' البتہ احادیث کی تحقیق و تخریج ادارے نے الگ طور پر فاضل محقق حضرت مولانا حافظ ابوطاہر زبیر علیزئی ﷾ سے کروائی ہے جو حاشیے میں درج ہے' وہاں سے استفادہ کیا جائے۔

③ احادیث میں اختلاف کی صورت میں معمولی ضعف کی وجہ سے کسی حدیث کو ترک کرنے کی بجائے تطبیق کی کوشش کی گئی ہے۔ محدثینِ کرام کا طریقہ یہی رہا ہے کہ معمولی ضعف کا انجبار اگر کثرت طرق یا شواہد و

توابع کی وجہ سے ہو جائے یا تطبیق ممکن ہو تو وہ کسی حدیث کو ترک نہیں کرتے۔

④ اجماعی مسائل میں اجماع صحابہ وتابعین کی سختی سے پابندی کی گئی ہے اور کسی اختلاف کرنے والے کے اختلاف کو معتبر نہیں سمجھا گیا۔ غیر اجماعی مسائل میں عمومی طور پر جمہور اہل علم (صحابہ وتابعین) کی رائے کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ اہل علم کی کثرت بھی ایک بڑی قوت ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اصول حدیث میں بھی کثیر ثقہ راویوں یا اوثق کے مقابلے میں ایک ثقہ راوی کی بات کو بوجہ مخالفت ومنافات کے شاذ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔

⑤ استدلال واستنباط میں ظواہر نصوص کے ساتھ ساتھ مقاصد شرع کو مد نظر رکھا گیا ہے اور ایسی تاویلات و توجیہات سے گریز کیا گیا ہے جو نصوص کے ظاہری مفاہیم یا مقاصد شرع سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

⑥ اہل ظاہر کے لفظی جمود اور اہل رائے کی موشگافیوں کو' خصوصاً جب اس طریق سے جمہور اہل علم کی مخالفت کی گئی ہو' لائق اعتنا نہیں سمجھا گیا بلکہ فقہائے محدثین کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔

⑦ جن مسائل میں دونوں طرف دلائل ہوں' وہاں کوشش کی گئی ہے کہ جو موقف اقرب الی الصواب یا نصوص کے ظاہری مفہوم کے مطابق ہے' اسے ہی اختیار کیا جائے' نیز ایک جانب کو اختیار کرنے میں تشدد سے کام نہ لیا جائے' مثلاً: وہ مسائل جو صحابہ وتابعین میں مختلف فیہ رہے ہیں اور جن میں دونوں طرف اکابر صحابہ و تابعین ہیں' ایسے مسائل میں کسی ایک رائے پر تشدد کے بجائے نرم انداز اختیار کیا گیا ہے۔ دوسرے فریق پر طعن وتشنیع نہیں کی گئی۔ فقہائے محدثین کا یہی انداز ہے جسے ان کی تصانیف میں صاف دیکھا جا سکتا ہے' مثلاً: صحیح بخاری یا جامع ترمذی وغیرہ۔ اس سلسلے میں امام ہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصریحات انتہائی قابل قدر ہیں۔ ان کی بلند پایہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ اختلافی مسائل کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے انتہائی مفید ہے۔ ماضی قریب میں حضرت الاستاذ شیخ الشیوخ محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اسی فکر کے علم بردار رہے ہیں اور یہی حق وصواب کی راہ ہے جو جمود وتعصب سے پاک ہے۔ جزاهم الله عنا و عن سائر المسلمين جزاء حسنا.

⑧ اجتہاد واستنباط کے اختلاف میں تمام اہل علم وتقویٰ کا احترام قائم رہنا چاہیے۔ اس کی وجہ سے کسی کو سب وشتم کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ ہر رائے اور استنباط میں غلطی اور خطا کا امکان ہوتا ہے۔ ان

اختلافات کی بنا پر کسی اہل علم پر طعن و تشنیع یا طنز کرنا سوءِ ادب ہے جو علم کی برکت اور ہدایت سے محرومی کا سبب ہے۔ العیاذ باللہ.

⑨ بعض اہل علم وتقویٰ اپنی جلالت قدر کے باوجود بعض مسائل میں تفرد کا شکار ہو گئے اور ان کی رائے جمیع اہل علم سے مخالف ہو گئی اور اس کی بنیاد محض لفظی استدلال یا قیاس عقلی پر ہے۔ ایسی رائے کو ان کا احترام وادب قائم رکھتے ہوئے لائق توجہ نہیں سمجھا جائے گا چہ جائیکہ وہ عمل میں آئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تفرد اور شذوذ سے منع فرمایا ہے اور جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے۔ ایسی لغزشوں کو کسی کی علمی وجاہت کے زور پر قابل عمل وتسلیم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لکل جواد کبوة.

⑩ کسی ایک فقہی مسلک کی تنگ نائے میں پھنسنے کے بجائے فقہیات میں [خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدِرَ] کے اصول پر عمل کیا گیا ہے جو کہ محدثین کا طرۂ امتیاز ہے۔

اہل علم سے امید ہے کہ اس فقیر کو اس کی غلطیوں پر متنبہ فرمایا جائے گا اور اصلاح کی خیر خواہانہ کوشش کی جائے گی۔ والجزاء عند اللہ.

میں ادارہ دارالسلام کے کار پردازان فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ، واجب الاحترام حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، گرامی قدر حافظ عبدالعظیم صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے خدمتِ حدیث کی اس سعادت سے بہرہ ور ہونے کا موقع مہیا فرمایا، نیز اشاعت حدیث اور مسلک محدثین کے سلسلے میں ادارے کی قابل ستائش خدمات پر ان حضرات کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور صمیم قلب سے ادارے کی ترقی و وسعت کے لیے دعا گو ہوں۔ جزاهم الله أحسن الجزاء.

اللهم انفعني بما علمتني و علمني ما ينفعني و زدني علما.

فقیر پر تقصیر

محمد امین عفا اللہ عنہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

18 دسمبر 2000ء

مقدمہ

اللہ تعالیٰ ہی خالقِ کون و مکان اور وہی معبودِ برحق ہے۔ ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہی عقیدہ رکھے۔ اس خالص اور صاف ستھرے عقیدے میں ذرہ برابر ملاوٹ بھی ناقابل قبول ہے۔ جس انسان کے عقیدے میں آلائش ہوگی وہ نجاتِ اخروی سے محروم رہے گا۔ ایسے شخص کے لیے کلی قانون ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾ (النساء ۴:۱۱۶)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا یہ کہ اس کا شریک بنایا جائے' اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے' جس کے لیے وہ چاہے گا۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک بنائے تو تحقیق وہ گمراہ ہو گیا بہت دور کا گمراہ ہونا۔''

کائنات کی کوئی چیز خود بخود اور اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ جو کچھ اور جب چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ چونکہ ہر چیز کا وہی خالق ہے' اس لیے ہر چیز کا مرکزِ نگاہ بھی اسی کو ہونا چاہیے' اور ہے بھی۔ یقیناً اس لاریب حقیقت کا ادراک دنیا کی ساری مخلوق کو ہے۔ آسمان و زمین' شمس و قمر' حجر و شجر' جمادات و نباتات اور چرند پرند وغیرہ' غرضیکہ اس کائنات کی ہر چیز نے اپنے حقیقی خالق و مالک کو اچھی طرح جان لیا ہے۔ تمام مخلوق نے نہ صرف اس حقیقت کو جانا ہے بلکہ حصولِ علم کے بعد' علم و معرفت کے تقاضے کے عین مطابق' اپنے ذمے فرض کی ادائیگی کے لیے' ارض و سماء کی تمام اشیاء' اپنے خالق و مالک کی ستائش اور مدح سرائی میں منہمک ہیں۔ اس حقیقت پر مالکِ کون و مکان کی یہ گواہی کس قدر واضح ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ (بنیٓ اسرائیل ۱۷:۴۴)

''پاکیزگی (عظمت و کبریائی اور بڑائی) بیان کرتے ہیں اس کی ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہے۔ اور نہیں کوئی بھی چیز مگر وہ تسبیح بیان کرتی ہے اس کی حمد کے ساتھ۔ اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔''

بات صرف تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے تک محدود نہیں بلکہ ہر چیز کو فطرت نے یہ علم و معرفت بھی عطا فرما دی ہے کہ اس نے اپنے خالق و مالک کی حمد و ثنا اور عظمت و کبریائی بیان کس طرح کرنی ہے' چنانچہ ہر ایک چیز اسی عطا کردہ علم کے عین مطابق اپنا فریضۂ عبادت بجا طور پر' کما حقہٗ پورا کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ (النور ۲۴:۴۱)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ' اس کے لیے تسبیح کرتا ہے ہر کوئی جو آسمانوں اور زمین میں ہے' اور پرندے پر پھیلائے ہوئے۔ ہر ایک (مخلوق) نے یقیناً جان لی ہے اپنی نماز (عبادت) اور اپنی تسبیح۔ اور اللہ خوب جانتا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں۔''

ذرا غور فرمائیں کہ تمام مخلوق کی بابت اللہ تعالیٰ کی یہ شہادت کس قدر معتبر ہے! کتنی شاندار' جاندار اور واضح ہے اللہ تعالیٰ کی گواہی کہ کائناتِ ارض و سماء کی تمام اشیاء اپنی ذمہ داری کو احسن انداز سے پورا کر رہی ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس فطری احساس و ادراک کا لازمی نتیجہ ہے جو اللہ کریم نے اپنی ذاتِ اقدس کی بابت اپنی تمام مخلوق کو عطا فرمایا ہے۔ مالکِ کائنات کا اپنی مخلوق کو ودیعت کردہ فطری احساسِ معرفتِ الٰہی جب تک زندہ و سلامت رہے' اس وقت تک کائنات کی ہر چیز اپنی ذمہ داری پوری دیانت داری کے ساتھ ادا کرتی رہتی ہے۔

زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو آپ بنظرِ غائر دیکھیں' ناممکن ہے کہ ازل سے تا ایں دم ان کے اس احساسِ ذمہ داری میں سرمو کوئی فرق آیا ہو۔ اس میں آج تک قطعاً فرق آیا ہے نہ ابد تک آ سکتا ہے۔ ذرا سورج اور چاند ہی کو دیکھ لیجیے' یعنی ہر ایک کا' ہر موسم میں' اپنے اپنے وقتِ مقررہ پر طلوع و غروب ہونا' اسی طرح ان کے اثرات میں تبدیلی کا رونما ہونا' یعنی کبھی گرمی اور کبھی سردی ہونا اور کبھی موسم کا خشک اور کبھی تر ہونا وغیرہ۔ اور اسی

طرح ان کا' نیز دوسرے ستاروں اور سیاروں کا اپنے اپنے مدار میں رہتے ہوئے حرکت کرنا۔ فرمانِ باری ہے:
﴿كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ (یٰس ۳۶:۴۰) ''سب (اپنے اپنے) مدار میں تیرتے پھرتے ہیں۔''

یہ سب کچھ دلالت کرتا ہے کہ یہ عظیم چیزیں کسی زبردست علیم وخبیر' عزیز وحکیم' صاحبِ قدرت وکمال اور مختارِ کل ہستی کے حکم کے تابع اور زیرِ فرمان ہیں۔ اگر حقیقت یہی نہ ہوتی تو یہ چیزیں اطاعت وانقیاد اور تابعداری میں کبھی تو اپنی مرضی اور من مانی کرتیں۔ یہی حال ہے نظر آنے والے اور نظر نہ آنے والے ستاروں اور سیاروں کا' اور یہی حال ہے بادلوں اور ہواؤں کا' پانیوں اور فضاؤں کا۔ غرض دنیا کی ہر ایک چیز اسی کامل واکمل تسلیم ورضا کا مظہر ہے۔ کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اپنے خالق ومالک کے حکم سے ذرا سی سرتابی کرتی ہو' کر رہی ہو یا کر سکتی ہو۔

ہاں! یہ عدمِ اطاعت اور سرکشی وبغاوت اگر کسی مخلوق میں پائی جاتی ہے' یا بدرجۂ اتم موجود ہے تو یہ صرف خلاق اعظم وعظیم کی شاہکار تخلیق حضرتِ انسان میں ہے کہ جس نے اپنے رب اور اپنے حقیقی مالک کو نہ تو کما حقہ پہچانا ہے اور نہ اس کی اس طرح قدر کی ہے جس طرح قدر کرنے کا حق تھا' چنانچہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ (الحج ۲۲:۷۴) ''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔'' مذکورہ ربانی تنبیہ میں اسی سرکشی وبغاوت اور عدمِ اطاعت کی طرف واضح اشارہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدر ناشناسی اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے سرکشی اگرچہ اکثر انسانوں کا وتیرہ رہا ہے اور ہے بھی' تاہم یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ اس دنیائے فانی میں بڑے بڑے جلیل القدر رب شناس' اپنے خالق ومالک کے حقیقی قدر دان' احکام ربانی کے سامنے منقاد ہمہ تن پیکر تسلیم ورضا اور ہر قسم کے حالات میں معرفتِ الٰہی کے دیپ جلانے والے اساطین اور علم وعمل کے پہاڑ قسم کے عظماء ہر دور اور ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں۔ ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ ہونے کے باوجود ان کے وجود سعید وبابرکت ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے' نیز انھیں قرب اور معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کے قرینے اور سلیقے سکھاتے ہیں۔ وہ خود اپنے رب کو پہچانتے اور تازیست اسے راضی کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ان کا ہر قول وفعل اپنے مالکِ حقیقی کی رضا جوئی کا متلاشی نظر آتا ہے۔

ان نابغۂ روزگار لوگوں میں انبیاء ورسل علیہم السلام کی مقدس ہستیوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین' تبع تابعینِ عظام اور محدثینِ کرام کا پاک باز گروہ' یعنی انبیاء ورسل علیہم السلام کے حقیقی ورثاء اہلِ علم (علمائے حق) کے برگزیدہ وچنیدہ لوگ

اور امت کے دیگر پاک طینت افراد شامل ہیں۔

اس جگہ ہم محدثین کرام کی بابت ہی کچھ باتیں عرض کرتے ہیں۔ اس قدسی گروہ میں ایسے بے شمار لوگ شامل ہیں کہ جنھیں اس دنیائے فانی سے گزرے ہوئے اگرچہ کئی صدیاں بیت چکی ہیں لیکن تاحال دنیائے اسلام کے کونے کونے میں پھیلی ان کی نیکی و پارسائی کی خوشبو اور ان کے علم وفضل کے چار سو پھیلے اجالے نظر آتے ہیں۔

ان عظماء کو یہ رتبۂ بلند اس لیے ملا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کی۔ اپنی حیاتِ مستعار کو اتباع اور احیائے سنت کے لیے وقف کیے رکھا۔ انھوں نے اپنا تن من دھن' سب کچھ اعلائے کلمۃ اللہ اور نخلِ اسلام کی آبیاری پر نچھاور کر دیا' اور اپنی ساری زندگیاں حفاظت اور تعلیم و ترویج حدیث و قرآن پر قربان کر دیں۔ باوفا بن کے دکھایا اور حقِ وفا ادا کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ فوت ہو جانے کے باوجود بھی مرے نہیں بلکہ (مر کر) زندۂ جاوید ہو گئے۔ ایسے ہی جلیل القدر لوگوں پر صادق آتی ہے وہ بات جو کسی شاعر نے اپنے اس شعر کے دوسرے مصرعے میں کہی ہے ؎

اَلنَّاسُ قِسْمَانِ مَوْتٰی فِي حَيَاتِهِمْ

وَالْآخَرُونَ بِبَطْنِ الْأَرْضِ أَحْيَاءُ

''یعنی لوگوں کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ جو زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ ہیں (بس وہ زمین پر ایک نار وا بوجھ ہیں) جبکہ لوگوں کی دوسری قسم (جو ہمارے ممدوح ہیں) ان جلیل القدر عظماء پر مشتمل ہے جو زمین کے پیٹ میں (مر کر) بھی زندۂ جاوید ہیں۔''

صرف یہی نہیں کہ وہ مر کر بھی زندہ ہیں بلکہ آج اہلِ دنیا کے باشعور لوگوں کے قلوب و اذہان میں ان کی محبت اور احترام فزوں تر ہے۔ یقیناً انھیں یہ محبت اور احترام ورثۂ نبوت کی حفاظت اور چوکیداری کرنے کی وجہ سے ملا ہے۔ ورثۂ نبوت کیا ہے؟ سارے کا سارا دینِ اسلام ورثۂ نبوت ہے۔ دینِ اسلام کیا ہے؟ اسے سادہ اور عام فہم الفاظ میں ہم یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ دینِ اسلام وہ عالمگیر اور مکمل ضابطۂ حیات ہے جسے اپنا کر انسان اپنے رب کا محبوب بن جاتا ہے اور تمام اخروی انعامات و احترامات کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور یہ ضابطۂ حیات رب کائنات کا عطا کردہ ہے' کسی انسان کا تراشیدہ نہیں۔

اللہ کریم کس قدر مہربان ہے اپنے بندوں پر! اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اس نے اپنے بندوں

کے لیے ان کی اس راہِ زیست کا تعین، جس پر چل کر وہ اپنے رب کے محبوب اور پسندیدہ بن سکتے ہیں، ان کی اپنی عقل وفکر کے سپرد نہیں کیا بلکہ اس کے لیے اپنی تمام انسانی مخلوق میں سے بہترین، باکمال اور خلقِ عظیم کے مقام پر فائز اولوالعزم ہستیوں کا انتخاب فرمایا۔ انھیں لوگوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور انھیں پابند کر دیا کہ وہ لوگوں تک اللہ کا سچا، سُچا، خالص اور کھرا دین بعینہ اسی طرح پہنچا دیں جس طرح کہ ان پر نازل کیا گیا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (المائدة۵:٦٧)

''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ نازل کیا گیا ہے تیری طرف، تیرے رب کی جانب سے۔ اور اگر تو نے (ایسا) نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔''

رسولِ کریم ﷺ نے تبلیغِ دین کا حق کما حقہ ادا فرمایا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے جب آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ (بروز قیامت) تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ ان سب نے بیک زبان ہو کر کہا:

[نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ أَدَّيْتَ وَ نَصَحْتَ] (صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث:١٢١٨، و سنن أبي داود، المناسك، باب صفة حجة النبي ﷺ، حديث:١٩٠٥)

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ نے یقیناً (اللہ کا) پیغام (اور اس کا دین) پہنچا دیا ہے۔ اور جو فریضہ آپ کے ذمے تھا ادا کر دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا ہے۔''

اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے جس طرح امت تک دین پہنچایا ہے، تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام نے بھی اسی طرح اپنی اپنی امتوں تک دین پہنچایا۔ ان سب نے بدرجۂ اتم حقِ تبلیغ اور حقِ خیر خواہی ادا کیا اور اخلاص کی انتہا کر دی۔ جتنے رسول اور نبی دنیا میں آئے، وہ سب اپنی قوم کے برگزیدہ وچنیدہ اور انتہائی معزز و باکردار فرد ہوتے تھے۔ از روئے نیکی وتقویٰ ان کی خوبیاں تمام لوگوں پر عیاں ہوتی تھیں، لیکن جب بھی انھوں نے لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دی اور انھیں ہدایتِ ربانی کی طرف بلایا، باوجودیکہ ان کی صالحیت اور اچھائی سب پر عیاں ہوتی تھی، پھر بھی لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی لائی ہوئی شریعت کا انکار کیا، نیز شکوک وشبہات کا اظہار کیا، چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ جَآءَ تْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾ (ابراهیم ۱۴:۹)

”کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) قوم نوح کی اور عاد اور ثمود کی اور ان کی جو ان کے بعد ہوئے؟ جنھیں صرف اللہ جانتا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں لوٹا لیے اور انھوں نے کہا: بے شک ہم اس چیز کو نہیں مانتے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو۔ اور بلاشبہ ہم تو اس چیز کے بارے میں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ایسے شک میں مبتلا ہیں جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے۔“

اس آیتِ کریمہ میں لوگوں کے اس عمومی رویے کی نشاندہی کی گئی ہے جو وہ اپنے پیغمبروں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کے ساتھ روا رکھتے تھے۔ اکثر و بیشتر لوگوں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ اختلاف محض ان احکامِ الٰہی کی وجہ سے کیا جو احکام دے کر انھیں بھیجا گیا تھا۔ اس اختلاف کرنے کی کئی وجوہ ہیں مثلاً: احکامِ شریعت بلا امتیاز لوگوں کو ان کی من مانی زندگی بسر کرنے سے روکتے نیز انھیں شرعی اصولوں اور اخلاقی قدروں کا پابند کرتے تھے جبکہ عموماً انسان پابندیاں پسند نہیں کرتا بلکہ اس کے برعکس ایسی آزادانہ اور بے باکانہ زندگی گزارنا چاہتا ہے جو ہر قسم کی حدود و قیود سے مبرا ہو۔

اختلاف کا ایک بہت بڑا سبب لوگوں کی اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید تھی جس سے کنارا کشی اختیار کرنا ان کے لیے بہت بڑی عار اور اپنے ”خود ساختہ بزرگوں“ کے عقائد کی برملا تغلیط تھی چنانچہ وہ قبولِ حق سے دور رہنے کو ترجیح دیتے۔ اتباعِ حق کی دعوت کے جواب میں جو کچھ وہ کہتے قرآنِ کریم نے اسے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا﴾ (البقرة ۲:۱۷۰)

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔“

اسی طرح بعض لوگوں نے جن میں زیادہ تر صاحبِ اختیار و اقتدار اور مال دار قسم کے لوگ تھے اس لیے حق

کو ٹھکرا دیا کہ اس کا اتباع کرنے سے ان کے شخصی اختیار و اقتدار اور ان کے ذاتی مفادات پہ زد پڑتی تھی' چنانچہ انھوں نے گھاٹے کا سودا کرتے ہوئے عارضی اور وقتی لذتوں کو ترجیح دی اور دائمی و لازوال نعمتوں سے محرومی کو اپنا مقدر بنالیا۔ وَعَلٰی هٰذَا الْقِيَاسُ.

سابقہ اقوام و ملل کی طرح اس امت کے بہت سے لوگوں نے بھی پیغمبر اسلام ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے اعراض کیا۔ کچھ سیاہ بختوں نے تو پورے دین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جبکہ کچھ نے دین کے ایک ماخذ' یعنی قرآنِ کریم کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا لیکن دوسرے ماخذ' یعنی حدیثِ رسول کا انکار کیا' حالانکہ جس طرح قرآنِ مجید ماخذ دین ہے بعینہ اسی طرح حدیثِ رسول بھی دوسرا ماخذ دین ہے۔ چونکہ اسلام کی اساس صرف دو چیزیں ہیں: ایک قرآن اور دوسرا صاحبِ قرآن' یعنی حضرت محمد کریم ﷺ' لہٰذا یہ دونوں ہی واجب الطاعة ہیں۔ قرآن اور صاحبِ قرآن دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار یا اس کی تنقیص' استہزا یا اس کا استخفاف انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جس طرح وہ اتباعِ قرآن کو ضروری سمجھتا ہے اسی طرح' مکمل طور پر' رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کو بھی اپنے آپ پر فرض جانے۔ اگر کوئی شخص احکامِ قرآن پر تو ایمان رکھتا ہے لیکن فرامین رسول' یعنی حجیتِ حدیث کے بارے میں تحفظات کا شکار ہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ اس کا دامن دولتِ ایمان سے خالی ہے۔ احادیثِ رسول کی حجیت کی بابت تحفظات تو بہت دور کی بات ہے' اپنے باہمی اختلاف میں رسولِ اکرم ﷺ کے کسی ایک فیصلے کو خوش دلی سے قبول نہ کرنے والا شخص بھی اللہ کے ہاں قطعاً ایمان دار نہیں ہو سکتا' ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء۴:۶۵)

''(اے نبی!) آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا مان لیں' پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے۔ اور وہ اسے (آپ کے فیصلے کو) دل و جان سے مان لیں۔''

مذکورہ آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ رحمت ﷺ کی حیثیت اور آپ کا مقامِ رسالت' تمام امت کے لیے دوٹوک انداز میں واضح فرما دیا ہے۔ اب رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لے کر تا قیامت یہی

قانون ہے کہ جس طرح احکامِ قرآن پر عمل کرنا فرض ہے، بالکل اسی طرح احکامِ رسول پر عمل کرنا بھی فرض اور ضروری ہے۔اس قانونِ الٰہی میں نہ تو کوئی نرمی ہے اور نہ استثنا ہی۔

قرآنِ کریم اگر احکامِ الٰہی کے متن کا نام ہے تو حدیثِ رسول اس متن کی شرح وتفصیل کا نام ہے۔اور رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اس متن کی عملی تفسیر ہے، اس لیے ان میں سے کسی ایک کا انکار دونوں کے انکار کو مستلزم ہے۔انکارِ حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ منکرِ حدیث، الفاظِ قرآن کو تو مانتا ہے لیکن قرآن کے معانی کا انکار کرتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بایں ہمہ کچھ سیاہ بخت ایسے ہیں جو صرف قرآنِ مجید کو...... زبانی کلامی دعوے کی حد تک، عملاً نہیں...... واجب الطاعۃ مانتے ہیں، حدیثِ رسول کو تسلیم نہیں کرتے۔ان میں سے کئی بدبخت محض انکارِ حدیث ہی نہیں کرتے بلکہ ان کا وتیرہ احادیثِ رسول کا استخفاف واستہزا کرنا بھی ہے۔وہ احادیث کا مذاق اڑاتے اور انھیں عجمی سازش قرار دیتے ہیں۔اس ٹولے کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ صرف کتاب اللہ، قرآن مجید کی اطاعت واجب ہے، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت منصبِ رسالت کے اعتبار سے ضروری نہیں، اس کا فریضہ تبلیغِ قرآن ہی سے ادا ہو جاتا ہے۔

انکارِ حدیث کا فتنہ بہت قدیم ہے۔سب سے پہلے حدیث کا انکار خوارج نے کیا ہے جن کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا، اسی لیے وہ رجم کے منکر ہیں جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔اس کے بعد جنھوں نے عقل کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی، انھوں نے اپنی خام اور ناقص عقل کے مقابلے میں احادیث کا انکار کیا، وہ معتزلہ تھے۔

ہمارے یہاں برصغیر پاک و ہند میں اس فتنۂ انکارِ حدیث کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ غالباً جب انگریز ہندوستان آئے اور برصغیر نامساعد حالات سے دوچار ہوا تو یہاں ان کے بندۂ بے دام کالے غلام بھی پیدا ہو گئے۔بدقسمتی سے مسلمانوں میں جو لوگ فرنگیوں کے حاشیہ بردار بنے، انھوں نے قرآن وسنت کا استخفاف شروع کر دیا۔یہ بڑی خوفناک جسارت تھی جس کی سزا انھوں نے دنیا میں بھی پائی اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آخرت میں ان کا انجام کتنا عبرتناک ہوگا؟

اس قسم کے لوگوں کو نہ تو دنیا میں کوئی عزت مل سکتی ہے اور نہ آخرت ہی میں کیونکہ انھوں نے قصرِ نبوت کو

نقب لگانے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ اس رہزن ٹولے نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے عہد مبارک کی تاریخ کو داغدار کرنے کی مذموم سعی کی ہے' نیز آپ کے کردار و گفتار پر خوفناک حملہ کیا ہے' حالانکہ یہ عالم انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت کی تاریخ ہے۔ یہ حقائق و معارف کا خیابان ہے۔ یہ آخری آسمانی کتاب' قرآنِ کریم کا ذکر جمیل ہے۔ یہ وحدہ لاشریک کی معرفت کا سبق ہے۔ یہ قادرِ مطلق کے تعارف کا مشکبو تذکرہ ہے۔

ذرا بتایئے کہ یہ تعارف کس نے کرایا؟ انسان کو اس کی اصل حقیقت کس نے بتلائی؟ توحید کا سبق کس نے دیا؟ کفر و شرک کے صنم کدے کس نے توڑے؟ علم کا اجالا کس نے پھیلایا؟ ظلم کس نے ختم کیا؟ معصوم بچیوں کو زندہ دفن کرنے سے کس نے روکا؟ اونٹوں کے چرواہوں کو نورِ ایمان سے جگمگا کر قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا مالک کس نے بنایا؟ زمانے اور زندگی کے بھید کس نے بتلائے؟ وہ کون تھا جو جیتا جاگتا' چلتا پھرتا قرآن تھا؟ جس کا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی رضا و منشا کا نمونہ تھا؟ وہ آیا تو یہ دنیا کتنی پستی میں تھی اور جب دنیا سے رخصت ہوا تو یہ کن بلندیوں پر فائز ہو چکی تھی؟

ان تمام سوالوں کا جواب آپ کو اسوۂ حسنہ کی تاریخ سے ملے گا۔ یہ تاریخ ٹھیٹ حقائق کی بنیاد پر لکھی گئی اور جن لوگوں نے لکھی وہ اس زمان و مکان کے سب سے سچے لوگ تھے۔ ان کی نگاہیں ہر آن' ہر گھڑی رسولِ رحمت ﷺ ہی کا جمالِ جہاں آرا دیکھتی رہتی تھیں۔ چونکہ وہ آپ کی ہر ادا کے شیدائی اور ہر بات کے فدائی تھے' اس لیے وہ رسولِ اکرم ﷺ کو جو کچھ بولتا سنتے تھے اسے اپنے بے مثل حافظے پر نقش اور عمل میں محفوظ کر لیتے تھے۔ جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم لکھنا پڑھنا جانتے تھے' وہ ارشاداتِ رسول ﷺ پوری احتیاط سے لکھتے بھی جاتے تھے۔ اس طرح احادیث کا وہ گل دستہ وجود میں آیا جس کی ساری دنیا کے علومِ عالیہ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یہ گل دستۂ حدیث ایک طرف قرآنِ کریم کی تشریح و توضیح ہے اور دوسری طرف عہدِ رسالت مآب کی نہایت مستند تاریخ ہے جو ہم تک کامل احتیاط اور دیانت داری سے بے کم و کاست پہنچی ہے' اس لیے احادیثِ مقدسہ ہر اعتبار سے ایک مسلمہ حقیقت ہیں جو حجت کا درجہ رکھتی ہیں اور ہر دور اور ہر حال میں واجب العمل ہیں۔

امتِ مسلمہ کا یہ منفرد افتخار و اعزاز ہے کہ اس نے رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ اپنے ایمانی اور تشریعی تعلق کے باعث آپ کے اقوال و افعال اور احوال و آثار حتی کہ آپ کے شمائل و عادات تک کو بھی کمال عقیدت اور حزم و احتیاط کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علوم الحدیث پوری انسانی تاریخ کا سب سے ممتاز اور اعلیٰ

علم وفن ہے جس کے ایجاد وانضباط میں انھوں نے اپنے دل ودماغ کی اعلیٰ ترین صلاحیتیں صرف کی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کا مفہوم یہی ہے۔ نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی جملہ مشکلات اور مسائل کا حل براہِ راست آپ کی ذات مقدس سے میسر تھا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ ہی میں قرآنِ مجید نے تکمیلِ دین کا اعلان کیا' پھر آپ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے تعامل کے علاوہ تمام روایات کو باہمی مذاکروں اور ضرورتوں کے مواقع پر دہرایا۔ ان روایات کی جمع وترتیب کے ساتھ ساتھ متن اور سند کے حوالے سے وہ علوم وفنون سامنے آئے کہ ابن الصلاح کے بقول ان کی تعداد ۶۵ ہے جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس سے بھی زیادہ علوم وفنون کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اگر غیر جانبدارانہ نگاہ سے مطالعہ کیا جائے تو یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ تاریخ نویسی میں کسی احتیاط کی فنی لحاظ سے جو انتہا اور کمال ہوسکتا ہے' علم حدیث میں اس سے بڑھ کر حزم واحتیاط کو اختیار کیا گیا' بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ محدثین کرام نے تدوینِ حدیث کے عمل کو وہ سائنٹفک اسلوب اور منہج عطا کیا کہ جس کے باعث یہ ذخیرۂ حدیث علومِ انسانی کا سب سے بڑا افتخار قرار پایا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کی کامل تفصیلات کو ہزاروں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کمال حزم واحتیاط کے ساتھ بیان کیا۔ مغازی نگاروں اور سیرت نگاروں کے علاوہ محدثین کرام کے قدسی گروہ نے روایات کے جمع کرنے میں اپنی عمریں کھپا دیں۔ اور پھر اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے ذریعے سے ان روایات پر نقد کا ایسا سائنٹفک اسلوب وضع کیا کہ جس کے باعث ہر ایک روایت کی توثیق یا تردید ہوتی گئی۔ ایک طرف رواۃِ حدیث کے سوانحی کوائف اور ان کے حالات پر اسماء الرجال کے عنوان سے بیسیوں عظیم کتابیں مرتب کی گئیں تو دوسری طرف جرح وتعدیل کے وہ پیمانے وضع کیے گئے کہ جن کی روشنی میں کسی غلط اور موضوع ومن گھڑت روایت کا برقرار رہنا مشکل ہی نہیں ناممکن بنا دیا گیا۔

جن جلیل القدر عظماء اور معتبر ذرائع سے حفاظتِ حدیث کا عظیم اسلامی فریضہ سرانجام پایا ہے' ان میں امام نسائی رحمہ اللہ اور ان کی مایۂ ناز تالیف سنن النسائی کا بہت بڑا حصہ ہے۔

سنن النسائی امام نسائی رحمہ اللہ کی انتہائی مایۂ ناز اور جلیل القدر تالیف ہے۔ جس میں کل احادیث کی تعداد

پانچ ہزار سات سو اکسٹھ (5761) ہے نیز اس میں 51 کتابیں اور ان کے تحت تقریباً 2528 ضمنی ابواب ہیں۔

ابنِ مندہ ابنِ سکن، دار قطنی، ابن علی نیشاپوری، خطیب بغدادی، ابن عدی اور خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر رحمہم اللہ سمیت متعدد حفاظِ حدیث محدثین کرام نے ''سنن نسائی'' کو دیگر صحاح کی طرح الصحیح کے نام سے موسوم کیا ہے۔ سنن نسائی کو ''السنن الصغریٰ'' بھی کہا جاتا ہے تاکہ اس میں اور امام صاحب کی دوسری تالیف ''السنن الکبریٰ'' میں امتیاز ہو سکے۔

محدثین کرام کی اصطلاح میں ''سنن'' اس کتاب کو کہا جاتا ہے جو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کی گئی ہو اور اس میں ''کتاب الایمان، الطہارۃ، الصلاۃ، الزکاۃ وغیرہ سے لے کر ''کتاب الوصایا'' تک کی احادیث اور احکام فقہی انداز و ترتیب سے جمع کیے گئے ہوں۔

امام نسائی کی اس کتاب ''سنن النسائی'' کو المجتبیٰ اور المجتنیٰ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ پہلی صورت میں، یعنی اگر المجتبیٰ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ﴾ (القلم ٦٨:٥٠) ''اس کو اس کے رب نے پسند کر لیا'' سے ماخوذ ہوگا جبکہ دوسری صورت، یعنی المجتنیٰ ہو تو یہ (جَنَى الثَّمْرَةَ وَاقْتَطَفَهَا) سے ماخوذ ہوگا۔ مطلب یہ کہ ''اس نے پھل چنا اور کاٹا۔''

پہلی صورت میں مناسبت اس طرح بنتی ہے کہ امام صاحب نے اسے چونکہ ''السنن الکبریٰ'' ہی سے منتخب کیا ہے اس لیے یہ المجتبیٰ ہے جبکہ دوسری صورت میں ''السنن الکبریٰ'' سے اخذ کرنے کی وجہ سے المجتنیٰ کہلائی۔ واللہ أعلم.

اہلِ علم کی نظر میں سنن نسائی کی بہت زیادہ قدر و منزلت ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ اپنی معروفِ زمانہ تالیف سیر اعلام النبلاء میں امام حاکم کے حوالے سے رقم طراز ہیں: [قَالَ الْحَاكِمُ: كَلَامُ النَّسَائِيِّ عَلٰى فِقْهِ الْحَدِيثِ كَثِيرٌ وَمَنْ نَظَرَ فِي سُنَنِهِ تَحَيَّرَ فِي حُسْنِ كَلَامِهِ] ''امام حاکم نے فرمایا: فقہ الحدیث کی بابت امام نسائی نے بہت کلام فرمایا ہے۔ جس شخص نے بھی ان کی سنن (سنن نسائی) میں نظر دوڑائی، وہ ان کے حسنِ کلام سے حیرت میں ڈوب گیا۔''

بیانِ حدیث میں امام نسائی رحمہ اللہ کا منہج شیخین (امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ) کے منہج کے بہت زیادہ مشابہ ہے اس لیے بہت سے محدثینِ کرام شیخین کے بعد امام نسائی رحمہ اللہ کو مرجع تسلیم کرتے اور

ان کی سنن (المجتبیٰ) پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾

حدیث کی نشر واشاعت میں دار السلام کا شاندار کردار

آخر میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ''دار السلام'' کے اربابِ بست وکشاد کے جذبۂ خدمتِ حدیث کا ذکر کیا جائے، جن میں برادر عزیز حافظ عبد العظیم اسد جنرل منیجر دار السلام لاہور اور برادرِ عظیم مولانا عبد المالک مجاہد ڈائریکٹر جنرل دار السلام حفظهما الله سب سے نمایاں ہیں۔ دار السلام نے جب یہ فیصلہ کیا کہ کتب ستہ کو اردو میں از سر نو نئے تراجم اور فوائد کے ساتھ شائع کیا جائے، کیونکہ مولانا وحید الزماں رحمه الله کے تراجم کی زبان کی قدامت کی وجہ سے ایک نئے ترجمے کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی، تو معاً ان کے ذہن میں یہ بھی آیا کہ تحقیقِ حدیث کا جو ذوق عام ہوا ہے اس کے پیشِ نظر سنن اربعہ کی احادیث کی تحقیق بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر انھیں اردو زبان میں شائع کرنا اس ذوق کی نفی ہے، جب کہ ضرورت اس ذوق کی نشوونما اور اس کی آبیاری کرنے کی ہے۔ یہ اگرچہ نہایت کٹھن کام تھا اور اس کے لیے کثیر وسائل کی ضرورت تھی، جس کے لیے عام ناشرین تیار نہیں ہوتے، لیکن دار السلام کے پیشِ نظر چونکہ محض تجارت نہیں تھی بلکہ منہجِ محدثین کے مطابق حدیث کی خدمت اور عوام کی صحیح دینی رہنمائی تھی، اس لیے انھوں نے دنیوی نفع نقصان سے بالا ہو کر محض رضائے الٰہی کی خاطر یہ فیصلہ کیا کہ چاہے اس پر کتنے ہی وسائل صرف ہو جائیں، ہم سنن اربعہ کو ان کی احادیث کی تحقیق کے بغیر شائع نہیں کریں گے۔

چنانچہ جہاں کتب ستہ کے اردو تراجم وفوائد کے لیے مختلف علماء کی خدمات حاصل کی گئیں، وہاں سنن اربعہ کی احادیث کی تحقیق کے لیے شیخ زبیر علیزئی حفظه الله (حضرو، اٹک) کی خدمات حاصل کی گئیں۔ دار السلام کی درخواست پر مولانا موصوف نے سننِ اربعہ کی مکمل تحقیق وتخریج کی ہے جو ان شاء اللہ اردو ایڈیشن کے علاوہ عربی اور انگریزی ایڈیشنوں میں بھی شامل ہوگی۔ اس تحقیق وتخریج میں شیخ زبیر علی زئی نے ہر حدیث پر اپنی تحقیق کے مطابق حکم لگایا ہے کہ وہ صحیح، حسن یا ضعیف ہے۔ صحیح یا حسن ہے تو اس کی تخریج کی ہے، یعنی بتایا ہے کہ وہ حدیث کتبِ ستہ میں سے کس کس کتاب میں ہے اور کہاں کہاں ہے۔ بعض جگہ حسبِ ضرورت دوسری حدیث کی کتابوں کے حوالے بھی ہیں۔ اور اگر روایت ضعیف ہے، تو مختصراً وجہ ضعف بھی بیان کر دی ہے، مثلاً: اس میں فلاں راوی

مُدلّس ہے اوراس نے اسے عَن سے ساتھ بیان کیا ہے' ایسی حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے اِلّا یہ کہ تحدیث کی صراحت مل جائے' یا مثلاً: اس میں فلاں راوی ضعیف ہے' یا آخر عمر میں وہ سوء حفظ اور اختلاط کا شکار ہو گیا تھا' ایسے راویوں کی بعد الاختلاط کی روایات بھی ضعیف ہوتی ہیں۔

قارئینِ کرام سے ایک گزارش

ہمارے وہ معزز کرم فرما جن کی نظر سے دارالسلام کی مطبوعہ کتبِ ستہ گزریں گی' ہماری ان سے گزارش ہے کہ وہ ان کتب کو پڑھتے پڑھاتے وقت سب سے پہلے اپنی نیتوں کو خالص کرلیں' یعنی ان کے دل میں یہ نیت ہو کہ ہمیں نبیٔ کریم ﷺ کی ایک ایک حدیث کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے اور اسے دوسروں کی رائے کے مقابلے میں ترجیح دینی ہے۔

دوسرے' اللہ سے صحیح راستے کی رہنمائی کی دعا کریں' یہ ہم ہر نماز میں پڑھتے بھی ہیں۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ''اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا'' لیکن ترجمہ نہ جاننے کی وجہ سے اس کا ہمیں صحیح معنوں میں احساس وشعور نہیں ہوتا۔ آپ دل کی گہرائیوں سے یہ دعا کریں' اور خاندانی طور پر یا مخصوص ماحول کے زیر اثر آپ نے جس مسلک کو اپنایا ہوا ہے' اس پر قانع نہ رہیں اور ہدایت کی طلبِ صادق اپنے دل میں پیدا کریں اور اس کے پانے کی دعا بھی کریں۔

تیسرے' یہ کہ اللہ نے آپ کو عقل وفہم سے نوازا ہے' اسے آپ جس طرح اپنی دنیا بہتر سے بہتر بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں' ہماری استدعا ہے کہ اپنی آخرت سنوارنے کے لیے بھی اسے استعمال کریں۔ آپ دنیا کے اتنے ہی اسباب ووسائل پر قناعت نہیں کرتے جو آپ کو اپنے والدین سے ورثے میں ملتے ہیں بلکہ آپ اپنی محنت اور جدوجہد کے ذریعے سے اس میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس دنیا کے لیے تو' جو عارضی' فانی اور چند روزہ ہے' آپ شب وروز مصروف رہیں' زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے لیے وقف رکھیں' اپنی تمام توانائیاں اس پر صرف کرتے رہیں' آپ کی دوستیاں اور دشمنیاں بھی اسی محور پر گھومیں' لیکن آخرت کی زندگی' جو دائمی ہے جسے فنا اور زوال نہیں' اس کی بہتری اور اصلاح کے لیے آپ کے پاس نہ کوئی وقت ہو اور نہ اس کے لیے آپ اپنی عقل وفہم کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی محسوس کریں بلکہ انھی مذہبی روایات پر عمل کر لینے کو کافی

سمجھتے رہیں جو آپ کو اپنے خاندان یا ماحول سے ورثے میں ملیں۔ یہ عدل و انصاف نہیں ہے' اللہ کی دی ہوئی نعمتِ عقل وفہم کا صحیح استعمال نہیں ہے بلکہ یہ اپنے نفس پر اور اپنی آل اولاد پر ظلم ہے۔ آپ اپنے آپ کو بھی اور اپنی آل اولاد کو بھی اس خسرانِ آخرت سے بچانے کی کوشش کریں جو صراطِ مستقیم سے انحراف کی صورت میں آپ کا مقدر بن سکتا ہے۔ اور اس کا طریقہ وہی ہے جو ہم نے گزشتہ سطور میں بیان کیا ہے۔

✵ ہمارا طرزِ عمل اور عنداللہ باز پُرس کا احساس: جہاں تک ہمارا تعلق ہے' ہم بھی مذکورہ باتوں سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اور الحمدللہ ہم اللہ عزوجل کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم نے حدیث کی صحت وضُعف کا فیصلہ کرنے میں کسی حزبی تعصب اور جانب داری کا مظاہرہ نہیں کیا ہے' اپنے ذہنی تحفظات کو سامنے نہیں رکھا ہے اور اپنے خاندان اور ماحول کے اثرات کو اس پر اثر انداز نہیں ہونے دیا ہے' بلکہ پوری امانت و دیانت سے نقد وتحقیق کے محدثانہ اصول ہی کی روشنی میں احادیث کو جانچا اور پرکھا ہے اور پھر انھی مسائل کا اثبات یا ان کی اَرْجَحِیَّت کا فیصلہ کیا ہے جو احادیثِ صحیحہ کا اقتضا ہے۔ احادیث کو توڑ مروڑ کر ان کی دُور از کار تاویل کرنا یا صحیح حدیث کو ضعیف اور ضعیف حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا' یا بلا دلیل کسی حدیث کو ناسخ یا منسوخ قرار دینا' یہ سب طریقے ہمارے نزدیک دجل وتلبیس اور کتمانِ حق کے ذیل میں آتے ہیں۔ ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور قارئین کرام کو بھی پورے اعتماد و اذعان سے یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا دامن ان تمام چابک دستیوں سے یکسر پاک ہے۔ محدثانہ اصول کے انطباق میں ہم سے غلطی ہوسکتی ہے' معلومات میں کمی یا عدم رسائی کی وجہ سے غلطی ہوسکتی ہے' فہم واستنباط میں ہم سے غلطی ہوسکتی ہے (اور ان پر متنبہ کرنے والوں کے ہم ممنون ہوں گے اور ان شاء اللہ ان غلطیوں کی اصلاح کر دی جائے گی) لیکن ان کوتاہیوں میں الحمدللہ کسی قسم کی بددیانتی کا عنصر شامل نہیں ہے' مسلکی پس منظر کا دخل نہیں ہے' کسی اور جذبے اور مفاد کی اس میں کارفرمائی نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ.

چند باتیں تصحیح وطباعت کے حوالے سے

اب صحیحین اور سننِ اربعہ کے ترجمہ وفوائد' تصحیح ونظرثانی اور اشاعت کے بارے میں چند گزارشات۔ جب دارالسلام نے کتبِ ستّہ کے اُردو ترجمے کا پروگرام بنایا تو مختلف علماء اور شیوخ الحدیث کو ایک ایک کتاب کے

ترجمہ وفوائد کا کام دے دیا گیا' چنانچہ انھوں نے اپنا اپنا کام مکمل کر کے ادارے کے سپرد کر دیا۔

ان ترجمہ شدہ کتابوں کی کمپوزنگ' ترجمہ ومتن کا مقابلہ' فوائد وتراجم میں ترمیم واصلاح اور اضافہ اور پھر پروف ریڈنگ' علاوہ ازیں سننِ اربعہ کی حد تک تحقیق وتخریج کی وجہ سے احادیث کی صحت وضعف کی روشنی میں فوائد میں تبدیلی وغیرہ' اور اس طرح کے دیگر بہت سے امور' جن سے عام لوگ تو آشنا نہیں ہیں لیکن طباعت کی دنیا سے آگاہی رکھنے والے ان مراحل کی مشکلات اور درجہ بدرجہ کٹھنائیوں سے باخبر ہیں۔ بالخصوص جب مقصد صرف دولت کمانا نہ ہو' بلکہ اصل مقصد ہر لحاظ سے معیاری کتب عوام کو فراہم کرنا ہو جیسا کہ دارالسلام کا نصب العین (Motto) ہے' تو اس راہ کی دشواریوں میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

ہم اس توفیقِ الٰہی پر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہیں کہ جو کچھ بھی ہوا ہے' اس کے کرم اور توفیق ہی سے ہوا ہے اور آئندہ بھی جو کچھ ہوگا' اس کے کرم ہی سے ہوگا۔

ہمارے ہاتھ اسی کی بارگاہ میں اس التجا کے لیے پھیلے ہوئے ہیں کہ وہ بقیہ کتابوں کی بھی جلد از جلد تکمیل کی توفیق ہمیں عنایت فرمائے اور راستے کی تمام مشکلات کو ہمارے لیے آسان فرما دے۔ قارئینِ کرام سے بھی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

* **کلماتِ تشکر و امتنان:** ارشاد نبوی: [مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ] (سنن الترمذي، حديث: ١٩٥٥) ''جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا' اس نے اللہ کا شکر بھی نہیں کیا۔'' کی روشنی میں مذکورہ دونوں عظیم القدر بھائیوں (عبدالمالک مجاہد اور حافظ عبدالعظیم اسدؔ) کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات صبر وضبط اور ایثار وقربانی کا غیر معمولی مظاہرہ نہ کرتے جو انھوں نے اِس عظیم منصوبے کے لیے کیا ہے' تو یہ کام بظاہر نہایت مشکل تھا۔ یہ عظیم کام اللہ تعالیٰ نے ان دونوں عظیم بھائیوں کے لیے مقدر کر رکھا تھا جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے ایک صدی کے بعد ان کے نصیب میں رکھ دی۔ بَارَكَ اللّٰهُ فِي عُمُرِهِمَا وَجُهُودِهِمَا وَتَقَبَّلَ اللّٰهُ مَسَاعِيهِمَا، آمين.

☜ سنن النسائی کے ترجمے اور فوائد کی گراں بار ذمہ داری محترم حافظ محمد امین ﷾ شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا نے بہ طریقِ احسن نبھائی۔ فجزاه الله خيرًا.

☜ سنن النسائی کے اس ترجمے میں' شیخ زبیر علی زئی ﷾ کی تخریج وتحقیق کے علاوہ ادارے کے حسب ذیل

رفقائے گرامی نے تصحیح و پروف ریڈنگ اور ترمیم و اصلاح کے فرائض سرانجام دیے ہیں۔

- مولانا سلیم اللہ زمان حفظہ اللہ نے بڑی ذمے داری اور محنت سے تخریج و تحقیق کی تصحیح و تنقیح اور پروف ریڈنگ کے فرائض سرانجام دیے۔

- حافظ صلاح الدین یوسف، حافظ محمد آصف اقبال، حافظ عبدالخالق، مولانا غلام مرتضیٰ، مولانا تنویر احمد حفظہم اللہ اور راقم آثم نے نظر ثانی کی اور علمی و تحقیقی فوائد و مسائل کا اضافہ کیا اور ہر کتاب سے پہلے اسی کتاب سے متعلقہ مسائل پر مبنی علمی و تحقیقی ابتدائیے لکھے، نیز بڑی عرق ریزی اور محنت سے تصحیح و تنقیح اور پروف ریڈنگ کا کام بھی سرانجام دیا۔

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اس عظیم منصوبے کے بقیہ حصوں کی بھی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور جلد از جلد انھیں منظر عام پر لانے کے اسباب و وسائل مہیا فرمائے۔ ویرحم اللہ عبدًا قال آمینا.

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم، وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم

وصلى الله على النبي محمد وعلى آله و أصحابه و أزواجه أمهاتهم أجمعين.

ابو عبداللہ محمد عبدالجبار

دارالسلام، لاہور

9 رمضان المبارک 1429ھ - 10 ستمبر 2008ء

مؤلف سنن النسائی

ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ

* نام ونسب: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار النسائی، الخراسانی۔

* نسبت نسائی کی وجہ تسمیہ: نسائی ''نساء'' کی طرف نسبت ہے۔ اہلِ عرب بعض اوقات ہمزہ کو واؤ سے بدل کر نسوی بھی پڑھتے ہیں جو کہ قیاس کے مطابق راجح ہے لیکن مشہور نسائی ہی ہے۔ ابن خلکان رحمہ اللہ کے نزدیک ''ن'' اور ''سین'' دونوں پر فتحہ ہے اور ''ہمزہ'' مکسور ہے۔ یہ سرخس کے قریب خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جسے فیروز بن یزدگرد نے آباد کیا تھا۔

* ولادت: آپ 214 یا 215 ہجری میں پیدا ہوئے۔ امام نسائی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کا سن ولادت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: [يُشْبِهُ أَنْ يَكُونَ مَوْلِدِي فِي سَنَةِ ٢١٥هـ] ''غالباً میری تاریخ پیدائش 215 ہجری ہے۔'' (تهذيب التهذيب:١/٣٣) آپ کے سن ولادت کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ آپ 225 ہجری میں پیدا ہوئے۔ (الوافي بالوفيات للصفدي:٦/٤١٦) لیکن اس قول کو امام سخاوی نے قطعی طور پر غلط قرار دیا ہے۔

* رحلت علمی: امام نسائی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟ اس کی تفصیل نہیں ملتی۔ خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ ہمیشہ سے علم وفن اور ارباب کمال کا مرکز رہا ہے۔ تاریخ اسلام کے سیکڑوں نامور علماء وفضلا اسی خاک سے اٹھے ہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ بھی اسی زرخیز خاکِ پاک کے مایۂ ناز فرزند تھے۔ اندازہ ہے کہ ابتدائی تعلیم آپ نے یہیں سے حاصل کی ہوگی۔

حصول علم کے لیے

امام نسائی رحمہ اللہ کے سفر

(نسا میں پیدا ہوئے، نیشاپور، بغداد، بصرہ، مدینہ اور مکہ میں مختلف شیوخ سے فیض پایا، مصر کو وطن بنایا، رملہ میں وفات پائی اور القدس میں دفن ہوئے)

علامات

- جائے پیدائش
- X جائے وفات
- علمی سفر

امام نسائی رحمہ اللہ جس دور میں پیدا ہوئے اس دور میں طلبِ حدیث اور تحصیل علم کے لیے دور دراز کے علاقوں کا سفر کرنا مسلمان اہل علم کا ایک شعار بن چکا تھا۔ سیکڑوں، ہزاروں میل سفر پا پیادہ طے کرنا، براعظموں اور سمندروں کو پار کرنا، ان کے ہاں معمولی بات تھی۔ اسی طرز عمل کو اختیار کرتے ہوئے آپ بھی بقول علامہ ذہبی رحمہ اللہ سب سے پہلے 230 ہجری میں سماع حدیث کے لیے قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ کی عمر 15 سال تھی، ان کے پاس ایک سال دو ماہ قیام رہا۔ پھر آپ نیشاپور تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے اسحاق بن ابراہیم حنظلی (ابن راہویہ)، ابوالحسن بن منصور، محمد بن رافع وغیرہ اور ان کے ہم عصر شیوخ سے استفادہ کیا۔ طلب حدیث کے لیے آپ نے بہت سے شہروں کا سفر کیا۔ خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام، ثغور اور مصر وغیرہ بہت سے شہروں کے اکابر شیوخ اور اساتذہ سے استفادہ کیا، پھر مستقل طور پر مصر کو اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ پھر بالآخر ذی قعد 302 ہجری میں مصر سے دمشق آ گئے۔

✹ اساتذۂ کرام: امام نسائی رحمہ اللہ کے اساتذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ آپ نے بڑے بڑے اساتذۂ فن اور اساطین علم سے استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: [سَمِعَ مِنْ خَلَائِقَ لَا يُحْصَوْنَ] ''آپ نے ان گنت لوگوں سے سماع حدیث کیا ہے۔'' (تهذيب التهذيب: ۳۲/۱) چند ایک اساتذہ وشیوخ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

✿ علی بن حجر ✿ ہشام بن عمار ✿ عیسیٰ بن زغبہ ✿ محمد بن نصر مروزی ✿ اسحاق بن موسیٰ انصاری ✿ ابراہیم بن سعد جوہری ✿ ابراہیم بن یعقوب جوزجانی ✿ احمد بن بکار ✿ حسن بن محمد ابن زعفرانی ✿ عمرو بن زرارہ ✿ ابویزید جرمی ✿ یونس بن عبدالاعلیٰ ✿ محمد بن عبدالاعلیٰ ✿ حارث بن مسکین ✿ ہناد بن سری ✿ محمد بن بشار ✿ ابوداود سجستانی ✿ یحییٰ بن درست ✿ نصر بن علی جہضمی ✿ یعقوب دورقی ✿ یوسف بن واضح المؤدب ✿ اور محمد بن مثنیٰ رحمہم اللہ، نیز حجاز، عراق، شام، مصر، ثغور، خراسان، جزیرہ اور دیگر علاقوں کے بے شمار محدثین سے آپ نے استفادہ کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی آپ کے شیوخ واساتذہ میں شمار کیا ہے۔

✹ تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں عالم اسلام اور دنیائے علم حدیث کے مختلف گوشوں کے لوگ ملتے ہیں۔ تہذیب الکمال میں علامہ مزی رحمہ اللہ نے ان کے شاگردوں اور تلامذہ کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی چند ایک کے اسمائے گرامی درج کرنے کے بعد فرمایا: [أُمَمٌ لَا يُحْصَوْنَ] ''ان سے سماع حدیث کرنے

والے بہت زیادہ لوگ ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔'' (تھذیب التھذیب:۱/۳۲) چند تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۞ ابوبشر دولابی ۞ ابوجعفر طحاوی ۞ ابوعلی نیشاپوری ۞ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری (ابن السنی) ۞ ابوبکر محمد بن احمد بن الحداد ۞ عبدالکریم بن ابوعبدالرحمٰن نسائی ۞ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی ۞ ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل نحاس نحوی ۞ حسن بن خضر الاسیوطی ۞ حسن بن رشیق ۞ ابیض بن محمد بن ابیض ۞ اور محمد بن معاویہ بن الاحمر الاندلسی وغیرہم رحمہم اللہ۔

✷ سنن نسائی کے راوی: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول آپ سے سنن نسائی روایت کرنے والے بہت زیادہ لوگ ہیں، ان میں سے مشہورترین مندرجہ ذیل دس افراد ہیں:

① عبدالکریم بن ابوعبدالرحمٰن نسائی ② ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق (ابن السنی) ③ ابوعلی حسن بن خضر الاسیوطی ④ حسن بن رشیق عسکری ⑤ ابوالقاسم حمزہ بن محمد بن علی الکنانی ⑥ محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ ⑦ محمد بن معاویہ بن احمر ⑧ محمد بن قاسم الاندلسی ⑨ علی بن ابوجعفر طحاوی ⑩ ابوبکر احمد بن محمد بن المھندس ...... رحمہم اللہ ......

✷ حلیہ مبارک: اللہ تعالیٰ نے جس طرح امام نسائی رحمہ اللہ کو معنوی اور باطنی محاسن سے حصہ وافر عطا کیا تھا اسی طرح حسن ظاہری کی نعمت بھی بھرپور انداز میں عطا فرمائی تھی۔ انتہائی وجیہ و شکیل تھے۔ چہرہ بڑا بارعب، نہایت پرشکوہ اور روشن تھا۔ رنگ نہایت سرخ وسفید تھا یہاں تک کہ بڑھاپے کے باوجود بھی حسن وتروتازگی میں فرق نہیں آیا تھا۔ آپ اس شعر کے مصداق تھے ؎

أَنْتَ نَجْمٌ فِي رِفْعَةٍ وَّ ضِيَاء
تَجْتَلِيكَ الْعُيُونُ شَرْقًا وَّ غَرْبًا

✷ زہد وتقویٰ: امام نسائی رحمہ اللہ یکتائے روزگار اور شب زندہ دار تھے۔ اکثر صوم داودی پر عمل پیرا رہے، یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن ترک کرتے۔ کثرت سے حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ حافظ محمد بن مظفر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں اپنے مشائخ کو یہ بیان کرتے سنا ہے کہ آپ کے دن کا بہت زیادہ حصہ عبادت میں گزرتا تھا۔

✷ عام حالات: امام صاحب رحمہ اللہ سنت رسول کے شیدائی تھے۔ تادم واپسیں آپ نے نبیٔ اکرم ﷺ کی سنتوں

کو قائم کیسے رکھا۔ بادشاہوں اور فرماں رواؤں کی محافل سے گریز کرتے تھے' گویا کہ ان کا یہ طرۂ امتیاز تھا ؎

میں خاک نشیں ہوں میری جاگیر مصلیٰ
شاہوں کو سلامی میرے مسلک میں نہیں

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عامل بالسنہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بہت زیادہ خوش خوراک تھے۔ اکثر مرغ تناول فرماتے اور نبیذ (کھجور کا شربت) پیتے تھے۔ امام نسائی رحمہ اللہ کے گھر چار عورتیں اور دو لونڈیاں تھیں لیکن انتہائی عدل وانصاف سے کام لیتے ہوئے آپ نے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے مابین باری مقرر کر رکھی تھی۔ چار بیویاں اور لونڈیاں ہونے کے باوجود آپ کی اولاد میں سے صرف صاحبزادہ عبدالکریم کا نام معلوم ہو سکا ہے۔ بہت قوی' شجاع' نڈر اور بہادر تھے۔ آپ کی جرأت و دلیری پر آپ کی شہادت کا واقعہ بہت واضح ہے۔ (تهذيب الكمال:١/ ١٥٦' ١٥٧)

* ائمۂ جرح وتعدیل کی نظر میں امام نسائی رحمہ اللہ کا مقام ومرتبہ: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ کا ائمۂ فن کی نظر میں بہت بلند مقام ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام نسائی رحمہ اللہ اپنے دور کے تمام محدثین سے (شیخین کے بعد) بلند مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔''

❀ حافظ ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں: [هُوَ الْإِمَامُ فِي الْحَدِيثِ بِلَا مُدَافَعَةٍ] ''بغیر کسی تقابل اور مقابلے کے امام صاحب رحمہ اللہ حدیث میں امام ہونے کا درجہ رکھتے ہیں۔''

❀ حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''آپ حدیث' علل حدیث اور علم الرجال میں امام مسلم' ترمذی اور ابوداود سے زیادہ ماہر ہیں اور ابوزرعہ وامام بخاری رحمہما اللہ کے ہمسر اور برابر ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: ''تیسری صدی کے اواخر میں امام نسائی رحمہ اللہ سے زیادہ حافظ الحدیث کوئی نہیں تھا۔'' (سير أعلام النبلاء: ١٤/ ١٣٣)

❀ ابوبکر بن الحداد شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میں نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین امام نسائی رحمہ اللہ کو حجت بنا لیا ہے۔''

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فن رجال میں ماہرین کی ایک جماعت نے آپ کو امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ پر فوقیت دی ہے یہاں تک کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ وغیرہ نے آپ کو امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ' صاحب صحیح سے

بھی مقدم رکھا ہے۔“

اگر چہ جمہور کے نزدیک یہ قول مرجوح ہے اور قابل التفات نہیں بہر حال اس سے امام نسائی کا مقام و مرتبہ بہت اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

✱ **مسلک امام نسائی اور تشیع کا الزام:** دیگر ائمۂ حدیث اور محدثین عظام کی طرح امام نسائی رحمہ اللہ بھی خالصتاً متبع قرآن وحدیث تھے۔ کسی خاص فقہی مکتبِ فکر کے حامل نہ تھے' اس کے باوجود ان کے فقہی مسلک کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں کہ ائمۂ مجتہدین میں سے کس کی طرف ان کا انتساب ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [او شافعی المذهب بود، چنانچه مناسك او بر آن دلالت می كند] ”آپ شافعی مذہب سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ آپ کے مناسک سے پتہ چلتا ہے۔“

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ انھیں شوافع میں شمار کرتے ہیں' اسی طرح نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ بھی۔ فیض الباری میں انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کچھ لوگوں نے امام نسائی اور ابوداود رحمہما اللہ کو شافعی کہا ہے لیکن حق یہ ہے کہ وہ حنبلی تھے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے جبکہ قرینِ صواب' راجح اور درست بات یہ ہے کہ آپ کا مسلک کتاب وسنت ہی تھا۔ امام موصوف رحمہ اللہ قرآن وحدیث پر کسی کی بات اور ذاتی رائے کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ سنن نسائی کے متعدد مقامات پر تراجم الابواب سے اس بات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ ہاں' واقعاتی صورت میں بربنائے دلیل کبھی ان کی موافقت شافعی علیہ الرحمہ سے اور کبھی امام السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مسلک و مذہب سے ہو جاتی اور یہ بعید نہیں' بہر حال آپ رحمہ اللہ تقلیدی جمود سے یقیناً مبرا تھے۔

جہاں تک الزام تشیع کا تعلق ہے تو وہ سراسر بے بنیاد ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں خارجیت کا زور تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف بھاری اکثریت میں موجود تھے۔ آپ نے لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے کتاب ”خصائص علی“ تصنیف کی جس کی پاداش میں آپ پر شیعیت کا الزام لگ گیا جو بالکل جھوٹ پر مبنی تھا کیونکہ بعد میں آپ نے فضائل صحابہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی۔ (تهذیب الکمال:۱/ ۱۵۷)

✱ **وفات:** جب مصر میں آپ کے علم وادب کا چرچا خوب ہوا تو حاسدین نے حسد کرنا شروع کر دیا۔ آپ وہاں سے فلسطین کے شہر رملہ آ گئے۔ یہاں چونکہ بنوامیہ کی طویل حکومت کے سبب خارجیت اور ناصبیت کا زور تھا' لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدگمان تھے' لہٰذا آپ دمشق تشریف لے گئے' منبر پر براجمان ہو کر کتاب

''خصائص علی'' کی قراءت شروع کی ابھی تھوڑی سی ہی پڑھی تھی کہ لوگوں نے استفسار کرنا شروع کر دیا کہ امیر معاویہ کے بارے میں بھی کچھ لکھا ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے ان کی منشا کے خلاف جواب دیا' عوام مشتعل ہوگئے اور آپ کو مارا' پیٹا۔ نازک جگہوں پر سخت چوٹیں آئیں' بے ہوشی کی حالت میں لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ ہوش آنے پر آپ کو محسوس ہوا کہ شاید میں زندہ نہ رہ سکوں تو بطور وصیت آپ نے فرمایا کہ مجھے مکہ معظّمہ لے چلو۔ میرا مدفن اور جائے وفات وہی ہونا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات مکہ معظّمہ میں ہوئی اور آپ کو صفا و مروہ کے درمیان دفن کیا گیا۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

دوسری روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ کو مکہ معظّمہ لے جانے کے لیے اٹھایا گیا تو آپ کا انتقال راستے میں فلسطین کے شہر رملہ میں ہوگیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش مکہ مکرمہ پہنچائی گئی۔ آپ کی وفات 13 صفر 303 ہجری پیر کے دن ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر 88 سال تھی۔ آپ کی وفات کے بارے میں اگرچہ اور بھی اقوال ہیں لیکن امام ذہبی رحمہ اللہ نے 13 صفر 303 ہجری ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔

57

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

✵ **تصنیفی و تالیفی خدمات:** امام نسائی رحمہ اللہ نے مختلف موضوعات پر مایۂ ناز گرانقدر کتب تصنیف فرمائی ہیں' چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

۞ السنن الكبرٰى ۞ خصائص علي ۞ فضائل الصحابة ۞ عمل اليوم و الليلة ۞ كتاب التفسير ۞ الجمعة ۞ مناسك الحج ۞ الكنىٰ ۞ الضعفاء والمتروكون ۞ التمييز ۞ معجم شيوخه ۞ كتاب الطبقات ۞ التصنيف في معرفة الإخوة و الأخوات ۞ مسند مالك بن أنس ۞ مسند حديث الزهري بعلله ۞ مسند حديث شعبة بن الحجاج ۞ كتاب الإغراب ۞ الجرح والتعديل ۞ فضائل القرآن ۞ وفاة النبي و إملاآته الحديثية ۞ اور شيوخ الزهري.

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی کتب ہیں جو شیخ کے رسوخ فی العلم' امامت اور جلالت شان پر دلالت کرتی ہیں۔

سنن نسائی اور اس کی امتیازی خصوصیات

* سنن کی تعریف: علمائے حدیث کی اصطلاح میں ''سنن'' وہ کتاب ہے جس میں کتاب الطہارۃ سے لے کر کتاب الوصایا تک کے احکام کی احادیث، فقہی انداز اور ترتیب سے جمع کی گئی ہوں۔

* سنن نسائی: سنن نسائی کو متعدد علماء نے دیگر صحاح کی طرح الصحیح کے نام سے موسوم کیا ہے جن میں ابن مندہ، ابن سکن، دارقطنی، ابوعلی نیشاپوری، خطیب بغدادی، ابن عدی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ جیسے محدثین شامل ہیں۔ اسے السنن الصغریٰ بھی کہتے ہیں تاکہ السنن الکبریٰ اور اس کے درمیان تمیز ہو سکے۔ اسے المجتبیٰ کا نام بھی دیا جاتا ہے جو کہ فرمان الٰہی: ﴿فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ......﴾ سے ماخوذ ہے کیونکہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اسے السنن الکبریٰ سے منتخب اور پسند کیا ہے۔ اسے المجتنیٰ بھی کہتے ہیں جو [جَنَى الثَّمْرَةَ وَاقْتَطَفَهَا] ''اس نے پھل چنا اور کاٹا'' سے ماخوذ ہے۔ چونکہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے گلستانِ حدیث (السنن الکبریٰ) سے اسے چنا اور اخذ کیا ہے، اس لیے اس پر المجتنیٰ کے نام کا اطلاق بھی درست ہے۔

* سنن نسائی کی قدر و منزلت اور علماء کی ثنا خوانی: ❁ امام سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سنن نسائی ان پانچ کتابوں میں شامل ہے جن کی صحت پر علمائے مشرق و مغرب کا اتفاق ہے۔''

❁ ابن رشید کہتے ہیں: ''سنن پر جتنی کتب تصنیف ہوئی ہیں امام نسائی کی کتاب حسن ترتیب و تصنیف میں سب سے انوکھی اور نرالی شان والی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ صحیحین کے طریقۂ تصنیف کو شامل ہے کیونکہ ان کی بیان کردہ علل ایسی نادر اور محکم ہیں گویا اطلاعات غیب سے ہیں۔''

❁ سنن نسائی کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ امام تجیبی رحمہ اللہ ابن الاخضر

اسیوطی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ ابوعلی نے خواب میں اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ ﷺ کے سامنے بہت زیادہ کتابیں تھیں اور ان میں سنن نسائی (المجتبیٰ) بھی موجود تھی۔

۞ امام حاکم رقمطراز ہیں: ''امام نسائی کی فقاہت حدیث بہت زیادہ مسلّم ہے۔ جو بھی ان کی سنن کا مطالعہ کرتا ہے ان کے حسن کلام سے حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔''

* سنن نسائی (مجتبیٰ) امام نسائی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے یا ابن سنی رحمہ اللہ کی: اس بارے میں دو رائے ہیں: ① یہ ابن سنی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ اس کے قائل علامہ ذہبی اور ابن ناصر الدین دمشقی وغیرہ ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں متداول و معروف جو سنن نسائی ہے یہ ابن سنی کی تصنیف ہے۔ ② یہ امام نسائی کی اپنی تصنیف ہے۔ اکثر علماء کی یہی رائے ہے اور یہی درست ہے۔ اس کے قائلین میں ابن کثیر، ابن اثیر، عراقی، سخاوی اور دیگر محدثین رحمہم اللہ شامل ہیں اور اسے امام نسائی کی تصنیف ثابت کرنے پر درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

۞ امیر رملہ والی حکایت کہ سنن کبریٰ دیکھنے کے بعد اس نے اس کے اختصار کا تقاضا کیا...... الخ۔

یہ واقعہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس نے محض صحیح روایات کے استخراج کا کہا تھا لیکن سنن صغریٰ میں ایسی روایات بھی ہیں جنھیں امام صاحب رحمہ اللہ نے خود معلول کہا ہے۔ اگر یہ ابن سنی کی تصنیف ہوتی تو وہ ان روایات کو خود ہی معلول قرار دیتے نہ کہ امام نسائی۔

۞ ابن خیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوعلی غسانی رحمہ اللہ نے کہا: کتاب الایمان اور کتاب الصلح مصنف کی الگ تصانیف نہیں ہیں بلکہ یہ سنن صغریٰ ہی کا حصہ ہیں جس کا آپ نے سنن کبریٰ سے اختصار کیا ہے۔

۞ قدیم قلمی نسخے سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ امام نسائی رحمہ اللہ ہی کی تصنیف ہے، ابن سنی محض اس کے ایک راوی ہیں۔

۞ ابن اثیر رحمہ اللہ نے جب سنن صغریٰ کو جامع الاصول میں شامل کیا تو اس کی سند ابن سنی کے واسطے سے امام نسائی رحمہ اللہ تک بیان کی ہے۔ اگر یہ ابن سنی رحمہ اللہ کی تصنیف ہوتی تو ابن اثیر کا امام نسائی رحمہ اللہ تک سند بیان کرنا ''چہ معنی دارد۔''

۞ ابن سنی کا سنن صغریٰ کے متعدد مقامات پر بیان ہے کہ میں نے اس کا امام صاحب سے سماع کیا ہے۔ اگر یہ ان کی اپنی ہی تصنیف ہوتی تو امام صاحب سے سماع کے کیا معنی؟

السنن الکبریٰ بھی امام نسائی رحمہ اللہ کی مایۂ ناز تصنیف ہے۔ موجودہ متداول سنن نسائی جسے السنن الصغریٰ نیز المجتبیٰ یا المجتنیٰ بھی کہا جاتا ہے اسی السنن الکبریٰ سے منتخب ہے چنانچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قَدْ جَمَعَ السُّنَنَ الْكَبِيرَ، وَانْتَخَبَ مِنْهُ مَا هُوَ أَقَلُّ حُجْمًا مِّنْهُ بِمَرَّاتٍ]

مطلب یہ کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے پہلے سنن الکبریٰ تالیف کی اور پھر اسی میں سے سنن الصغریٰ منتخب کی جو حجم میں سنن کبریٰ سے کئی حصے کم ہے۔ (البداية: ۱۱/۱۲۳)

جب ان دونوں کتابوں یعنی السنن الکبریٰ اور السنن الصغریٰ کا موزانہ اور مقابلہ کیا جائے تو سنن الکبریٰ چند امور میں سنن الصغریٰ سے ممتاز معلوم ہوتی ہے مثلاً:

① السنن الکبریٰ میں چند کتب زیادہ ہیں جو کہ السنن الصغریٰ میں نہیں ہیں مثلاً: كتاب السير، المناقب، النعوت، الطب، الفرائض، الوليمة، التعبير، فضائل القرآن اور العلم وغیرہ۔

② امام نسائی نے سنن الکبریٰ میں اپنی بعض وہ کتابیں بھی ضم کر دی ہیں جو کہ الگ اور مستقل تالیفات تھیں مثلاً: كتاب فضائل القرآن. اس کی بابت زرکشی نے اپنی کتاب "البرهان في علوم القرآن" میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ امام نسائی کی مستقل الگ تالیف ہے۔ اسی طرح "خصائص علي" کو بھی سنن الکبریٰ میں "فضائل الصحابة" میں ضم کر دیا ہے۔ یہ بھی امام صاحب کی الگ مستقل تالیف تھی۔ اسی طرح اپنی ایک اور مستقل تالیف "كتاب التفسير" کو بھی "الکبریٰ" میں شامل کر دیا ہے۔ اس کی بابت امام ذہبی رحمہ اللہ کا دعویٰ ہے کہ یہ بھی مستقل تالیف تھی۔

③ السنن الکبریٰ میں الصغریٰ کی نسبت جس طرح بعض کتب زیادہ ہیں اسی طرح کچھ ابواب اور احادیث بھی زیادہ ہیں مثلاً سنن الکبریٰ میں بیان کردہ "كتاب الصوم" بہت سے ایسے ابواب میں جو "المجتبیٰ" میں نہیں ہیں مثلاً: "صيام يوم الأربعاء، تحريم صيام يوم الفطر و يوم النحر، صيام يوم عرفة، الفضل في ذلك، إفطار يوم عرفة بعرفة، التأكيد في صوم يوم عاشوراء، صيام ستة أيام من شوال، صيام الحي عن الميت، صيام المحرم، صيام شعبان، اغتسال الصائم، السواك للصائم، السعوط للصائم، القبلة في شهر رمضان اور مايجب على من يجامع امرأته" وغیرہ اس طرح السنن الکبریٰ میں السنن الصغریٰ کی نسبت اکٹھ ابواب زیادہ ہیں۔

④ سنن الکبریٰ میں کبھی کبھی امام صاحب "بلاغات" بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً: "بَلَغَنِي عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْحَكَمَ الزُّرَقِيَّ...... الخ"

⑤ جس طرح سنن الکبریٰ میں کچھ ابواب واحادیث اور کتب، المجتبیٰ کی نسبت زیادہ ہیں اسی طرح السنن الصغریٰ، یعنی المجتبیٰ میں بھی بعض مقامات پر الکبریٰ کی نسبت کچھ تراجم وابواب، نیز احادیث واستنباطات زیادہ ہیں، مثلاً: امام صاحب سنن الکبریٰ کے " كتاب الطهارة" میں ایک ترجمۃ الباب لائے ہیں "النهي عن استقبال القبلة و استدبارها عندالحاجة، والأمر باستقبال المشرق والمغرب" اور اس ترجمۃ الباب کے تحت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ دو احادیث لائے ہیں، لیکن امام صاحب نے جب "المجتبیٰ" میں یہی مسئلہ بیان فرمایا ہے تو وہاں تین تراجم لائے ہیں ایک "النهي عن استقبال القبلة عندالحاجة" دوسرا "النهي عن استدبار القبلة عندالحاجة" اور تیسرا "الأمر باستقبال المشرق والمغرب عندالحاجة" ایسی مثالیں "المجتبیٰ" میں کئی مقامات پر بکھری پڑی ہیں بالخصوص السنن الصغریٰ کی ابتدائی کتب، مثلاً: "الطهارة، الصلاة، الحج اور الصوم" وغیرہ میں۔

⑥ السنن الصغریٰ میں صحت احادیث کا اہتمام، الکبریٰ کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے آئمۂ حدیث اہل علم نے فرمایا ہے کہ صحت وقبولیتِ احادیث کے اعتبار سے، صحیح بخاری وصحیح مسلم کے بعد سنن نسائی (الصغریٰ) ہی کا درجہ ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ "السنن الصغریٰ" کا انتخاب صرف "السنن الکبریٰ" سے نہیں بلکہ اس کے علاوہ بہت سا انتخاب دوسری کتب سے بھی ہے۔ والله أعلم.

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ کے ہوتے ہوئے السنن الصغریٰ کا انتخاب کیوں کیا؟

شاید۔ واللہ اعلم۔ اس کا سبب یہ ہو کہ امام نسائی اور دیگر مؤلفین کتب ستہ رحمہم اللہ تقریباً ہم عصر ہیں، تاہم امام نسائی رحمہ اللہ کی وفات باقی آئمۂ خمسہ کے بعد ہوئی، اس لیے انھیں اپنے ہم عصر دیگر مؤلفین کی تالیفات دیکھنے کا موقع میسر آ گیا۔ انھوں نے ان تصانیف کی خوبیاں اور ان کے محاسن اپنی تالیف میں جمع کرنے کے لیے "السنن الصغریٰ" تالیف کی۔ بالخصوص امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی مایۂ ناز الہامی تصنیف "الجامع

الصحیح" (صحیح بخاری) کی خوبیاں اپنی کتاب میں سمیٹنے کی کوشش ضرور کی۔

رسول اللہ ﷺ منصبِ رسالت کے اعتبار سے احکامِ شریعت کی بابت دیے گئے مجمل احکام قرآن کے مُبَیِّن اور شارح ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (النحل ۱۶:۴۴) اس لیے امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں تراجم الکتب والابواب کی ابتدا، ممکن حد تک آیاتِ قرآنی سے کی ہے، بعدازاں ان آیات کی تفسیر وتشریح اور ان کے معانی ومفاہیم کے بیان کے لیے ان آیات کے متعلقہ احادیث لائے ہیں اور یہ ان کے فہم اور تفقہ فی الدین کی انتہا ہے۔ لگتا ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس راز کو پالیا تھا، چنانچہ انھوں نے اپنی دوسری تالیف ''المجتبیٰ'' میں اس کا التزام کیا جبکہ یہ چیز ''السنن الکبریٰ'' کی تالیف میں مفقود ہے۔

اس سبب اور وجہِ تالیف کی واضح مثال ''السنن الکبریٰ'' اور ''السنن الصغریٰ'' کا پہلا ترجمۃ الباب ہے۔ اور وہ اس طرح کہ امام صاحب ''السنن الکبریٰ'' کی ابتدا کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

کتاب الطهارة۔ وضوء النائم إذا قام إلى الصلاة

لیکن جب انھوں نے ''السنن الصغریٰ'' کا انتخاب فرمایا تو اس کی ابتدا اس طرح سے کی [کتاب الطهارة] تأويل قوله عزوجل: ﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ (المائدة ۵:۶)

اس سے فرق واضح ہو جاتا ہے اور ہماری بات کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ أعلم.

✵ **امام نسائی رحمہ اللہ کا فن جرح وتعدیل میں تشدد:** حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ جرح وتعدیل میں بہت سخت تھے۔ یہ ان کا تشدد ہی تھا کہ بہت سے ایسے کبار محدثین جن کی روایات شیخین (امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ) نے بیان کی ہیں لیکن امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک وہ مجروح تھے، اس لیے ان سے روایات ترک کر دیں۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایسے اشخاص کی ایک فہرست مرتب کی ہے جن سے شیخین نے تو روایات لی اور بیان کی ہیں جبکہ امام نسائی نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔ حافظ ابن طاہر کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایسے راوی کے متعلق دریافت کیا جسے انھوں نے ثقہ لیکن امام نسائی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا تھا تو زنجانی رحمہ اللہ نے جواباً فرمایا: [يَابُنَيَّ! إِنَّ لِأَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ شَرْطًا فِي الرِّجَالِ أَشَدَّ مِنْ شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ] ''میرے بیٹے! رجال حدیث کے بارے میں امام نسائی کی شرطیں بخاری ومسلم سے بھی کڑی ہیں (اس لیے فلاں

راوی کو انھوں نے ضعیف قرار دیا ہے)۔"

* کتب میں ضعیف روایات کا اندراج؟: یہ ایک سوال ہے اور اس کا جواب مختلف انداز سے دیا گیا ہے، جس کی تفصیل آپ سنن ابوداود اردو، طبع دارالسلام: (۱/۷۰،۷۱) میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ یہاں سنن النسائی ہی کے حوالے سے چند جوابات دینے کی کوشش کی جائے گی:

❁ چند لوگوں نے ضعیف روایات پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھ کر اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے واضح فرما دیا کہ یہ روایات کمزور اور ضعیف ہیں، لہٰذا یہ قابل عمل و استدلال نہیں۔

❁ جب کسی مسئلے میں انھیں صحیح حدیث نہیں ملی تو بقولِ بعض: انھوں نے لوگوں کی آراء کی بجائے ضعیف روایات کو ترجیح دی۔

❁ اگر امام نسائی رحمہ اللہ نے انتہا درجے کی ضعیف حدیث بیان کی ہے تو اس سے ان کا مقصود طلبہ کو متنبہ کرنا ہے کہ یہ روایت قطعی طور پر قابل حجت نہیں، اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

❁ دیگر محدثین کی طرح امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنی سنن پر صحیح کا اطلاق نہیں کیا، لہٰذا کلی صحت آپ کی کتاب کی شرط قرار نہیں پاتی، اس لیے انھوں نے ضعیف روایات مع علل بیان کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا ضعیف روایات پر عمل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں راجح موقف یہی ہے کہ ضعیف روایت، خواہ اس کا تعلق احکام سے ہو یا فضائل اعمال سے، نا قابل عمل اور نا قابل حجت ہے کیونکہ جب اس کی نسبت ہی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہوئی تو خواہ مخواہ ظن مرجوح کی بنا پر اس کو عقیدہ و عمل میں لانا درست نہیں۔ ﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ [النجم۵۳:۲۸]

مذکورہ بالا یہی موقف امام ابن حزم، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہما اللہ اور بعض دیگر متقدمین و متأخرین محققین کا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (مقدمة صحيح مسلم، ص:۱۹، طبع دارالسلام، و قواعد التحديث للقاسمي، ص:۱۱۳، والقاعدة الجليلة، ص: ۸۴، وصحيح الجامع للألباني:۱/۴۶، وسنن ابوداود (اردو) طبع دار السلام:۱/۷۱، ۷۲)

* سنن نسائی کی امتیازی خصوصیات: امام صاحب کی سنن نسائی (مجتبیٰ) مندرجہ ذیل خوبیوں کی بنا پر دیگر کتب حدیث سے ممتاز ہے:

① صحیحین کے بعد دیگر سنن ومسانید کی نسبت غایت درجے صحت کا التزام۔
② کتاب التطبیق (رکوع کے وقت گھٹنوں میں ہاتھ دینے) کا بے شمار کتب حدیث میں بیان نہیں' یہ امتیاز صرف سنن نسائی کے حصے میں آیا ہے۔
③ اشتام (وثیقوں) وغیرہ کا بیان بھی کسی کتاب میں نہیں' اس کا سہرا بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے سر ہے۔
④ حدیث بیان کرتے وقت آغاز سند میں أخبرنا اور أخبرني کا استعمال بھی سنن نسائی کے خواص اور امتیازات میں سے ہے۔
⑤ دیگر کتب حدیث میں موضوعات (من گھڑت روایات) بھی موجود ہیں لیکن سنن نسائی میں ایک روایت بھی موضوع اور من گھڑت نہیں ہے۔ ابن جوزی نے دعویٰ کیا تھا کہ نسائی شریف میں ایک روایت موضوع ہے لیکن امام ذہبی' سیوطی اور ابن حجر رحمہم اللہ نے سختی سے اس کا رَد کیا اور یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ سنن نسائی میں کوئی روایت موضوع نہیں ہے۔

٭ امام نسائی رحمہ اللہ کا منہج و اسلوب: سنن نسائی (مجتبیٰ) کو امام صاحب رحمہ اللہ نے ایک خاص منہج اور انداز پر تصنیف کیا ہے جس کے متعلق امام سخاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: سنن نسائی (مجتبیٰ) غور وفکر کرنے والے کے لیے انوکھی اور عام فہم ہے۔ اس کے عناوین وموضوعات بالکل آسان اور کثیر تعداد میں ہیں۔ بہت زیادہ لعل وجواہر پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ نہایت غور وخوض سے اس کا مطالعہ کرنے والا انسان اس کے کھلے ہوئے گلہائے رنگا رنگ سے معطر ہو جاتا ہے۔ سنن النسائی میں امام صاحب رحمہ اللہ کا منہج بیان کرتے ہوئے امام سخاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے مزید لکھا ہے:
① امام صاحب غریب ومشکل الفاظ کی تفسیر وتوضیح کرتے ہیں' جیسے حدیث میں آیا ہے: [لَاتُزْرِمُوهُ] امام صاحب نے اس کی توضیح یہ فرمائی: [لَاتَقْطَعُوهُ]
② مہمل راویوں کا تعین کرتے ہیں' جیسے سند میں آیا ہے: [مِنْ جِهَةِ بَكْرٍ] تو ساتھ توضیح کر دی کہ یہاں بکر سے مراد ابن مضر ہے۔ ایک سند میں عبداللہ آیا تو فرمایا: یہ ابنُ الْقِبْطِيَّة ہے۔
③ سند ومتن میں موجود مبہم راوی کا نام ذکر کرتے ہیں۔ ○ سند کی مثال: محمد بن عبدالرحمٰن عن رجل عن جابر دوسری جگہ پر عن رجل کو واضح کیا کہ یہ محمد بن عمرو بن حسن ہے۔ ○ متن کی مثال: حدیث میں [فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ] آیا تو رجل کی وضاحت کر دی کہ یہ خرباق بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔

④ جو آدمی کنیت کے ساتھ معروف ہو اور سند میں اس کا نام ذکر ہو تو اس کی کنیت ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح جو آدمی نام کے ساتھ معروف ہو اور سند میں اس کی کنیت کا ذکر ہو تو اس کا نام ذکر کر دیتے ہیں' مثلاً: سند میں زکریا بن یحییٰ آیا تو اس کی کنیت بتائی کہ یہ ابوکامل ہے۔ مزید بتایا کہ ذکوان جو سند میں آیا ہے اس سے مراد ابوصالح ہے اور دوسری جگہ ذکوان سے مراد ابوعمرو ہیں۔ اسی طرح سند میں ''ابومعید'' آیا تو اس کی وضاحت کی کہ یہ حفص بن غیلان ہے۔ مزید واضح کیا کہ ابوہشام سے مراد مغیرہ بن سلمہ ہیں۔

⑤ متفق اور مفترق کی طرف بھی امام صاحب رحمہ اللہ اشارہ کرتے ہیں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ایک نام میں چھ راوی مشترک ہیں' ان میں سے بعض ثقہ اور بعض ضعیف ہیں تو امام صاحب سند میں مذکور آدمی کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ آدمی ثقہ ہے۔

⑥ جس سے بہت سے راوی مراد ہو سکتے ہیں وہاں اس کا تعین کرنا بھی ان کے منہج کا حصہ ہے' مثلاً: ہارون بن ابووکیع کے بارے میں فرمایا کہ یہ ہارون بن عنترہ ہے۔

⑦ جہاں کسی صورت بھی التباس ختم نہ ہو رہا ہو تو وضاحت کرتے ہیں' جیسے ابن مبارک کی سند میں ایک راوی کا نام ابوجعفر آیا تو آپ نے وضاحت کر دی کہ یہ ابوجعفر الفراء نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔

⑧ امام صاحب منقطع کو مرسل بھی کہہ دیتے ہیں اور اس مرسل کو قرینے کی وجہ سے متصل پر ترجیح بھی دے دیتے ہیں۔

⑨ امام صاحب کی حتی المقدور یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر باب میں صحیح روایات ہی جمع کی جائیں لیکن ناگزیر صورت حال میں ایسے راویوں کی روایات بھی درج کر دیتے ہیں جن کے ضعف اور ان کی روایات کے ترک پر علمائے محدثین کا اجماع نہ ہو چکا ہو۔

⑩ بعض اوقات امام صاحب کسی مسئلے میں صحیح روایات درج کرتے ہیں لیکن اس کے بعد ان مزید فوائد کی وجہ سے جو صحیح حدیث میں نہیں ہوتے ضعیف روایت بھی درج کر دیتے ہیں۔

⑪ بسا اوقات حدیث بیان کرنے کے بعد اپنا کلام بھی تحریر کرتے ہیں جو حدیث کو سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

⑫ کئی مقامات پر ایسی 2 روایات جو صحیح ہیں اور باہم متعارض ہیں' انھیں بھی ذکر کر دیا ہے' اس سے ان کا

مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس روایت میں مذکور عمل کو دونوں طرح کر سکتے ہیں' اس میں جواز ہے' یا ان کے درمیان تطبیق دینے کے لیے بیان کرتے ہیں' مثلاً: بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کو سری اور جہری دونوں طرح پڑھنے کا جواز ہے۔

⑬ اکثر احادیث پر امام صاحب رحمہ اللہ حکم لگاتے ہیں اور اصطلاحی الفاظ استعمال کرتے ہیں' مثلاً: [هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، غَيْرُ مَحْفُوظٍ، لَيْسَ بِثَابِتٍ، ضَعِيفٌ، أَخْطَأَ فِيهِ فُلَانٌ، هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.]

⑭ سند و متن کے اختلاف کو بھی نظر انداز نہیں کرتے بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ راجح مرجوح کی نشاندہی بھی کر دیتے ہیں۔

⑮ معلق روایات بیان کرنے سے بہت زیادہ احتراز کیا ہے۔ سنن نسائی (مجتبیٰ) میں صرف دو جگہ پر معلق کی صورت نظر آئی ہے' اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ وہ متصل ہی ہوں۔

✱ **شیخین اور امام نسائی رحمہم اللہ کے منہج میں مشابہت:** ① شیخین اور امام نسائی رحمہم اللہ کے منہج بیان حدیث میں چند اعتبار سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ امام نسائی بھی امام بخاری کی طرح ایک حدیث تکرار کے ساتھ اپنی سنن میں بیان کرتے ہیں اور ہر جگہ اس حدیث پر نیا باب قائم کر کے مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ اس کی مثال وہ حدیثِ عائشہ ہے جس میں وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی ﷺ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے' رات کو اٹھے اور بقیع کی طرف چلے...... الخ. امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے [اَلْأَمْرُ بِالِاسْتِغْفَارِ لِلْمُؤْمِنِينَ] میں ذکر کیا ہے۔ اور دوسری جگہ یہی روایت ذکر کرنے کے بعد اور مسائل کا استنباط کیا ہے' یعنی یہی روایت دوبارہ کتاب النکاح کے بَابُ الْغَيْرَةِ میں ذکر کی اور دونوں جگہ الگ الگ مسائل کا استخراج کیا ہے۔

② امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی طرح آپ بھی دو سندوں کے درمیان "ح" کا اضافہ کرتے ہیں تاکہ دونوں سندیں الگ الگ رہیں۔

③ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح آپ نے بھی بعض جگہ روایت بالمعنیٰ بیان کی ہے۔

④ امام مسلم رحمہ اللہ کے ساتھ مشابہت اس اعتبار سے ہے کہ ایک روایت اگر دو اساتذہ سے بیان کی ہے تو بیان کرنے کے بعد آپ بھی امام مسلم کی طرح توضیح کرتے ہیں کہ یہ الفاظ فلاں استاذ کے بیان کردہ ہیں اور

یہ فلاں کے۔

⑤ صیغۂ تحدیث کے معاملے میں بھی جا بجا آپ کی امام مسلمؒ کے ساتھ مشابہت ہے۔

⑥ اگر ایک حدیث دو راویوں کی بیان کردہ ہے تو امام نسائی' امام مسلم رحمہ اللہ کی طرح توضیح کر دیتے ہیں کہ فلاں راوی نے قال النبي ﷺ کہا ہے اور فلاں راوی نے قال رسو ل اللہ ﷺ کہا ہے۔

⑦ عام وخاص' مجمل ومبین اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ کے بیان کرنے میں بھی آپ امام مسلم رحمہ اللہ کے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔

الغرض امام نسائی کا منہج بیانِ حدیث' امیر المومنین فی الحدیث امام الائمہ بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے محدثین عظام بخاری ومسلم کے بعد امام نسائی کو مرجع تسلیم کرتے اور آپ کی سنن نسائی (صغریٰ) پر بھرپور اعتماد کرتے ہیں۔ ذٰلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء.

* **سنن نسائی (مجتبیٰ) کی شروحات:** ۞ شرح لأبي العباس ۞ شرح سراج الدين ابن ملقن ۞ زهر الربٰى على المجتبىٰ ۞ حاشية السندي ۞ ذخيرة العقبٰى في شرح المجتبٰى لمحمد بن علي بن آدم الإتيوبي ۞ التعليقات السلفية ۞ الإمعان في شرح مصنف النسائي لأبي عبدالرحمٰن ۞ بذل الإحسان بتقريب سنن النسائي أبي عبدالرحمٰن، لأبي إسحاق الحويني الأثري ۞ اردو ترجمہ: علامہ وحید الزمان ۞ اردو ترجمہ: حافظ محمد امین حفظہ اللہ۔

حدیث کی اقسام

- قَولی حدیث
- فِعلی حدیث
- تَقرِیری حدیث
- شَمائِل نَبوِی

حدیث کی اقسام ـــــ نسبت کے اعتبار سے

- حَدِیث قُدسِی
- مَرفُوع
- مَوقُوف
- مَقطُوع

حدیث کی اقسام ـــــ راویوں کی تعداد کے اعتبار سے

- مُتَواتِر
- خبرِ واحد
  - مَشهُور
  - مُستَفِیض
  - عَزِیز
  - غَرِیب
    - غَرِیبِ مُطلَق
    - غَرِیبِ نِسبِی

مقبول حدیث کی اقسام

- صَحِیح لِذَاتِهٖ
- صَحِیح لِغَیرِهٖ
- حَسَن لِذَاتِهٖ
- حَسَن لِغَیرِهٖ

مقبول حدیث کے درجات

- مُتَّفَق عَلَیه
- اَفرادِ بُخاری
- اَفرادِ مُسلِم
- صَحِیحٌ علی شَرطِهِمَا
- صَحِیحٌ علی شَرطِ البُخاری
- صَحِیحٌ علی شَرطِ مُسلِم
- صَحِیحٌ علی شَرطِ غَیرِهِمَا

❶ مردود حدیث کی اقسام ـــــ انقطاع سند کے اعتبار سے

- مُعَلَّق
- مُرسَل
- مُعضَل
- مُنقَطِع
- مُدَلَّس
- مُرسَل خَفِی
- مَعلُول

❷ مردود حدیث کی اقسام ـــــ راوی کے عادل نہ ہونے کی وجہ سے

- مَترُوک
- مَوضُوع
- رِوَایَةُ الفَاسِق
- رِوَایَةُ المُبتَدِع

❸ مردود حدیث کی اقسام ـــــ راوی کے ضابط نہ ہونے کی وجہ سے

- مُصَحَّف
- مَقلُوب
- مُدرَج
- اَلمَزِید فِی مُتَّصِلِ الأَسَانِید
- شَاذ
- مُنکَر
- رِوَایَةُ سَیِّئِ الحِفظ
- رِوَایَةُ کَثِیرِ الغَفلَه
- رِوَایَةُ فَاحِشِ الغَلَط
- رِوَایَةُ المُختَلِط
- مُضطَرِب
- مُعَلَّل

❹ مردود حدیث کی اقسام ـــــ راوی کے مجهول ہونے کی وجہ سے

- مُبهَم
- رِوَایَةُ مَجهُولِ العَین
- رِوَایَةُ مَجهُولِ الحَال

اصطلاحاتِ محدّثین

○ **حدیث کی تعریف:** رسول اللہ ﷺ سے متعلق راویوں کے ذریعے سے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے' وہ حدیث کہلاتا ہے۔ حدیث کو بعض دفعہ سنت' خبر اور اثر بھی کہا جاتا ہے۔

○ **بنیادی اقسام:**

- **قَوْلِی حَدِیْث:** وہ حدیث جس میں آپ کا فرمان مذکور ہو۔
- **فِعْلِی حَدِیْث:** وہ حدیث جس میں آپ کا فعل مذکور ہو۔
- **تَقْرِیری حَدِیْث:** وہ حدیث جس میں آپ کا کسی بات پر خاموش رہنا مذکور ہو۔
- **شَمَائِلِ نَبَوِی:** وہ احادیث جن میں آپ کے عادات واخلاق یا بدنی اوصاف مذکور ہوں۔

نوٹ: کسی حدیث کی اصل عبارت "مَتْن" کہلاتی ہے۔ متن سے پہلے' راویوں کے سلسلے کو سند کہتے ہیں۔ سند کا کوئی راوی حذف نہ ہو تو وہ "مُتَّصِل" ہوتی ہے ورنہ "مُنْقَطِع۔"

○ **نسبت کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:**

- **حَدِیث قُدْسِی:** اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان جسے نبیٔ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہو' راویوں کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہو اور قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔
- **مَرْفُوع:** وہ حدیث جس میں کسی قول' فعل یا تقریر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
- **مَوْقُوف:** وہ حدیث جس میں کسی قول' فعل یا تقریر کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
- **مَقْطُوع:** وہ حدیث جس میں کسی قول یا فعل کو تابعی یا تبع تابعی کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔

○ **راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:**

- **مُتَواتِر:** وہ حدیث جس میں تَوَاتُر کی چار شرطیں پائی جائیں:

(ا) اسے راویوں کی بڑی تعداد روایت کرے۔

(ب) انسانی عقل و عادت ان کے جھوٹا ہونے کو محال سمجھے۔

(ج) یہ کثرت عہد نبوت سے لے کر صاحب کتاب محدث کے زمانے تک سند کے ہر طبقے میں پائی جائے۔ (د) حدیث کا تعلق انسانی مشاہدے یا سماعت سے ہو۔

نوٹ: راویوں کی جماعت جس نے ایک استاد یا زیادہ اساتذہ سے حدیث کا سماع کیا ہو ''طبقہ'' کہلاتی ہے۔

- خَبرِ واحد: وہ حدیث جس میں متواتر حدیث کی شرطیں جمع نہ ہوں۔ اس کی چار قسمیں ہیں:
- مَشْهُور: وہ حدیث جس کے راویوں کی تعداد ہر طبقے میں دو سے زیادہ ہو مگر یکساں نہ ہو، مثلاً کسی طبقے میں تین، کسی میں چار اور کسی میں پانچ راوی اسے بیان کرتے ہوں۔
- مُسْتَفِیض: وہ حدیث جس کے راوی ہر طبقے میں دو سے زیادہ اور یکساں تعداد میں ہوں یا سند کے اول و آخر میں ان کی تعداد یکساں ہو۔
- عَزِیز: وہ حدیث جس کے راوی کسی طبقے میں صرف دو ہوں۔
- غَرِیب: وہ حدیث جسے بیان کرنے والا کسی زمانے میں صرف ایک راوی ہو۔ اگر وہ صحابی یا تابعی ہے تو اسے غَرِیبِ مُطلَق کہیں گے اور اگر کوئی اور راوی ہے تو اسے غَرِیبِ نِسبِی کہیں گے۔

نوٹ: مذکورہ بالا اقسام میں سے متواتر حدیث علم الیقین کی حد تک سچی ہوتی ہے۔ باقی اقسام مقبول یا مردود ہو سکتی ہیں۔

قُبول و رَد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

- مَقبُول: وہ حدیث جو واجب العمل ہو۔
- مَردُود: وہ حدیث جو مقبول نہ ہو۔

مقبول حدیث کی اقسام و درجات (شرائطِ قبولیت کے اعتبار سے):

① صَحِیح لِذَاتِہٖ ② صَحِیح لِغَیرِہٖ ③ حَسَن لِذَاتِہٖ ④ حَسَن لِغَیرِہٖ

- صَحِیح لِذَاتِہٖ: وہ حدیث جس میں صحت کی پانچ شرطیں پائی جائیں:

(ا) اس کی سند متصل ہو، یعنی ہر راوی نے اسے اپنے استاد سے اخذ کیا ہو۔

(ب) اس کا ہر راوی عادل ہو، یعنی کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو، شائستہ طبیعت کا مالک اور با اخلاق ہو۔

(ج) وہ کَامِلُ الضَّبط ہو، یعنی حدیث کو تحریر یا حافظے کے ذریعے سے کما حقہ محفوظ کرے اور آگے پہنچائے۔

(د) وہ حدیث شاذ نہ ہو (ھ) معلول نہ ہو۔ (شاذ اور معلول کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔)

- حَسَن لِذَاتِہٖ: وہ حدیث جس کے بعض راوی صحیح حدیث کے راویوں کی نسبت خَفِیْفُ الضَّبْط (ہلکے ضبط والے) ہوں، باقی شرطیں وہی ہوں۔

نوٹ: حَسَن لِذَاتِہٖ کا درجہ صَحِیْح لِغَیْرِہٖ کے بعد ہے مگر تعریفات کو آسان تر کرنے کیلئے ترتیب بدلی گئی ہے۔

- صَحِیْح لِغَیْرِہٖ: جب حسن حدیث کی ایک سے زائد سندیں ہوں تو وہ حسن کے درجے سے ترقی کر کے صحیح کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے غیر (دوسری سندوں) کی وجہ سے درجۂ صحت کو پہنچی۔
- حَسَن لِغَیْرِہٖ: وہ حدیث جس کی متعدد سندیں ہوں، ہر سند میں معمولی ضعف ہو مگر متعدد سندوں سے اس ضعف کی تلافی ہو جائے تو وہ حسن لغیرہ کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔

صحیح حدیث کی اقسام و درجات (کتب حدیث میں پائے جانے کے اعتبار سے:)

- مُتَّفَقٌ عَلَیْہ: وہ حدیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں پائی جائے متفق علیہ کہلاتی ہے اور صحت کے سب سے اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے۔
- اَفْرَادِ بُخَارِی: ہر وہ حدیث جو صحیح بخاری میں پائی جائے، صحیح مسلم میں نہ پائی جائے۔
- اَفْرَادِ مُسْلِم: ہر وہ حدیث جو صحیح مسلم میں پائی جائے، صحیح بخاری میں نہ پائی جائے۔
- صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِھِمَا: وہ حدیث جو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں نہ پائی جائے لیکن دونوں ائمہ کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔
- صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِي: وہ حدیث جو امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح ہو مگر صحیح بخاری میں موجود نہ ہو۔
- صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِم: وہ حدیث جو امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہو مگر صحیح مسلم میں موجود نہ ہو۔
- صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ غَیْرِھِمَا: وہ حدیث جو امام بخاری و امام مسلم کے علاوہ دیگر محدثین کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔

مردود حدیث کی اقسام انقطاع سند کی وجہ سے:

- مُعَلَّق: وہ حدیث جس کی سند کا ابتدائی حصہ یا ساری سند ہی (عمدًا) حذف کر دی گئی ہو۔

- مُرْسَل: وہ حدیث جسے تابعی بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرے۔
- مُعْضَل: وہ حدیث جس کی سند کے درمیان سے دو یا دو سے زیادہ راوی اکٹھے حذف ہوں۔
- مُنْقَطِع: وہ حدیث جس کی سند کے درمیان سے ایک یا ایک سے زائد راوی مختلف مقامات سے حذف ہوں۔
- مُدَلَّس: وہ حدیث جس کا راوی کسی وجہ سے اپنے استاد یا استاد کے استاد کا نام (یا تعارف) چھپائے لیکن سننے والوں کو یہ تأثر دے کہ میں نے ایسا نہیں کیا' سند متصل ہی ہے' حالانکہ اس سند میں راویوں کی ملاقات اور سماع تو ثابت ہوتا ہے مگر متعلقہ روایت کا سماع نہیں ہوتا۔
- مُرْسَل خَفِي: وہ حدیث جس کا راوی اپنے ایسے ہم عصر سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو۔
- مَعْلُول یا مُعَلَّلُ: وہ حدیث جو بظاہر مقبول معلوم ہوتی ہو لیکن اس میں ایسی پوشیدہ علت یا عیب پایا جائے جو اسے غیر مقبول بنادے۔ ان عیوب وعلل کا پتہ چلانا ماہرینِ فن ہی کا کام ہے۔ ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

مردود حدیث کی اقسام راوی کے عادل نہ ہونے کی وجہ سے:

- رِوَايَةُ الْمُبْتَدِعُ: وہ حدیث جس کا راوی بدعتِ مُکَفِّرہ کا قائل و فاعل ہو لیکن اگر راوی کی بدعت' مکفرہ نہ ہو اور وہ عادل و ضابط بھی ہو تو پھر اس کی روایت معتبر ہوگی۔ یاد رہے کہ بدعت مکفّرہ (کافر بنانے والی بدعت) سے ارتداد لازم آتا ہے۔
- رِوَايَةُ الْفَاسِق: وہ حدیث جس کا راوی کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو لیکن حد کفر کو نہ پہنچے۔
- مَتْرُوك: وہ حدیث جس کا راوی عام بول چال میں جھوٹ بولتا ہو اور محدثین نے اس کی روایت کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہو۔
- مَوْضُوع: وہ حدیث جس کے راوی نے کسی موقع پر حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولا ہو' ایسے راوی کی ہر روایت کو موضوع (من گھڑت) کہتے ہیں۔

مردود حدیث کی اقسام راوی کے ضابط نہ ہونے کی وجہ سے:

- مُصَحَّف: وہ حدیث جس کے کسی لفظ کی ظاہری شکل تو درست ہو مگر نقطوں' حرکات یا سکون وغیرہ کے بدلنے سے اس کا تلفظ بدل گیا ہو۔
- مَقْلُوب: وہ حدیث جس کے الفاظ میں راوی کی بھول سے تقدیم و تاخیر واقع ہوگئی ہو یا سند میں ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

- مُدْرَج: وہ حدیث جس میں کسی جگہ راوی کا اپنا کلام عمداً یا سہواً درج ہو جائے اور اس پر الفاظِ حدیث ہونے کا شبہ ہوتا ہو۔
- اَلْمَزِیْد فِیْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِیْد: جب دو راوی ایک ہی سند بیان کریں' ان میں ایک ثقہ اور دوسرا زیادہ ثقہ ہو۔ اگر ثقہ راوی اس سند میں ایک راوی کا اضافہ بیان کرے تو اس کی روایت کو مزید فی متصل الأسانید کہتے ہیں۔
- شَاذٌ: وہ حدیث جس کا راوی مقبول (ثقہ یا صدوق) ہو اور بیان حدیث میں اپنے سے زیادہ ثقہ یا اپنے جیسے بہت سے ثقہ راویوں کی مخالفت کرے۔ (شاذ کے بالمقابل حدیث کو محفوظ کہتے ہیں۔)
- مُنْکَر: وہ حدیث جس کا راوی ضعیف ہو اور بیان حدیث میں ایک یا زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے۔ (منکر کے بالمقابل حدیث کو معروف کہتے ہیں۔)
- رِوَایَةُ سَیِّئِ الْحِفْظ: وہ حدیث جس کا راوی سیّئ الحفظ' یعنی پیدائشی طور پر کمزور حافظے والا ہو۔
- رِوَایَةُ کَثِیْرِ الْغَفْلَة: وہ حدیث جس کا راوی شدید غفلت یا کثیر غلطیوں کا مرتکب ہو۔
- رِوَایَةُ فَاحِشِ الْغَلَط: وہ حدیث جس کے راوی سے فاش قسم کی غلطیاں سرزد ہوں۔
- رِوَایَةُ الْمُخْتَلِط: وہ حدیث جس کا راوی بڑھاپے یا کسی حادثے کی وجہ سے یادداشت کھو بیٹھے یا اس کی تحریر کردہ احادیث ضائع ہو جائیں۔
- مُضْطَرِب: وہ حدیث جس کی سند یا متن میں راویوں کا ایسا اختلاف واقع ہو جو حل نہ ہو سکے۔

مردود حدیث کی اقسام راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے:

- رِوَایَةُ مَجْهُوْلِ الْعَیْن: وہ حدیث جس کا راوی مجہول العین ہو' یعنی اس کے متعلق ائمۂ فن کا کوئی ایسا تبصرہ نہ ملتا ہو جس سے اس کے ثقہ یا ضعیف ہونے کا پتہ چل سکے اور اس سے روایت کرنے والا بھی صرف ایک ہی شاگرد ہو جس کے باعث اس کی شخصیت مجہول ٹھہرتی ہو۔
- رِوَایَةُ مَجْهُوْلِ الْحَال: وہ حدیث جس کا راوی مجہول الحال ہو' یعنی اس کے متعلق ائمۂ فن کا کوئی تبصرہ نہ ملتا ہو اور اس سے روایت کرنے والے کل دو آدمی ہوں جس کے باعث اس کی شخصیت معلوم اور حالت مجہول ٹھہرتی ہو۔ ایسے راوی کو مستور بھی کہتے ہیں۔
- مُبْهَم: وہ حدیث جس کی سند میں کسی راوی کے نام کی صراحت نہ ہو۔

کتب احادیث کی اقسام

- **کُتُبِ صِحَاح:** ہر وہ کتاب جس کے مؤلّف نے اپنی کتاب میں صحیح روایات لانے کا التزام کیا ہو اور ''صحیح'' کے لفظ کو کتاب کے نام کا حصہ بنایا ہو۔ ایسی کتاب کی روایات کم از کم اس کے مؤلّف کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں۔ اور اگر وہ خود ہی کسی حدیث کی علت بیان کر دے تو اس سے اس کتاب کے صحیح ہونے پر حرف نہیں آتا۔
- **صِحَاح سِتَّہ:** حدیث کی چھ کتب صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ صحاح ستہ کہلاتی ہیں۔ انھیں ''اُصولِ سِتَّہ'' یا ''کُتُبِ سِتَّہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ پہلی دو کتابیں ''صحیحین'' کہلاتی ہیں اور یہ صرف اپنے مؤلّفین کے نزدیک ہی صحیح نہیں بلکہ پوری امت کے نزدیک صحت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ ان پر اعتراض برائے اعتراض کرنے والا شخص، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بقول، اجماع امت کا مخالف اور بدعتی ہے جبکہ آخری چار کتابوں کو سنن اربعہ کہتے ہیں۔ گو ان میں ضعیف احادیث موجود ہیں، تاہم صحیح حدیثوں کی کثرت کی وجہ سے اکثر علماء انھیں ''صحاح ستہ'' میں شمار کرتے ہیں۔
- **جَامِع:** جس کتاب میں اسلام سے متعلق تمام موضوعات، مثلاً: عقائد، احکام، تفسیر اور جنت، دوزخ وغیرہ سے تعلق رکھنے والی احادیث روایت کی گئی ہوں، مثلاً: صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ۔
- **سُنَنُ:** جس کتاب میں صرف عملی احکام سے متعلق احادیث فقہی تبویب و ترتیب پر جمع کی گئی ہوں، مثلاً: سنن ابی داود۔
- **مُسْنَد:** جس کتاب میں ایک صحابی یا متعدد صحابہ کی روایات کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو، مثلاً: مسند احمد، مسند حمیدی۔
- **مُسْتَخْرَج:** جس کتاب میں مصنف کسی دوسری کتاب کی حدیثوں کو اپنی سندوں سے روایت کرے، مثلاً: مستخرج إسماعيلي على صحيح البخاري.

- مُسْتَدْرَك: جس کتاب میں مصنف ایسی روایات جمع کرے جو کسی دوسرے مصنف کی شرائط کے مطابق ہوں لیکن اس کی کتاب میں نہ ہوں، مثلاً: مستدرک حاکم۔
- مُعْجَم: جس کتاب میں مصنف ایک خاص ترتیب کے ساتھ اپنے ہر استاد کی روایات کو الگ الگ جمع کرے، مثلاً: معجم طبرانی۔
- اَرْبَعِیْن: جس کتاب میں کسی ایک یا مختلف موضوعات پر چالیس احادیث جمع کی گئی ہوں، مثلاً: اربعین نووی، اربعین ثنائی وغیرہ۔
- جُزْء: وہ کتاب جس میں صرف ایک راوی یا ایک موضوع کی روایات جمع کی گئی ہوں، جیسے امام بخاری ؒ کی ”جُزْءُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ“ اور ”جُزْءُ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ الْإِمَامِ“ یا امام بیہقی ؒ کی ”کِتَابُ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ الْإِمَامِ“ وغیرہ۔

کتب احادیث کے مختلف طبقات یا درجات

① پہلا طبقہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطأ امام مالک پر مشتمل ہے۔ موطأ امام مالک زمانۂ تالیف کے لحاظ سے صحیحین سے متقدم لیکن مرتبہ و مقام کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے ہم خیال علماء کی رائے کے مطابق اس کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ دوسرے محدثین کے نزدیک اس کی منقطع یا مرسل روایات (مختلف کتابوں میں) دیگر سندوں سے متصل ہیں (لیکن صرف اتصالِ سند صحت حدیث کے لیے کافی نہیں ہوتا)۔

② دوسرا طبقہ سنن اربعہ پر مشتمل ہے۔ بعض کے نزدیک مسند احمد اور سنن دارمی بھی غالباً اسی طبقے میں شامل ہیں۔ ان کے مؤلفین علم حدیث میں متبحر تھے، ثقاہت و عدالت اور ضبط حدیث میں معروف تھے۔ انھوں نے جن مقاصد اور شرائط کو مدنظر رکھا، ان کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ان کی کتابوں کو ہر دور کے محدثین اور دیگر اہل علم میں بے پناہ پذیرائی ملی۔

③ وہ مسانید، جوامع اور مصنفات جو صحاح ستہ سے پہلے یا ان کے زمانے میں یا ان کے بعد لکھی گئیں۔ ان کے مؤلفین کی غرض محض احادیث کو جمع کرنا تھا، یہی وجہ ہے کہ ان میں ہر قسم کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ محدثین میں گو یہ کتابیں اجنبی نہیں، تاہم زیادہ معروف و مقبول بھی نہیں، چنانچہ جو احادیث پہلے دو طبقوں کی کتابوں میں موجود نہیں بلکہ صرف اسی طبقے کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، فقہاء نے ان کا زیادہ استعمال نہیں کیا اور محدثین نے بھی ان کی صحت و سقم، قبول و رد اور تشریح و توضیح کا زیادہ اہتمام نہیں کیا، مثلاً: مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن اَبی شیبہ، مسند طیالسی، بیہقی، طحاوی اور طبرانی وغیرہ۔

④ وہ کتابیں جن کے مؤلفین نے زمانۂ دراز کے بعد ان احادیث کو جمع کیا جو پہلے دو طبقوں کی کتابوں میں نہیں تھیں بلکہ ایسے مجموعوں میں پائی جاتی تھیں جن کی (علمی دنیا میں) کوئی وقعت نہ تھی۔ یہ احادیث عموماً

واعظین کے استدلالات، حکماء کے اقوال زرّیں اور اسرائیلی روایات پر مشتمل ہیں جنھیں ضعیف راویوں نے سہوًا یا عمدًا احادیث نبویہ سے خلط ملط کر دیا، یا کتاب وسنت کے بعض احتمالات ہیں جنھیں بعض جاہل صوفیا نے بالمعنی روایت کر دیا اور انھیں مرفوع احادیث سمجھ لیا گیا، یا چند احادیث سے جملے منتخب کر کے ایک نئی حدیث بنا دی گئی وغیرہ، مثلاً: ابن حبان کی "کِتَابُ الضُّعَفَاء" ابن عدی کی "اَلْکَامِل" خطِیب بَغْدَادِي، أَبُونُعَیم أَصْبَهَانِي، اِبْنِ عَسَاکر، جَوْرَقَانِي، اِبْنِ نَجَّار اور دَیْلمي کی کتب۔ اسی طرح "مُسْنَد خَوَارزمي" اِبْنِ جَوزِی اور ملاّ علی قاری کی "اَلْمَوْضُوعَات" وغیرہ بھی اسی طبقے میں شامل ہیں۔

⑤ اس طبقے کی کتابوں میں وہ احادیث شامل ہیں جو فقہاء، صوفیاء، مؤرخین اور مختلف فنون کے ماہرین کی زبانوں پر مشہور تھیں، نیز وہ احادیث بھی شامل ہیں جو بے دین زبان دانوں نے کلام بلیغ سے وضع کیں اور ان کے لیے سندیں بھی گھڑ لیں۔

- پہلے اور دوسرے طبقے کی کتابوں پر محدثین کا کامل اعتماد ہے۔ انھیں ہمیشہ ان کتابوں سے وابستگی رہی ہے۔
- تیسرے طبقے کی احادیث سے استدلال کرنا ان ماہرین حدیث کا کام ہے جو راویوں کے حالات اور حدیث کی مخفی علتوں کے جاننے والے ہوں۔ عمومًا ایسی احادیث خود دلیل نہیں بن سکتیں، البتہ کسی مقبول حدیث کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہیں۔
- پہلے دو طبقوں کی احادیث کی تقویت میں چوتھے طبقہ کی احادیث کو جمع کرنا اور ان سے استدلال کرنا علمائے متأخرین کا محض تکلف ہے۔ اہل بدعت اسی قسم کی احادیث سے اپنے اپنے مذاہب کی تائید میں شواہد مہیا کرتے ہیں لیکن محدثین کے نزدیک اس طبقہ کی احادیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مُلَخّص از حُجَّةُ اللّٰهِ البَالِغَة)

مصادر اور مراجع کا مفہوم:

- مَصَادِر: وہ کتب جن میں مصنفین نے احادیث کو اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہو۔ مذکورہ بالا طبقات میں جو درجہ بندی کی گئی ہے ان میں عموماً مصادر ہی مراد ہیں۔
- مَرَاجِع: وہ کتب جن میں احادیث کو مختلف مصادر سے منتخب کر کے جمع کیا گیا ہو۔ ان کی تین اقسام ہیں:

(ا) وہ مراجع جن میں صرف صحیح احادیث کو جمع کیا گیا ہے، مثلاً: "اَللُّؤْلُؤُ وَالْمَرجَان فِیمَا اتَّفَقَ عَلَیهِ الشَّیخَانِ" اور "عُمْدَةُ الْأَحْکَام" وغیرہ۔

(ب) وہ مراجع جن میں عموماً مستند مصادر سے احادیث منتخب کی گئی ہیں لیکن ان میں ضعیف احادیث بھی موجود ہیں، جیسے "مِشْکٰوۃُ الْمَصَابِیح، رِیَاضُ الصَّالِحِین، اَلتَّرْغِیبُ وَالتَّرْهِیب، بُلُوْغُ الْمَرَام" وغیرہ۔

(ج) وہ مراجع جن میں کسی معیار اور تحقیق کے بغیر بہت سے مستند اور غیر مستند مصادر سے احادیث لے کر جمع کر دی گئی ہوں، مثلاً: "کَنْزُ الْعُمَّال" وغیرہ۔

نوٹ: دوسری اور تیسری قسم کے مراجع میں مذکور کسی حدیث سے تحقیق کے بغیر استدلال کرنا درست نہیں۔

✻ دو مقبول احادیث کے ظاہری تعارض کو دور کرنے کی مختلف صورتیں

① سب سے پہلے ان کا کوئی ایسا مشترک مفہوم مراد لیا جائے گا جس سے ہر حدیث پر عمل کرنا ممکن ہو جائے اور اس سلسلے میں اس مفہوم کو ترجیح دی جائے گی جو کسی تیسری حدیث میں بیان ہوا ہو یا فقہائے محدثین نے اسے بیان کیا ہو۔

② اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر یہ تحقیق کی جائے گی کہ آیا ان میں سے کوئی حدیث منسوخ تو نہیں۔ اس صورت میں منسوخ کو چھوڑ کر ناسخ پر عمل کیا جائے گا۔

③ اگر نسخ کا ثبوت نہ ملے تو پھر ایک حدیث کو کسی مسلک کا لحاظ کیے بغیر محض وجوہِ ترجیح (فنی خوبیوں) کی بنا پر ترجیح دی جائے گی اور دوسری حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا، مثلاً: کوئی حدیث صحت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو یا اعلیٰ طبقے کی کسی کتاب میں مروی ہو تو کمتر درجے یا طبقے کی حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا...... وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ: اگر مقبول اور مردود حدیثوں کا تعارض آئے گا تو وہاں مردود حدیث کو رد کر کے صرف مقبول حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

طہارت کی لغوی و اصطلاحی تعریف' اقسام اور اہمیت وفضیلت

* **لغوی تعریف:** لفظ الطھارة باب تفعیل سے اسم مصدر ہے' جیسے طَهَّرَ يُطَهِّرُ تَطْهِيرًا وَّطَهَارَةً بروزن كَلَّمَ يُكَلِّمُ تَكْلِيمًا وَّكَلَامًا ۔ معنی ہیں: میل کچیل' گندگی اور نجاست سے پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا۔ (سبل السلام)

* **اصطلاحی تعریف:** حدثِ اصغر (بے وضو ہونے) اور حدثِ اکبر (جنابت' احتلام' حیض اور نفاس) کی صورت میں مسنون طریقے سے پانی سے وضو اور غسل کرنے یا پانی کی عدم موجودگی یا اس کے استعمال پر عدم قدرت کی صورت میں پاک مٹی کے ساتھ تیمّم کرنے کو طہارت کہتے ہیں۔

* **طہارت کی اقسام:** طہارت کی دو قسمیں ہیں: ① طہارتِ حقیقی: حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر کی صورت میں پانی کے ساتھ وضو اور غسل کرنا' طہارت حقیقی ہے۔ ② طہارتِ حکمی: حدثِ اصغر اور حدث اکبر کی حالت میں پانی کی عدم موجودگی یا اس کے استعمال پر عدم قدرت کی صورت میں پاک مٹی کے ساتھ تیمّم کرنا' طہارتِ حکمی ہے۔

* **طہارت و نظافت کی اہمیت وفضیلت اور ضرورت:** اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں انسانی فطرتِ سلیمہ کے ہر تقاضے اور ضرورت کا مکمل حل موجود ہے۔ انسان کے طبعی تقاضوں کو

نظرانداز نہیں کیا گیا بلکہ اس کی طبعی ضرورتوں کو مکمل طور پر پورا کیا گیا ہے، پھر انسان کو انھی اعمال کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے جن کو وہ بآسانی نبھا سکے کیونکہ اصل حکیم و مدبر تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے۔ شرعی احکام میں قدرتِ الٰہی اور اسی کی تدبیر وحکمت کارفرما ہے، اس لیے بغیر کسی افراط وتفریط کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام میں وہ رہنما اصول مقرر فرمائے جن میں اخروی سرخروئی کے ساتھ دنیوی فوائد بھی پنہاں ہیں۔ ان میں سے ایک اہم ضابطہ طہارت وصفائی کا اہتمام بھی ہے کیونکہ پاکیزگی اور اس کا حصول عین انسانی فطرت ہے، اسی لیے احادیث میں کہیں [عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ] ''دس چیزیں فطری امور میں سے ہیں۔'' (صحيح مسلم، حديث:٢٦١) اور کہیں [خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ] ''پانچ چیزیں فطری امور میں سے ہیں۔'' (صحيح البخاري، اللباس، حديث:٥٨٨٩، وصحيح مسلم، الطهارة، حديث:٢٥٧) وغیرہ کی تعلیم دے کر بدن کو پاک رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ خود تو جمیل ہو لیکن جمال کو پسند نہ کرے کیونکہ عابد کو معبود کے سامنے دن رات کی مختلف گھڑیوں میں اپنی جبینِ نیاز جھکانے کا حکم ہے اور نجاست اور پلیدی کی صورت میں عابد اور معبود کا آپس میں تعلق کیسے جڑ سکتا ہے؟ حدیث میں آتا ہے: [إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ] ''اللہ تعالیٰ انتہائی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔'' (صحيح مسلم، الإيمان، حديث:٩١) قرآن مجید میں ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ ''اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (البقرة ٢:٢٢٢)

عہدِ نبوت میں پانی کی کمی تھی، لوگ بول و براز سے فراغت کے بعد ڈھیلے استعمال کرتے تھے، لیکن اہل قباء اس دقت کے باوجود پانی ہی سے حصول طہارت کی کوشش کرتے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی خصلت اور کمال حصول طہارت کی بنا پر قرآن مجید میں ان کی تعریف فرمائی ہے: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّونَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ ''اس میں ایسے آدمی ہیں جو خوب طہارت حاصل کرنا پسند کرتے ہیں، اور اللہ اچھی طرح پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (التوبة٩:١٠٨) صفائی اور طہارت کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ ''اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے اور گندگی سے دور رہیے۔'' (المدثر ٧٤:٤، ٥)

اسی لیے اسلام کے اہم رکن نماز کے لیے طہارت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے طہارت کی ترغیب کے ساتھ ساتھ خود بھی عملاً امت کے سامنے اس کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہر نماز کے وقت مسواک کرتے اور اس کا شوق دلاتے' گھر آتے وقت' نیز صبح کو بیدار ہونے کے بعد مسواک کا اہتمام کرتے' آپ نے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور منہ کی صفائی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ وضو ٹوٹنے کے بعد اسی لمحے دوبارہ وضو کرنے والے کو مومن قرار دیا' فرمایا: [لَا یُحَافِظُ عَلَی الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ] ''مومن ہی وضو کی حفاظت (اور اس پر ہمیشگی) کرتا ہے۔'' (سنن ابن ماجه' الطهارة و سننها' حديث:۲۷۷' وصحيح الترغيب والترهيب:۱/۱۹۸)

مونچھیں کترانے' ڈاڑھی بڑھانے' مسواک کرنے' وضو کرتے وقت ناک میں پانی چڑھانے' کلی کرنے' ختنے کرانے' ناخن تراشنے' زیر ناف بال مونڈنے' بغلوں کی صفائی کرنے' استنجا کرنے اور بدن کی مختلف ہڈیوں کے جوڑ دھونے کو اسلام نے امور فطرت میں شمار کیا ہے۔ گویا ان کی صفائی کا اہتمام انسانی طبع کا تقاضا ہے اور ان میں سستی کا مظاہرہ گندگی کی پیداوار میں اضافے کا باعث ہے' اس لیے مونچھیں، ناخن، بغلوں اور زیر ناف بالوں کو چھوڑنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن قرار دی۔

زہیر بن ابو علقمہ فرماتے ہیں: نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی میلے کچیلے کپڑے پہن کر پراگندہ حالت میں آیا تو آپ نے پوچھا: ''تیرے پاس مال ہے؟'' اس نے جواب دیا: جی ہاں' ہر قسم کا مال موجود ہے' تب آپ نے فرمایا: ''تو پھر اس کے اثرات بھی تم پر نظر آنے چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمتوں کے اچھے اثرات نظر آئیں۔'' (مجمع الزوائد: ۱۳۲/۵' رقم: ۸۵۸۳' و سلسلة الأحاديث الصحيحة:۳۱۱/۳) لہٰذا پراگندہ حالت میں رہنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور نہ یہ کسی ولایت اور اللہ کے ہاں کسی تقرب کی دلیل ہے جیسا کہ آج کل بہت سے نام نہاد صوفی جو ولایت اور تقرب کا جھانسا دے کر ننگ دھڑنگ اور گندگی میں لت پت ''طریقت'' پر عمل پیرا ہیں۔ یہ سراسر اسلام کے نظام طہارت کے خلاف ہے۔ اسی طرح جوتے کی صفائی کا حکم ہے جبکہ ضرورت کے پیش نظر اس میں نماز پڑھنے کا ارادہ ہو۔ غرضیکہ تمام امور میں صفائی اور طہارت کو لازمی قرار دیا گیا ہے' مثال کے طور پر چند اہم امور درج ذیل ہیں:

① غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

② ضرورت کے پیش نظر اگر کسی برتن میں پیشاب کیا ہے تو اسے جلد بہا دیا جائے' زیادہ دیر رکھنے سے گندگی اور تعفن پھیلے گا جس سے رحمت کے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوں گے۔

③ برتنوں کی صفائی کا اہتمام' جیسے اگر برتن کتا چاٹ جائے تو سات دفعہ دھونے کا حکم' برتنوں کو ڈھانک کر رکھنے کا حکم۔

④ سایہ دار درخت کے نیچے پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کوئی اس کی چھاؤں میں بیٹھنا چاہے۔

⑤ آباد راستے میں بول و براز کرنا منع ہے۔ اس سے آنے جانے والوں کو اذیت ہو گی اور یہ باعث لعنت ہے۔

⑥ پانی کے حوض' گھاٹ' کنویں اور عام کھڑے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے۔

⑦ پیشاب کے چھینٹوں سے بچاؤ کا اہتمام' وگرنہ اس پر سخت عذاب ہو گا۔

⑧ بیٹھ کر اور نرم جگہ پر پیشاب کیا جائے تاکہ کپڑے آلودگی سے محفوظ رہیں۔

⑨ جنبی کا غسل کرنے میں حد سے زیادہ سستی کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (صحیح الترغیب و الترھیب:۱/۱۸۴)

⑩ طہارت وصفائی کے اہتمام کی خاطر غسل جنابت کا اسلام کے دیگر ارکان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے: [وَتَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ] ''اور تو جنابت سے غسل کرے۔'' (صحیح الترغیب و الترھیب:۱/۱۸۵)

⑪ وضو سے جہاں ناک' منہ' گلے' آنکھوں اور کان وغیرہ کی صفائی ہوتی ہے' وہاں اس کے کثیر فضائل بھی بیان کیے گئے تاکہ مزید نظافت کا اہتمام ہو۔

⑫ طہارت اور وضو کے اہتمام کو دخول جنت اور رفع درجات کا باعث بنایا جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے۔ (صحیح الترغیب و الترھیب:۱/۱۹۹)

⑬ طہارت و پاکیزگی کا اہتمام اور پھر اس کے لیے دعا گو رہنا مسنون ہے جیسا کہ [وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ] ''اور مجھے بہت زیادہ پاک رہنے والوں میں سے بنا دے۔'' سے ثابت ہوتا ہے۔
(جامع الترمذي' الطھارۃ' حدیث:۵۵)

⑭ احتلام' جنابت اور حیض و نفاس کے بعد غسل کا حکم اور خروج مذی' ودی اور رطوبت کے بعد وضو کا حکم' عظمتِ طہارت کی واضح دلیل ہے۔

⑮ بچے اور بچی کے پیشاب کی وجہ سے طہارت کا حکم' اگرچہ بچی کے پیشاب کی وجہ سے کپڑے کو دھونے کا حکم ہے اور بچے کے پیشاب کی صورت میں چلو بھر پانی سے چھینٹے مار لینا ہی کافی ہے' لیکن حصول طہارت بہر حال لازمی ہے۔

⑯ زمین کی پاکیزگی کا حکم جیسا کہ اعرابی کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہانے کا حکم ہے۔

⑰ یہاں تک کہ مردہ حلال جانور کی کچی کھال کی طہارت کے لیے دباغت (چمڑا رنگنے) کو لازم قرار دیا۔

⑱ گوبر اور ہڈی وغیرہ سے استنجا اور طہارت حاصل کرنا منع ہے۔

الحاصل: دین فطرت' اسلام دیگر تمام ادیان و مذاہب پر ان امور میں فائق ہے۔ یہودیت' عیسائیت' مجوسیت' ہندومت' بدھ مت اور سکھ مذہب میں طہارت و نظافت کا یہ اہتمام بالکل مفقود ہے۔ ان مذاہب کے حامل، حیوانوں کی سی زندگی گزارتے ہیں بلکہ بعض امور میں ان سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اسلام کی یہ وہ امتیازی خوبی ہے جس پر مشرکین کو تعجب ہوا اور انھوں نے طنزاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ تمھارا نبی تمھیں قضائے حاجت کے آداب تک سکھاتا ہے۔ انھوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ اور شرمندگی کے مدبرانہ انداز میں تحمل سے جواب دیا: ہاں' آپ نے ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے اور پیشاب' پاخانے کے وقت قبلہ رخ ہونے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ ہم میں سے کوئی تین ڈھیلوں سے کم میں استنجا نہ کرے اور گوبر یا ہڈی سے بھی استنجا نہ کرے۔ (صحيح مسلم' الطهارة، حديث: ٢٦٢)

یہ اسلام ہی کا خاصہ ہے کہ اس نے طہارت و پاکیزگی کو نصف ایمان یا ایمان کا ایک حصہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [اَلطُّهُورُ شَطْرُ الإِ يمَانِ] ''صفائی نصف ایمان ہے۔'' (صحيح مسلم' الطهارة، حديث: ٢٢٣) بہر حال صفائی کا اہتمام ایمان ہے اور ایمان ہی دخول جنت کا باعث ہے۔

سنن نسائی کا اندازِ تالیف فقہی کتب جیسا ہے جن میں صرف اعمال شرعیہ کا بیان ہوتا ہے۔ اعمال کی دو قسمیں ہیں: عبادات اور معاملات۔ چونکہ عبادات حقوق اللہ ہیں' اس لیے ان کا درجہ مقدم ہے۔ عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے جو ہر عاقل بالغ مسلمان پر آغازِ شعور سے دمِ واپسیں تک

فرض ہے' نیز یہ تمام عبادات کی جامع ہے' اس لیے عبادات میں اسے مقدم کیا جاتا ہے۔ نماز کی شروط میں سے طہارت سب سے اہم ہے' لہٰذا اس کا تذکرہ سب سے پہلے ہوتا ہے۔ طہارت سے مراد یہ ہے کہ نمازی کا جسم' لباس اور مکان نجاست سے پاک ہوں۔

ضروری ہے کہ جسم ظاہری اور معنوی نجاست سے پاک ہو۔ معنوی نجاست سے مراد بے وضو ہونا اور جنبی ہونا ہے۔ آئندہ احادیث میں دونوں قسم کی نجاست سے طہارت کا ذکر ہے۔ معنوی نجاست سے طہارت کا ذکر پہلے کیا گیا ہے کیونکہ اس کا نماز سے خصوصی تعلق ہے۔

قَالَ الشَّيْخُ، الْإِمَامُ، الْعَالِمُ، الرَّبَّانِيُّ، الرُّحْلَةُ، الْحَافِظُ، الْحُجَّةُ الصَّمَدَانِيُّ، أَبُوعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ بَحْرٍ النَّسَائِيُّ، رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى:

امام نسائی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید شیخ ابوبکر ابن سنی فرماتے ہیں: شیخ الاسلام امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا جو کہ علم حدیث میں لوگوں کے مقتدا تھے۔ باعمل عالم اور اللہ والے تھے۔ لوگ دور دور سے ان کی خدمت میں طلب علم کی خاطر حاضر ہوتے تھے۔ وہ حدیث کے حافظ اور علم حدیث میں حجت تھے۔

وضاحت: الشیخ یہ لفظ عربی زبان میں استاذ کے لیے بولا جاتا ہے' نیز اپنے فن میں کامل عالم کو بھی احتراماً ''شیخ'' کہا جاتا ہے۔ اگرچہ لغوی طور پر ''بوڑھے'' کو کہا جاتا ہے مگر یہاں یہ معنی مراد نہیں۔ الحافظ اور الحُجَّة: اصول حدیث میں ''حافظ'' اس کو کہا جاتا ہے جسے ایک لاکھ احادیث حفظ ہوں۔ اور ''حجت'' وہ ہوتا ہے جسے تین لاکھ احادیث زبانی یاد ہوں۔ اور ''حاکم'' وہ ہوتا ہے جسے سب احادیث متن و اسناد سمیت حفظ ہوں۔ یاد رہے کہ محدثین کے نزدیک ''حفظِ حدیث'' سے مراد ہی یہ ہے کہ حدیث کو سند اور متن سمیت یاد کیا جائے' نیز حدیث کی صحت وسقم کا بھی علم ہو' غرض حدیث سے متعلق پوری معلومات ہوں۔ النسائي: یہ امام صاحب کے پیدائشی شہر کی طرف نسبت ہے یہ علاقہ خراسان (ترکمانستان) میں مرو کے قریب ایک شہر ہے۔ اس شہر کا نام نَسأ یا نَسَاء ہے اس کی نسبت سے امام صاحب کو نسائي یا نسوي کہا جاتا ہے۔ الرباني' الصمدانی: یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ ''ربانی'' رب کی طرف اور ''صمدانی'' صمد کی طرف منسوب ہے۔ ''رب'' اور ''صمد'' اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ گویا ان دونوں کا معنی ہوا ''اللہ والا''۔ اسی لیے ترجمے میں ایک کا ترجمہ کافی سمجھا گیا ہے۔ دونوں میں نسبت کے وقت ''ان'' کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ معنی میں مبالغہ ہو۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

(المعجم ١) كِتَابُ الطَّهَارَةِ (التحفة ١)

طہارت سے متعلق احکام ومسائل

(المعجم ١) - تَأْوِيلُ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ إِلَى ٱلۡمَرَافِقِ﴾ [المائدة: ٦] (التحفة ١)

باب:۱- اللہ تعالیٰ کے فرمان: ”جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ۔“ کی تفسیر

١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ».

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ وضو کے پانی میں نہ ڈالے حتی کہ اسے تین دفعہ دھو لے کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ (رات بھر کہاں کہاں لگتا رہا ہے۔)“

فوائد ومسائل: ① مذکورہ حدیث سے امام نسائی رحمہ اللہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرنے کے لیے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے انھیں تین دفعہ دھو لینا چاہیے، اس کے بعد وضو کا آغاز کرنا چاہیے۔ ② اس سے یہ مسئلہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ وضو کا پانی نجس نہ ہو جیسا کہ دیگر احادیث میں اس کی صراحت آئی ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الوضوء، حدیث:۱۸۵، ۱۸٦، وصحیح مسلم، الطهارة، حدیث:۲۳۵) ③ اس حدیث میں رات کی نیند سے اٹھنے کے بعد ہاتھ دھونے کا ذکر ہے، مگر یہ علت عام ہے اور یہی صورت دن کی نیند میں بھی پیش آ سکتی ہے، اس لیے عموم علت کی وجہ سے ہر نیند کے بعد ہاتھ دھونا ضروری ہیں۔ ④ وضو کا مقصد صرف شرعی طہارت ہی نہیں بلکہ جسمانی صفائی بھی ہے۔ ⑤ نظر نہ آنے والی نجاست، مثلاً: پیشاب خشک ہو جائے، یا مشکوک چیز لگ

١ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب كراهة غمس المتوضىء وغيره يده المشكوك في نجاستها . . . الخ، ح: ٢٧٨ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في السنن الكبرٰى للنسائي، ح: ١ .

جائے تو انھیں تین دفعہ دھونا بہتر ہے' اس طرح وہ پاک ہو جائے گی' البتہ اگر نجاست نظر آ رہی ہو یا محسوس ہو رہی ہو تو اس کا زائل کرنا ضروری ہے۔

(المعجم ٢) - **بَابُ السِّوَاكِ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ** (التحفة ٢)

باب:٢- جب رات کو نیند سے اٹھے تو مسواک کرے

٢- **أَخْبَرَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَقُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

٢- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رات کو نیند سے اٹھتے' تو اپنے دہن مبارک کو مسواک کے ذریعے سے صاف فرماتے۔

فوائد ومسائل: ① نیند سے بیداری کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے' مگر یہ وضو کا حصہ نہیں کیونکہ نبی ﷺ کے ہر وضو میں مسواک کا ذکر نہیں' اگرچہ آپ نے ہر وضو کے ساتھ مسواک کی تاکید فرمائی ہے۔ ② مسواک اسم آلہ ہے' یعنی جس چیز سے بھی منہ کی صفائی ممکن ہو' خواہ وہ درخت کی لکڑی ہو یا بالوں والا برش یا کوئی محلول وغیرہ۔ لیکن افضل یہ ہے کہ مسواک پیلو کے درخت کی ہو کیونکہ اس میں سنت پر عمل کے ساتھ ساتھ طبی فوائد کا حصول بھی ہے۔ واللہ أعلم۔ ③ یَشُوصُ کے معنی دانتوں کو ملنے اور صاف کرنے کے ہیں۔ امام خطابی رحمہ اللہ اس ملنے کی کیفیت کی بابت لکھتے ہیں کہ دانتوں کو مسواک کے ساتھ عرض کے بل صاف کرنا شوص کہلاتا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مسواک کے ساتھ دانتوں کو اوپر سے نیچے کی جانب صاف کرنا شوص ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبٰی شرح سنن النسائي للعلامة علي بن آدم إتيوبي: ١/٢٢٦)

(المعجم ٣) - **بَابٌ: كَيْفَ يَسْتَاكُ** (التحفة ٣)

باب:٣- مسواک کیسے کرے؟

٣- **أَخْبَرَنَا** أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا غَيْلَانُ ابْنُ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى

٣- حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس گیا تو آپ دانت صاف فرما رہے تھے اور مسواک کا سرا آپ کی زبان مبارک پر تھا

٢- أخرجه البخاري، الوضوء، باب السواك، ح: ٢٤٥ وغيره، ومسلم، الطهارة، باب السواك، ح: ٢٥٥ من حديث جرير بن عبدالحميد عن منصور بن المعتمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢.

٣- أخرجه البخاري، الوضوء، باب السواك، ح: ٢٤٤، ومسلم، الطهارة، باب السواك، ح: ٢٥٤ من حديث حماد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣.

قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَسْتَاكُ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهِ وَهُوَ يَقُولُ: «عَأُعَأُ».

اور آپ [عَأُ عَأُ] کر رہے تھے۔

فوائد و مسائل: ① مسواک کا مقصد منہ کی صفائی ہے' لہٰذا مسواک اس انداز سے کی جائے کہ نہ صرف دانتوں کی صفائی ہو' بلکہ زبان اور حلق بھی ہر قسم کی آلودگی سے صاف ہو جائیں۔ ② مسواک کرتے وقت اگرچہ چہرہ متغیر ہونے کا امکان ہوتا ہے' مگر اس کی پروانہیں کرنی چاہیے اور نہ اسے خلاف مروت اور اپنی شخصیت کے خلاف ہی سمجھنا چاہیے بلکہ بلاجھجک ہر کسی کے سامنے مسواک کی جاسکتی ہے۔

(المعجم ٤) - **بَابٌ: هَلْ يَسْتَاكُ الْإِمَامُ بِحَضْرَةِ رَعِيَّتِهِ** (التحفة ٤)

باب:۴- کیا حاکم اپنے ماتحتوں کے سامنے مسواک کر سکتا ہے؟

٤- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى - وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ ابْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَمَعِيَ رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتَاكُ فَكِلَاهُمَا يَسْأَلُ الْعَمَلَ، قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ نَبِيًّا بِالْحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلٰى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ قَلَصَتْ فَقَالَ: «إِنَّا لَا» أَوْ، «لَنْ نَسْتَعِينَ عَلَى الْعَمَلِ مَنْ أَرَادَهُ وَلٰكِنِ اذْهَبْ

۴- حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس آیا' جب کہ میرے ساتھ دو اشعری اور بھی تھے۔ ایک میرے دائیں تھا اور دوسرا میرے بائیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ مسواک فرما رہے تھے۔ ان دونوں نے آپ سے کوئی عہدہ مانگا۔ میں نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا! انھوں نے مجھے اپنے دلی ارادے سے مطلع نہیں کیا اور نہ مجھے اندازہ ہی تھا کہ یہ کوئی عہدہ مانگیں گے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی مسواک آپ کے ہونٹ مبارک کے نیچے ہے اور ہونٹ سکڑا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تحقیق ہم سرکاری منصب پر کسی ایسے شخص کا تعاون حاصل نہیں کرتے (یا ہرگز نہیں کریں گے) جو اس کا طلب گار

٤ـ أخرجه البخاري، استتابة المرتدين، باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم، ح: ٦٩٢٣، ومسلم، الإمارة، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها، ح: ١٧٣٣ قبل، ح: ١٨٢٥ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨.

أَنْتَ» فَبَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ ثُمَّ أَرْدَفَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

ہو لیکن (اے ابوموسیٰ!) تو (عہدے پر) جا۔" پھر آپ نے انھیں (ابوموسیٰ کو حاکم بنا کر) یمن بھیج دیا۔ پھر آپ نے ان کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی بھیج دیا۔

فوائد ومسائل: ① مسئلۃ الباب (امام کا اپنی رعایا یا کسی عظیم الشان شخصیت کا اپنے عقیدت مند افراد کے سامنے مسواک کرنا اس کی شان کے خلاف نہیں اور نہ یہ خلاف شرع ہے) کے علاوہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی عہدے کی طلب بذات خود جائز نہیں بلکہ اسے حاکم کی رائے پر چھوڑ دینا چاہیے البتہ اگر حاکم خود کسی منصب یا عہدے کے لیے درخواستیں طلب کرے تو اپنے آپ کو پیش کرنا جائز ہے جیسے جنگ خندق کے موقع پر آپ نے پوچھا: قریش کی خبر کون لائے گا؟ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ (صحیح البخاري، الجهاد والسیر، حدیث:٢٨٤٦) گویا آج کل نوکریوں کے لیے درخواست دینے کا طریق کار درست ہے البتہ حصول اقتدار کی خاطر اپنے آپ کو پیش کرنا درست نہیں۔ واللہ أعلم۔ ② کسی عہدے کے طالب یا حریص کو عہدہ نہ دیا جائے کیونکہ اولاً تو حریص آدمی اپنے عہدے سے انصاف نہیں کر سکے گا بلکہ اسے شان و شوکت یا دولت کے حصول کا ذریعہ بنائے گا۔ ثانیاً: ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور توفیق نہیں ملے گی جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے۔ (صحیح البخاري، الأیمان والنذور، حدیث:٦٦٢٢، وصحیح مسلم، الأیمان، حدیث: ١٦٥٢) لیکن اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی اس ذمے داری کو صحیح طرح نہیں نبھا سکے گا تو وہ اس ذمے داری کو کماحقہ نبھانے کی خاطر اس کا مطالبہ کر سکتا ہے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ﴾ (یوسف:١٢:٥٥) "مجھے اس زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے، بے شک میں پوری حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں۔" اسی طرح حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے نبئ اکرم ﷺ سے عرض کی مجھے اپنی قوم کا امام بنا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: "تم ان کے امام ہو اور ان کے ضعیف ترین کا خیال رکھنا۔" (سنن أبي داود، الصلاة، حدیث:٥٣١) ③ مسواک دائیں بائیں کے علاوہ اوپر نیچے کے رخ پر بھی کی جائے تاکہ مسواک کے ریشوں سے دانتوں کے درمیان پھنسی ہوئی آلودگی بھی نکل سکے، حدیث میں لفظ [قَلَصَتْ] اس پر دلالت کرتا ہے۔

(المعجم ٥) - اَلتَّرْغِيبُ فِي السِّوَاكِ (التحفة ٥)

باب:٥-مسواک کرنے کی ترغیب

٥- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ وَمُحَمَّدُ

٥- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی ﷺ

٥- [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ١٢٤ من حديث يزيد بن زريع به، وتابعه الدراوردي عند أبي يعلى: ٨/٣١٥، ◄◄

ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى عَنْ يَزِيدَ - وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ - قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي عَتِيقٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ».

نے فرمایا: ''مسواک منہ کی صفائی و پاکیزگی اور رب تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔''

فوائد ومسائل: ① مسواک سے منہ پاک وصاف ہو جاتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ سے مناجات اور تلاوت کلام پاک کے مناسب حال ہو جاتا ہے اور فرشتے اس کے قریب آتے ہیں کیونکہ وہ بدبو اور ہر اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جس سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب انسان قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور قرآن سنتا ہے حتی کہ قرآن سنتے سنتے اس کے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اپنا منہ پڑھنے والے کے منہ پر رکھ دیتا ہے' پھر پڑھنے والا جو آیت بھی پڑھتا ہے تو وہ فرشتے کے اندر چلی جاتی ہے' اسی لیے فرمایا کہ قرآن پڑھتے وقت منہ کو صاف رکھو۔ (سلسة الأحاديث الصحيحة: ۲۱۴/۳' ۲۱۵' حدیث: ۱۲۱۳) ② مسواک ہر وقت استعمال کرنا مستحب ہے۔ ③ طبی نقطۂ نظر سے یہ کھانا ہضم کرنے میں بہترین معاون ہے۔ ④ اس باب کا مقصد یہ ہے کہ مسواک فضیلت والی چیز ہے' مگر فرض نہیں اور نہ یہ وضو کا جز ہے۔ لیکن بیک وقت دینی ودنیوی فوائد کے حصول کا ذریعہ ضرور ہے۔

(المعجم ٦) - اَلْإِكْثَارُ فِي السِّوَاكِ (التحفة ٦)

باب:٦- کثرت سے مسواک کرنے کی تاکید

٦- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ وَعِمْرَانُ ابْنُ مُوسٰى قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ [قَالَ]: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ».

٦- حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق میں نے مسواک کے بارے میں تمھیں بہت تاکید کی ہے۔''

فائدہ: الشرح الکبیر کی تخریج کرتے ہوئے علامہ ابن ملقن ؒ مسواک سے متعلق آخری حدیث کے

◀◀ ح: ٤٩١٦، وسنده حسن، وهو في الكبرٰى، ح: ٤، وعلقه البخاري، الصوم، باب سواك الرطب واليابس للصائم قبل، ح: ١٩٣٤، وللحديث شواهد كثيرة عند ابن خزيمة، ح: ١٣٥، وأحمد وغيرهما.

٦ـ أخرجه البخاري، الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، ح: ٨٨٨ من حديث عبدالوارث بن سعيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٥.

بعد فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں مصنف نے سو سے زیادہ احادیث ذکر کی ہیں اور یہ بہت بڑی تعداد ہے۔ پھر کہتے ہیں: یہ تعجب کی بات ہے ایک ہی سنت سے متعلق اس قدر احادیث منقول ہیں جبکہ بہت سے لوگ بلکہ اکثر فقہاء اس سنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ دیکھیے: (البدر المنیر: ۲۲۳/۳) اگر چہ یہ تعداد صحیح وضعیف ہر قسم کی احادیث سمیت بنتی ہے لیکن ان سے اس عظیم سنت کی اہمیت بالکل واضح ہے۔

(المعجم ٧) - اَلرُّخْصَةُ فِي السِّوَاكِ بِالْعَشِيِّ لِلصَّائِمِ (التحفة ٧)

باب: ۷- روزے دار کو پچھلے پہر مسواک کرنے کی اجازت ہے

٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ».

۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“

فوائد ومسائل: ① مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ مسواک کرنا فرض ہے نہ جزو وضو البتہ یہ عمل مؤکد اور مستحب ہے۔ ② ”ہر نماز کے وقت“ کے عموم کے تحت پچھلے پہر کی نمازیں (ظہر وعصر) بھی آ جاتی ہیں لہٰذا ہر نمازی مسواک کر سکتا ہے روزے دار ہو یا غیر روزے دار، جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے روزے دار کے لیے پچھلے پہر مسواک کرنے کو اچھا نہیں سمجھا کہ اس سے خلوف (منہ کی وہ بو جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے روزے دار کے منہ سے نکلتی ہے) زائل ہونے کا خطرہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مسواک سے میل کچیل اور بدبو دور ہوتی ہے (جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے) نہ کہ خلوف کیونکہ اس کا تعلق تو معدے سے ہے۔ ③ بعض اہل علم کا قول ہے کہ ہر نماز کے وقت سے مراد وضو کے وقت مسواک کرنا ہے نہ کہ عین نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت کیونکہ اس صورت میں کلی کیے بغیر منہ کی آلودگی ختم نہ ہوگی۔ لیکن مذکورہ بالا توجیہ ظاہر نص کے خلاف ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص التزام سے مسواک کرتا ہے اس کا منہ آلودگی سے عموماً صاف ہی ہوتا ہے لہٰذا اس مسئلے میں وارد احادیث کے الفاظ مختلف ہیں بعض میں عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ اور بعض میں عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ اور کچھ کے الفاظ ہیں مَعَ الْوُضُوءِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ اس لیے ان روایات کے ظاہر کے پیش نظر اکثر علماء کا یہی موقف ہے کہ عین نماز کے وقت بھی مسواک کرنا مستحب ہے۔ اس طریقے سے نبی اکرم

٧ـ أخرجه البخاري، الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، ح: ٨٨٧ من حديث مالك، ومسلم، الطهارة، باب السواك، ح: ٢٥٢ من حديث أبي الزناد به، وهو في الموطأ: ١/ ٦٦ دون قوله: "عند كل صلاة" وهو في الكبرٰى، ح: ٦.

ﷺ سے منقول دونوں احادیث پر عمل ہو جاتا ہے جبکہ کراہت کا موقف ان کے ہاں بے دلیل ہے۔ واللہ أعلم۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (التعلیقات السلفیة، ۱/۵۱، طبعة جدیدة)

(المعجم ٨) - اَلسِّوَاكُ فِي كُلِّ حِينٍ (التحفة ٨)

باب:٨-مسواک ہر وقت کی جاسکتی ہے

٨- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسٰى - وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ - عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْمِقْدَامِ - وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحٍ - عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ.

٨-قاضی شریح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا کہ نبی ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے کون سا کام کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: مسواک کرتے۔

فوائد و مسائل: ① یہ باب پچھلے باب کا تسلسل بھی ہوسکتا ہے کہ آپ جب بھی گھر تشریف لاتے، مسواک کرتے۔ ظاہر ہے آپ اکثر روزہ دار ہوتے تھے لہٰذا روزہ دار ہر وقت مسواک کرسکتا ہے۔ ② ''ہر وقت میں'' عرفی استغراق (عموم) ہے نہ کہ حقیقی۔ ورنہ بہت سے اوقات عقلاً و شرعاً مستثنیٰ ہیں، مثلاً: نماز و قراءت کے درمیان، کھانا کھاتے ہوئے، باتیں کرتے ہوئے اور قضائے حاجت وغیرہ کے دوران میں وغیرہ۔ واللہ أعلم۔

ذِكْرُ الْفِطْرَةِ

امور فطرت کا بیان

(المعجم ٩) - اَلاخْتِتَانُ (التحفة ٩)

باب:٩-ختنہ کروانا

٩- أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ: اَلاخْتِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمُ

٩-حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا: ''پانچ چیزیں فطری ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف کے بال مونڈنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن تراشنا اور بغلوں کے بال اکھیڑنا۔''

٨_ أخرجه مسلم، الطهارة، باب السواك، ح: ٢٥٣ من حديث مسعر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧.

٩_ أخرجه البخاري، اللباس، باب قص الشارب، ح: ٥٨٨٨_٥٨٩٠ من حديث ابن شهاب الزهري به وغيره، ومسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، ح: ٢٥٧/ ٥٠ من حديث ابن وهب به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠، وانظر الحديث الآتي (١١).

الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ».

فوائد ومسائل: ① ان امور کو فطرت قرار دینے سے مراد یہ ہے کہ انسان کی فطرت سلیمہ ان چیزوں کا تقاضا کرتی ہے۔ دین اسلام کو بھی اسی لیے فطرت کہا گیا ہے کہ وہ انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ ② ان امور کو فطرت قرار دینے کی یہ وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے ہر نبی اور رسول کو ان امور کا حکم دیا' گویا یہ احکام ایسے فطری اور جبلی ہیں کہ ان پر انسانوں کی پیدائش ہوئی۔ فطرت کے معنی پیدائش ہیں۔ ③ ختنے کو فطری امور میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ ختنہ نہ کرانے کی صورت میں قلفہ (حشفے پر زائد چمڑا) طہارت میں مانع بن سکتا ہے' پیشاب کے قطرے اس میں اٹک سکتے ہیں اور جماع کے بعد حشفہ کی صفائی نہ ہو سکے گی۔ طہارت سے قطع نظر قلفہ جراثیم کی آماجگاہ بھی بن سکتا ہے' لہٰذا قلفے کو کاٹ دینا عقلی اور فطری تقاضا ہے۔

(المعجم ١٠) - تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ (التحفة ١٠)

باب: ١٠- ناخن تراشنا

١٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ مَعْمَرًا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَالاِسْتِحْدَادُ وَالْخِتَانُ».

١٠- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''پانچ چیزیں فطری ہیں: مونچھوں کو کاٹنا' بغلوں کے بال اکھیڑنا' ناخن تراشنا' زیر ناف کے بال صاف کرنا اور ختنہ کرانا۔''

فوائد ومسائل: ① ناخن تراشنے کو فطری امور میں اس لیے داخل کیا گیا ہے کہ ناخن نجاست اور میل کچیل کو جمع رکھنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں' جو طہارت سے مانع ہے' نیز دیکھنے میں بھی برے لگتے ہیں اور حیوانات کے ساتھ تشبیہ ہوتی ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا فرمایا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (التين ٩٥:٤) ''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا فرمایا ہے۔'' زیادہ بڑے ناخن کسی کو یا اپنے آپ کو زخمی کر سکتے ہیں' اس لیے فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے کہ زائد ناخن تراش دیے جائیں۔ ② انسانیت کے ابتدائی دور میں جب آلات ایجاد نہ ہوئے تھے'

١٠- [صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٢٢٩ عن المعتمر بن سليمان، والترمذي، الأدب، باب ماجاء في تقليم الأظفار، ح: ٢٧٥٦ من حديث معمر بن راشد به، وهو متفق عليه من حديث الزهري، انظر الحديث السابق والآتي، والحديث في السنن الكبرٰى للنسائي رحمه الله، ح: ١١.

ناخن ذبح وغیرہ کے کام آتے تھے۔اب آلات کی موجودگی میں اس استعمال کی نہ صرف ضرورت باقی نہیں رہی بلکہ یہ قبیح اور ممنوع بھی ہے' اسی لیے ناخن اور دانت سے ذبح کرنے کو شریعت اسلامیہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔ (صحيح البخاري' الشركة، حديث:٢٤٨٨' وصحيح مسلم' الأضاحي' حديث:١٩٦٨)

(المعجم ١١) - نَتْفُ الْإِبْطِ (التحفة ١١)

باب:١١-بغلوں کے بال اکھیڑنا

١١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: اَلْخِتَانُ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَأَخْذُ الشَّارِبِ».

١١-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرانا' زیرناف کے بال مونڈنا' بغلوں کے بال اکھیڑنا' ناخن کاٹنا اور مونچھیں تراشنا۔''

فوائد ومسائل: ① بغلوں کے بال گلٹیوں کی حفاظت کے لیے ہوتے ہیں۔انھیں گرم رکھتے ہیں مگر چونکہ کام کاج کے دوران میں بازو ننگے ہو جاتے ہیں' بغلیں نظر آتی ہیں جس سے بغلوں کے بال قبیح محسوس ہوں گے' نیز ان میں میل کچیل بھی جمع ہو جاتا ہے۔پسینہ زیادہ آتا ہے اور بال صفائی سے مانع ہوں گے' اس لیے انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے کہ بغلوں کو بالوں سے صاف رکھا جائے۔ ② احادیث میں بغلوں کے بال مونڈنے کی بجائے اکھاڑنے کا ذکر ہے' یہ اس لیے کہ مونڈنے سے بال زیادہ اور موٹے ہو جاتے ہیں جب کہ اکھاڑنے سے بال کم اور باریک ہو جاتے ہیں۔ان میں نرمی رہتی ہے' چبھتے نہیں۔ پسینے اور بدبو میں کمی ہوتی ہے' نیز بغل کے بال اکھاڑنے سے تکلیف بھی نہیں ہوتی' لہٰذا انھیں مونڈنے کی بجائے اکھیڑنا بہتر ہے' البتہ اگر کوئی شخص بال اکھیڑنے سے تکلیف محسوس کرے تو مونڈ بھی سکتا ہے کیونکہ اصل مقصد تو بالوں کی صفائی ہے۔

(المعجم ١٢) - حَلْقُ الْعَانَةِ (التحفة ١٢)

باب:١٢-زیرناف کے بال مونڈنا

١٢- أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ

١٢-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ناخن تراشنا' مونچھیں کاٹنا اور

١١ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب قص الشارب، ح: ٥٨٨٩، ومسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، ح: ٢٥٧ من حديث سفيان بن عيينة به، انظر الحديث المتقدم: ٩، وهو في الكبرٰى، ح: ٩.

١٢ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب تقليم الأظفار، ح: ٥٨٩٠ من حديث حنظلة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٢ مختصرا.

حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْفِطْرَةُ قَصُّ الْأَظْفَارِ، وَأَخْذُ الشَّارِبِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ»

زیرناف کے بال مونڈنا فطرت (کا تقاضا) ہے۔“

فوائد و مسائل: ① زیرناف کے بال صاف کرنا اس لیے فطرت میں شامل ہے کہ جماع کے وقت بڑے بال نجاست سے آلودہ ہو سکتے ہیں۔ صفائی مشکل ہوگی خصوصاً جب پانی نہ ہو یا کم ہو، لہٰذا انھیں مونڈنا ضروری ہے تاکہ نجاست اور بدبو سے بچا جا سکے۔ ② حدیث میں حلق کا لفظ آیا ہے، مگر اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی طریقے سے ان بالوں کو صاف کیا جا سکتا ہے۔ مونڈ کر یا دوائی لگا کر یا اکھیڑ کر یا کاٹ کر مگر طبی نقطۂ نظر سے مونڈنا ہی مفید ہے۔ اس سے قوت مردمی بڑھتی یا قائم رہتی ہے، نیز اس حکم میں مرد و عورت برابر ہیں۔ ③ شرم گاہ میں صرف اگلی شرم گاہ شامل ہے جبکہ بعض علماء کے نزدیک اس میں، اگلی پچھلی دونوں شرم گاہیں شامل ہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١٣) - قَصُّ الشَّارِبِ (التحفة ١٣)

باب: ١٣- مونچھیں کاٹنا

١٣- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَمْ يَأْخُذْ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا»

١٣- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنی مونچھیں نہ کاٹے وہ ہم میں سے نہیں۔“

فوائد و مسائل: ① مونچھیں، بلوغت کا نشان ہیں، اس سے بچے اور بڑے میں تمیز ہوتی ہے، مگر یہ منہ کے اوپر ہوتی ہیں، زیادہ بڑی ہو جائیں تو کھانے پینے کی چیزوں کو لگیں گی۔ خود بھی آلودہ ہوں گی اور کھانے پینے کی چیزیں بھی گرد و غبار وغیرہ سمیت پیٹ میں جائیں گی، لہٰذا بالائی ہونٹ سے نیچے مونچھوں کو کاٹنا عقلی تقاضا ہے۔ شریعت اسلامیہ کا حکم بھی یہی، البتہ مونچھوں کے کنارے جو ڈاڑھی سے مل جائیں، بغیر کاٹے رکھے جا سکتے ہیں۔ ② مذکورہ احادیث میں پانچ فطری امور ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف یہ پانچ چیزیں ہی فطرت میں داخل ہیں بلکہ دوسری احادیث میں ان کے علاوہ کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر ہے، مثلاً: ایک روایت

١٣- [صحيح] أخرجه الترمذي، الأدب، باب ماجاء في قص الشارب، ح: ٢٧٦١ من حديث عبيدة به، وتابعه يحيى بن سعيد القطان عند الترمذي، ح: ٢٧٦١، والمعتمر بن سليمان عند النسائي (الصغرٰى)، ح: ٥٠٥٠، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ١٤٨١.

میں ہے:[عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ] ''دس چیزیں فطرت سے ہیں۔'' (صحیح مسلم' الطهارة' حديث:٢٦١)
ان کا ذکر ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گا۔

فوائد و مسائل: ① مونچھیں بلوغت کا نشان ہیں' اس سے بچے اور بڑے میں تمیز ہوتی ہے' مگر یہ منہ کے اوپر ہوتی ہیں' زیادہ بڑی ہو جائیں تو کھانے پینے کی چیزوں کو لگیں گی۔ خود بھی آلودہ ہوں گی اور کھانے پینے کی چیزیں بھی گرد و غبار وغیرہ سمیت پیٹ میں جائیں گی' لہٰذا بالائی ہونٹ سے نیچے مونچھوں کو کاٹنا عقلی تقاضا ہے۔ شریعت اسلامیہ کا حکم بھی یہی' البتہ مونچھوں کے کنارے جو ڈاڑھی سے مل جائیں' بغیر کاٹے رکھے جا سکتے ہیں۔
② مذکورہ احادیث میں پانچ فطری امور ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف یہ پانچ چیزیں ہی فطرت میں داخل ہیں بلکہ دوسری احادیث میں ان کے علاوہ کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر ہے' مثلاً: ایک روایت
میں ہے:[عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ] ''دس چیزیں فطرت سے ہیں۔'' (صحیح مسلم' الطهارة' حديث:٢٦١)
ان کا ذکر ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گا۔

(المعجم ١٤) - اَلتَّوْقِيتُ فِي ذٰلِكَ (التحفة ١٤)

باب:١٤-ان کاموں کے لیے مدت کا تعین

١٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ - هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ - عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: وَقَّتَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ وَنَتْفِ الْإِبْطِ، أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَقَالَ مَرَّةً أُخْرٰى: أَرْبَعِينَ لَيْلَةً.

١٤- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مونچھیں کاٹنے' ناخن تراشنے' زیر ناف کے بال مونڈنے اور بغلوں کے بال اکھیڑنے کے لیے یہ مدت مقرر کی ہے کہ ہم چالیس دن سے زائد نہ گزرنے دیں۔ اور ایک دفعہ راوی نے چالیس رات کہا۔

فوائد و مسائل: ① دن اور رات ایک دوسرے کو لازم ہیں' لہٰذا دن کہا جائے یا رات' کوئی فرق نہیں پڑتا۔
② چالیس دن آخری حد ہے' ورنہ جب بھی ضرورت محسوس ہو' یعنی طبیعت کو گھن آئے یا گندگی اور میل کچیل جمع ہونے لگے' تو صفائی کی جا سکتی ہے' بال ہوں یا ناخن۔

(المعجم ١٥) - إِخْفَاءُ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللُّحٰى (التحفة ١٥)

باب:١٥-مونچھیں ختم کرنا اور ڈاڑھی رکھنا

١٤- أخرجه مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، ح:٢٥٨ عن قتيبة بن سعيد به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥.

١٥- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى - هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ - عَنْ عُبَيْدِ اللهِ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحٰى».

۱۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''مونچھیں خوب منڈاؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں: [أَحْفُوا الشَّوَارِبَ] ''مونچھیں خوب منڈاؤ'' کے الفاظ ہیں' جب کہ اس سے پہلی روایات میں کاٹنے کا ذکر ہے' گویا یہاں مبالغہ مقصود ہے' ورنہ مراد کاٹنا ہی ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ دونوں طریقے جائز ہیں۔ اگرچہ امام مالک رحمہ اللہ نے مونچھیں مونڈنے کو ناپسند کیا ہے کہ اس سے مرد کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے' نیز اس میں عورت سے مشابہت ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے اس استدلال کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا' خصوصاً جب کہ مذکورہ تطبیق ممکن ہے۔ ② ڈاڑھی رکھنے یا بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے مونچھوں کی طرح کاٹا نہ جائے کیونکہ ڈاڑھی مرد کی خصوصیت ہے۔ اور اسے مونڈنا یا کاٹنا عورت کی مشابہت ہے اور یہ حرام ہے۔

(المعجم ١٦) - اَلْإِبْعَادُ عِنْدَ إِرَادَةِ الْحَاجَةِ (التحفة ١٦)

باب: ۱۶- قضائے حاجت کے لیے دور جانا

١٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْخَطْمِيُّ عُمَيْرُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ فُضَيْلٍ وَعُمَارَةُ بْنُ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى الْخَلَاءِ وَكَانَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ أَبْعَدَ.

۱۶- حضرت عبدالرحمٰن بن ابو قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں رسول اللہ کے ساتھ میدان میں گیا اور آپ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو دور جاتے۔

١٥ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب إعفاء اللحى، ح: ٥٨٩٣ من حديث عبيدالله بن عمر به، ومسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، ح: ٢٥٩ من حديث يحيى القطان، وهو في الكبرٰى، ح: ١٣.

١٦ـ [إسناده حسن] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب التباعد للبراز في الفضاء، ح: ٣٣٤ من حديث يحيى القطان به، وحسنه الحافظ في الإصابة: ٢/ ٤١٩، ت: ٥١٨٥، وهو في الكبرٰى، ح: ١٧.

١٧ - أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ [قَالَ]: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ أَبْعَدَ قَالَ: فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ وَهُوَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَقَالَ: «ائْتِنِي بِوَضُوءٍ» فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

قَالَ الشَّيْخُ: إِسْمَاعِيلُ هُوَ ابْنُ جَعْفَرِ ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ الْقَارِئُ.

١٧- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو دور جاتے۔ انھوں نے کہا: ایک دفعہ آپ ایک سفر میں تھے کہ قضائے حاجت کے لیے گئے تو مجھ سے فرمایا: ’’میرے پاس وضو کے لیے پانی لاؤ۔‘‘ میں پانی لایا تو آپ نے وضوفرمایا اور موزوں پر مسح کیا۔

شیخ ابن سُنّی رحمہ اللہ نے فرمایا: (سند میں مذکور راوی) اسماعیل سے مراد (اسماعیل القاری) ابن جعفر بن ابوکثیر ہیں۔

فوائد ومسائل: ① یہ مقولہ شیخ ابن سنی کے کسی شاگرد کا ہے۔ شیخ ابن سُنّی‘ امام نسائی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں جنھوں نے امام صاحب سے سنن نسائی کا یہ نسخہ نقل کیا اور آگے بیان فرمایا۔ ② قضائے حاجت کے لیے آبادی سے باہر جانا یا بند کمرہ (لیٹرین) استعمال کرنا ضروری ہے تاکہ لوگوں کی نگاہوں سے دور ہو‘ انھیں بدبو محسوس نہ ہو اور بیماریاں نہ پھیلیں۔ قضائے حاجت کی آواز کا سنائی دینا بھی معیوب ہے۔ آج کل لیٹرینیں اگرچہ گھروں کے اندر ہوتی ہیں‘ مگر وہ ان تمام مقاصد کو بطریق احسن پورا کرتی ہیں جو دور جانے سے مقصود ہیں‘ لہٰذا ان کا استعمال بطریق اولیٰ درست ہے۔

(المعجم ١٧) - اَلرُّخْصَةُ فِي تَرْكِ ذٰلِكَ (التحفة ١٧)

باب:١٧- دور نہ جانے کی رخصت

١٨ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا

١٨- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ انھوں نے کہا: میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا کہ

١٧_[صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التخلي عند قضاء الحاجة، ح: ١ من حديث محمد بن عمرو، وابن ماجه، الطهارة، باب التباعد للبراز في الفضاء، ح: ٣٣١ (انظر الحديث السابق) من حديث إسماعيل ابن علية عن محمد بن عمرو به، وقال الترمذي، ح: ٢٠ "حسن صحيح"، وصححه ابن خزيمة: ١/ ٣٠، ح: ٥٠، والبغوي (شرح السنة: ١/ ٣٧٣، ح: ١٨٤)، والحاكم: ١/ ١٤٠ على شرط مسلم، ووافقه الذهبي، وسنده حسن، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦، وله طريق آخر عند أحمد: ٤/ ٢٤٤، ٢٤٩، ٢٥٠ وغيره، وصححه النووي في المجموع: ٢/ ٧٧.

١٨_ أخرجه البخاري، الوضوء، باب البول قائمًا وقاعدًا، ح: ٢٢٤، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ٢٧٣ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٨.

الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَانْتَهٰى إِلٰى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا، فَتَنَحَّيْتُ عَنْهُ فَدَعَانِي وَكُنْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ حَتّٰى فَرَغَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ.

آپ ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے پاس پہنچے تو آپ نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ (آپ کے پیشاب کرنے سے پہلے) میں ایک طرف ہٹا تو آپ نے مجھے بلایا۔ میں آپ کی ایڑیوں کے پاس (دوسری طرف منہ کرکے) کھڑا رہا حتی کہ آپ فارغ ہو گئے۔ پھر آپ نے وضو فرمایا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت مختصر ہے جس سے بعض غلط فہمیوں کا امکان ہے اس لیے ترجمے میں قوسین کے ذریعے سے وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ صحیح صورت واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوڑے کے ڈھیر پر پیشاب کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حسب معمول آپ سے دور ہونے لگے لیکن چونکہ آپ کو صرف پیشاب کی حاجت تھی جس میں آواز یا بدبو کا امکان نہ تھا (خصوصاً قیام کی حالت میں) اس لیے آپ نے انھیں کہا: ''اے حذیفہ! مجھے اوٹ کرو۔'' وہ آپ سے قریب پچھلی طرف دوسری جانب منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ (ایڑیوں کے قریب سے مراد مطلق قرب ہے نہ کہ حقیقتاً ایڑیوں سے ایڑیاں ملا کر۔) اس طرح آپ کی طرف نظر کا امکان نہ رہا اور پورا پردہ ہو گیا۔ ② نبی اکرم ﷺ کی عام عادت بیٹھ کر پیشاب کرنے ہی کی تھی مگر مذکورہ واقعہ میں آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس کی مختلف عقلی ونقلی توجیہات کی گئی ہیں، مثلاً: ڈھیر کی گندگی سے بچنے کے لیے کیونکہ ڈھیر پر بیٹھنے کی صورت میں کپڑوں یا جسم کو گندگی لگ سکتی تھی یا اس لیے کہ پیشاب کی دھار دور گرے۔ بیٹھنے کی صورت میں پیشاب قریب گرتا اور واپس پاؤں کی طرف آتا، نیز چھینٹے بھی پڑتے یا گھٹنے میں تکلیف کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا جیسا کہ بیہقی کی ایک ضعیف روایت میں ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیھقي: ١/١٠١) یا کمر درد کے علاج کے لیے جیسا کہ اطباء کا خیال تھا۔ بہر حال مذکورہ توجیہات کی روشنی میں عمومی رائے یہی ہے کہ آپ کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ان میں سے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی، لیکن تحقیق یہ ہے کہ ان مذکورہ وجوہ میں سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کوئی ایک وجہ بھی بسند صحیح ثابت نہیں، اس لیے اس کے مقابلے میں ایک دوسری رائے بھی ہے جسے امام نووی رحمہ اللہ وغیرہ نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب صرف بیان جواز کے لیے کیا ہے جبکہ آپ کی عام عادت بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تھی۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الطھارۃ، حدیث: ٢٧٤، مع شرح النووي) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: [وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ فَعَلَ ذٰلِكَ لِبَيَانِ الْجَوَازِ......] ''زیادہ واضح بات یہ ہے کہ آپ کا یہ عمل صرف بیان جواز کے لیے تھا......'' (فتح الباري: ١/٤٣٠، طبع دارالسلام) نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بارے میں منقول توجیہات کو گویا قابل حجت نہیں سمجھا، بہر حال اگر کوئی شخص ضرورت کے پیش نظر یا کبھی کبھار

بلاضرورت ہی جواز کو پیش نظر رکھتے ہوئے کھڑے ہو کر سنت پر عمل کی خاطر پیشاب کر لیتا ہے تو ان شاءاللہ جائز ہوگا۔ واللّٰه أعلم۔ ③ باب کا مقصد یہ ہے کہ اگر آواز یا بدبو کا خدشہ نہ ہو تو پیشاب کے لیے صرف پردہ کافی ہے' دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(المعجم ١٨) - اَلْقَوْلُ عِنْدَ دُخُولِ الْخَلَاءِ (التحفة ١٨)

باب:١٨- بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت کی دعا

١٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ».

١٩- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہوتے' تو فرماتے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ] ''اے اللہ! میں شرارتی جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

فوائد ومسائل: ① دخول سے مراد ارادۂ دخول ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں صراحت ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الوضوء' حدیث: ١٤٢) لہٰذا یہ دعا بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنی چاہیے۔ بیت الخلا تو گندگی والی جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی تقدیس وتنزیہ ضروری ہے' البتہ اگر کوئی بھول جائے اور داخل ہونے کے بعد یا ننگا ہونے کے بعد یاد آئے تو اس میں صحابہ وتابعین کا اختلاف ہے کہ دل میں پڑھ لے یا رہنے دے۔ یا اگر ابھی کپڑے نہیں اتارے تو باہر آ کر دعا پڑھ کر داخل ہو جائے۔ ② [اَلْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ] خبائث خَبِيثَةٌ کی جمع ہے' مراد جنیاں ہیں۔ خُبُث ''با'' کے ضمہ کے ساتھ ہو تو خَبِيث کی جمع ہے' مراد جن ہیں۔ اگر ''با'' کے سکون کے ساتھ ہو تو اس سے مراد ہر ناپسندیدہ اور مکروہ چیز ہے۔ اس طرح اس کے تحت تمام شریر جن' جنیاں' گندے اخلاق واعمال اور ہر قسم کے نازیبا کلمات واقوال داخل ہیں' لہٰذا اگر اس ضبط کے ساتھ دعا پڑھی جائے تو انسان مذکورہ ہر قسم کے شر اور مکروہات سے محفوظ رہتا ہے جبکہ جن اور جنیوں سے بچاؤ کی خاطر اس حالت میں بطور خاص دعا کی تلقین اس لیے ہے کہ انھیں گندگی اور بدبو سے یک گونہ مناسبت ہے اور اس موقع پر وہ نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح الترمذي لأحمد شاکر: ١/١٠)

١٩- أخرجه البخاري، الوضوء، باب ما يقول عند الخلاء، ح: ١٤٢ من حديث عبدالعزيز به، ومسلم، الحيض، باب ما يقول إذا أراد دخول الخلاء، ح: ٣٧٥ من حديث إسماعيل ابن علية به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٩.

(المعجم ١٩) - **اَلنَّهْيُ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْحَاجَةِ** (التحفة ١٩)

باب:١٩- قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا منع ہے

٢٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ إِسْحَاقَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ بِمِصْرَ يَقُولُ: وَاللّٰهِ! مَا أَدْرِي كَيْفَ أَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْكَرَابِيسِ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ أَوِ الْبَوْلِ، فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا».

٢٠- رافع بن اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو شہر مصر میں یہ کہتے سنا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ ان بیت الخلاؤں کو کیا کروں (جو کہ قبلے رخ بنے ہوئے ہیں) حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ''جب تم میں سے کوئی بول و براز کے لیے جائے' تو قبلے کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ۔''

فوائد ومسائل: ① صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں مصر کی بجائے شام کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاري' الصلاة' حدیث: ٣٩٤' وصحیح مسلم' الطهارة' حدیث: ٢٦٤) ممکن ہے دونوں جگہ یہ صورت حال پیش آئی ہو ورنہ صحیحین کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ ② ''منہ کرے نہ پیٹھ۔'' ظاہر الفاظ تو ہر جگہ ممانعت پر دلالت کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے' احتیاط بھی اسی میں ہے' اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حکم کو صحرا کے ساتھ خاص قرار دیا ہے' یعنی عمارت (چار دیواری) کے اندر قبلہ رخ ہو جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے تو بیت الخلا میں بھی قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع سمجھا ہے۔ مزید تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

(المعجم ٢٠) - **اَلنَّهْيُ عَنِ اسْتِدْبَارِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْحَاجَةِ** (التحفة ٢٠)

باب:٢٠- قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف پیٹھ کرنا بھی منع ہے

٢١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ:

٢١- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

٢٠ــ **[إسناده صحيح]** أخرجه أحمد: ٥/ ٤١٤ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (رواية ابن القاسم، ص: ١٧٧، ح: ١٢٤، ورواية يحيى: ١/ ١٩٣)، وله شواهد كثيرة.

٢١ــ أخرجه البخاري، الصلاة، باب قبلة أهل المدينة وأهل الشام والمشرق، ح: ٣٩٤، ومسلم، الطهارة، باب ◀◀

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، وَلٰكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا».

نبی ﷺ نے فرمایا: ''بول و براز کے وقت قبلے کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ' بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔''

فوائد ومسائل: ① ''مشرق یا مغرب کی طرف کرو'' ان الفاظ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کا قبلہ مشرق یا مغرب کی طرف نہیں جیسے کہ اہل مدینہ ہیں' ان کا قبلہ جنوب کی جانب ہے۔ پاک و ہند کے لوگ شمال یا جنوب کو منہ کریں گے۔ ② کھلے میدان میں قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا بھی منع ہے اور پیٹھ کرنا بھی کیونکہ ایسا کرنا احترام قبلہ کے منافی ہے جبکہ چار دیواری کے اندر قبلہ رخ منہ یا پیٹھ ہو سکتی ہے جیسا کہ بعض احادیث میں آتا ہے' لیکن افضل اور احوط یہی ہے کہ وہاں بھی منہ یا پیٹھ کرنے سے بچا جائے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٢١) - **اَلْأَمْرُ بِاسْتِقْبَالِ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ عِنْدَ الْحَاجَةِ** (التحفة ٢١)

باب:٢١- قضائے حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کا حکم

٢٢- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ، فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلٰكِنْ لِيُشَرِّقْ أَوْ لِيُغَرِّبْ».

٢٢- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کرے تو قبلے کی طرف منہ نہ کرے بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے۔'' (بشرطیکہ قبلہ مشرق یا مغرب کی طرف نہ ہو۔)

(المعجم ٢٢) - **اَلرُّخْصَةُ فِي ذٰلِكَ فِي الْبُيُوتِ** (التحفة ٢٢)

باب:٢٢- گھروں میں اس کی اجازت ہے

٢٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ،

٢٣- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے'

◀◀ الاستطابة، ح: ٢٦٤ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠.

٢٢- [صحيح] انظر الحديث السابق، وأخرجه أحمد: ٥/٤١٦ عن غندر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢١.

٢٣- أخرجه البخاري، الوضوء، باب من تبرز على لبنتين، ح: ١٤٥ من حديث مالك، ومسلم، الطهارة، باب الاستطابة، ح: ٢٦٦ من حديث يحيى بن سعيد الأنصاري به، وهو في الموطأ (يحيى): ١٩٣، ١٩٤، والكبرٰى، ح: ٢٢.

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: لَقَدِ ارْتَقَيْتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ.

انھوں نے کہا: میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کیے ہوئے قضائے حاجت کرتے دیکھا۔

فوائد ومسائل: ① ''گھر'' سے مراد حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی ہمشیرہ ام المومنین حضرت حفصہ ؓ کا حجرۂ مبارکہ ہے۔ ② بیت المقدس مدینہ منورہ سے شمال کی جانب ہے، یعنی مکہ مکرمہ سے بالکل الٹ جانب، لہٰذا آپ کی پیٹھ قبلے کی جانب تھی۔ ③ اس روایت سے امام شافعی ؒ اور دوسرے محدثین نے استدلال کیا ہے کہ عمارت کے اندر قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے ورنہ آپ ﷺ اس طرح نہ بیٹھتے اور یہ بہترین تطبیق ہے جس سے تمام روایات قابل عمل ٹھہرتی ہیں، بجائے اس کے کہ کسی روایت کو منسوخ کہا جائے یا آپ کا خاصہ قرار دیا جائے، نیز خود حضرت ابن عمر ؓ سے یہی مطلب منقول ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: ١١) البتہ احتیاط، یعنی چار دیواری کے اندر بھی بچنا بہتر ہے۔

(المعجم ٢٣) - **بَابُ النَّهْيِ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ بِالْيَمِينِ عِنْدَ الْحَاجَةِ** (التحفة ٢٣)

باب:٢٣- قضائے حاجت کے دوران میں شرم گاہ کو دایاں ہاتھ لگانا منع ہے

٢٤- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ - وَهُوَ الْقَنَّادُ - قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي قَتَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ».

٢٤- حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے عضو تناسل (شرم گاہ) کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں، اگرچہ پیشاب کی حالت کا ذکر ہے، مگر براز کی حالت کا حکم بھی بدرجۂ اولیٰ یہی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: [أَوْ أَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ] ''اور اس سے بھی (ہمیں منع فرمایا) کہ ہم دائیں ہاتھ سے استنجا کریں۔'' (صحيح مسلم، الطهارة، حديث: ٢٦٢) اور استنجے سے مراد خاص

٢٤_ أخرجه البخاري، الوضوء، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، ح: ١٥٣، ومسلم، الطهارة، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، ح: ٢٦٧ من حديث يحيى بن أبي كثير به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٩، وسيأتي، ح: ٤٧.

طور پر ازالۂ نجو (براز) ہے۔ ② دائیں ہاتھ کو نجاست سے بچانا ضروری ہے کیونکہ کھانا وغیرہ اصلاً اس سے کھایا جاتا ہے' اگرچہ بالتبع بایاں ہاتھ بھی ساتھ لگایا جا سکتا ہے' بعض اوقات کھاتے وقت بائیں ہاتھ سے مدد لینا ضروری ہوتا ہے۔ ③ اگرچہ گندگی والا ہاتھ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے' مگر یہ ذوق سلیم کے خلاف ہے کہ کھانے والے ہاتھ کو گندگی سے آلودہ کیا جائے حتی کہ لیٹرین اور وضو کا لوٹا تک الگ رکھا جاتا ہے' حالانکہ عقلاً کوئی فرق نہیں۔ گویا کہ یہ مسئلہ عقلی سے بڑھ کر فطری اور ذوقی ہے اور شریعت ذوق سلیم کا بھی بہت لحاظ رکھتی ہے۔

٢٥- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيٰى - هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ - عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ».

۲۵- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی بیت الخلا میں داخل ہو تو اپنے عضو تناسل کو دایاں ہاتھ نہ لگائے۔''

(المعجم ٢٤) - اَلرُّخْصَةُ فِي الْبَوْلِ فِي الصَّحْرَاءِ قَائِمًا (التحفة ٢٤)

باب: ۲۴- کھلی جگہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت

٢٦- أَخْبَرَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا.

۲۶- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر آئے اور وہاں کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔

فوائد ومسائل: ① مذکورہ روایت اور اس کی تفہیم پیچھے گزر چکی ہے۔ دیکھیے' حدیث: ۱۸ ② اس باب کی پہلی حدیث سلیمان اعمش' ابووائل سے اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور دوسری حدیث میں ابووائل کے شاگرد منصور ہیں' اس میں منصور نے ابووائل سے سماع کی صراحت فرمائی ہے اور تیسری حدیث میں سلیمان اور منصور دونوں ابووائل سے بیان کرتے ہیں لیکن منصور نے صرف آپ کے پیشاب کرنے کا ذکر کیا ہے جبکہ سلیمان نے اس کے بعد موزوں پر مسح کرنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

٢٥ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٩.

٢٦ـ [صحيح] انظر، ح: ١٨، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٤.

٢٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ أَنَّ حُذَيْفَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا.

٢٧- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر آئے اور وہاں کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔

٢٨- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ [قَالَ]: حَدَّثَنَا بَهْزٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ، وَمَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَشٰى إِلٰى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا - قَالَ سُلَيْمَانُ فِي حَدِيثِهِ -: وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَنْصُورٌ: الْمَسْحَ.

٢٨- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی طرف چلے۔ پھر کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ راویٔ حدیث سلیمان نے اپنی روایت میں کہا: اور آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا۔ جب کہ (ان کے ساتھی) منصور نے مسح کا ذکر نہیں کیا۔

(المعجم ٢٥) - اَلْبَوْلُ فِي الْبَيْتِ جَالِسًا (التحفة ٢٥)

باب:٢٥- گھر میں بیٹھ کر پیشاب کرنا

٢٩- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَالَ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوهُ، مَا كَانَ يَبُولُ إِلَّا جَالِسًا.

٢٩- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا عام معمول بیان کیا ہے۔ سابقہ روایات میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا جو ذکر ہے وہ گھر سے باہر کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم نہ تھا' لہٰذا اس سے

٢٧_[صحيح] انظر الحديث السابق.

٢٨_[صحيح] انظر، ح: ١٨، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٣.

٢٩_[حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب [ماجاء في] النهي عن البول قائمًا، ح: ١٢ عن علي بن حجر به، وأخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب في البول قاعدًا، ح: ٣٠٧ من حديث شريك القاضي به، وتابعه إسرائيل وغيره، (السنن الكبرٰى للبيهقي: ١/ ١٠١، ١٠٢)، والحديث في السنن الكبرٰى للنسائي، ح: ٢٥.

صحیح حدیث کی نفی نہیں ہوتی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ غالباً امام نسائی رحمہ اللہ نے باب میں [فِي الْبَيْتِ] کا اضافہ کر کے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٢٦) - اَلْبَوْلُ إِلٰى سُتْرَةٍ يَسْتَتِرُ بِهَا (التحفة ٢٦)

باب:٢٦- ایسی اوٹ کی طرف پیشاب کرنا جس سے پردہ حاصل ہو

٣٠- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَفِي يَدِهِ كَهَيْئَةِ الدَّرَقَةِ فَوَضَعَهَا، ثُمَّ جَلَسَ خَلْفَهَا فَبَالَ إِلَيْهَا، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اُنْظُرُوا، يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ فَسَمِعَهُ فَقَالَ: «أَوَ مَا عَلِمْتَ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمْ شَيْءٌ مِنَ الْبَوْلِ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِيضِ، فَنَهَاهُمْ صَاحِبُهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ».

٣٠- حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ آپ کے ہاتھ میں ڈھال جیسی کوئی چیز تھی۔ آپ نے اسے نیچے رکھا اور اس کی اوٹ میں بیٹھ کر پیشاب کیا۔ لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا: دیکھو! آپ اس طرح پیشاب کر رہے ہیں جیسے عورت پیشاب کرتی ہے۔ آپ نے اس کی بات سن لی اور فرمایا: ''کیا تجھے علم نہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو کیا سزا ملی تھی؟ انھیں جب پیشاب لگ جاتا تو وہ قینچی سے (اتنا کپڑا) کاٹتے تھے چنانچہ ان کے ساتھی نے انھیں روکا تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔''

فوائد ومسائل: ① مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں اسی مفہوم کی ایک روایت اس کی شاہد ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ مذکورہ روایت موقوفاً صحیح ہے البتہ موصولاً صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے۔ بہر حال مذکورہ بحث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ روایت صحیح، قابل عمل اور قابل حجت ہے۔ واللہ أعلم۔ ② ''جیسے عورت پیشاب کرتی ہے۔'' یہ تشبیہ بیٹھ کر پیشاب کرنے میں ہو سکتی ہے اور پردے میں بھی۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ یہ الفاظ کہنے والا شخص آپ کا تربیت یافتہ نہ ہوگا بلکہ کوئی غیر مسلم ہوگا یا منافق یا نو مسلم کیونکہ بعض احادیث سے پتا چلتا ہے کہ یہ بات کہنے والا مسلمان تھا

٣٠- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب التشديد في البول، ح:٣٤٦ من حديث أبي معاوية، وأبوداود، الطهارة، باب الاستبراء من البول، ح:٢٢ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرٰى، ح:٢٦، وصححه ابن حبان (الإحسان)، ح:٣١١٧، والحاكم:١/ ١٨٤، والذهبي، وابن حجر، والدارقطني (فتح:١/ ٣٢٨) وغيرهم. * سليمان الأعمش ثقة حافظ عارف بالقراءة ورع، لكنه يدلس (تقريب التهذيب، ص:٢١٠)، ولم أجد تصريح سماعه، ولأصل الحديث شاهد عند البخاري وغيره.

بلکہ بعض احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں کی تھی۔ دیکھیے: (فتح الباري: ۱/ ۳۲۸) اوراس کا مقصد قطعاً آپ کی تحقیر یا نعوذ باللہ آپ کی ہتک نہ تھی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، صحیح بات یہ ہے کہ بول و براز کے آداب تو آپ ﷺ نے سکھلائے ہیں۔ اسلام نے ان آداب کو خوب بیان کیا ہے، جبکہ زمانۂ جاہلیت میں ان آداب قضائے حاجت کی چنداں پروانہ تھی۔ اوٹ اور پردے کا بھی اہتمام نہ کرتے تھے۔ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے سامنے ہی پیشاب کر لیتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی ماحول میں پلے بڑھے تھے تو شروع شروع میں آپ کو اس انداز میں پیشاب کرتے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا اور تعجب سے یہ بات کہی کہ ایسے تو عورت پیشاب کرتی ہے۔ مرد تو مرد ہی ہوتے ہیں۔ انھیں اس اوٹ اور پھر بیٹھ کر پیشاب کرنے کی کیا ضرورت؟ بہرحال بعد میں جب آپ ﷺ نے ان کی اسلامی تربیت فرمائی تو جاہلیت کے یہ تمام طور طریقے اور عادات ختم ہو گئیں۔ ③ ''قینچی سے کاٹتے۔'' اس سے مراد کپڑا ہے جسے پیشاب لگ جاتا تھا نہ کہ جسم کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے، یعنی ناقابل عمل چیز ہے ورنہ بول و براز تو نکلتے ہی جسم سے ہیں اور لامحالہ جسم کو لگتے ہیں، تبھی استنجا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی بابت مزید تحقیق کچھ اس طرح سے ہے کہ ابوداود کی ایک روایت میں [جِلد] چمڑے کے الفاظ ہیں اور ابوداود ہی کی ایک دوسری روایت میں [جَسد] جسم کا ذکر ہے۔ جَسد کے لفظ کو البانی رحمہ اللہ نے منکر قرار دیا ہے اور جلد سے مراد چمڑے کا لباس ہے جو پہنا جاتا ہے۔ اس طرح کاٹی جانے والی چیز جسم کا حصہ نہیں بلکہ لباس (کپڑا یا چمڑا) ہوتا تھا جسے پیشاب لگ جاتا تھا۔ صحیح بخاری کی روایت سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں: [إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ] (صحيح البخاري، حديث: ۲۲۶) ''جب ان میں سے کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اسے کاٹ دیتے۔''

(المعجم ۲۷) - اَلتَّنَزُّهُ عَنِ الْبَوْلِ (التحفة ۲۷)

باب ۲۷: - پیشاب (کے چھینٹوں) سے بچنا

۳۱- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيعٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: «إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي

۳۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، تو فرمایا: ''تحقیق ان قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور انھیں کسی بھاری کام (کہ جس سے بچنا ناممکن ہو) کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ اس قبر والا تو اپنے پیشاب کے

۳۱- أخرجه البخاري، الوضوء، باب ماجاء في غسل البول، ح: ۲۱۸، ومسلم، الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، ح: ۲۹۲ من حديث وكيع به، وهو في الكبرٰى، ح: ۲۷.

كَبِيرٍ، أَمَّا هٰذَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا هٰذَا فَإِنَّهُ كَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ»، ثُمَّ دَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ فَغَرَسَ عَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَعَلٰى هٰذَا وَاحِدًا، ثُمَّ قَالَ: «لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا» خَالَفَهُ مَنْصُورٌ، رَوَاهُ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَذْكُرْ طَاوُسًا.

چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور اس قبر والا چغلیاں کھاتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی تازہ شاخ منگوائی اور اسے چیر کر دو حصے کر دیا۔ پھر ایک اس قبر پر گاڑ دی اور ایک دوسری پر۔ پھر فرمایا: ''امید ہے جب تک یہ خشک نہیں ہوتیں' ان سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔'' اس روایت کو بیان کرتے ہوئے منصور نے اعمش کی مخالفت کی ہے کہ اس نے یہ روایت مجاہد بواسطہ ابن عباس بیان کی ہے' یعنی مجاہد اور ابن عباس کے درمیان میں طاؤس کا واسطہ ذکر نہیں کیا۔

فوائد ومسائل: ① بعض لوگ [فِي كَبِيرٍ] ''بھاری کاموں کی وجہ سے'' کے معنی کرتے ہیں ''بڑے گناہ'' یعنی ان لوگوں کو عذاب تو ہو رہا تھا' لیکن ایسے گناہوں کی وجہ سے نہیں جو کہ بڑے اور خطرناک ہوں' بلکہ معمولی گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا' حالانکہ ان الفاظ کا یہ مفہوم ہے ہی نہیں۔ صحیح اور درست مفہوم یہی ہے کہ یہ دونوں کام' یعنی ''پیشاب سے بے احتیاطی اور چغل خوری'' بڑے کبیرہ اور خطرناک گناہ ہیں۔ اس بات کی صراحت حدیث شریف میں موجود ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الوضوء' حديث:٢١٦) ہاں الفاظ کا یہ مطلب ضرور ہے کہ یہ دونوں کام کوئی اتنے بھاری اور مشکل نہیں کہ عمل نہ ہو سکتا ہو اور ان سے بچا نہ جا سکتا ہو۔ ان کاموں سے بچنا کوئی بڑی مشکل بات نہیں تھی۔ حقیقتاً یہ دونوں کام کبیرہ گناہ ہیں۔ ② چھڑی یا شاخ کا رکھنا دراصل فعلی شفاعت تھی کہ یا اللہ! اتنی دیر تک ان سے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔ چھڑی رکھنا صرف مدت کے تعین کے لیے تھا جیسا کہ صریح الفاظ ہیں۔ ورنہ چھڑی کا تخفیف عذاب سے کوئی تعلق نہیں کہ اسے سنت سمجھ کر اب بھی ایسا کیا جائے' البتہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے چھڑی رکھنے کی وصیت مذکور ہے۔ (صحيح البخاري' الجنائز' قبل الحديث:١٣٦١) اس کے پیش نظر بعض کی رائے یہ ہے کہ چھڑی رکھنا تو جائز ہے' مگر اس کا تخفیف عذاب سے کوئی تعلق نہیں۔ مؤخر الذکر بات تو ٹھیک ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ صحابی کا اجتہاد ہے کیونکہ تخفیف عذاب میں نری چھڑی کا کوئی کمال نہیں تھا' اصل میں رسول اللہ ﷺ کے عمل کی برکت اور اللہ تعالیٰ سے قربت کی بنا پر آپ کو تخفیف عذاب کی امید تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ آپ کا معجزہ تھا' کسی اور شخص کے لیے حالات قبور کا کشف وظہور ناممکن ہے۔ جب قبر کی کیفیت کا پتہ ہی نہیں تو چھڑی گاڑنے کے کیا معنی؟ ہاں! بطور نشانی کوئی پتھر یا چھڑی وغیرہ ضرورت کے پیش نظر عارضی طور پر نصب کی جا سکتی ہے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٢٨) - بَابُ الْبَوْلِ فِي الْإِنَاءِ (التحفة ٢٨)

باب:٢٨-برتن میں پیشاب کرنا

٣٢- أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَزَّانُ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَتْنِي حُكَيْمَةُ بِنْتُ أُمَيْمَةَ عَنْ أُمِّهَا أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ: كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَدَحٌ مِنْ عَيْدَانٍ يَبُولُ فِيهِ وَيَضَعُهُ تَحْتَ السَّرِيرِ.

٣٢-حضرت امیمہ بنت رقیقہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا جس میں آپ (رات کے وقت) پیشاب کرتے تھے۔ اور اسے اپنی چارپائی کے نیچے رکھ لیتے تھے۔

فائدہ: گھر میں پیشاب کے لیے معین جگہ نہ ہو یا وہاں پہنچنا ممکن نہ ہو تو چارپائی کے قریب کسی برتن میں پیشاب کر لینا اور صبح ہوتے ہی اسے باہر انڈیل دینا' گھر کو پلیدی سے بچانے کا ایک اچھا طریقہ ہے' ورنہ جگہ جگہ پیشاب ہوگا اور سارا گھر پلید ہوگا' البتہ یہ ضروری ہے کہ پیشاب کو برتن میں زیادہ دیر تک نہ رہنے دیا جائے کیونکہ بدبو کے علاوہ یہ خدشہ بھی ہے کہ کوئی پالتو جانور اسے پانی سمجھ کر پی لے یا برتن سے ٹکرا جائے اور پیشاب گھر میں گر جائے' لہٰذا صبح ہوتے ہی اسے گھر سے باہر یا مخصوص جگہ میں گرا دیا جائے۔

(المعجم ٢٩) - اَلْبَوْلُ فِي الطَّسْتِ (التحفة ٢٩)

باب:٢٩-تھال جیسے برتن میں پیشاب کرنا

٣٣- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ [قَالَ]: أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْصٰى إِلٰى عَلِيٍّ! لَقَدْ دَعَا بِالطَّسْتِ لِيَبُولَ فِيهَا فَانْخَنَثَتْ نَفْسُهُ وَمَا أَشْعُرُ فَإِلٰى مَنْ أَوْصٰى؟!.

٣٣-حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت علی کو وصیت کی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے تھال منگوایا کہ اس میں پیشاب کریں' مگر (اس سے قبل ہی) آپ کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ (آپ فوت ہو گئے) مجھے پتہ بھی نہ چلا' تو آپ نے کس کو وصیت کی؟

٣٢_[إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الرجل يبول بالليل في الإناء ثم يضعه عنده، ح: ٢٤ من حديث حجاج بن محمد به، وصححه ابن حبان(موارد)، ح: ١٤١، والحاكم: ١/ ١٦٧، والذهبي، وحسنه النووي، وابن حجر وغيرهما، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٤.

٣٣_ أخرجه البخاري، المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته، ح: ٤٤٥٩ من حديث أزهر السمان، ومسلم، الوصية، باب ترك الوصية لمن ليس له شيء يوصي فيه، ح: ١٦٣٦ من حديث ابن عون به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٤٥١.

قَالَ الشَّيْخُ: أَزْهَرُ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ السَّمَّانُ.

شیخ ابن سُنّی نے کہا: سند میں مذکور راوی ازہر سے مراد ازہر بن سعد سمّان (گھی فروش) ہیں۔

فوائد ومسائل: ① [طَسۡت] ایک تھال کی طرح کا برتن ہوتا تھا جس کا پیندہ قریب ہوتا تھا اور منہ کھلا۔ اس قسم کے برتن میں پیشاب کرنے سے چھینٹے پڑنے کا احتمال ہوتا ہے' اس لیے یہ باب قائم فرمایا کہ اگر احتیاط سے پیشاب کیا جائے' چھینٹے نہ پڑیں تو کوئی حرج نہیں۔ ② اس حدیث میں وصیت سے وصیتِ خلافت مراد ہے جیسا کہ روافض کا عقیدہ ہے' اسی لیے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''وصی'' کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ ہے کہ وصیت تو وفات کے وقت ہوتی ہے اور اس وقت آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ وہیں آپ کی وفات ہوئی۔ (صحيح البخاري' الجنائز' حديث:۱۳۸۹) لہٰذا وصیت کب کی؟ اور کس کو کی؟ یعنی آپ نے کوئی وصیت نہیں کی' نہ آپ کو اس کا موقع ہی ملا۔

(المعجم ٣٠) - كَرَاهِيَةُ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ (التحفة ٣٠)

باب:۳۰- بل میں پیشاب کرنا مکروہ (منع) ہے

٣٤- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي جُحْرٍ» قَالُوا لِقَتَادَةَ: وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ؟ فَقَالَ: يُقَالُ: إِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ.

۳۴- حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص بل (زمینی سوراخ) میں پیشاب نہ کرے۔'' شاگردوں نے قتادہ سے پوچھا کہ بل میں پیشاب کرنا کیوں منع ہے؟ تو انھوں نے کہا: کہا جاتا ہے کہ سوراخ جنوں کی رہائش گاہیں ہیں۔

فوائد ومسائل: ① مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے' تاہم مشاہداتی صورت حال یہی ہے کہ زمین کے سوراخ کیڑے مکوڑوں' سانپ اور بچھو وغیرہ موذی جانوروں کے گھر ہوتے ہیں۔ بل میں پیشاب کرنے کی صورت میں وہ باہر نکلیں گے۔ انھیں ناحق تکلیف ہوگی اور وہ اشتعال میں آ کر پیشاب کرنے والے یا کسی اور کو نقصان پہنچا سکتے ہیں' اس لیے اس سے منع کر دیا گیا۔ ② حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے ان سوراخوں کو جنوں کے گھر بتلایا ہے جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ بلوں میں جن بھی رہتے ہیں۔ ③ عام طور پر سوراخ تنگ ہوتے ہیں ان میں

٣٤- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب النهي عن البول في الجحر، ح: ٢٩ من حديث معاذ به، وهو في الكبرى، ح: ٣٠، وصححه النووي: (المجموع: ٢/ ٨٢)، والحاكم على شرط الشيخين: ١/ ١٨٦، ووافقه الذهبي. * قتادة مدلس كما قال النسائي وغيره (سير أعلام النبلاء: ٧/ ٧٤)، وعنعن.

پیشاب کرنے کی صورت میں قوی امکان ہے کہ پیشاب کی دھار ادھر ادھر ہونے سے چھینٹے پڑنے لگیں' منع کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔واللہ أعلم۔

(المعجم ٣١) - اَلنَّهْيُ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ (التحفة ٣١)

باب:٣١-ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے

٣٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ نَهٰى عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ.

٣٥-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کیا جائے' تو وہ نجاست بھی پانی کے ساتھ رکی رہے گی۔اس سے تعفن اور بدبو پیدا ہوگی۔زیادہ آدمیوں کے پیشاب کرنے سے پانی کا رنگ' بو اور ذائقہ بھی بدل سکتا ہے' جس سے پانی پلید ہوجائے گا اور قابل استعمال نہ رہے گا۔جاری پانی میں یہ خدشات نہیں' لہٰذا انتہائی مجبوری کے وقت جاری پانی میں پیشاب کیا جاسکتا ہے۔

(المعجم ٣٢) - كَرَاهِيَةُ الْبَوْلِ فِي الْمُسْتَحَمِّ (التحفة ٣٢)

باب:٣٢-غسل خانے میں پیشاب کرنا منع ہے

٣٦ - أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ، فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ».

٣٦-حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اپنے غسل کی جگہ میں پیشاب نہ کرے کیونکہ عموماً وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔''

٣٥ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، ح: ٢٨١ عن قتيبة بن سعيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٥.

٣٦ـ [حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في كراهية البول في المغتسل، ح: ٢١ عن علي بن حجر به، وقال: "غريب"، وأبوداود، ح: ٢٧، وابن ماجه، ح: ٣٠٤ من حديث معمر به، وصححه ابن حبان(موارد)، ح: ١٢٥٢، والحاكم علٰى شرط الشيخين: ١/ ١٦٧، ١٨٥، ووافقه الذهبي، وحسنه النووي في المجموع: ٢/ ٩١، والحديث في الكبرٰى، ح: ٣٦ . ※ الحسن البصري مدلس كما قال النسائي (سير أعلام النبلاء: ٧/ ٧٤)، وعنعن، وله شاهد صحيح موقوف عند البيهقي: ١/ ٩٨، وللحديث شواهد.

فوائد ومسائل: ① غسل والی جگہ میں پیشاب کرنا منع ہے کیونکہ بعد میں غسل کا پانی وہاں گرے گا اور چھینٹے اڑیں گے' نیز پانی ملنے سے نجاست پھیل جائے گی۔ ویسے بھی عقل سلیم تقاضا کرتی ہے کہ نجاست والی جگہ پر طہارت اور طہارت والی جگہ پر نجاست نہ کی جائے۔ اس سے طبع انسانی کو گھن آتی ہے چاہے نجاست لگنے کا احتمال نہ بھی ہو' جیسے کوئی عقل مند شخص نجاست کے قریب بیٹھ کر کھانا پینا گوارا نہیں کرتا' اسی طرح کا یہ مسئلہ ہے۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ اگر وہاں پیشاب جمع نہ ہوتا ہو' تو پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں' مگر یہ فطرت سلیمہ کے خلاف ہے اور اسلام دین فطرت ہے' نیز یہ نص کے ظاہر الفاظ کے عموم کے بھی مخالف لگتا ہے۔ ② شیخ البانی رحمہ اللہ نے [فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ] کے الفاظ کے سوا باقی پوری حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور انھی کی رائے مضبوط لگتی ہے کیونکہ اس جملے کی تائید دیگر شواہد سے نہیں ہوتی۔ والله أعلم۔ دیکھیے: (صحیح سنن النسائي' حدیث:٣٦)

(المعجم ٣٣) - اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ يَبُولُ (التحفة ٣٣)

٣٧- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ وَقَبِيصَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

باب:٣٣- پیشاب کرتے ہوئے شخص کو سلام کہنا

٣٧- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس سے گزرا جب کہ آپ پیشاب کر رہے تھے' چنانچہ اس نے آپ کو سلام کہا' مگر آپ نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔

فوائد ومسائل: ① نجاست والی حالت میں اللہ کا ذکر مناسب نہیں' اس لیے پیشاب اور پاخانہ کرتے ہوئے سلام کا جواب دینا اور ذکر واذکار کرنا درست نہیں۔ جب وہ جواب نہیں دے سکتا تو اسے سلام بھی نہیں کہنا چاہیے' گویا جس حالت میں سلام کا جواب دینا منع ہے اس حالت میں اسے سلام کہنا بھی درست نہیں' سوائے حالتِ نماز کے کہ اس میں ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا مسنون ہے۔ ② اہل علم فرماتے ہیں: جس طرح قضائے حاجت کے وقت سلام کا جواب دینا درست نہیں اسی طرح اس حالت میں چھینک مارنے والے کا جواب دینا یا خود الحمد للہ کہنا اور اذان کا جواب دینا بھی درست نہیں۔ ایسے ہی حالت جماع میں ان باتوں سے رکے رہنا چاہیے۔

٣٧- أخرجه مسلم، الحيض، باب التيمم، ح: ٣٧٠ من حديث سفيان الثوري به.

(المعجم ٣٤) - رَدُّ السَّلَامِ بَعْدَ الْوُضُوءِ (التحفة ٣٤)

باب:٣٤-وضو کرنے کے بعد سلام کا جواب دینا

٣٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حُضَيْنٍ أَبِي سَاسَانَ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ: أَنَّهُ سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ حَتَّى تَوَضَّأَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ رَدَّ عَلَيْهِ.

٣٨-حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو سلام کہا جب کہ آپ پیشاب کر رہے تھے‘ تو آپ نے سلام کا جواب نہ دیا حتی کہ وضو کرنے لگے اور جب وضو مکمل کیا تو سلام کا جواب دیا۔

فوائد ومسائل: ① پیشاب کرتے شخص کو سلام کہنا مناسب تو نہیں‘ لیکن اگر کسی نے غلطی سے سلام کہہ دیا تو پیشاب سے فراغت کے بعد جواب دیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ عموماً باوضو رہتے تھے‘ اس لیے آپ نے فوراً وضو فرمایا‘ پھر جواب دیا۔ ہر آدمی کے لیے ایسا ضروری نہیں کیونکہ سلام‘ جوابِ سلام اور اذکار و اوراد کے لیے وضو شرط نہیں‘ نیز جب سلام کہنے کے لیے باوضو ہونا ضروری نہیں تو جواب دینے کے لیے بھی ضروری نہیں۔ ② ہمارے فاضل محقق کے نزدیک اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے دیگر شواہد بھی ملتے ہیں‘ لیکن ان کے صحیح اور ضعیف ہونے کی طرف اشارہ نہیں کیا‘ غالباً انھی شواہد کی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ بنابریں مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود دیگر شواہد کی بنا پر قابل عمل ہے۔ مزید دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٨٣٤)

(المعجم ٣٥) - اَلنَّهْيُ عَنِ الْاِسْتِطَابَةِ بِالْعَظْمِ (التحفة ٣٥)

باب:٣٥-ہڈی سے صفائی کرنا منع ہے

٣٩- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ

٣٩-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

٣٨_ **[إسناده ضعيف]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الرجل يرد السلام وهو يبول؟، ح: ١٧، وابن ماجه، الطهارة، باب: الرجل يسلم عليه وهو يبول، ح: ٣٥٠ من حديث سعيد بن أبي عروبة به، وصححه ابن خزيمة: ١/١٠٣، وابن حبان (موارد)، ح: ١٨٩، ١٩٠، والحاكم على شرط الشيخين: ١/١٦٧، ووافقه الذهبي، وهو في السنن الكبرٰى، ح: ٣٧. * الحسن عنعن، تقدم، ح: ٣٦، وللحديث شواهد.

٣٩_ **[صحيح]** أخرجه الطحاوي في معاني الآثار: ١/١٢٣ من حديث ابن وهب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٨، وصححه الذهبي في تلخيص المستدرك: ٢/٥٠٣، ٥٠٤. * الزهري صرح بالسماع عند أبي نعيم في دلائل النبوة: ٢/١٢٩، ١٣٠، وأبوعثمان حسن الحديث، راجع الإصابة: ٤/١٤٩ وغيره.

السَّرْحِ قَالَ: أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ بْنِ سَنَّةَ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى أَنْ يَسْتَطِيبَ أَحَدُكُمْ بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثٍ.

کہ اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص ہڈی یا لید سے صفائی کرے۔

فوائد ومسائل: ① نجاست سے صفائی' بالعموم پانی یا مٹی کے ساتھ ہی ہوتی ہے کیونکہ یہ دونوں شرعاً و عرفاً مطہر ہیں۔ صفائی کے علاوہ بدبو بھی ختم کرتے ہیں۔ باقی چیزیں مکمل صفائی کرتی ہیں نہ بدبو ہی ختم کرتی ہیں۔ ② ہڈی میں جذب کرنے کی صلاحیت نہیں' بلکہ وہ سخت ہوتی ہے' لہٰذا وہ صحیح صفائی نہ کر سکے گی اور گوبر یا لید تو خود بھی نجس یا نجاست کی طرح ہیں۔ ان سے کیا صفائی ہوگی؟ علاوہ ازیں ہڈی اور لید جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک بھی ہیں' لہٰذا انھیں گندگی سے آلودہ کرنا منع ہے' احادیث میں اس کی صراحت ہے۔

(المعجم ٣٦) - اَلنَّهْيُ عَنِ الْاِسْتِطَابَةِ بِالرَّوْثِ (التحفة ٣٦)

باب:٣٦-لید کے ساتھ صفائی کرنا منع ہے

٤٠- **أَخْبَرَنَا** يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى - يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْقَعْقَاعُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ، إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْخَلَاءِ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ»، وَكَانَ يَأْمُرُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، وَيَنْهٰى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ.

۴۰-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھارے لیے باپ کی طرح ہوں۔ تمھیں تعلیم دیتا ہوں۔ جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کو جائے' تو قبلے کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔'' اور اللہ کے رسول ﷺ تین ڈھیلوں (سے صفائی کرنے) کا حکم دیتے تھے اور لید اور ہڈی (کے ساتھ صفائی) سے منع فرماتے تھے۔

فائدہ: مذکورہ روایت سے لید اور ہڈی سے صفائی کی ممانعت کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد پر

٤٠ـ **[إسناده حسن]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، ح:٨، وابن ماجه، الطهارة، باب الاستنجاء بالحجارة . . .، ح:٣١٣، ٣١٢ من حديث ابن عجلان به، وصححه ابن خزيمة: ٤٣/١، ٤٤، ح:٨٠، وابن حبان(موارد)، ح:١٢٨.

والدین کی اطاعت واجب ہے اور والدین کا بھی یہ حق ہے کہ اپنی اولاد کو ادب سکھائیں اور دینی تعلیم سے بہرہ ور فرمائیں۔

(المعجم ٣٧) - **اَلنَّهْيُ عَنِ الْاكْتِفَاءِ فِي الْاِسْتِطَابَةِ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ** (التحفة ٣٧)

باب:٣٧-صفائی میں تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفا کرنا منع ہے

٤١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: وَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: إِنَّ صَاحِبَكُمْ لَيُعَلِّمُكُمْ حَتَّى الْخِرَاءَةَ. قَالَ: أَجَلْ، نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا، أَوْ نَكْتَفِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ.

۴۱-حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے کہا: تحقیق تمھارا نبی تو تمھیں ہر چیز سکھاتا ہے حتی کہ قضائے حاجت کرنا بھی۔ انھوں نے فرمایا: ہاں! آپ نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ ہم قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف منہ کریں یا دائیں ہاتھ سے استنجا کریں یا تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفا کریں۔

فوائد و مسائل: ① یہ آدمی مشرک تھا اور اس نے یہ جملہ تحقیر و مذاق کے انداز میں کہا تھا جسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کمال حکمت سے سنجیدہ انداز میں پیش فرمایا۔ جزاه الله أحسن الجزاء. ② مذکورہ احادیث سے جہاں یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ گوبر اور لید سے صفائی کرنا اور پھر اس غرض کے لیے دائیں ہاتھ کا استعمال ممنوع ہے۔ وہاں یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم تین پتھروں یا ڈھیلوں سے استنجا کرنا ضروری ہے' اس سے کم پتھروں سے استنجا کرنے کی ممانعت ہے' اگرچہ بسا اوقات صفائی ایک یا دو پتھروں سے بھی ممکن ہو۔ اور یقیناً اس تعداد کے حکم میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے' نظافتِ مزید کی حکمت تو سمجھ میں آتی ہی ہے جبکہ حصول نظافت کی خاطر تین سے زائد ڈھیلوں کا استعمال' جب تین سے صفائی حاصل نہ ہو' حسب ضرورت مطلوب ہے۔ لیکن طاق عدد کو ملحوظ رکھا جائے جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے: [وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ] ''جو ڈھیلے استعمال کرے تو چاہیے کہ طاق استعمال کرے۔'' (صحيح البخاري' الوضوء' حديث:١٦١)

(المعجم ٣٨) - **اَلرُّخْصَةُ فِي الْاِسْتِطَابَةِ بِحَجَرَيْنِ** (التحفة ٣٨)

باب:٣٨-(بحالت مجبوری) دو ڈھیلوں سے صفائی کرنے کی رخصت

٤٢- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ:

۴۲-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

٤١ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، ح: ٢٦٢ من حديث أبي معاوية به، وهو في الكبرى، ح: ٤٠.

٤٢ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب: لا يستنجى بروث، ح: ١٥٦ عن أبي نعيم به، وهو في الكبرى، ح: ٤٣.

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: لَيْسَ أَبُو عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ وَلٰكِنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ: أَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْغَائِطَ، وَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ، فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَأَتَيْتُ بِهِنَّ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ: «هٰذِهِ رِكْسٌ».

کہ نبی ﷺ قضائے حاجت کو گئے اور مجھے حکم دیا کہ میں تین ڈھیلے لاؤں۔ مجھے دو ڈھیلے تو مل گئے تیسرا تلاش کیا مگر نہ ملا۔ سو میں نے لید کا ٹکڑا اٹھالیا اور انھیں نبی ﷺ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ڈھیلے تو لے لیے جب کہ لید پھینک دی اور فرمایا: ''یہ تو پلید ہے۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: اَلرِّكْسُ: طَعَامُ الْجِنِّ.

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) رحمہ اللہ نے فرمایا: [رِکْسٌ] کے معنی ''جنوں کی خوراک'' ہے۔

فوائد ومسائل: ① امام نسائی رحمہ اللہ حدیث میں مذکور لفظ [رِکْسٌ] کا مطلب بیان کر رہے ہیں، مگر یہ معنی لغت کی کسی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ ممکن ہے امام صاحب کا مطلب یہ ہو کہ لید سے استنجا نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنوں کی خوراک ہے، نہ یہ کہ وہ پلید ہے۔ واللہ أعلم۔ ② سنن نسائی کی اس حدیث میں تو یہاں اتنے ہی الفاظ ہیں مگر مسند احمد میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے فرمایا: [إِئْتِنِي بِحَجَرٍ] ''ایک ڈھیلا اور لا۔'' (مسند أحمد: ۱/۴۵۰) اس سے گویا دو ڈھیلوں پر اکتفا ثابت نہ ہوا بلکہ اس سے تو تین ڈھیلوں کی شرطیت اخذ ہوتی ہے۔ اگر بالفرض بہ امر مجبوری دو یا ایک ڈھیلا ہی ہو تو انھیں بھی مختلف اطراف سے احتیاط کے ساتھ تین دفعہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (التبیان في تخریج و تبویب أحادیث بلوغ المرام: ۲/۲۱۳، ۲۱۴)

(المعجم ٣٩) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْاِسْتِطَابَةِ بِحَجَرٍ وَاحِدٍ (التحفة ٣٩)

باب: ۳۹- ایک ڈھیلے سے صفائی کرنے کی رخصت

٤٣- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ:

۴۳- حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ

٤٣- **[إسناده صحيح]** أخرجه الترمذي، الطهارة، بابُ ماجاء في المضمضة والاستنشاق، ح: ٢٧ من حديث جرير بن عبدالحميد به، وتابعه حماد بن زيد عند ابن ماجه، ح: ٤٠٦ وغيره، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح: ٤٥.

أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ».

کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تو ڈھیلے استعمال کرے تو طاق استعمال کر۔''

فائدہ: اس حدیث سے ایک ڈھیلے کے کافی ہونے پر استدلال کرنا کمزور ہے کیونکہ یہاں ایک ڈھیلے کی صراحت نہیں۔ امام صاحب کا استدلال ''طاق'' کے لفظ سے ہے کہ وہ ایک کو بھی شامل ہے' حالانکہ دوسری احادیث میں تین سے کم کی صریح نفی ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث (۴۱) میں اور صحیح مسلم میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین ڈھیلوں سے کم سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم' الطهارة' حدیث:۲۶۲) کسی ایک حدیث کو دوسری حدیث سے قطع نہیں کیا جا سکتا۔ روایات کو ملانے سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں ''طاق'' سے مراد تین یا تین سے اوپر طاق عدد ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ مطلق دلیل کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ احادیث میں کم از کم تین پتھروں پر اکتفا کرنے کی اجازت ہے اس سے کم پر نہیں کیونکہ ایسا کرنا شرعاً ممنوع ہے' البتہ مجبوری کی حالت میں کہ جب تین ڈھیلے نہ ملتے ہوں تو دو یا ایک ڈھیلا استعمال کرنا جائز ہے یا ایک ڈھیلا تین دفعہ استعمال کیا جا سکتا ہے' اس لیے کہ عام حالات کو مجبوری کی صورتوں پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٤٠) - اَلْاِجْتِزَاءُ فِي الْاِسْتِطَابَةِ بِالْحِجَارَةِ دُونَ غَيْرِهَا (التحفة ٤٠)

باب:۴۰- صفائی کے لیے صرف ڈھیلے کافی ہیں' کسی اور چیز کی ضرورت نہیں

٤٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مُسْلِمِ ابْنِ قُرْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ، فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَلْيَسْتَطِبْ بِهَا، فَإِنَّهَا تُجْزِىءُ عَنْهُ».

۴۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کو جائے تو اپنے ساتھ تین ڈھیلے لے جائے اور ان سے صفائی کرے' وہ اسے کافی ہوں گے۔''

فوائد و مسائل: ① ڈھیلے استنجا کے لیے کافی ہیں' بشرطیکہ ان سے پوری صفائی ہو جائے' یعنی نہ تو گندگی کا اثر باقی رہے اور نہ بدبو۔ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ ڈھیلوں سے صحیح صفائی نہ ہو سکے یا بدبو زائل نہ ہو تو

٤٤ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الاستنجاء بالأحجار، ح: ٤٠ من حديث أبي حازم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٤٢، وصححه الدارقطني: ١/ ٥٤، ٥٥.

پانی استعمال کرنا ضروری ہے۔ ② مٹی میں صفائی کرنے اور بدبو ختم کرنے کی خاصیت رکھی گئی ہے' اس لیے پانی کی عدم موجودگی میں اس سے طہارت حاصل کرنا شرعاً وعقلاً درست ہے۔ اسی طرح مٹی کی عدم موجودگی میں جو بھی چیز نجاست کے زائل کرنے اور طہارت کے حصول میں مفید ثابت ہو' اسے استعمال کیا جا سکتا ہے' جیسے روئی اور ٹشو پیپر وغیرہ۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٤١) - اَلْاِسْتِنْجَاءُ بِالْمَاءِ (التحفة ٤١)

باب:۴۱- پانی سے استنجا کرنا

٤٥- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ أَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ مَعِي نَحْوِي إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ فَيَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ.

۴۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو میں اور میرے ساتھ مجھ جیسا کوئی اور لڑکا پانی کا برتن اٹھاتا' آپ اس پانی سے استنجا کرتے۔

فوائد ومسائل: ① باب کا مقصد یہ ہے کہ ڈھیلے استعمال کرنا ضروری نہیں' بلکہ براہ راست پانی سے استنجا کیا جا سکتا ہے اور یہی افضل ہے۔ حدیث میں آیت: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾ ''اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔'' کی صحیح شانِ نزول یہی بیان ہوئی ہے کہ اہل قباء صرف پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے۔ اور آیت میں اس طہارت کی بنا پر ان کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ (سنن أبي داود' الطهارة' حديث: ۴۴) جب کہ بعض حضرات اس نظریے کے حامل ہیں کہ یہ ایک مشروب ہے اور کھانے پینے میں اس کا استعمال ہوتا ہے' نیز ڈھیلے استعمال کیے بغیر براہ راست پانی استعمال کرنے سے پانی بھی گندہ ہو جائے گا اور ہاتھ بھی آلودہ ہوں گے' ان کا خیال ہے کہ اگر ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی استعمال کیا جائے تو یہ تمام قباحتیں ختم ہو جائیں گی۔ ② اہل قباء کی تعریف میں جو آیت نازل ہوئی' اس کی وجہ ان کا پتھروں اور پھر پانی سے استنجا کرنا نہ تھی کیونکہ اس مفہوم کی روایت محققین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دیکھیے: (مجمع الزوائد: ۱/۲۹۱' حدیث: ۱۰۵۳) اس لیے مستحب صرف پانی سے استنجا کرنا ہی ہے۔ واللہ أعلم۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی اپنے ماتحت آزاد لوگوں سے خدمت لے سکتا ہے' نیز نیک لوگوں کی خدمت کرنا درست ہے۔

٤٥ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الاستنجاء بالماء، ح: ١٥٠، ومسلم، الطهارة، باب الاستنجاء بالماء من التبرز، ح: ٢٧١ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٤٧.

٤٦- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: مُرْنَ أَزْوَاجَكُنَّ أَنْ يَسْتَطِيبُوا بِالْمَاءِ فَإِنِّي أَسْتَحْيِيهِمْ مِنْهُ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ.

۴۶- حضرت عائشہ ؓ نے عورتوں سے فرمایا: اپنے خاوندوں سے کہو کہ وہ پانی سے صفائی کیا کریں۔ مجھے یہ بات کہتے ہوئے ان سے شرم آتی ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ پانی سے صفائی کیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی یہی مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ پانی سے استنجا کرنا افضل ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی بھی عادت مبارکہ یہی تھی، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف پانی سے استنجا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري:١/٣٢٩، تحت حديث:١٥٠)

(المعجم ٤٢) - اَلنَّهْيُ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ (التحفة ٤٢)

باب:۴۲- دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے کی ممانعت

٤٧- **أَخْبَرَنَا** إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي إِنَائِهِ، وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ».

۴۷- حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی پیے تو برتن میں (پیتے ہوئے) سانس نہ لے اور جب قضائے حاجت کرے تو دائیں ہاتھ سے اپنی شرم گاہ نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا ہی کرے۔''

فوائد و مسائل: ① برتن میں سانس لینے سے مراد یہ ہے کہ پیتے پیتے سانس لے یہ ممنوع ہے۔ شاید یہ ممانعت اس لیے ہو کہ اس صورت میں ناک سے سانس کے ساتھ غلاظت خارج ہونے کا احتمال ہوتا ہے کہ جس سے مشروب آلودہ ہو جائے گا، نیز سانس کے ساتھ پھیپھڑے کے فاسد مادوں کی آمیزش ہوتی ہے وہ بھی پانی میں شامل ہو جائیں گے، نیز اس میں جانوروں سے مشابہت ہے، وہ پیتے پیتے سانس لیتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ سانس لینے کے لیے برتن کو منہ سے الگ کیا جائے۔ ② چونکہ دایاں ہاتھ کھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے اس سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔ اور عقل سلیم بھی اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ کھانے اور

٤٦_ **[صحيح]** أخرجه الترمذي، الطهارة، باب [ماجاء في] الاستنجاء بالماء، ح: ١٩ عن قتيبة به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح: ٤٦، ورواه يزيد الرشك عن معاذة به (مسند أحمد: ٦/ ١١٣).

٤٧_ **[صحيح]** تقدم طرفه، ح: ٢٤، وهو في الكبرٰى، ح: ٤١.

استنجے کے لیے ایک ہی ہاتھ کا استعمال نہ ہو۔

٤٨- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ، وَأَنْ يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَأَنْ يَسْتَطِيبَ بِيَمِينِهِ.

۴۸- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص برتن میں سانس لے اپنی شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے چھوئے یا دائیں ہاتھ سے صفائی (استنجا) کرے۔

٤٩- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَشُعَيْبُ ابْنُ يُوسُفَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّا لَنَرٰى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمُ الْخِرَاءَةَ قَالَ: أَجَلْ، نَهَانَا أَنْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِيَمِينِهِ، وَيَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ: «لَا يَسْتَنْجِي أَحَدُكُمْ بِدُونِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ».

۴۹- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مشرکین نے (استہزاءً) کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ تمھارا نبی تمھیں قضائے حاجت کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔ انھوں نے فرمایا: ہاں! آپ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص داہنے ہاتھ سے استنجا کرے یا قبلہ رخ بیٹھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص تین سے کم ڈھیلوں سے استنجا نہ کرے۔“

(المعجم ٤٣) - بَابُ دَلْكِ الْيَدِ بِالْأَرْضِ بَعْدَ الْاِسْتِنْجَاءِ (التحفة ٤٣)

باب:۴۳- استنجا کرنے کے بعد ہاتھ زمین پر ملنا

٥٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ

۵۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

٤٨ـ [صحيح] انظر الحديث السابق.

٤٩ـ [صحيح] تقدم، ح: ٤١.

٥٠ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الرجل يدلك يده بالأرض ....، ح: ٤٥، وابن ماجه، الطهارة، باب من دلك يده بالأرض ....، ح: ٣٥٨ من حديث وكيع به، وهو في الكبرٰى، ح: ٤٨. * شريك القاضي صرح بالسماع عند ابن حبان (موارد)، ح: ١٣٨.

الْمُبَارَكِ الْمُخَرِّمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَلَمَّا اسْتَنْجٰى دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ.

نبی ﷺ نے وضوفرمایا' (اس سے پہلے) جب استنجے سے فارغ ہوئے تو ہاتھ زمین پر ملا۔

فوائد ومسائل: ① پانی کے ساتھ دھونے سے بسا اوقات ہاتھ سے بدبو نہیں جاتی۔ مٹی پر ملنے سے بدبو ختم ہو جاتی ہے اور اگر کوئی چکنائی والی نجاست ہو تو چکنائی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ آج کل صابن وغیرہ ملنے سے یہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے' مٹی ضروری نہیں کیونکہ مقصد تو پاکیزگی اور صفائی ہے۔ ② شرم گاہ اور ہاتھ کا درجہ ایک نہیں' لہٰذا ہاتھ کی خصوصی صفائی ضروری ہے کیونکہ ہاتھ کھانے' پینے' قراءت قرآن اور اوراد و وظائف میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

٥١- **أَخْبَرَنَا** أَحْمَدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ - يَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ - [قَالَ]: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَى الْخَلَاءَ فَقَضَى الْحَاجَةَ، ثُمَّ قَالَ: «يَا جَرِيرُ! هَاتِ طَهُورًا» فَأَتَيْتُهُ بِالْمَاءِ فَاسْتَنْجٰى بِالْمَاءِ وَقَالَ بِيَدِهِ فَدَلَكَ بِهَا الْأَرْضَ.

۵١- حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ بیت الخلا میں گئے' قضائے حاجت کی' پھر آپ نے فرمایا: ''اے جریر! پانی لاؤ۔'' میں پانی لایا۔ آپ نے اس سے استنجا کیا' پھر اپنا ہاتھ زمین پر ملا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: هٰذَا أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث شریک کی روایت سے زیادہ درست ہے۔ واللہ أعلم۔

فوائد ومسائل: ① شریک کی روایت سے مراد اوپر والی روایت (۵۰) ہے جسے شریک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ظاہر کیا ہے جبکہ یہ روایت ابان سے ہے۔ ابان نے اس روایت کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کیا ہے جبکہ امام صاحب کا مقصد یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت جریر سے ہونی چاہیے' البتہ اس صورت میں یہ روایت منقطع ہوگی کیونکہ محدثین کے فیصلے کے مطابق ابان کے استاذ ابراہیم بن

٥١- **[صحيح]** أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب من دلك يده بالأرض بعد الاستنجاء، ح: ٣٥٩ من حديث أبان به. * إبراهيم صدوق لكنه لم يسمع من أبيه، وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث السابق.

جریر کا اپنے والد حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام نسائی رحمہ اللہ کا اس روایت کو زیادہ صحیح کہنے سے یہ مقصود نہیں کہ یہ روایت صحیح ہے بلکہ ان کا مقصود یہ ہے کہ اس روایت میں بجائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حضرت جریر کا ذکر درست ہے۔ بعض محدثین نے دونوں روایات کو صحیح قرار دیا ہے، یعنی یہ روایت حضرت جریر سے بھی منقول ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی کیونکہ شریک حفظ وضبط میں ابان سے کم نہیں بلکہ امام مسلم نے شریک کی روایات صحیح مسلم میں بیان کی ہیں۔ واللہ أعلم۔ ② "قَالَ أَبُو عَبْدِالرَّحْمٰنِ" یہ مقولہ خود امام نسائی رحمہ اللہ کا بھی ہوسکتا ہے، یعنی اپنے آپ کو کنیت کے ساتھ غائبانہ انداز میں ذکر فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے شاگرد شیخ ابن سنی کا مقولہ ہو۔ پہلی بات زیادہ قرین قیاس ہے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٤٤) - بَابُ التَّوْقِيتِ فِي الْمَاءِ (التحفة ٤٤)

باب: ۴۴- (قلیل اور کثیر) پانی کی تحدید

٥٢- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَالْحُسَيْنُ ابْنُ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَنُوبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ: «إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ».

۵۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس پانی کے بارے میں پوچھا گیا جس پر عام جانور اور درندے (پانی پینے اور نہانے کے لیے) آتے جاتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "جب پانی دو مٹکے (یا اس سے زائد) ہو تو وہ (مذکورہ چیزوں سے) پلید نہیں ہوتا"

فوائد ومسائل: ① باب کا مقصد ماءِ کثیر کی حد بیان کرنا ہے، جو معمولی نجاست سے پلید نہیں ہوتا بشرطیکہ رنگ، بو اور ذائقہ نہ بدلے۔ ② [قُلَّـةٌ] بڑے مٹکے کو کہتے ہیں، اس کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی وجہ سے اس کی مقدار میں اختلاف رائے واقع ہوا ہے۔ لیکن عرب میں ھجر (شہر یا بستی کا نام) کے مٹکے مشہور و معروف تھے۔ شعراء نے اپنے اشعار میں بکثرت اس کا استعمال کیا ہے اور امثال میں بھی اسے بہت بیان کیا ہے۔ حدیث میں بیان شدہ مٹکے سے یہی ھجر کا مٹکا مراد ہے، دوسرا کوئی مٹکا مراد نہیں ہوسکتا۔ اور ان کے مٹکے میں اڑھائی سو رطل پانی کے سمانے کی گنجائش تھی، لہٰذا دو قلوں کے پانی کی مقدار پانچ صد رطل ہوئی جو موجودہ زمانے کے پیمانے کے مطابق دو سو ستائیس کلوگرام ہوتی ہے۔ ③ شریعت نے قلیل پانی اور کثیر پانی کے حکم میں

٥٢- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما ينجس الماء، ح: ٦٣ من حديث أبي أسامة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٠، وصححه ابن حبان(موارد)، ح: ١١٨، والحاكم: ١/ ١٣٢، ١٣٣، والشافعي، وأحمد، وابن خزيمة وغيرهم.

فرق کیا ہے۔ قلیل پانی تو تھوڑی سی نجاست سے بھی پلید ہو جاتا ہے' خواہ رنگ' بو اور ذائقہ تبدیل نہ بھی ہو' مگر کثیر پانی اس وقت تک پلید نہیں ہوتا جب تک نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ یا بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے قلیل پانی برتن میں ہوگا اور برتن والے پانی کی حفاظت ممکن اور آسان ہے جب کہ کثیر پانی کسی کھلی جگہ میں ہوگا اور کھلے پانی کی حفاظت ممکن نہیں۔ ہوا اور بارش کے ذریعے سے اس میں مختلف چیزیں گرتی رہتی ہیں۔ جانوروں اور پرندوں کی نجاست بھی اس میں گرتی رہتی ہے۔ اگر تھوڑی سی نجاست سے اسے پلید قرار دے دیا جاتا تو لوگوں کو انتہائی تنگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ تنگی دور کرنا بھی شریعت کا مستقل ضابطہ ہے' لہٰذا کھلا پانی اس وقت تک پاک رہتا ہے جب تک اس میں اتنی زیادہ نجاست نہ مل جائے کہ رنگ' بو اور ذائقہ تک بدل جائے۔ ④ اس حدیث میں اگرچہ رنگ' بو اور ذائقے کا ذکر نہیں' مگر دوسری احادیث میں صراحتاً مذکور ہے۔ فتویٰ دیتے ہوئے کسی ایک روایت کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا' بلکہ پیش آمدہ مسئلے سے متعلقہ تمام آیات و احادیث اور آثار کو مدنظر رکھ کر ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ ⑤ علمائے احناف نے اس تحدید کو تو تسلیم نہیں کیا مگر اپنی طرف سے دَہ در دَہ (10x10) کی حد مقرر کی ہے' اس کے علاوہ ان میں باہم سخت اختلاف بھی ہے یہاں تک کہ ان کے فقہاء کے قلیل و کثیر پانی کی تحدید کے متعلق چودہ اقوال ہیں۔ ⑥ پانی سے متعلق تفصیلی احکام و مسائل کی بابت کتاب المیاہ کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ٤٥) - تَـرْكُ التَّوْقِيتِ فِي الْمَاءِ (التحفة ٤٥)

باب: ۴۵- پانی میں کوئی حد بندی نہیں

٥٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دَعُوهُ، لَا تُزْرِمُوهُ». فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِدَلْوٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ.

۵۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دیہاتی آدمی نے مسجد نبوی میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگ اس کی طرف بڑھے (تاکہ اسے روکیں۔) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے رہنے دو اور اس کا پیشاب نہ روکو۔'' جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو آپ نے پانی سے بھرا ہوا ڈول منگوایا اور پیشاب پر بہا دیا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: يَعْنِي لَا تَقْطَعُوا عَلَيْهِ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ نے فرمایا: [لَاتُزْرِمُوهُ] کے معنی ہیں: ''اس کا پیشاب نہ روکو۔''

٥٣ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره . . . الخ، ح: ٢٨٤ عن قتيبة، والبخاري، الأدب، باب الرفق في الأمر كله، ح: ٦٠٢٥ من حديث حماد بن زيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٥١.

فوائد ومسائل: ① اس باب میں بعض روایات ایسی بھی ہیں جو مذکورہ احادیث (پچھلے باب کے تحت) میں بیان شدہ تحدید سے خالی یا ظاہراً اس کے خلاف محسوس ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے جامع ترمذی' سنن ابوداود اور سنن نسائی کے بعض نسخوں میں مروی ہے' فرماتے ہیں: [قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ' وَ هِيَ بِئْرٌ يُلْقٰى فِيهَا الْحِيَضُ وَ لُحُومُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَّا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ] اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کر لیا کریں؟ کیونکہ اس میں حیض کے چیتھڑے' کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں پھینکی جاتی ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''(اتنا کھلا) پانی طاہر اور مطہر رہتا ہے' ایسی کوئی چیز اسے پلید نہیں کرتی۔'' (جامع الترمذي' الطهارة' حديث:٦٦' وسنن أبي داود' الطهارة' حديث:٦٦) ② بئر بضاعہ ایک محلے کا کنواں تھا جس کے ارد گرد منڈیر بلند نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ چیزیں آندھی یا بارشی پانی کی وجہ سے کنویں میں گر جاتی تھیں نہ کہ انھیں قصداً ڈالا جاتا تھا کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسی جماعت سے اس کا تصور بھی محال ہے اور پھر بعد میں ان چیزوں کو کنویں سے نکال بھی دیا جاتا تھا جیسا کہ رہائشی علاقوں کے کنوؤں میں ہوتا ہے بلکہ مزید پانی نکال کر گندگی کے اثرات بھی ختم کر دیے جاتے ہیں۔ ان وضاحتی قیود کو ذہن میں رکھ کر حدیث کو پڑھا جائے۔ ③ اس کنویں کا پانی ظاہر ہے کثیر پانی تھا اور دو قلے سے زائد تھا' لہٰذا یہ پلید چیزیں نکالے جانے اور ان کے اثرات ختم کیے جانے کے بعد جب پانی کا رنگ' بو اور ذائقہ صحیح رہتا تھا' تو پانی پلید ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ④ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بعض حضرات نے قلتین والی روایت کے مخالف سمجھا ہے کیونکہ ایک ڈول پانی ہر حال میں قلتین سے کم ہے۔ اور پیشاب پر ڈالنے سے وہ پانی پلید نہیں ہوا بلکہ جگہ بھی پاک ہو گئی۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ کسی گندگی پر پانی ڈالنا الگ بات ہے اور پانی پر گندگی کا واقع ہونا الگ بات ہے۔ اور قلتین والی حدیث پانی میں گندگی پڑنے کی صورت ہے' لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں' جیسے ہر درندہ جو حرام ہے اس کا جوٹھا پلید ہے' مگر بلی کا جوٹھا پاک ہے۔ خاص چیز کے حکم میں کوئی خصوصی مصلحت ہو سکتی ہے جو عام ضابطے کو ختم نہیں کر سکتی۔ متعلقہ مسئلے میں چونکہ پیشاب زمین میں جذب ہو چکا تھا اور ایسی زمین کو نجاست سے مکمل طور پر پاک کرنا ممکن نہ تھا' لہٰذا لوگوں کی تنگی کے پیش نظر ایک ڈول بہانا کافی سمجھا گیا جس سے زمین کی بالائی سطح پر باقی ماندہ پیشاب کے اثرات زائل ہو جائیں اور پانی کے ساتھ نیچے چلے جائیں اور سطح زمین صاف ہو جائے۔ ⑤ یہ حدیث نبیٔ اکرم ﷺ کے حسن اخلاق کی اعلیٰ مثال ہے کہ آپ اس کی غیر مہذب حرکت پر اشتعال میں نہیں آئے بلکہ اسے معذور سمجھ کر اپنے پاس بلایا اور پیار سے مسئلہ سمجھایا۔ اس حسن سلوک کا اس شخص نے بعد میں اعلانیہ اظہار کیا۔

٥٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: بَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصُبَّ عَلَيْهِ.

۵۴-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی کا ایک ڈول لانے کا حکم دیا جسے اس پر بہا دیا گیا۔

٥٥- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى الْمَسْجِدِ فَبَالَ، فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اُتْرُكُوهُ». فَتَرَكُوهُ حَتَّى بَالَ ثُمَّ أَمَرَ بِدَلْوٍ فَصُبَّ عَلَيْهِ.

۵۵-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی مسجد میں آیا اور پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اسے ڈانٹنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کر لینے دو۔'' لوگوں نے اسے کچھ نہ کہا حتی کہ وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا' پھر آپ نے ایک ڈول پانی منگوایا اور اسے اس پر بہا دیا گیا۔

فائدہ: اس شخص کا نام ذوالخویصرہ تھا' چونکہ وہ پیشاب شروع کر چکا تھا اور جگہ بھی پلید ہو چکی تھی' اس لیے اسے روکنا بے فائدہ تھا' اب اسے روکتے تو ممکن تھا کہ پیشاب نہ رکتا اور وہ چلتے چلتے باقی مسجد بھی پلید کر ڈالتا یا پیشاب رک جاتا تو اس کے مثانے میں خرابی واقع ہو جاتی۔ گویا نبی اکرم ﷺ نے دو متحقق خرابیوں اور مفاسد میں سے اس مفسدے کو برداشت اور اختیار کرنے کی تلقین کی جو نسبتاً دوسرے سے قباحت میں کم تھا اور وہ تھا مسجد میں پیشاب کرنا' جبکہ دوران پیشاب میں دیہاتی کو پیشاب کرنے سے روکنا' یہ اس سے بھی بڑھ کر اس کے لیے اذیت ناک تھا اور مسجد میں مزید آلودگی پھیلنے کا خدشہ بھی تھا' لہٰذا اس دلیل کو مدنظر رکھتے ہوئے علمائے اسلام نے اس حدیث سے أخف الضررين' یعنی خفیف ترین ضرر اور اذیت کو بڑی اذیت اور قباحت کے مقابلے میں اختیار کرنے کا قاعدہ استخراج کیا ہے۔

٥٦- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

۵۶-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

٥٤ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد، ح: ٢٢١، ومسلم، الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات . . . الخ، ح: ٢٨٤ من حديث يحيى الأنصاري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٢ . * عبيدة هو ابن حميد كما في تحفة الأشراف: ١/ ٤٢٨، ح: ١٦٥٧ .

٥٥ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٣، وأخرجه البخاري، ح: ٢٢١ من حديث عبدالله ابن المبارك به.

٥٦ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد، ح: ٢٢٠ وغيره من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٤ .

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دَعُوهُ، وَأَهْرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ دَلْوًا مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ».

بدوی مسجد میں کھڑا ہوا اور اس نے پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اسے جا لیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اسے کچھ نہ کہو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ تمھیں نرمی اور آسانی کے لیے بھیجا گیا ہے' نہ کہ سختی اور تنگی کے لیے۔''

فائدہ: یہ روایت بظاہر ان روایات کے خلاف ہے جن میں زمین کے خشک ہونے کو اس کی پاکیزگی کہا گیا ہے مگر کہا جا سکتا ہے کہ وہ روایات اس زمین کے بارے میں ہیں جس کی نجاست کا بروقت پتہ نہ چلے اور خشک ہو جائے اور یہ روایت اس زمین کے بارے میں ہے جس کی نجاست کا بروقت پتہ چل جائے جیسا کہ مذکورہ واقعے میں ہے۔ یا اس روایت میں وقتی طہارت کا ذکر ہے اور ان روایات میں مستقل طہارت کا۔ کسی روایت کو چھوڑ دینے سے بہتر ہے کہ اس پر مخصوص حالت میں عمل کیا جائے۔ روایات کے درمیان تطبیق دینا ان میں سے کسی کے ترک سے بہت اولیٰ ہے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٤٦) - بَابُ الْمَاءِ الدَّائِمِ (التحفة ٤٦)

باب:۴۶- کھڑے پانی کا حکم

٥٧- **أَخْبَرَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ».

۵۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں پیشاب قطعاً نہ کرے (ہو سکتا ہے) کہ پھر بعد میں اس سے وضو کرلے۔''

قَالَ عَوْفٌ: وَقَالَ خِلَاسٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، مِثْلَهُ.

راویٔ حدیث عوف نے کہا: خلاس نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی روایت بیان کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① گویا اس روایت میں عوف کے دو استاذ ہیں' محمد بن سیرین اور خلاس اور یہ دونوں

٥٧- أخرجه مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، ح: ٢٨٢، وأحمد: ٢/ ٢٥٩، ٤٩٢، ٥٢٩ من حديث عوف الأعرابي من حديث محمد بن سيرين به، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٥، ٥٦.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ ④ ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ یہ پانی کی نجاست کا سبب بن سکتا ہے کیونکہ بار بار پیشاب کرنے یا کئی اشخاص کے پیشاب کرنے سے پانی کا رنگ' بو یا ذائقہ بدل سکتا ہے۔ اس طرح پانی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔ وضو اور غسل کرنے والوں کو دقت پیش آئے گی۔

٥٨- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ».

58- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ٹھہرے پانی میں بالکل پیشاب نہ کرے (ہوسکتا ہے) کہ پھر بعد میں اس سے غسل کرے۔"

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: كَانَ يَعْقُوبُ لَا يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ إِلَّا بِدِينَارٍ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ نے فرمایا: (میرے استاذ) یعقوب بن ابراہیم یہ حدیث دینار لیے بغیر بیان نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: تعلیم حدیث پر اجرت لینے کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اجرت لینا جائز نہیں اور بعض اسے جائز سمجھتے ہیں۔ خصوصاً جب محدث تدریس حدیث کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ کرے۔ یعقوب دورقی کے نزدیک اس پر اجرت لینا جائز ہے' اس لیے وہ یہ حدیث بیان کرنے پر اجرت لیتے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان: [إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ] "بے شک جن چیزوں پر تم اجرت لے سکتے ہو' ان میں سب سے زیادہ اس کی مستحق اللہ کی کتاب ہے۔" (صحيح البخاري' الطب' حديث: ٥٧٣٧) سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے' لہٰذا ضرورت کے پیش نظر تدریس حدیث پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن بلاضرورت اور کشائش کے باوجود اس کی حرص وطمع رکھنا اخلاص کے منافی ہے' لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ والله أعلم۔

(المعجم ٤٧) - بَابٌ فِي مَاءِ الْبَحْرِ (التحفة ٤٧)

باب: ٤٧- سمندری پانی کا حکم

٥٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ

59- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' ایک

٥٨- أخرجه مسلم، انظر الحديث السابق، والمزي في تهذيب الكمال: ٢٠/ ١٦٩، ١٧٠ من حديث يعقوب بن إبراهيم الدورقي من حديث محمد بن سيرين به، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٧.

٥٩- [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب [ماجاء] في ماء البحر أنه طهور، ح: ٦٩ عن قتيبة به،

صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ اَلْحِلُّ مَيْتَتُهُ».

آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ ہم سمندری سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا بہت پانی لے جاتے ہیں‘ چنانچہ اگر ہم اس سے وضو کریں تو پیاسے رہ جائیں‘ تو کیا ہم سمندری پانی سے وضو کرلیا کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سمندر کا پانی طاہر ومطہر ہے اور اس میں مر جانے والے جانور حلال ہیں۔“

فوائد ومسائل: ① سوال کا سبب یہ تھا کہ سمندری پانی سخت نمکین ہوتا ہے اور اس میں سمندری جانور اور مسافر مرتے رہتے ہیں۔ ان کی گندگی بھی وہیں رہتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شرعاً ناقابل استعمال ہو‘ مگر نبیٔ اکرم ﷺ نے وضاحت فرما دی کہ ان سب کے باوجود سمندری پانی پاک ہے اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کرنے کی اہلیت رکھتا ہے کیونکہ یہ ماءِ کثیر ہے‘ نیز اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں ایسے اجزاء شامل فرمائے ہیں کہ اس پانی میں گندگی گرنے کے باوجود تعفن پیدا نہیں ہوتا۔ رنگ‘ بو اور ذائقہ بھی نہیں بدلتا۔ ② [اَلْحِلُّ مَيْتَتُهُ] یعنی سمندری جانور‘ جو سمندر میں مر جائیں‘ حلال ہیں۔ اس جملے کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ چونکہ سمندری جانور حلال ہیں (مرنے کے بعد بھی) لہٰذا ان کی موت سے پانی پلید نہیں ہوتا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ایک مزید حکم معلوم ہوگیا کہ اگر دوران سفر میں کھانے کے لیے ایسا جانور مل جائے تو اسے بلا تردد کھایا جا سکتا ہے۔ یہ بحث کہ اس [میتہ] ”مردار“ سے صرف مچھلی مراد ہے یا ہر سمندری جانور‘ اپنے مقام پر آ گے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ ③ سوال کرنے والے آدمی کا نام عبداللہ مدلجی تھا۔ تفصیل کیلئے دیکھیے: (عون المعبود: ١/١٥٢‘ حدیث: ٨٣)

(المعجم ٤٨) - بَابُ الْوُضُوءِ بِالثَّلْجِ (التحفة ٤٨)

باب: ۴۸- برف سے وضو کرنے کا بیان

٦٠- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ [قَالَ]:

۶۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ

◀◀ وأبوداود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، ح: ٨٣، وابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، ح: ٣٨٦/٣٢٤٦ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/٢٢، والكبرٰى للنسائي، ح: ٥٨، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وصححه البخاري، وابن خزيمة، وابن حبان وغيرهم.

٦٠- أخرجه البخاري، الأذان، باب ما يقول بعد التكبير، ح: ٧٤٤، ومسلم، المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة، ح: ٥٩٨ من حديث جرير، من حديث عمارة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٠.

أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ سَكَتَ هُنَيْهَةً فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ! مَا تَقُولُ فِي سُكُوتِكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ؟ قَالَ: «أَقُولُ: اَللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللَّهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ».

کے رسول ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کچھ دیر چپ رہتے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان خاموشی کے وقت کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”میں کہتا ہوں: [اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي ...... بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ] ”اے اللہ! میرے اور میری غلطیوں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے جتنا فاصلہ تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان کیا ہے۔ اے اللہ! مجھے میری غلطیوں سے اس طرح صاف فرما دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے میری غلطیوں سے برف، پانی اور اولوں کے ساتھ دھو دے۔“

فوائد ومسائل: ① حدیث کی باب سے مطابقت واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برف کو پانی کے برابر ذکر فرمایا ہے، لہٰذا اس سے وضو ہو سکتا ہے۔ ② اس دعا میں پانی، برف اور اولوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ میرے گناہوں کو ہر ممکن طریقے سے مجھ سے دور فرما دے۔ ان سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مختلف صورتوں کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔

(المعجم ٤٩) - اَلْوُضُوءُ بِمَاءِ الثَّلْجِ (التحفة ٤٩)

باب:۴۹- برف کے پانی سے وضو کرنے کا بیان

٦١- **أَخْبَرَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «اَللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ».

۶۱- حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اغْسِلْ خَطَايَايَ...... مِنَ الدَّنَسِ] ”اے اللہ! میری غلطیوں کو برف کے پانی اور اولوں سے دھو دے اور میرے دل کو غلطیوں سے یوں پاک فرما دے جیسے تو نے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف رکھا ہے۔“

٦١ـ أخرجه البخاري، الدعوات، باب الاستعاذة من أرذل العمر . . . الخ، ح: ٦٣٧٥، ومسلم، الذكر والدعاء، باب الدعوات والتعوذ، ح: ٥٨٩ بعد، ح: ٢٧٠٥ من حديث هشام به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٩.

فوائد و مسائل: ① برف کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ پچھلی حدیث میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ ② انسان کو ہمیشہ استغفار کرتے رہنا چاہیے اور دل کو گناہوں کی میل کچیل سے صاف رکھنے کی دعا بھی کرنی چاہیے کیونکہ یہ تمام اعضاء کا سردار ہے اور دوسرے اعضاء کی درستی کا انحصار بھی اسی پر ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے: ''خبردار! بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار! وہ (ٹکڑا) دل ہے۔'' (صحيح البخاري' الإيمان' حديث: ٥٢' وصحيح مسلم' المساقاة' حديث:١٥٩٩)

(المعجم ٥٠) - **بَابُ الْوُضُوءِ بِمَاءِ الْبَرَدِ** (التحفة ٥٠)

باب: ٥٠- اولوں کے پانی سے وضو کرنے کا بیان

٦٢- **أَخْبَرَنَا** هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ: شَهِدْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ، فَسَمِعْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَأَوْسِعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ».

٦٢- حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایک میت کا جنازہ پڑھتے سنا' تو میں نے آپ کی یہ دعا سنی' آپ کہہ رہے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ ...... مِنَ الدَّنَسِ] ''اے اللہ! اس کو معاف کر دے' اس پر رحم فرما' اس کو عافیت (سلامتی) دے اور اس سے درگزر فرما' اس کی مہمانی اچھی فرما' اس کی قبر کو فراخ کر دے' اسے پانی' برف اور اولوں سے دھو ڈال۔ اور اس کو غلطیوں سے یوں پاک صاف فرما جیسے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے''۔

(المعجم ٥١) - **سُؤْرُ الْكَلْبِ** (التحفة ٥١)

باب: ٥١- کتے کے جوٹھے کا بیان

٦٣- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ

٦٣- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب کتا تمھارے برتن میں

٦٢ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب الدعاء للميت في الصلاة، ح: ٩٦٣ من حديث معاوية بن صالح به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢١١١.

٦٣ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب: إذا شرب الكلب في إناء أحدكم فليغسله سبعًا، ح: ١٧٢، ومسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، ح: ٢٧٩/ ٩٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٣٤.

رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ». | پی لے تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہیے۔''

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر برتن میں کتا منہ ڈال دے تو برتن اور مشروب دونوں پلید ہو جائیں گے۔ مشروب کو گرا دیا جائے اور برتن سات دفعہ دھویا جائے۔ جب برتن پلید ہوگا تو مشروب بدرجۂ اولیٰ پلید ہو گا کیونکہ کتے کی زبان تو مشروب کو لگتی ہے۔ بہرحال حدیث میں بھی اس کی صراحت موجود ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَلْيُرِقْهُ] ''چاہیے کہ اسے انڈیل دے۔'' (صحیح مسلم' الطهارة' حديث:۲۷۹) نیز یہ حدیث آگے بھی آ رہی ہے۔ احناف سات دفعہ کی بجائے تین دفعہ دھونا ضروری سمجھتے ہیں' مگر یہ صریح نص کے خلاف ہے۔ جس طرح شریعت نے بعض چیزوں کی طہارت میں تخفیف رکھی ہے' اسی طرح بعض چیزوں کی طہارت میں تشدید بھی رکھی ہے' اس لیے دونوں کو تسلیم کرنا یکساں ضروری ہے۔

٦٤- أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ لِيَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ».

۶۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب کتا تم میں سے کسی کا برتن چاٹ جائے تو وہ اسے سات دفعہ دھوئے۔''

٦٥- أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ هِلَالُ بْنُ أُسَامَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ يُخْبِرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، مِثْلَهُ.

۶۵- حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں۔

(المعجم ٥٢) - اَلْأَمْرُ بِإِرَاقَةِ مَا فِي الْإِنَاءِ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ (التحفة ٥٢)

باب:۵۲- جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو مشروب کو بہا دینے کا حکم

٦٤- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٢٧١ من حديث ابن جريج به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٦. * ثابت هو ابن عياض الأحنف الأعرج العدوي.

٦٥- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٢٧١ من حديث ابن جريج به مختصرًا، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٧.

٦٦- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ».

۶۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال کر پیے' تو وہ اس (مشروب) کو گرا دے اور برتن سات دفعہ دھوئے۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لَا أَعْلَمُ أَحَدًا تَابَعَ عَلِيَّ بْنَ مُسْهِرٍ عَلَى قَوْلِهِ: «فَلْيُرِقْهُ».

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ کسی راوی نے [فَلْيُرِقْهُ] ''تو وہ اسے گرا دے۔'' کے الفاظ ذکر کرنے میں علی بن مسہر کی موافقت کی ہو۔ (مقصود یہ ہے کہ یہ الفاظ صرف علی بن مسہر ہی بیان کرتے ہیں۔)

فائدہ: گویا اس حدیث میں ''مشروب کو گرانے'' کے الفاظ کو امام نسائی رحمہ اللہ نے شاذ قرار دیا ہے' یعنی یہ الفاظ صرف ایک راوی ذکر کرتا ہے۔ اس کے باقی ساتھی ذکر نہیں کرتے جس سے شبہ پڑتا ہے کہ شاید اس راوی کو غلطی لگی ہے۔ راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ الفاظ شاذ نہیں ہیں کیونکہ کسی راوی کی زیادتی صرف اس وقت مردود ہوتی ہے جب وہ دوسروں کی مخالفت کر رہا ہو اور یہاں کوئی وجۂ مخالفت نہیں۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٥٣) - بَابُ تَعْفِيرِ الْإِنَاءِ الَّذِي وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ بِالتُّرَابِ (التحفة ٥٣)

باب: ۵۳- جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اسے مٹی سے دھونے کا بیان

٦٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ

۶۷- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں کے قتل کا حکم دیا' البتہ شکاری اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی۔ اور آپ نے فرمایا: ''جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات دفعہ دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ

٦٦- أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، ح: ٢٧٩ عن علي بن حجر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٥.

٦٧- أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، ح: ٢٨٠ من حديث خالد بن الحارث به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٠.

الصَّيْدِ وَالْغَنَمِ وَقَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ». مٹی بھی ملو۔''

فوائد ومسائل: ① ایک وقت رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' پھر آپ نے قتل کرنے سے روک دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کسی مخلوق کو کلیتاً ختم کرنا درست نہیں۔ ہر مخلوق کے پیدا کرنے میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہے اگرچہ کوئی مخلوق ظاہراً نوع انسانی کے لیے نقصان دہ ہی محسوس ہوتی ہو۔ یہ حکم اب بھی حالات کے تابع ہے۔ ② یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ کتے کا منہ' اس کا لعاب دہن اور اس کا جوٹھا نجس و ناپاک ہے اور یہی اس کے سارے بدن کے نجس و ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے اور برتن کے سات مرتبہ دھونے کو واجب ٹھہراتی ہے اور مٹی کے ساتھ صاف کرنا بھی واجب ہے۔ محققین کی رائے یہی ہے۔ ③ شکار کی غرض سے اور کھیتی اور جانوروں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا ضرورت ہے' لہٰذا شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ ان مقاصد کے سوا کسی اور مقصد کے لیے' مثلاً: شوق کے طور پر یا کسی اور وجہ سے کتا رکھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مال مویشی کے تحفظ' شکار یا کھیتی کی دیکھ بھال کے سوا کتا رکھتا ہے' اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط ثواب کم ہو جاتا ہے۔'' (صحيح البخاري' الحرث والمزارعة' حديث:۲۳۲۲' و صحيح مسلم' المساقاة' حديث:۱۵۷۵) نیز شکار اور رکھوالی وغیرہ کے لیے رکھے گئے کتے کے جھوٹے اور برتن وغیرہ کا بھی وہی حکم ہے جو عام کتے کا ہے۔ علاوہ ازیں گھروں میں کتے کا ہونا فرشتۂ رحمت سے محرومی کا سبب ہے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي' الأدب' حديث:۲۸۰۶) ④ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے سات بار دھونا ضروری ہے' اس کے علاوہ اس برتن کو ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنا بھی ضروری ہے۔ مٹی کا استعمال شروع میں بھی ہو سکتا ہے اور آخر میں بھی کیونکہ صحیح مسلم میں: [أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ] ''پہلی بار مٹی سے مل کر دھوؤ۔'' کے الفاظ ہیں اور صحیح مسلم کی مذکورہ روایت میں: [عَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ] ''اسے آٹھویں مرتبہ مٹی سے مل کر دھوؤ۔'' ان دونوں احادیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ سات بار پانی سے دھونے کے ساتھ ساتھ جب ایک بار مٹی استعمال کی جائے گی تو یہ مٹی کا استعمال آٹھویں بار دھونا ہے۔ ④ مٹی نجاست کی بو' لیس اور جراثیم ختم کرتی ہے۔ پانی کے ساتھ بسا اوقات یہ چیزیں ختم نہیں ہوتیں' البتہ ظاہری نجاست ختم ہو جاتی ہے' لہٰذا پانی کے علاوہ ایک دفعہ (کم از کم) مٹی یا اس کے قائم مقام کوئی بھی کیمیکل وغیرہ لگانا ضروری ہے۔

(المعجم ٥٤) - سُؤْرُ الْهِرَّةِ (التحفة ٥٤) باب:۵۴- بلی کے جوٹھے کا حکم

٦٨- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا، ثُمَّ ذَكَرَتْ كَلِمَةً مَعْنَاهَا: فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوءًا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ، فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ، قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَتَعْجَبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي! فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ».

٦٨- کبشہ بنت کعب سے روایت ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے' پھر کبشہ نے ایسے الفاظ کہے جن کا مطلب یہ ہے کہ میں نے ان کے لیے برتن میں وضو کا پانی ڈالا۔ چنانچہ ایک بلی آئی اور اس سے پانی پینا شروع کر دیا۔ انھوں نے بلی کے لیے برتن جھکا دیا (تاکہ وہ آسانی سے پی لے) بلی نے پانی پی لیا۔ کبشہ نے کہا کہ انھوں نے مجھے دیکھا کہ میں (حیرانی سے) ان کی طرف دیکھ رہی ہوں تو کہنے لگے: اے بھتیجی! کیا تجھے اس پر تعجب ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ''بلاشبہ بلی پلید نہیں کیونکہ یہ تم پر آنے جانے والے نوکروں اور نوکرانیوں (یا سائلین) کی طرح ہے۔''

فائدہ: بلی درندوں میں شامل ہے اور درندوں کا جوٹھا پلید ہوتا ہے' مگر بلی چونکہ گھریلو اور پالتو جانور ہے' گھروں میں اس کا کثرت سے آنا جانا رہتا ہے' اسے روکا بھی نہیں جا سکتا اور یہ عام طور پر برتنوں میں منہ ڈالتی رہتی ہے' اس مجبوری کے پیش نظر اس کا جوٹھا پلید نہیں کہا گیا۔ ویسے بھی یہ صاف ستھرا رہنے والا جانور ہے۔ منہ کو خصوصاً صاف رکھتی ہے' البتہ اگر اس کے منہ پر ظاہری نجاست لگی ہو اور وہ کسی برتن میں منہ ڈال دے تو وہ یقیناً پلید ہو جائے گا۔ لیکن بلاوجہ شکوک وشبہات کا شکار نہیں ہونا چاہیے' عام ضابطہ وہی ہے جو ذکر ہو چکا۔

(المعجم ٥٥) - بَابُ سُؤْرِ الْحِمَارِ (التحفة ٥٥)

باب: ٥٥- گدھے کے جوٹھے کا حکم

٦٩- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ [قَالَ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ

٦٩- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس اللہ کے رسول ﷺ کا منادی آیا اور

٦٨ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب سؤر الهرة، ح: ٧٥، والترمذي، ح: ٩٢، وابن ماجه، ح: ٣٦٨ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٢٢، ٢٣، والكبرٰى، ح: ٦٣، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، ح: ١٢١، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

٦٩ـ أخرجه البخاري، الجهاد، باب التكبير عند الحرب، ح: ٢٩٩١، ومسلم، الصيد والذبائح، باب تحريم أكل لحم الحمر الإنسية، ح: ١٩٤٠ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٤.

مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَتَانَا مُنَادِي رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ فَإِنَّهَا رِجْسٌ.

اس نے کہا (اعلان کیا): تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمھیں گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے روکتے ہیں کیونکہ گدھے پلید ہیں۔ (یا یہ گوشت حرام ہے۔)

فوائد و مسائل: ① یہ جنگ خیبر کی بات ہے جب مسلمانوں نے نبئ اکرم ﷺ کی اجازت کے بغیر اور غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے گدھے پکڑ کر ذبح کر لیے تھے بلکہ ان کا گوشت پکانا شروع کر دیا تھا۔ ② امام نسائی رحمہ اللہ نے شاید اس روایت کے الفاظ [إِنَّهَا رِجْسٌ] سے گدھے کے جوٹھے کے پلید ہونے پر استدلال کیا ہے' مگر جو اس کے جوٹھے کی طہارت کے قائل ہیں' ان کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اکثر گدھے کو بطور سواری استعمال کیا ہے' ظاہر ہے اس کا لعاب اور پسینہ وغیرہ کپڑوں کو لگتا ہوگا اور آپ نے کبھی بھی گدھے کے لعاب سے پرہیز کا حکم نہیں دیا اور یہی بات امت کے حق میں زیادہ بہتر ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ امت سے تنگی کو دور کرنے ہی کی کوشش کی ہے اور یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا کی تلقین کرتے رہے۔

(المعجم ٥٦) - بَابُ سُؤْرِ الْحَائِضِ (التحفة ٥٦)

باب: ٥٦- حائضہ عورت کے جوٹھے کا حکم

٧٠- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ فَيَضَعُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاهُ حَيْثُ وَضَعْتُ وَأَنَا حَائِضٌ، وَكُنْتُ أَشْرَبُ مِنَ الْإِنَاءِ فَيَضَعُ فَاهُ حَيْثُ وَضَعْتُ وَأَنَا حَائِضٌ.

٧٠- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں کسی ہڈی سے گوشت نوچتی تو اللہ کے رسول ﷺ اس جگہ اپنا منہ مبارک رکھتے جہاں میں نے رکھا تھا' حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ اور میں برتن سے پانی پیتی تو اللہ کے رسول ﷺ اس جگہ اپنا منہ رکھتے تھے جہاں میں نے لگایا تھا' حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

فوائد و مسائل: ① حیض اور جنابت کی حالت ظاہری پلیدی نہیں' لہٰذا حائضہ اور جنبی کا جوٹھا پاک ہے۔ ② اس حدیث سے نبئ اکرم ﷺ کے کمال حسن معاشرت کا درس ملتا ہے۔ ③ آدمی اپنی بیوی سے جماع کے علاوہ ہر وہ معاملہ کر سکتا ہے جس سے دونوں کو سرور حاصل ہو۔

٧٠- أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها . . . الخ، ح: ٣٠٠ من حديث سفيان الثوري به، وهو في الكبرى، ح: ٦٢.

(المعجم ٥٧) - **بَابُ وُضُوءِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ جَمِيعًا** (التحفة ٥٧)

باب:۵۷-مردوں اور عورتوں کا اکٹھے وضو کرنا

٧١- أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، ح: وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ، وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ جَمِيعًا.

۷۱-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آدمی اور عورتیں اکٹھے وضو کرلیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی جوٹھا نہیں ہو جاتا کہ دوسرا شخص اسے استعمال نہ کر سکے' اس لیے بیک وقت کئی افراد (مرد وعورت) ایک برتن میں ہاتھ ڈال کر وضو کر سکتے ہیں' البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اگر عورت غیر محتاط قسم کی ہو تو اس کے وضو کرنے کے بعد مرد اس پانی سے وضو نہ کرے کیونکہ وہ چھینٹوں وغیرہ سے پرہیز نہیں کرے گی۔ یاد رہے کہ اس حدیث میں مرد وعورت سے مراد ایک گھر کے مرد اور عورت (میاں بیوی) ہیں نہ کہ مختلف گھروں کے غیر محرم کیونکہ اسلام میں مرد وزن کے اختلاط کی اجازت نہیں۔ یا پھر اس حدیث میں اس وقت کا ذکر ہے جبکہ ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ واللہ أعلم۔ یہی رائے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اختیار کی ہے۔ دیکھیے: (فتح الباري:١/٣٩٢' تحت حديث:١٩٣)

(المعجم ٥٨) - **بَابُ فَضْلِ الْجُنُبِ** (التحفة ٥٨)

باب:۵۸-جنبی کے غسل سے بچے ہوئے پانی کا حکم

٧٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ

۷۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور اللہ کے رسول ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔

٧١- أخرجه البخاري، الوضوء، باب وضوء الرجل مع امرأته . . . الخ، ح: ١٩٣ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٢٤، والكبرٰى، ح: ٧٢ (رواية معن فقط).

٧٢- أخرجه البخاري، الغسل، باب غسل الرجل مع امرأته، ح: ٢٥٠، ومسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة. . . الخ، ح: ٣١٩ (عن قتيبة) من حديث ابن شهاب الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٣.

مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ.

فائدہ: جنبی کے استعمال کے بعد بچا ہوا پانی قابل استعمال ہے وہ پلید نہیں ہوگا' چاہے جنبی مرد ہو یا عورت' دونوں کے لیے حکم برابر ہے۔

(المعجم ٥٩) - **بَابُ الْقَدْرِ الَّذِي يَكْتَفِي بِهِ الرَّجُلُ مِنَ الْمَاءِ لِلْوُضُوءِ** (التحفة ٥٩)

باب:٥٩- پانی کی کم از کم مقدار جو آدمی کو وضو کے لیے کافی ہے

٧٣- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى [قَالَ]: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِمَكُّوكٍ وَيَغْتَسِلُ بِخَمْسَةِ مَكَاكِيَّ.

٧٣- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ ایک مد پانی سے وضو فرما لیا کرتے تھے اور پانچ مد کے ساتھ غسل فرما لیا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① مقصود یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس مذکورہ مقدار میں پانی ہے' تو وہ تیمم نہیں کر سکتا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس مقدار سے کم وبیش سے وضو اور غسل نہیں کیا جا سکتا۔ ② [مَكُّوك] ایک پیمانہ ہے جس کی تفسیر ایک دوسری حدیث میں مد سے کی گئی ہے۔ برتن کی صورت میں اس میں ہر چیز کی مقدار مختلف ہوتی ہے' مگر وزن کی صورت میں یہ نصف کلو سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

٧٤- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، ثُمَّ ذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبَّادَ ابْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ عَنْ جَدَّتِي - وَهِيَ أُمُّ عُمَارَةَ بِنْتُ كَعْبٍ -: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ

٧٤- حضرت ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کا ارادہ فرمایا' تو آپ کے پاس ایک برتن میں پانی لایا گیا جو دو تہائی مد کے برابر تھا۔ شعبہ کہتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ آپ نے (دوران وضو میں) اپنے بازو مل مل کر دھوئے اور اپنے کانوں کے

٧٣ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء بالمد، ح: ٢٠١، ومسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء... الخ، ح: ٣٢٥ من حديث شعبة، وأحمد: ٣/ ١١٢ عن يحيى القطان من حديث ابن جبر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٤ على تصحيف في السند المطبوع.

٧٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما يجزىء من الماء في الوضوء، ح: ٩٤ عن محمد بن بشار به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٦، وصححه أبوزرعة في علل الحديث: ١/ ٢٥، ح: ٣٩.

فَأُتِيَ بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ قَدْرَ ثُلُثَيِ الْمُدِّ، قَالَ شُعْبَةُ: فَأَحْفَظُ أَنَّهُ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَجَعَلَ يَدْلُكُهُمَا وَيَمْسَحُ أُذُنَيْهِ بَاطِنَهُمَا وَلَا أَحْفَظُ أَنَّهُ مَسَحَ ظَاهِرَهُمَا.

اندرونی حصے کا مسح کیا۔ اور بیرونی حصے کے مسح کا مجھے یاد نہیں۔

فائدہ: پہلی روایت میں ایک مُد پانی سے وضو کرنے کا ذکر تھا۔ اس میں ایک مد سے بھی کم پانی سے وضو کا ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ اشخاص اور احوال مختلف ہونے کے ساتھ یہ مقدار بھی مختلف ہوگی' اس میں مقررہ مقدار کی حد بندی نہیں جیسا کہ نبی ﷺ کے عمل سے ثابت ہے' آپ کبھی کم پانی استعمال کر لیتے اور کبھی زیادہ۔ لیکن اسراف سے بچنا ضروری ہے۔

(المعجم ٦٠) - بَابُ النِّيَّةِ فِي الْوُضُوءِ (التحفة ٦٠)

باب: ٦٠- وضو میں نیت کا مسئلہ

٧٥- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ عَنْ حَمَّادٍ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح: وَأَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ

٧٥- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اعمال کا اعتبار نیت سے ہے۔ ہر آدمی کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا' چنانچہ جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہے تو اس آدمی کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف سمجھی جائے گی اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ہے تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف سمجھی جائے گی جس کی خاطر اس نے ہجرت کی۔''

٧٥- أخرجه البخاري، الإيمان، باب ماجاء: أن الأعمال بالنية والحسبة، ح: ٥٤، ومسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ "إنما الأعمال بالنية، وأنه يدخل فيه الغزو وغيره من الأعمال، ح: ١٩٠٧ من حديث مالك به، وهو في الموطأ، ص: ٤٠٣، الموارد، رواية محمد بن الحسن الشيباني، والكبرٰى، ح: ٧٨ (رواية سليمان بن منصور فقط).

كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ».

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث دین اسلام کی چند اساسی احادیث میں سے ہے جن پر دین کی بنیاد ہے۔ اعمال سے نیک اعمال ہی مراد ہیں' یعنی ان کی صحت و اعتبار کے لیے نیت کا خالص ہونا شرط ہے' بخلاف برے اعمال کے کہ وہ اچھی نیت سے اچھے نہیں بن سکتے جبکہ نیک اعمال خراب نیت سے برے بن سکتے ہیں۔ ② اس حدیث کی رو سے نیت کے بغیر کوئی عمل معتبر نہیں جن میں وضو بھی داخل ہے اور یہی جمہور اہل علم و فقہاء اور محدثین کا مسلک ہے مگر احناف کے نزدیک وضو نیت کے بغیر بھی معتبر ہے کیونکہ یہ اصل عبادت نہیں' بلکہ اصل عبادت (نماز وغیرہ) کے لیے وسیلہ ہے' حالانکہ صحیح احادیث کی رو سے وضو گناہوں کی معافی اور درجات کے حصول کا بھی سبب ہے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث: ٨٣٢) اور یہ بغیر نیت کے ممکن نہیں۔

(المعجم ٦١) - **اَلْوُضُوءُ مِنَ الْإِنَاءِ** (التحفة ٦١)

باب:٦١- برتن سے (پانی لے لے کر) وضو کرنا

٧٦- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِوَضُوءٍ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي ذَاكَ الْإِنَاءِ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّئُوا، فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ.

٧٦- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا جبکہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ لوگوں نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا مگر نہ ملا تو اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کچھ پانی لایا گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھا اور لوگوں کو وضو کرنے کا حکم دیا' چنانچہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے نیچے سے (چشمہ کی طرح) پھوٹ رہا تھا حتی کہ سب لوگوں نے وضو کر لیا۔

فوائد ومسائل: ① باب کا مطلب یہ ہے کہ برتن سے چلو لے کر وضو کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس طریقے سے بار بار ہاتھ کو برتن میں داخل کرنا پڑے گا اور اس کے ساتھ ہاتھ کو لگا ہوا سابقہ پانی بھی برتن میں گرے گا' مگر اس میں کوئی حرج نہیں۔ ② اس قسم کے بہت سے واقعات صحیح احادیث میں مذکور ہیں کہ تھوڑا پانی بہت سے لوگوں کو

٧٦- أخرجه البخاري، الوضوء، باب التماس الوضوء إذا حانت الصلاة، ح: ١٦٩، ومسلم، الفضائل، باب في معجزات النبي ﷺ، ح: ٢٢٧٩ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٣٢.

کفایت کر گیا حتی کہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے پانی کو بڑھتا ہوا دیکھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبى شرح سنن النسائي: ۲/۲۹۰، ۲۹۱) اسی طرح کئی دفعہ تھوڑا کھانا بھی بہت سے افراد کو کفایت کر گیا جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، المغازي، حديث: ۴۱۰۲) لہٰذا ان معجزات کا انکار کرنا دوپہر کے وقت سورج کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ اس چیز کو برکت کہا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جب کسی چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی جاتی ہے تو وہاں اس جہان کے پیمانے کام نہیں کرتے۔ اگر منی کے ایک نظر نہ آنے والے جرثومے سے اتنا بڑا انسان بن سکتا ہے، ایک چھوٹے سے بیج سے اتنا بڑا درخت وجود میں آ سکتا ہے، تو ان واقعات پر کیا تعجب ہے؟ وقت، جگہ اور حد ہمارے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے بہت بلند و بالا ہے۔

٧٧- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَأُتِيَ بِتَوْرٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ، فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ وَيَقُولُ: «حَيَّ عَلَى الطَّهُورِ وَالْبَرَكَةِ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

۷۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ لوگوں کو پانی نہ ملا تو آپ کے پاس پانی کا ایک تھال لایا گیا، چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹتا دیکھا۔ آپ فرماتے تھے: ”آؤ اس پاک پانی پر اور اللہ عزوجل کی برکت کی طرف۔“

قَالَ الْأَعْمَشُ: فَحَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرٍ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: أَلْفٌ وَخَمْسُمِائَةٍ.

اعمش کہتے ہیں: سالم بن ابوجعد نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم اس دن کتنے تھے؟ انھوں نے فرمایا: پندرہ سو۔

فائدہ: اس میں بھی نبی ﷺ کے ایک معجزے کا ذکر ہے۔

(المعجم ٦٢) - بَابُ التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْوُضُوءِ (التحفة ٦٢)

باب: ۶۲- وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنی چاہیے

٧٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:

۷۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ

٧٧- [صحيح] أخرجه أحمد: ١/ ٤٠١، ٤٠٢ عن عبدالرزاق، والبخاري، المناقب، علامات النبوة في الإسلام، ح: ٣٥٧٩ من حديث إبراهيم النخعي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٠.

٧٨- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ١٦٥ عن عبدالرزاق، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٤٤، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٤.

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ وَقَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: طَلَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَضُوءًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مَاءٌ؟» فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ وَيَقُولُ: «تَوَضَّئُوا بِسْمِ اللَّهِ» فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ قَالَ ثَابِتٌ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَمْ تُرَاهُمْ؟ قَالَ: نَحْوًا مِنْ سَبْعِينَ.

کے کچھ صحابہ نے وضو کا پانی تلاش کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کیاتم میں سے کسی کے پاس کچھ پانی ہے؟'' (پانی لایا گیا) تو آپ نے اپنا ہاتھ پانی میں رکھ دیا اور فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر وضو کرو۔'' چنانچہ میں نے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلتا دیکھا حتی کہ سب نے وضو کرلیا۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد) ثابت نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کے خیال میں وہ کتنے ہوں گے؟ تو انھوں نے فرمایا: تقریباً ستر (۷۰)

فائدہ: اس حدیث سے وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے' البتہ اختلاف اس مسئلے میں یہ ہے کہ کیا بسم اللہ پڑھنا واجب ہے یا سنت؟ جمہور اہل علم کے نزدیک وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے کیونکہ وہ مذکورہ حدیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کو سنت اور مشروعیت پر محمول کرتے ہیں جبکہ امام حسن' اسحاق بن راہویہ اور اہل ظاہر کا موقف یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے' اگر کوئی جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھتا تو اس کا وضو نہیں ہوگا' اسے دوبارہ وضو کرنا چاہیے۔ دیکھیے: (صحيح الترغيب: ۱/ ۲۰۱) کیونکہ وہ اس حدیث: [لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ] ''جس نے وضو میں بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو ہی نہیں۔'' (جامع الترمذي' الطهارة، حديث: ۲۵) کو اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کو وجوب پر محمول کرتے ہیں۔ امام اسحاق رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وضو میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے یا کسی تاویل کی بنا پر وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتا تو اس کا وضو ہو جائے گا۔ دیکھیے: (جامع الترمذي' الطهارة' حديث: ۲۵) بہر حال دلائل کی رو سے راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے جیسا کہ امام اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ کا موقف ہے اور حدیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا بھی یہی ہے۔ واللہ أعلم۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (سبل السلام: ۱/ ۸۶' وإرواء الغليل: ۱/ ۱۲۲)

(المعجم ٦٣) - بَابُ صَبِّ الْخَادِمِ الْمَاءَ عَلَى الرَّجُلِ لِلْوُضُوءِ (التحفة ٦٣)

باب: ۶۳- خادم وضو کے دوران میں اعضاء پر پانی ڈالے تو کوئی حرج نہیں

٧٩- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ

۷۹- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

٧٩ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الرجل يوضىء صاحبه، ح: ١٨٢، ومسلم، الصلاة، باب تقديم الجماعة ◀◀

وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ مَالِكٍ وَيُونُسَ وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُمْ: عَنْ عَبَّادِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ: سَكَبْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِينَ تَوَضَّأَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، فَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

میں نے غزوۂ تبوک میں وضو کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کے اعضائے مبارکہ پر پانی ڈالا' پھر آپ نے موزوں پر مسح فرمایا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لَمْ يَذْكُرْ مَالِكٌ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے (عباد بن زید کے بعد) عروہ بن مغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔

فوائد ومسائل: ① اس روایت کو امام مالک' یونس اور عمرو بن حارث تین اشخاص نے امام زہری سے بیان کیا ہے۔ آخری دو تو عباد بن زید کے بعد عروہ بن مغیرہ کا ذکر کرتے ہیں' مگر امام مالک رحمہ اللہ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ ترجیح دو راویوں کی بات کو ہوگی۔ ② وضو کے دوران میں اس قسم کی خدمت لی جا سکتی ہے۔ اس سے وضو کے ثواب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ وضو نام ہے اعضاء کو دھونے کا اور یہ کام تو وضو کرنے والا خود ہی کر رہا ہے' البتہ تعاون کرنے والا اپنی نیت کے مطابق اجر کا مستحق ہوگا۔

(المعجم ٦٤) - اَلْوُضُوءُ مَرَّةً مَرَّةً (التحفة ٦٤)

باب:۶۴-اعضائے وضو کو ایک ایک دفعہ دھونا

٨٠- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِوُضُوءِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَتَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً.

۸۰-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کیا میں تمھیں اللہ کے رسول ﷺ کے وضو کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر (یہ کہہ کر) انھوں نے اعضائے وضو کو ایک ایک دفعہ دھویا۔

◄◄ من يصلي بهم . . . الخ، ح: ٢٧٤ بعد، ح: ٤٢١ (من حديث ابن شهاب) من حديث عروة به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٣٥، ٣٦.

٨٠ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء مرةً مرةً، ح: ١٥٧ من حديث سفيان الثوري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٥.

(المعجم ٦٥) - **بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا** (التحفة ٦٥)

باب: ٦٥-اعضائے وضو کو تین تین بار دھونا

٨١- **أَخْبَرَنَا** سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، يُسْنِدُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

٨١-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا۔ اور وہ اس فعل کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھونا فرض اور دو دو یا تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الوضوء' قبل حديث:۱۳۵) دیگر محدثین کی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر ابواب بھی قائم کیے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے: (صحیح البخاري' الوضوء' حديث:۱۵۷-۱۵۹) حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص تین سے زیادہ دفعہ دھوتا ہے' وہ سنت سے تجاوز اور انحراف کر کے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ دیکھیے: (سنن النسائي' الطهارة' حديث:۱۴۰' و سنن أبي داود' الطهارة' حديث:۱۳۵)

صِفَةُ الْوُضُوءِ

وضو کا طریقہ

(المعجم ٦٦) - **غَسْلُ الْكَفَّيْنِ** (التحفة ٦٦)

باب: ٦٦-ہتھیلیاں دھونا

٨٢- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَصْرِيُّ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ رَجُلٍ حَتَّى رَدَّهُ إِلَى الْمُغِيرَةِ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: وَلَا أَحْفَظُ حَدِيثَ ذَا مِنْ

٨٢-حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ نے (متوجہ کرنے کے لیے) اپنی چھڑی میری پشت سے لگائی' پھر آپ ایک طرف کو چلے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلا حتی کہ آپ ایک (مناسب) جگہ پہنچے۔ آپ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور پیدل چل دیے حتی کہ مجھ سے

٨١ـ [صحيح] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا، ح: ٤١٤ من حديث الأوزاعي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٨. * رواية المطلب عن ابن عمر مرسلة كما قال أبوحاتم الرازي، وللحديث شواهد كثيرة في الصحيحين وغيرهما.

٨٢ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الرجل يوضىء صاحبه، ح: ١٨٢ مختصرًا، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ٢٧٤/ ٧٩ من حديث الشعبي به، وهو في الكبرٰى، ح: ١١١.

حَدِيثِ ذَا أَنَّ الْمُغِيرَةَ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَقَرَعَ ظَهْرِي بِعَصًا كَانَتْ مَعَهُ، فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ حَتَّى أَتَى كَذَا وَكَذَا مِنَ الْأَرْضِ، فَأَنَاخَ ثُمَّ انْطَلَقَ قَالَ: فَذَهَبَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: «أَمَعَكَ مَاءٌ؟» وَمَعِيَ سَطِيحَةٌ لِي فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَذَكَرَ مِنْ نَاصِيَتِهِ شَيْئًا وَعِمَامَتِهِ شَيْئًا. قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: لَا أَحْفَظُ كَمَا أُرِيدُ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَالَ: «حَاجَتَكَ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَيْسَتْ لِي حَاجَةٌ، فَجِئْنَا وَقَدْ أَمَّ النَّاسَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ صَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَذَهَبْتُ لِأُوذِنَهُ فَنَهَانِي، فَصَلَّيْنَا مَا أَدْرَكْنَا وَقَضَيْنَا مَا سُبِقْنَا.

اوجھل ہو گئے۔ پھر واپس تشریف لائے اور فرمایا: ''تیرے پاس پانی ہے؟'' میرے پاس میرا مشکیزہ تھا۔ میں وہ آپ کے پاس لے آیا اور میں نے پانی ڈالنا شروع کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ اور چہرہ دھویا۔ بازو دھونے لگے تو آپ پر تنگ آستینوں والا شامی جبہ تھا۔ آپ نے اپنا ہاتھ جبے کے نیچے سے نکالا۔ اس طرح اپنا چہرہ اور بازو دھوئے اور اپنے کچھ سر (پیشانی) اور باقی پگڑی پر مسح کیا۔ ابن عون نے کہا: جس طرح میں چاہتا ہوں مجھے اس طرح یاد نہیں ہے۔ پھر آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''تو بھی قضائے حاجت کر لے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے حاجت نہیں ہے۔ پھر ہم (قافلے کے پاس) آئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں کے آگے کھڑے امامت کرا رہے تھے اور صبح کی ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ میں نے انھیں اطلاع دینا چاہی' مگر آپ نے مجھے روک دیا۔ جو نماز ہم نے (جماعت کے ساتھ) پائی پڑھ لی اور جو گزر چکی تھی' اسے (بعد میں) ادا کر لیا۔

فوائد ومسائل: ① وضو کی ابتدا ہتھیلیاں دھونے سے ہوتی ہے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل انسان مفضول کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ مزید اس واقعے سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ انھیں نبیٔ اکرم ﷺ کی امامت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ. ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کی تیار شدہ اشیاء استعمال کرنا جائز ہے جبکہ ان میں حرام چیزیں نہ ہوں کیونکہ آپ نے شامی جبہ پہنا ہوا تھا اور شام اس وقت دارالکفر تھا۔ ④ اس حدیث میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو سورۂ مائدہ کی آیت وضو سے موزوں پر مسح کرنے کو منسوخ قرار دیتے ہیں' اس لیے کہ وہ آیت غزوۂ مریسیع (شعبان ۵ یا ٦ ہجری) کے موقع پر نازل ہوئی اور یہ غزوۂ تبوک (رجب ۹ ہجری) کا واقعہ ہے۔ واللہ أعلم بالصواب.

(المعجم ٦٧) - **كَمْ تُغْسَلَانِ** (التحفة ٦٧)

٨٣- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ سُفْيَانَ - وَهُوَ ابْنُ حَبِيبٍ - عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ [أَوْسِ بْنِ] أَبِي أَوْسٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَوْكَفَ ثَلَاثًا.

باب:٦٧-ہتھیلیاں کتنی بار دھوئی جائیں؟

٨٣- حضرت ابواوس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا' آپ نے (اپنی ہتھیلیوں پر) تین دفعہ پانی بہایا۔

(المعجم ٦٨) - **اَلْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ** (التحفة ٦٨)

٨٤- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ حُمْرَانَ بْنِ أَبَانٍ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا بِشَيْءٍ غُفِرَ

باب:٦٨-کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

٨٤- حضرت حمران بن ابان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ نے وضو کیا اور اپنے ہاتھوں پر تین دفعہ پانی ڈالا اور انھیں دھویا۔ پھر آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا۔ پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنا دایاں بازو کہنی تک تین دفعہ دھویا۔ پھر بایاں بازو بھی اسی طرح دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر اپنا دایاں پاؤں تین دفعہ دھویا اور پھر بایاں پاؤں بھی اسی طرح دھویا۔ پھر کہنے لگے: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا' آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا' پھر آپ نے فرمایا: ''جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے' پھر دو رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ اپنے دل میں کوئی بات نہ کرے' اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

٨٣ـ **[صحيح]** أخرجه أحمد: ٤/ ٨ من حديث شعبة به مطولاً، وهو في الكبرى، ح: ٨٧، وأصله في سنن ابن ماجه، ح: ١٠٣٧.

٨٤ـ أخرجه البخاري، الصوم، باب سواك الرطب واليابس للصائم، ح: ١٩٣٤ من حديث عبدالله بن المبارك، ومسلم، الطهارة، باب صفة الوضوء وكماله، ح: ٢٢٦ من حديث الزهري به.

لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

فوائد ومسائل: ① مضمضہ اور استنشاق کا ذکر اگرچہ قرآن مجید میں صراحتاً نہیں ہے، مگر احادیث میں ان کا بکثرت ذکر آیا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''[إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْثُرْ] ''جب تم میں سے کوئی ایک وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی ناک میں پانی ڈالے، پھر اسے جھاڑے۔'' (سنن أبي داود، الطهارة، حديث:۱۴۰) مزید آپ نے فرمایا: [بَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا] ''ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرالا یہ کہ تو روزے سے ہو۔'' ان احادیث میں ناک میں پانی چڑھانے کا حکم ہے اور حکم وجوب کا تقاضا کرتا ہے، نیز کلی کے متعلق فرمایا: [إِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ] ''جب تو وضو کرے تو کلی کر۔'' اس حدیث سے یہ بھی پتا چلا کہ آپ ﷺ نے وضو میں کلی کرنے کا حکم دیا ہے جس سے کلی کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ﴿فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾ چہرا دھونے کا حکم ہے جبکہ چہرے میں ناک اور منہ بھی شامل ہے، لہٰذا ان کا حکم بھی وجوب کا ہوگا۔ الگ ناموں کی وجہ سے اصل مسمّٰی سے خارج نہ ہوں گے، جیسے رخسار اور آنکھیں چہرے سے خارج نہیں ہوتے۔ مضمضہ اور استنشاق کے وجوب کی مؤید یہ دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی ان کا التزام کیا ہے۔ آپ سے یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں یہ نہیں ملتا کہ کبھی آپ نے انھیں چھوڑا ہو، نیز آپ کا وضو فرمانا حکم وضو والی آیت کی عملی تفسیر تھا، اس لیے ان کا حکم بھی وجوب ہی کا ہوگا۔ جن علماء نے ''عَشْرٌ مِّنَ السُّنَنِ'' کی بنا پر مضمضہ اور استنشاق کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ اس حدیث میں مضمضہ اور استنشاق کا بھی ذکر ہے، اسی حدیث میں باقی امور فطرت کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟ کیونکہ ان امور فطرت کو بجالانا ضروری ہے، جیسے زیر ناف کے بالوں کا مونڈنا اور بغلوں کی صفائی وغیرہ تو کیا انھیں چھوڑا بھی جا سکتا ہے؟ تو اگر سنت سے ان کی مراد اصطلاحی سنت جو فقہاء کے ہاں واجب کے مقابلے میں ہوتی ہے تو یہ بات صراحتاً مذکورہ دلائل کی روشنی میں مرجوح ہے۔ بہر حال وضو اور غسل میں دونوں کا بجالانا ضروری ہے۔ اگر انھیں وضو میں ترک کر دیا جائے تو وضو باطل ہوگا اور دوبارہ وضو کرنا چاہیے۔ یہ موقف جلیل ائمہ کی ایک جماعت کا ہے، جیسے امام احمد، اسحاق اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ وغیرہ۔ دیکھیے: (جامع الترمذي، الطهارة، حديث:۲۷) ② فطری طور پر بھی مضمضہ اور استنشاق ضروری ہیں کیونکہ نماز کے تمام اوراد واذکار کی ادائیگی منہ اور ناک کے ذریعے سے ہی ہوتی ہے۔ اگر یہ دو عضو صاف نہ کیے گئے تو نہ صرف یہ کہ ادائیگی میں خرابی واقع ہوگی بلکہ قریبی نمازیوں اور فرشتوں کو بدبو سے تکلیف بھی ہوگی۔ ③ ''اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' اس سے مراد قابل معافی گناہ ہیں، مثلاً: صغائر، جبکہ کبائر کی معافی کے لیے توبہ واستغفار ضروری ہے۔ ④ وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ اور یہ جس وقت بھی وضو کیا جائے اس وقت پڑھی جا سکتی ہیں۔ ⑤ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وضو کرتے ہوئے ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(المعجم ٦٩) - **بِأَيِّ الْيَدَيْنِ يَتَمَضْمَضُ** (التحفة ٦٩)

باب:٦٩- کس ہاتھ سے کلی کرے؟

٨٥- **أَخْبَرَنَا** أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ - هُوَ ابْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ - عَنْ شُعَيْبٍ - هُوَ ابْنُ أَبِي حَمْزَةَ - عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ حُمْرَانَ: أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوَضُوءِ فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ مِنْ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وُضُوئِي هٰذَا، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ بِشَيْءٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

٨٥- حمران سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا' آپ نے پانی منگوایا اور برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انھیں تین دفعہ دھویا۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ پانی میں داخل کیا اور کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا۔ پھر اپنا چہرہ تین دفعہ دھویا اور اپنے دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں تین تین دفعہ دھوئے۔ پھر انھوں نے کہا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا' آپ نے میرے اس وضو جیسا وضو کیا اور فرمایا: ''جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے' پھر کھڑا ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اور اس کی ادائیگی میں اپنے دل میں کوئی بات نہ کرے' اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

فائدہ: ''کہنیوں تک'' سے مراد کہنیوں سمیت دھونا ہے کیونکہ یہاں [إلی] ''تک'' [مع] ''سمیت'' کے معنی میں ہے۔ دیکھیے: (ذخیرة العقبٰی شرح سنن النسائی: ٢٧٦/٢)

(المعجم ٧٠) - **[إِتِّخَاذُ] الاِسْتِنْشَاقِ** (التحفة ٧٠)

باب:٧٠- ناک میں اچھی طرح پانی ڈالنا

٨٦- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ:

٨٦- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ

٨٥_ [صحيح] انظر الحديث السابق.

٨٦_ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الاستجمار وترًا، ح: ١٦٢ من حديث مالك، ومسلم، الطهارة، الإيتار في ◀◀

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ح: وَأَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى عَنْ مَعْنٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَسْتَنْثِرْ».

کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے، تو اسے چاہیے کہ اپنے ناک میں پانی ڈالے اور پھر (اسے) اچھی طرح صاف کرے۔''

(المعجم ٧١) - اَلْمُبَالَغَةُ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ (التحفة ٧١)

باب:۷۱-ناک میں خوب زور سے پانی کھینچنا

٨٧- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ ح: وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ: «أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا».

۸۷-حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے وضو کے (صحیح طریقے) کے بارے میں بتائیں۔ آپ نے فرمایا: ''اعضائے وضو کو مکمل (اچھی طرح) دھو اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر، سوائے اس کے کہ تو روزے سے ہو۔''

فوائد ومسائل: ① استنشاق کا مقصد ناک کی صفائی ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ناک کے آخری سرے تک پانی نہ پہنچایا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سانس کو پانی کے ساتھ زور سے کھینچا جائے، البتہ روزے کی حالت میں زیادہ زور لگانے سے خدشہ ہے کہ پانی حلق میں چلا جائے گا، لہٰذا روزے کی حالت میں احتیاط رکھے اور کم زور لگائے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ اگر استنشاق کے دوران میں پانی حلق میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ احناف و موالک کا یہی مذہب ہے مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک خطا معاف ہے

◀◀ الاستنثار والاستجمار، ح:٢٣٧ (من حديث سفيان بن عيينة) من حديث أبي الزناد به، وهو في الموطأ (يحيى): ١٩/١، والكبرٰى، ح:٩٨.

٨٧- [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الأستنثار، ح:١٤٢، وانظر: ١٤٣، ١٤٥، ٢٣٦٦، ٣٩٧٣ عن قتيبة به، وصححه الترمذي، ح:٣٨، ٧٨٨، وابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم: ١٤٧/١، ١٤٨، والذهبي وغيرهم، ويأتي طرفه: ١١٤، وهو في الكبرٰى، ح:٩٨م.

اور روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ تاہم راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر سہواً اور نسیاناً استنشاق کے دوران میں پانی حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ سہو اور نسیان معاف ہے' البتہ اگر جانتے بوجھتے استنشاق کے دوران پانی حلق میں اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٧٢) - اَلْأَمْرُ بِالْاِسْتِنْثَارِ (التحفة ٧٢)

باب:٧٢- ناک کو جھاڑنے کا حکم

٨٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح: وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَالِكٍ [عَنِ] ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ».

٨٨- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص وضو کرے' اسے چاہیے کہ وہ ناک جھاڑے۔ اور جو شخص (استنجے کے لیے) ڈھیلے استعمال کرے' اسے چاہیے کہ وہ طاق استعمال کرے۔''

فوائد ومسائل: ① ناک کی صفائی تبھی ممکن ہے جب پانی ناک میں چڑھانے کے بعد سانس اور ہاتھ کی مدد سے ناک کو جھاڑا جائے تاکہ پانی کے ساتھ ساتھ ناک کی غلاظت بھی باہر آ جائے۔ سونے کے دوران میں تو لازماً ناک کے اوپر والے حصے میں غلاظت جمع ہو جاتی ہے' اس لیے ناک جھاڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ② امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق رحمہما اللہ نے استنثار کو واجب قرار دیا ہے۔ ظاہر الفاظ ان کی تائید کرتے ہیں' نیز ترجمۃ الباب سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ أعلم۔

٨٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ قَيْسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأْتَ فَاسْتَنْثِرْ، وَإِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ».

٨٩- حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو وضو کرے تو ناک جھاڑ اور جب تو (قضائے حاجت کے بعد) ڈھیلے استعمال کرے تو طاق استعمال کر۔''

٨٨ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الاستنثار في الوضوء، ح:١٦١، ومسلم، الطهارة، باب الإيتار في الاستنثار والاستجمار، ح:٢٣٧ (من حديث مالك) من حديث ابن شهاب به، وهو في الموطأ(يحيى):١/١٩، وفي الكبرٰى، ح:٩٥.

٨٩ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المضمضة والاستنشاق، ح:٢٧ عن قتيبة به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح:٤٤.

(المعجم ٧٣) - **بَابُ الْأَمْرِ بِالْاِسْتِنْثَارِ عِنْدَ الْاِسْتِيقَاظِ مِنَ النَّوْمِ** (التحفة ٧٣)

٩٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُنْبُورٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَهُ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ، فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ».

باب:٧٣- نیند سے جاگنے کے بعد ناک جھاڑنے کا حکم

٩٠- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے جاگے اور وضو کرے تو وہ تین بار ناک کو جھاڑے کیونکہ شیطان اس کی ناک کی جڑ میں رات گزارتا ہے۔“

فوائد ومسائل: ① یہ روایت صحیح بخاری میں بھی اسی طرح ہے۔ علاوہ ازیں صحیح ابن خزیمہ، سنن بیہقی وغیرہ میں بھی یہ روایت [فَتَوَضَّأَ] کے ساتھ ہے لیکن صحیح مسلم میں [فَتَوَضَّأَ] کے بغیر ہے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ ناک جھاڑنے کا حکم نیند سے بیدار ہونے والے ہر ایک کے لیے ہے۔ اور اسی کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ترجیح دی ہے۔ دیکھیے: (فتح الباري:٦/٤١٣، تحت حديث:٣٢٩٥) صحیح بخاری اور سنن نسائی وغیرہ کے الفاظ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو نیند سے اٹھ کر وضو کرے، تو وہ یہ عمل کرے۔ گویا یہ حکم تاکید کے طور پر ان کے لیے ہے جو رات کو اٹھ کر وضو کریں، ورنہ تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانے اور تین مرتبہ ناک جھاڑنے کا حکم ہر وضو کرنے والے کے لیے ہے۔ بعض ائمہ کے خیال میں دونوں احادیث کے پیش نظر...... یہ حکم دونوں کے لیے ہے، سوکر اٹھنے والے کے لیے بھی اور وضو کرنے والے کے لیے بھی۔ ایک تیسری رائے یہ بھی ہے کہ [فَتَوَضَّأَ] کے بغیر یہ روایت صرف ایک ہی راوی کی ہے جب کہ دوسرے بیشتر راوی یہ [فَتَوَضَّأَ] کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اس لیے یہ روایت اس اضافے کے ساتھ ہی راجح معلوم ہوتی ہے۔ اس صورت میں اس حدیث کا یہ حکم صرف ان لوگوں کے لیے ہوگا جو اٹھ کر نماز پڑھنا چاہیں اور اس کے لیے وہ وضو کریں۔ ہر بیدار ہونے والے کے لیے یہ حکم نہیں ہوگا کہ وہ اٹھ کر تین مرتبہ ناک جھاڑے۔ ② شیطان کے رات گزارنے سے مراد یہی ہے کہ شیطان ساری رات ناک کی جڑ میں بسر کرتا ہے۔ محدثین نے بھی ان الفاظ کو حقیقت ظاہری پر محمول کیا ہے کیونکہ یہ اس کے لیے جسم میں داخل ہونے کا واحد راستہ ہے جس سے وہ دل تک پہنچتا ہے۔ اور ناک جھاڑنے سے مقصود اس کے اثرات ختم کرنا ہے۔

٩٠ـ أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، ح:٣٢٩٥ من حديث ابن أبي حازم، ومسلم، الطهارة، باب الإيتار في الاستنثار والاستجمار، ح:٢٣٨ من حديث يزيد بن عبدالله به، وهو في الكبرٰى، ح:٩٦.

(المعجم ٧٤) - **بِأَيِّ الْيَدَيْنِ يَسْتَنْثِرُ** (التحفة ٧٤)

باب:٧٤- ناک کس ہاتھ سے جھاڑے؟

٩١- أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّهُ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَنَثَرَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى، فَفَعَلَ هٰذَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: هٰذَا طُهُورُ نَبِيِّ اللهِ ﷺ.

٩١- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے وضو کا پانی منگوایا، پھر اس سے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا اور اپنے بائیں ہاتھ سے جھاڑا۔ یہ کام تین دفعہ کیا، پھر فرمایا: یہ ہے اللہ کے نبی ﷺ کا وضو۔

فائدہ: ناک جھاڑنا غلاظت کی صفائی ہے لہٰذا یہ بائیں ہاتھ ہی سے مناسب ہے، بخلاف منہ کی صفائی کے کہ وہ دائیں ہاتھ سے ہونی چاہیے کیونکہ منہ کا مقام بہت بلند ہے، نیز وہ کھانے کی جگہ ہے، وہاں بایاں ہاتھ مناسب نہیں۔

(المعجم ٧٥) - **بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ** (التحفة ٧٥)

باب:٧٥- چہرہ دھونا

٩٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: أَتَيْنَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَقَدْ صَلَّى، فَدَعَا بِطَهُورٍ فَقُلْنَا: مَا يَصْنَعُ بِهِ وَقَدْ صَلَّى؟ مَا يُرِيدُ إِلَّا لِيُعَلِّمَنَا، فَأُتِيَ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ، فَأَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلٰى يَدِهِ فَغَسَلَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا مِنَ الْكَفِّ الَّذِي يَأْخُذُ بِهِ الْمَاءَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا،

٩٢- حضرت عبد خیر سے منقول ہے کہ ہم حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ نے وضو کا پانی منگوایا۔ ہم نے کہا: آپ اس سے کیا کریں گے جبکہ آپ تو نماز پڑھ چکے ہیں؟ دراصل آپ ہمیں وضو سکھانا چاہتے تھے، چنانچہ آپ کے پاس ایک پانی کا برتن اور ایک تھال لایا گیا۔ آپ نے برتن سے ہاتھ پر پانی ڈالا اور اسے تین دفعہ دھویا۔ پھر اسی ہتھیلی سے تین دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا جس سے پانی لیتے تھے، پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا، اپنا

٩١ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ١١٢ من حديث حسين بن علي به، وصححه ابن حبان، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٤، وانظر الحديث الآتي.

٩٢ـ **[صحيح]** أخرجه الترمذي، الطهارة، [باب ماجاء] في وضوء النبي ﷺ كيف كان؟، ح: ٤٩ من حديث عبد خير به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٧، وانظر الحديث السابق.

وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَيَدَهُ الشِّمَالَ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَرِجْلَهُ الشِّمَالَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَعْلَمَ وُضُوءَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَهُوَ هٰذَا.

دایاں بازو تین دفعہ دھویا اور اپنا بایاں بازو تین دفعہ دھویا اور ایک بار اپنے سر کا مسح کیا' پھر اپنا دایاں پاؤں تین دفعہ دھویا اور بایاں پاؤں بھی تین دفعہ دھویا' پھر فرمایا: جو اللہ کے رسول ﷺ کا وضو جاننا پسند کرتا ہے' وہ جان لے کہ وہ ایسا تھا۔

(المعجم ٧٦) - عَدَدُ غَسْلِ الْوَجْهِ (التحفة ٧٦)

باب:٧٦- چہرہ کتنی دفعہ دھویا جائے؟

٩٣- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ - وَهُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ - عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ عُرْفُطَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ]: أَنَّهُ أُتِيَ بِكُرْسِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ فِيهِ مَاءٌ فَكَفَأَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ بِكَفٍّ وَاحِدٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَأَخَذَ مِنَ الْمَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَأَشَارَ شُعْبَةُ مَرَّةً مِنْ نَاصِيَتِهِ إِلٰى مُؤَخَّرِ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: لَا أَدْرِي أَرَدَّهُمَا أَمْ لَا، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى طُهُورِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَهٰذَا طُهُورُهُ.

٩٣- حضرت عبد خیر سے روایت ہے کہ حضرت علی ؓ کے پاس ایک کرسی لائی گئی' آپ اس پر بیٹھ گئے' پھر پانی کا ایک تھال منگوایا' آپ نے اپنے ہاتھوں پر تین دفعہ پانی انڈیلا' پھر ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا۔ یہ تین بار کیا۔ اور اپنا چہرہ تین دفعہ دھویا اور اپنے بازو تین تین دفعہ دھوئے' پھر کچھ پانی لیا اور سر کا مسح کیا' شعبہ نے ایک بار پیشانی سے لے کر سر کے آخر تک اشارہ کیا' پھر کہا: مجھے معلوم نہیں کہ پھر (ہاتھوں کو) لوٹایا تھا یا نہیں۔ اور تین تین دفعہ اپنے پاؤں دھوئے' پھر فرمایا: جو شخص پسند کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وضو دیکھے تو وہ جان لے کہ یہ آپ کا وضو ہے۔

وَقَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: هٰذَا خَطَأٌ وَالصَّوَابُ: خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ لَيْسَ مَالِكَ ابْنَ عُرْفُطَةَ.

امام ابو عبدالرحمٰن (نسائی) ؒ لکھتے ہیں: (سند میں) یہ غلطی ہے۔ صحیح نام خالد بن علقمہ ہے نہ کہ مالک بن عرفطہ۔

٩٣- [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٣.

فوائد ومسائل: ① سند میں حضرت شعبہ نے اپنے استاد کا نام مالک بن عرفطہ ذکر کیا ہے' لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ محدثین کا اتفاق ہے کہ ان کا نام خالد بن علقمہ ہے۔ شعبہ اگرچہ اعلیٰ پائے کے محدث ہیں مگر غلطی ہر ایک سے ممکن ہے۔ سابقہ دو احادیث میں زائدہ اور ابوعوانہ نے صحیح نام بیان کیا ہے' لہٰذا امام صاحب نے وضاحت فرما دی۔ ② [بِكَفٍّ وَّاحِدٍ] اس کا ایک ترجمہ تو ''ایک ہتھیلی سے'' ہے' یعنی کلی اور استنشاق دونوں داہنے ہاتھ سے کیے۔ دوسرا ترجمہ ہے ایک ہی چلو سے' یعنی ایک دفعہ پانی لے کر کچھ حصہ منہ میں اور کچھ حصہ ناک میں ڈالا' اور یہی درست ہے۔ اسے وصل کہتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے الگ الگ پانی لینا بہتر قرار دیا ہے اور بعض نے ایک ہی چلو سے دونوں عمل کرنے کو بہتر قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس کی بابت یوں فرماتے ہیں کہ اگر دونوں کام ایک ہی چلو سے کر لیے جائیں تو جائز ہے لیکن ہمیں الگ الگ پانی لینا زیادہ پسند ہے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي' الطهارة' حديث:٢٨) تاہم حدیث کی رو سے زیادہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے کیونکہ ایک ہی چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے والی روایات سند کے لحاظ سے زیادہ قوی اور مستند ہیں۔ والله أعلم۔

(المعجم ٧٧) - غَسْلُ الْيَدَيْنِ (التحفة ٧٧)

باب:٧٧- بازوؤں کو دھونا

٩٤- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ - وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ - قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ عُرْفُطَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا دَعَا بِكُرْسِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فِي تَوْرٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ بِكَفٍّ وَاحِدٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ غَمَسَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى وُضُوءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَهٰذَا وُضُوؤُهُ.

٩٤- حضرت عبد خیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا' آپ نے کرسی منگوائی' اس پر بیٹھے' پھر ایک تھال میں پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ تین دفعہ دھوئے' پھر ایک ہی ہاتھ سے تین دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا' پھر اپنا چہرہ اور بازو تین تین دفعہ دھوئے' پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈبویا اور اپنے سر کا مسح کیا' پھر اپنے پاؤں تین تین دفعہ دھوئے' پھر فرمایا: جو شخص اللہ کے رسول ﷺ کا وضو دیکھنا پسند کرے' تو وہ جان لے کہ یہ آپ کا وضو ہے۔

٩٤_[صحيح] انظر الحديثين السابقين، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٤.

(المعجم ٧٨) - بَابُ صِفَةِ الْوُضُوءِ (التحفة ٧٨)

٩٥- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِقْسَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: حَدَّثَنِي شَيْبَةُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَلِيٌّ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَالَ: دَعَانِي أَبِي عَلِيٌّ بِوَضُوءٍ، فَقَرَّبْتُهُ لَهُ فَبَدَأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا فِي وَضُوئِهِ، ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرٰى كَذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرٰى كَذٰلِكَ، ثُمَّ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ: نَاوِلْنِي، فَنَاوَلْتُهُ الْإِنَاءَ الَّذِي فِيهِ فَضْلُ وَضُوئِهِ فَشَرِبَ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهِ قَائِمًا، فَعَجِبْتُ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: لَا تَعْجَبْ، فَإِنِّي رَأَيْتُ أَبَاكَ النَّبِيَّ ﷺ يَصْنَعُ مِثْلَ مَا رَأَيْتَنِي صَنَعْتُ يَقُولُ لِوُضُوئِهِ هٰذَا وَشُرْبِ فَضْلِ وَضُوئِهِ قَائِمًا.

باب:٧٨- وضو کا بیان

٩٥- حضرت حسین بن علی ؓ سے روایت ہے کہ میرے والد حضرت علی ؓ نے مجھ سے وضو کا پانی منگوایا' میں نے پانی آپ کے قریب کیا' آپ نے پہلے اپنی ہتھیلیاں تین دفعہ دھوئیں' پہلے اس سے کہ انھیں پانی میں داخل کریں' پھر آپ نے تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک صاف کیا۔ پھر چہرہ تین مرتبہ دھویا' پھر دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین دفعہ دھویا' پھر بائیں کو اسی طرح دھویا' پھر اپنے سر کا ایک دفعہ مسح کیا' پھر دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین دفعہ دھویا' پھر اسی طرح بایاں دھویا' پھر سیدھے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: مجھے برتن پکڑاؤ۔ میں نے آپ کو برتن پکڑایا جس میں آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی تھا۔ آپ نے وہ کھڑے کھڑے پیا۔ مجھے تعجب ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا' تو فرمایا: تعجب نہ کر' کیونکہ میں نے تیرے نانا نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اسی طرح کرتے تھے جس طرح تو نے مجھے کرتے دیکھا ہے۔ آپ (حضرت علی) کا اشارہ وضو اور کھڑے ہو کر وضو کا پانی پینے کی طرف تھا۔

(المعجم ٧٩) - عَدَدُ غَسْلِ الْيَدَيْنِ (التحفة ٧٩)

باب:٧٩- بازو کتنی دفعہ دھوئے جائیں؟

٩٥-[إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح:١١٧ تعليقًا من حديث حجاج بن محمد به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٠.

٩٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ - وَهُوَ ابْنُ قَيْسٍ - قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طَهُورِهِ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ طُهُورُ النَّبِيِّ ﷺ.

٩٦- حضرت ابوحیہ بن قیس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی ؓ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کا آغاز کیا' تو اپنی ہتھیلیوں کو دھویا حتی کہ انھیں اچھی طرح صاف کیا' پھر تین دفعہ کلی کی اور پھر تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھایا' تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا اور تین تین دفعہ اپنے بازو دھوئے' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر ٹخنوں سمیت اپنے پاؤں دھوئے' پھر کھڑے ہوئے اور اپنے وضو سے بچا ہوا پانی لیا اور کھڑے کھڑے پیا' پھر فرمایا: میں نے اچھا سمجھا کہ تمھیں دکھاؤں کہ نبی ﷺ کا وضو کیسا تھا؟

فوائد ومسائل: ① ''وضو کا پانی کھڑے ہو کر پیا'' بعض اہل علم وضو وغیرہ کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا مسنون سمجھتے ہیں جب کہ بعض علماء سمجھتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینا صرف بیان جواز کے لیے تھا' اسے عادت نہ بنایا جائے۔ اور جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے سختی سے روکا گیا ہے تو وہ اس نہی (ممانعت) کو تنزیہ پر محمول کرتے ہیں' یعنی بہتر ہے کہ بیٹھ کر پیا جائے لیکن اگر کبھی کبھار کھڑے کھڑے بھی پانی پی لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں' یہ بھی جائز ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ بیان جواز سے ان کی یہی مراد ہے۔ ② حافظ ابن حجر ؒ اس مسئلے میں وارد مختلف متعارض احادیث کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں: [بَلِ الصَّوَابُ أَنَّ النَّهْيَ فِيهَا مَحْمُولٌ عَلَى التَّنْزِيهِ وَشُرْبَهُ قَائِمًا لِّبَيَانِ الْجَوَازِ] ''درست بات یہ ہے کہ ان احادیث میں موجود ممانعت تنزیہ پر محمول ہے اور رسول اللہ ﷺ کا کھڑے ہو کر پانی پینا بیان جواز کے لیے تھا۔'' دیکھیے: (فتح الباري:١٠/١٠٤، تحت حديث:٥٦١٧) والله أعلم۔

(المعجم ٨٠) - بَابُ حَدِّ الْغَسْلِ (التحفة ٨٠)

باب:٨٠- ہاتھ کہاں تک دھوئے جائیں؟

٩٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ

٩٧- حضرت عمرو بن یحییٰ مازنی اپنے والد سے

٩٦_ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح:١١٦ من حديث أبي الأحوص به مختصرًا، وهو في الكبرٰى، ح:١٠١، وصححه الترمذي، ح:٤٨. * أبوإسحاق عنعن وهو مدلس، قاله النسائي (سير أعلام النبلاء: ٧/ ٧٤).

٩٧_ أخرجه البخاري، الوضوء، باب مسح الرأس كله، ح:١٨٥، ومسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، ◄◄

وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى: هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ! فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ، جو نبی ﷺ کے صحابی اور عمرو بن یحییٰ کے نانا تھے، سے گزارش کی: کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وضو کیسے فرمایا کرتے تھے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، پھر انھوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ پر ڈالا اور دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے، پھر تین دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا، پھر اپنے دونوں بازو دو دو مرتبہ کہنیوں سمیت دھوئے، پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا کہ دونوں ہاتھوں کو آگے پیچھے لائے، مسح کی ابتدا سر کے اگلے حصے سے کی، پھر ہاتھوں کو اپنی گدی کی طرف لے گئے، پھر واپس لائے حتی کہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے مسح کی ابتدا کی تھی، پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

فائدہ: اس حدیث سے پتا چلا کہ اگرچہ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ کا مفہوم مشترک ہے، یعنی أَقْبَلَ سے مراد پیچھے سے آگے کی طرف آنا اور أَدْبَرَ کا مفہوم سر کے اگلے حصے سے پیچھے گدی کی طرف ہاتھوں کو لے جانا ہے۔ لیکن حدیث میں موجود تفصیل [بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ] سے دوسرے مفہوم کی تائید ہوتی ہے، یعنی یہاں [أَقْبَلَ] سے مراد سر کے اگلے حصے سے گدی کی طرف دونوں ہاتھوں کا لے جانا ہے اور [أَدْبَرَ] سے مراد پیچھے سے ہاتھوں کو اگلی جانب لانا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے سر کے مسح کا عمومی طریقہ یہی تھا۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٨١) - بَابُ صِفَةِ مَسْحِ الرَّأْسِ (التحفة ٨١)

باب:٨١- سر کے مسح کا طریقہ

٩٨- أَخْبَرَنَا عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ مَالِكٍ

٩٨- حضرت یحییٰ مازنی سے روایت ہے کہ انھوں

◀◀ ح: ٢٣٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ١٨.

٩٨- [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ١٨، والكبرى، ح: ١٠٣.

- هُوَ ابْنُ أَنَسٍ - عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى: هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ! فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدِهِ الْيُمْنٰى فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلٰى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے گزارش کی اور آپ عمرو بن یحییٰ کے نانا تھے: کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وضو کیسے فرمایا کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دائیں ہاتھ پر ڈالا اور دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے' پھر تین دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا' پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا' پھر اپنے دونوں بازو دو دو مرتبہ کہنیوں سمیت دھوئے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا اس طرح کہ دونوں ہاتھ آگے پیچھے لائے' مسح کی ابتدا سر کے اگلے حصے سے کی' پھر ہاتھوں کو اپنی گدی کی طرف لے گئے' پھر واپس لائے حتی کہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے مسح کی ابتدا کی تھی' پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

فائدہ: اس حدیث میں سر کے مسح کا تفصیلی ذکر ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے گا۔ آپ کے وضو کی ہر حدیث میں پورے سر کے مسح ہی کا ذکر ہے' اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ نے پورے سر کا مسح فرض قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ احناف نے چوتھائی سر (کسی بھی جانب) کے مسح کو کافی کہا ہے مگر دلائل کی رو سے یہ موقف کمزور ہے۔ اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کا خیال کہ ''چند بالوں پر بھی مسح ہو جائے تو کافی ہے۔'' لیکن احناف اور شوافع کا موقف ان صریح احادیث کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا' لہٰذا مکمل سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٨٢) - عَدَدُ مَسْحِ الرَّأْسِ (التحفة ٨٢)

باب: ٨٢-سر کے مسح کی تعداد

٩٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الَّذِي أُرِيَ النِّدَاءَ

٩٩- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ...... جنھیں خواب میں اذان دکھلائی گئی تھی...... سے منقول ہے' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا' چنانچہ

٩٩- [صحيح] انظر الحديث السابق والذي قبله، وهو في الكبرٰى، ح: ١٧١. * عبدالله بن زيد هو ابن عاصم بن كعب المازني، وقول سفيان بن عيينة "الذي أري النداء" خطأ كما في تحفة الأشراف: ٤/٣٤٣ وغيره، ولعله أتى من تدليسه.

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ.

آپ نے اپنا چہرہ تین دفعہ دھویا اور دونوں بازو دو دفعہ دھوئے۔ پاؤں کو بھی دو مرتبہ دھویا اور اپنے سر کا مسح دو دفعہ کیا۔

فوائد ومسائل: ① خواب میں اذان دکھلائے جانے کی تفصیل ان شاءاللہ آگے آئے گی۔ ویسے یہ عبداللہ بن زید اذان والے نہیں جنھیں اذان دکھائی گئی تھی، وہ عبداللہ بن زید بن عبدربہ ہیں اور یہ عبداللہ بن زید بن عاصم ہیں۔ یہاں پر (راویٔ حدیث) سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے غلطی ہوئی ہے۔ اس کی وضاحت خود امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں فرمائی ہے۔ دیکھیے: (سنن النسائي' الاستسقاء' حديث:١٥٠٦' وصحيح البخاري' الاستسقاء' حديث:١٠١٢) ② ''سر کا مسح دو دفعہ کیا۔'' اس سے مراد ایک دفعہ دونوں ہاتھوں کو آگے سے شروع کر کے گدی تک لے جانا اور دوسری دفعہ پیچھے سے اسی طرح آگے لانا ہے۔ اسے دو دفعہ کہیں یا ایک دفعہ' کوئی فرق نہیں کیونکہ ہاتھوں کو پانی ایک دفعہ ہی لگایا جاتا ہے' اس لیے اسے عام طور پر ایک دفعہ ہی کہا جاتا ہے اور یہی مکمل مسح ہے۔ ③ ہمارے فاضل محقق نے پوری حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے طرق کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لے کر حدیث میں وارد الفاظ: [وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ مَرَّتَيْنِ' وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ] ''پاؤں دو دفعہ دھوئے اور اپنے سر کا مسح دو دفعہ کیا۔'' کو سفیان بن عیینہ کا شدید وہم قرار دیا ہے کیونکہ وہ ان الفاظ کے بیان کرنے میں سخت اضطراب کا شکار تھے' اس لیے شیخ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن أبي داود (مفصل) للألباني' حديث:١٠٩)

(المعجم ٨٣) - بَابُ مَسْحِ الْمَرْأَةِ رَأْسَهَا (التحفة ٨٣)

باب:٨٣-عورت بھی اپنے (پورے) سر کا مسح کرے

١٠٠- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ جُعَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُالْمَلِكِ ابْنُ مَرْوَانَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ سَالِمٌ سَبَلَانُ

١٠٠- حضرت ابوعبداللہ سالم سبلان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ......اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی امانت داری سے بہت خوش تھیں اور ان سے اجرت پر کام کروایا کرتی تھیں...... وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دکھلایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کیسے

١٠٠ـ [حسن] وهو في الكبرٰى، ح:١٠٤. * عبدالملك وثقه ابن حبان وحده، وللحديث شواهد كثيرة عند أبي داود، ح:٣٩٢٨، وابن حبان (موارد)، ح:١٢١٤ وغيرهما.

قَالَ: وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَعْجِبُ بِأَمَانَتِهِ وَتَسْتَأْجِرُهُ، فَأَرَتْنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ، فَتَمَضْمَضَتْ وَاسْتَنْثَرَتْ ثَلَاثًا، وَغَسَلَتْ وَجْهَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَتْ يَدَهَا الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَالْيُسْرٰى ثَلَاثًا، وَوَضَعَتْ يَدَهَا فِي مُقَدَّمِ رَأْسِهَا ثُمَّ مَسَحَتْ رَأْسَهَا مَسْحَةً وَاحِدَةً إِلٰى مُؤَخَّرِهِ، ثُمَّ أَمَرَّتْ يَدَيْهَا بِأُذُنَيْهَا، ثُمَّ مَدَّتْ عَلَى الْخَدَّيْنِ.

وضو فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے تین دفعہ کلی کی اور ناک جھاڑا اور اپنا چہرہ تین دفعہ دھویا' پھر اپنا دایاں اور بایاں ہاتھ (بازو) تین تین دفعہ دھویا' پھر حضرت عائشہ نے اپنا ہاتھ سر کے اگلے حصہ پر رکھا اور پیچھے تک پورے سر کا ایک دفعہ مسح کیا' پھر انھوں نے اپنے ہاتھ اپنے کانوں پر پھیرے' پھر رخساروں پر پھیرے۔

قَالَ سَالِمٌ: كُنْتُ آتِيهَا مُكَاتَبًا مَا تَخْتَفِي مِنِّي فَتَجْلِسُ بَيْنَ يَدَيَّ وَتَتَحَدَّثُ مَعِي حَتّٰى جِئْتُهَا ذَاتَ يَوْمٍ فَقُلْتُ: اُدْعِي لِي بِالْبَرَكَةِ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَتْ: وَمَا ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: أَعْتَقَنِي اللهُ، قَالَتْ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَأَرْخَتِ الْحِجَابَ دُونِي فَلَمْ أَرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

سالم نے کہا: میں جب مُکاتَب تھا تو آپ کے پاس آیا کرتا تھا' وہ مجھ سے پردہ نہیں کرتی تھیں بلکہ میرے سامنے بیٹھ کر مجھ سے باتیں کیا کرتی تھیں حتی کہ میں ایک دن ان کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے ام المومنین! میرے لیے برکت کی دعا فرمائیے۔ وہ کہنے لگیں: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آزاد فرما دیا ہے۔ وہ کہنے لگیں: اللہ تعالیٰ تمھارے لیے برکت فرمائے۔ اس کے بعد پردہ لٹکا لیا اور اس دن کے بعد میں نے انھیں نہیں دیکھا۔

فوائد ومسائل: ① راوی کا نام سالم' سبلان ان کا لقب اور ابوعبداللہ ان کی کنیت ہے۔ یہ غلام تھے' بعد میں آزاد ہوئے۔ ② [مُکاتَب] اس غلام کو کہا جاتا ہے جو اپنا معاوضہ ادا کرنے کا معاہدہ اپنے مالک سے کرلے۔ ایسا غلام جب تک معاوضہ ادا نہ کردے' وہ اس مالک کا غلام ہی رہتا ہے۔ چونکہ غلاموں سے پردہ ضروری نہیں' اس لیے حضرت عائشہ ؓ کا سالم سے بے حجاب بات کرنا قابل اعتراض نہیں (اسی طرح لونڈیوں پر بھی پردہ واجب نہیں) جونہی سالم آزاد ہوا' آپ نے ان سے فوراً پردہ کرلیا۔ ③ مذکورہ روایت قابل حجت ہے اگرچہ عمومی روایات میں مسح کا یہ طریقہ منقول نہیں' لیکن چونکہ یہ طریقہ بھی مستند ذریعے سے ثابت ہے' اس لیے انسان کبھی کبھار اس سنتِ مسح کو بھی اختیار کرسکتا ہے۔ ④ امام نسائی ؒ کی تبویب سے یوں لگتا ہے کہ وہ اس اندازِ

مسح کو صرف عورت کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں لیکن سائل کے سوال اور اس کے جواب میں حضرت عائشہ ﷞ کا وضو کر کے دکھانا اور پھر اس مسح کے طریقے کی نسبت نبیٔ اکرم ﷺ کی طرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ طریقہ مرد و عورت سب کے لیے یکساں قابل عمل ہے۔ عورت کی تخصیص مرجوح ہے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٨٤) - مَسْحُ الْأُذُنَيْنِ (التحفة ٨٤)

باب:۸۴- کانوں کا مسح کرنا

١٠١- أَخْبَرَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ أَيُّوبَ الطَّالَقَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ، وَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّةً مَرَّةً، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً.

۱۰۱- حضرت ابن عباس ﷠ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو وضو کرتے دیکھا، چنانچہ آپ نے ہاتھ دھوئے، پھر آپ نے ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا اور ایک بار اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں بازو ایک ایک دفعہ دھوئے اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا ایک دفعہ مسح کیا۔

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: وَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ مِنِ ابْنِ عَجْلَانَ يَقُولُ فِي ذٰلِكَ: وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

(راویٔ حدیث) عبدالعزیز کہتے ہیں: مجھے ابن عجلان سے سننے والے نے خبر دی کہ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔''

فوائد ومسائل: ① [مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ] ''ایک چلو سے۔'' اس سے وصل ثابت ہوتا ہے جو کہ مسنون ہے، اگرچہ احناف اسے سنت نہیں سمجھتے۔ جس کی تفصیل حدیث:۹۳ کے فوائد میں گزر چکی ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا جائے تو بھی وضو مکمل ہے۔

(المعجم ٨٥) - بَابُ مَسْحِ الْأُذُنَيْنِ مَعَ الرَّأْسِ وَمَا يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلٰى أَنَّهُمَا مِنَ الرَّأْسِ (التحفة ٨٥)

باب:۸۵- کانوں کا مسح سر کے ساتھ کرنا اور اس بات کی دلیل کہ کان سر کا حکم رکھتے ہیں

١٠١ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء مرتين، ح:١٣٧، والترمذي، الطهارة، باب [ماجاء في] مسح الأذنين ظاهرهما وباطنهما، ح:٣٦ من حديث زيد به، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح:٩٢، وأصله في صحيح البخاري، ح:١٤٠.

١٠٢- أَخْبَرَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَغَرَفَ غَرْفَةً فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَرَفَ غَرْفَةً فَغَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ غَرَفَ غَرْفَةً فَغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى، ثُمَّ غَرَفَ غَرْفَةً فَغَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ بَاطِنِهِمَا بِالسَّبَّاحَتَيْنِ وَظَاهِرِهِمَا بِإِبْهَامَيْهِ، ثُمَّ غَرَفَ غَرْفَةً فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى، ثُمَّ غَرَفَ غَرْفَةً فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى.

١٠٢- حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے وضو فرمایا' چنانچہ ایک چلو پانی لیا' اس سے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا' پھر ایک چلو پانی لیا اور اس سے اپنا چہرہ دھویا' پھر ایک چلو پانی لیا اور اس سے اپنا دایاں ہاتھ دھویا' پھر ایک چلو پانی لیا اور اس سے بایاں ہاتھ دھویا' پھر اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا- کانوں کے اندرونی جانب کا مسح شہادت کی انگلیوں سے اور بیرونی جانب کا انگوٹھوں سے کیا- پھر ایک چلو پانی لیا اور اس سے دایاں پاؤں دھویا' پھر ایک چلو پانی لیا اور اس سے بایاں پاؤں دھویا-

١٠٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الصُّنَابِحِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَتَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ فِيهِ، فَإِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ أَنْفِهِ، فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَشْفَارِ عَيْنَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ

١٠٣- حضرت عبداللہ صنابحی ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن بندہ وضو کرتے ہوئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کی غلطیاں اس کے منہ سے نکل جاتی ہیں' پھر جب وہ ناک جھاڑتا ہے تو ناک کی غلطیاں ناک سے نکل جاتی ہیں' پھر جب وہ منہ دھوتا ہے تو چہرے کی غلطیاں چہرے سے حتی کہ آنکھوں کی پلکوں سے نکل جاتی ہیں' پھر جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کی غلطیاں اس کے ہاتھوں سے حتی کہ ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں' پھر جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی غلطیاں سر سے

١٠٢ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، ح: ٣٦، وابن ماجه، ح: ٤٣٩ من حديث ابن إدريس به، وانظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٥.

١٠٣ـ [إسناده حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٣١، والكبرٰى، ح: ١٠٦ باختلاف يسير.

تَحْتِ أَظْفَارِ يَدَيْهِ، فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلَاتُهُ نَافِلَةً لَهُ».

حتی کہ اس کے کانوں سے نکل جاتی ہیں' پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کی غلطیاں پاؤں سے حتی کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں' پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور اس کی نماز (ان دو کاموں کا ثواب) اس کے لیے زائد ہوتے ہیں۔

قَالَ قُتَيْبَةُ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ.

قتیبہ نے یوں بیان کیا (عَنِ الصُّنَابِحِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ) یعنی صنابحی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① امام صاحب کا آخری جملے [قَالَ قُتَيْبَةُ عَن......] سے مقصود یہ ہے کہ اس روایت میں میرے دو اساتذہ میں سے ایک' یعنی عتبہ بن عبداللہ نے (أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ) کہا جب کہ دوسرے استاذ قتیبہ نے (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ) کہا' اگرچہ اس لفظی اختلاف کا سند یا متن حدیث پر ذرہ بھر بھی اثر نہیں پڑتا مگر محدثین کا یہ کمال حفظ وضبط ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کے معمولی سے اختلاف کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ اس سے ان کی دیانت داری کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ رحمهم الله رحمة واسعة۔ ② ''غلطیاں نکل جاتی ہیں۔'' اس سے مراد غلطیوں کے اثرات ہیں کیونکہ گناہوں کے اثرات متعلقہ اعضاء میں جاگزین ہو جاتے ہیں۔ وضو کے ساتھ جس طرح جسم ظاہری نجاست اور میل کچیل سے پاک ہو جاتا ہے' اسی طرح اعضائے وضو گناہوں کے اثرات سے پاک ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً جسم ظاہری اور معنوی طور پر' یعنی میل کچیل اور گناہوں دونوں سے صاف ہو جاتا ہے۔ ③ اس حدیث میں سر اور کانوں کا مسح اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔ حقیقتاً بھی کانوں کا مسح الگ نہیں ہوتا بلکہ سر والے پانی ہی سے کانوں کا مسح کیا جاتا ہے۔ اگرچہ امام شافعی ؒ کانوں کے لیے الگ پانی لینے کے قائل ہیں مگر یہ صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ گویا کان سر ہی میں داخل ہیں۔ اس مفہوم کی ایک صریح روایت بھی موجود ہے۔ [اَلْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ] ''کان سر میں شامل ہیں۔'' (سنن أبي داود' الطهارة' حديث: ۱۳۴' و سنن ابن ماجه' الطهارة' حديث: ۴۴۳) بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کانوں کا سامنے والا حصہ منہ میں داخل ہے' لہٰذا اسے منہ کے ساتھ دھویا جائے اور پچھلا حصہ سر میں داخل ہے' لہٰذا اس کا سر کے ساتھ مسح کیا جائے۔ اسی طرح بعض لوگ کانوں کو چہرے کی طرح دھونے کے قائل ہیں مگر ان کی بنیاد قیاس پر ہے۔ صحیح و صریح احادیث کے مقابلے میں قیاس کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ مذموم ہے۔ ④ جس دلیل کی طرف امام صاحب نے باب میں اشارہ فرمایا ہے' وہ یہ لفظ ہیں: [خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ

[أُذُنَيْهِ] انھی الفاظ میں سر کی غلطیوں کا کانوں سے نکلنا بتلایا گیا ہے۔ معلوم ہوا کانوں کا حکم سر والا ہے یعنی مسح۔ ⑤[نَافِلَةً] "زائد۔" یعنی رفع درجات کا سبب بن جائیں گے۔

(المعجم ٨٦) - بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ (التحفة ٨٦)

باب:٨٦- پگڑی پر مسح کرنے کا بیان

١٠٤- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ح: وَأَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ: قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ بِلَالٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ.

۱۰۴- حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو موزوں اور پگڑی پر مسح کرتے دیکھا۔

فوائد و مسائل: ①[اَلْخِمَار] سے مراد سر ڈھانپنے والی چیز ہے یہاں مراد پگڑی اور عمامہ ہے۔ عام اوڑھنی مراد نہیں ہے۔ ② صرف پگڑی پر مسح مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف پگڑی پر بھی مسح ہو سکتا ہے۔ اس کے انکار کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ رہی احناف کی یہ بات کہ صرف پگڑی پر مسح کی روایت کو پیشانی سمیت پگڑی پر مسح کی روایت پر محمول کیا جائے تو یہ تطبیق اس وقت ممکن ہو سکتی ہے جب راویٔ قصہ ایک ہی صحابی ہوتا' لیکن اس صورت میں بھی درست رائے یہی ہے کہ یہ بعید نہیں کہ صحابی نے دو مختلف حالات کا مشاہدہ کیا ہو' پھر انھیں اسی طرح بیان کر دیا ہو' کبھی اس طرح اور کبھی اس طرح جیسا کہ کسوف شمس وغیرہ کی بابت مروی ہے جبکہ یہاں تو دونوں قسم کے مسحوں کا تذکرہ کرنے والے صحابہ بھی مختلف ہیں' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں طریقے نبیٔ اکرم ﷺ سے ثابت ہیں اور صحابہ نے دونوں طریقوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ بنابریں جیسے حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت کے پیش نظر پیشانی سمیت پگڑی پر مسح کرنا جائز ہے اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے صرف پگڑی پر مسح کرنا بھی جائز ہے۔ واللہ أعلم۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (محلى ابن حزم:٢/٥٨)

١٠٤ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة، ح: ٢٧٥ من حديث أبي معاوية به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٢٣، ١٢٤ باختلاف يسير.

١٠٥- وَأَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجَرْجَرَائِيُّ عَنْ طَلْقِ بْنِ غَنَّامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ بِلَالٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

١٠٥- حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے۔

١٠٦- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ بِلَالٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخِمَارِ وَالْخُفَّيْنِ.

١٠٦- حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو پگڑی اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے۔

(المعجم ٨٧) - بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ مَعَ النَّاصِيَةِ (التحفة ٨٧)

باب:٨٧- پگڑی پر پیشانی سمیت مسح کا ذکر

١٠٧- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ، فَمَسَحَ نَاصِيَتَهُ وَعِمَامَتَهُ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ.

١٠٧- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کیا اور آپ نے اپنی پیشانی، پگڑی اور موزوں پر مسح فرمایا۔

١٠٥ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ١٥ من حديث زائدة به، والحديث السابق شاهد له.

١٠٦ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ١٣ عن وكيع به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٢٥، وانظر، ح: ١٠٤، فإنه شاهد له.

١٠٧ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة، ح: ٢٧٤/ ٨٣ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٧.

قَالَ بَكْرٌ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ.

(راویٔ حدیث) بکر نے کہا: تحقیق میں نے یہ حدیث براہ راست حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے بھی سنی ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی سند میں راوی بکر بن عبداللہ مزنی نے اپنے استاذ حضرت حسن بصری بیان کیے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت انھوں نے خود ابن مغیرہ سے نہیں سنی' اس لیے وضاحت کر دی کہ میں نے پہلے یہ روایت حضرت حسن بصری کے واسطے سے سنی تھی' پھر براہ راست ابن مغیرہ سے بھی سنی' اس لیے دونوں طرح بیان کر دی۔ قربان جائیں محدثین کی اس دیانت اور امانت پر۔ رحمهم الله رحمة واسعة۔

١٠٨- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَحُمَيْدُ ابْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ - وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: تَخَلَّفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ، فَلَمَّا قَضٰى حَاجَتَهُ قَالَ: «أَمَعَكَ مَاءٌ» فَأَتَيْتُهُ بِمِطْهَرَةٍ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَغَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسُرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ، فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَأَلْقَاهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ.

١٠٨- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک سفر میں) اللہ کے رسول ﷺ (لوگوں سے) پیچھے رہ گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ رہا۔ جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''کیا تیرے پاس پانی ہے؟'' چنانچہ میں آپ کے پاس لوٹا لایا تو آپ نے اپنی ہتھیلیاں دھوئیں اور چہرہ دھویا' پھر اپنے بازوؤں سے کپڑا ہٹانے لگے مگر جبے کی آستین تنگ تھی تو آپ نے جبے کو کندھوں پر ڈال لیا' پھر اپنے بازو دھوئے اور اپنی پیشانی' پگڑی اور موزوں پر مسح فرمایا۔

فائدہ: ''آپ نے جبے کو کندھوں پر ڈال لیا'' جبہ تو آپ نے پہلے سے پہنا ہوا تھا۔ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ آستینیں تنگ ہونے کی وجہ سے آپ نے بازو نیچے سے نکال لیے۔ اب جبہ صرف کندھوں پر رہ گیا اور آستینیں بازوؤں سے خالی ہو گئیں۔ امام صاحب نے یہاں مختصر حدیث بیان کی ہے' مکمل حدیث مع فوائد پیچھے گزر چکی ہے۔ دیکھیے: حدیث: ٨٢۔

(المعجم ٨٨) - بَابٌ: كَيْفَ الْمَسْحُ عَلَى الْعِمَامَةِ (التحفة ٨٨)

باب: ٨٨- عمامے (پگڑی) پر مسح کیسے کیا جائے؟

١٠٨- أخرجه مسلم، من حديث يزيد بن زريع به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٨.

١٠٩- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ وَهْبٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ قَالَ: خَصْلَتَانِ لَا أَسْأَلُ عَنْهُمَا أَحَدًا بَعْدَ مَا شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: كُنَّا مَعَهُ فِي سَفَرٍ، فَبَرَزَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ جَاءَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَجَانِبَيْ عِمَامَتِهِ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ. وَقَالَ: وَصَلَاةُ الْإِمَامِ خَلْفَ الرَّجُلِ مِنْ رَعِيَّتِهِ، فَشَهِدْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَاحْتَبَسَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَقَدَّمُوا ابْنَ عَوْفٍ فَصَلَّى بِهِمْ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى خَلْفَ ابْنِ عَوْفٍ مَا بَقِيَ مِنَ الصَّلَاةِ، فَلَمَّا سَلَّمَ ابْنُ عَوْفٍ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَضَى مَا سُبِقَ بِهِ.

١٠٩- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو باتیں ایسی ہیں جن کی بابت میں کبھی کسی سے نہیں پوچھوں گا' جب کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ان کا خود مشاہدہ کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ ہم آپ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو آپ قضائے حاجت کے لیے گئے' پھر واپس تشریف لا کر وضو کیا اور اپنی پیشانی اور پگڑی کے دونوں اطراف کا مسح فرمایا اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا۔ انھوں نے کہا: (دوسری بات) امام کا اپنی رعیت میں سے کسی آدمی کے پیچھے (اس کی اقتدا میں) نماز پڑھنا۔ تو میں نے اس کا بھی اللہ کے رسول ﷺ سے مشاہدہ کیا۔ آپ ایک سفر میں تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا اور نبی ﷺ کو (قضائے حاجت سے واپسی میں) دیر ہو گئی۔ صحابہ نے جماعت کھڑی کر لی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کر لیا۔ انھوں نے نماز پڑھائی۔ (اس دوران میں) اللہ کے رسول ﷺ بھی تشریف لے آئے اور آپ نے ابن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا تو نبی ﷺ اٹھے اور بقیہ نماز ادا کی۔

فوائد و مسائل: ① نبی اکرم ﷺ سے سر کے مسح کے متعلق تین قسم کی احادیث ثابت ہیں۔ ان میں سے ایک یہ حدیث ہے جس میں پیشانی کے ساتھ پگڑی پر مسح کرنے کی بھی وضاحت ہے' جس سے پتا چلا کہ یہ کیفیت نبی ﷺ سے ثابت ہے اور یہی امام نسائی رحمہ اللہ کی غرض معلوم ہوتی ہے۔ صرف پیشانی اور اس کے بقدر سر کا مسح کرنا مشروع نہیں ہے اگرچہ اس روایت سے احناف نے دلیل لی ہے کہ صرف پیشانی پر یا پیشانی کے بقدر (سر کا چوتھائی حصہ) مسح فرض ہے' حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر آپ ﷺ کو پگڑی پر مسح کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صرف پگڑی پر مسح کر لیا جائے' اور یہ جائز ہے جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد:

١٠٩- أخرجه ابن خزيمة، ح: ١٦٤٥ عن يعقوب بن إبراهيم الدورقي به، وهو في الكبرى، ح: ١١٢، وأخرجه أحمد: ٤/ ٢٤٤، ٢٤٩ من طريق آخر عن ابن سيرين به، وله شاهد في صحيح مسلم بعد، ح: ٢٧٤.

(۱/۱۹۴) میں ذکر کیا ہے۔ اور گزشتہ حدیث (نمبر۱۰۴) کے فوائد میں وضاحت کی گئی ہے۔ اور تیسرا پورے سرے کا مسح کرنا جبکہ سر پر پگڑی نہ ہو۔ یہ تینوں طریقے نبیٔ اکرم ﷺ سے ثابت ہیں۔ ② اس سے یہ بھی پتا چلا کہ مقتدی امام کو جس حال میں پائے' امام کے ساتھ مل جائے اور جو نماز گزر چکی ہو' وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کرے۔ ③ جب امام راتب کسی بنا پر اول وقت سے دیر کر دے تو کوئی دوسرا آدمی اس کی جگہ نماز پڑھا سکتا ہے۔

(المعجم ٨٩) - **بَابُ إِيجَابِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ** (اَلتحفة ٨٩)

باب:۸۹- پاؤں کو دھونا واجب ہے

١١٠- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ شُعْبَةَ ح: وَأَخْبَرَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَيْلٌ لِلْعَقِبِ مِنَ النَّارِ».

۱۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ایڑی کے لیے (جو خشک رہ جائے) ویل' یعنی آگ ہے۔''

١١١- **أَخْبَرَنَا** مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح: وَأَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ قَوْمًا يَتَوَضَّئُونَ، فَرَأَى أَعْقَابَهُمْ تَلُوحُ فَقَالَ: «وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ».

۱۱۱- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ان کی ایڑیاں خشک ہیں تو آپ نے فرمایا: ''ان ایڑیوں کے لیے آگ کی تباہی ہے' وضو اچھی طرح کیا کرو۔''

١١٠ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الأعقاب، ح: ١٦٥، ومسلم، الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما، ح: ٢٤٢/ ٢٩ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١١٣.

١١١ـ أخرجه مسلم، ح: ٢٤١ من حديث وكيع به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١١٤.

فوائد و مسائل: ① امام نسائی رحمہ اللہ اس باب کے تحت یہ احادیث لا کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں دھونا واجب ہے کیونکہ اگر پاؤں پر مسح کا حکم ہوتا اور اسے دھونا واجب نہ ہوتا تو آپ ﷺ ایڑیوں کے خشک رہ جانے پر اس قدر سخت وعید نہ سناتے۔ جب صرف ایڑیوں کے خشک رہ جانے پر اس قدر سخت وعید ہے تو پورا پاؤں نہ دھونا اور صرف مسح پر اکتفا کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ البتہ وضو کرنے کے بعد پہنی ہوئی جرابوں اور موزوں پر مسح کی اجازت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الوضوء، حديث:١٨٢، و صحيح مسلم، الطهارة، حديث:٢٧٤، و جامع الترمذي، الطهارة، حديث: ٩٩) ② [وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ ......الخ] بددعا بھی ہوسکتی ہے اور خبر بھی۔

(المعجم ٩٠) - **بَابٌ: بِأَيِّ الرِّجْلَيْنِ يَبْدَأُ بِالْغَسْلِ؟** (التحفة ٩٠)

باب:٩٠-کس پاؤں کو پہلے دھوئے؟

١١٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْأَشْعَثُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهَا] وَذَكَرَتْ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُحِبُّ التَّيَامُنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي طُهُورِهِ وَنَعْلِهِ وَتَرَجُّلِهِ. قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ سَمِعْتُ الْأَشْعَثَ بِوَاسِطٍ يَقُولُ: يُحِبُّ التَّيَامُنَ، فَذَكَرَ شَأْنَهُ كُلَّهُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ بِالْكُوفَةِ يَقُولُ: يُحِبُّ التَّيَامُنَ مَا اسْتَطَاعَ.

١١٢- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جہاں تک ممکن ہوتا وضو فرمانے، جوتا پہننے اور کنگھی کرنے میں دائیں طرف سے ابتدا کرنا پسند فرماتے۔ شعبہ کہتے ہیں: میں نے اشعث کو واسط میں کہتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ تمام امور میں دائیں طرف پسند کرتے تھے۔ پھر میں نے انھیں کوفہ میں کہتے ہوئے سنا کہ آپ حسب استطاعت دائیں جانب پسند کرتے تھے۔

168

فوائد و مسائل: ① معلوم ہوا کہ حدیث میں دونوں لفظ ہیں۔ ایک کا ذکر ایک موقع پر ہوگیا اور دوسرے کا دوسرے موقع پر، یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے خلاف نہیں بلکہ مآل ایک ہی ہے۔ ② دیگر پسندیدہ کاموں کی طرح وضو میں بھی دھوئے جانے والے اعضاء میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نیک اور جنتی لوگوں کے لیے ﴿أَصْحَابُ الْيَمِينِ﴾ (الواقعة٥٦:٢٧) ''دائیں طرف والے'' کا

١١٢- أخرجه البخاري، الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، ح:١٦٨، ومسلم، الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره، ح:٢٦٨ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح:١١٦.

لقب پسند فرمایا ہے۔ قدرتی طور پر عموماً دائیں جانب میں بائیں سے زیادہ قوت ہوتی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شریعت کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ پسندیدہ اور تزیین والے کاموں میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا مستحب ہے، مثلاً: لباس پہننا، مسجد میں داخل ہونا، کنگھی کرنا اور نماز میں سلام پھیرنا وغیرہ اور جو کام اس کے برعکس ہیں، انھیں بائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے، مثلاً: بیت الخلا میں جانا، مسجد سے نکلنا اور لباس اتارنا وغیرہ۔ دیکھیے: (شرح مسلم للنووي: ٣/٢٠٥، تحت حديث:٢٦٨)

(المعجم ٩١) - غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ بِالْيَدَيْنِ (التحفة ٩١)

باب:٩١- پاؤں کو دونوں ہاتھوں سے دھونا

١١٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ - يَعْنِي عُمَارَةَ - قَالَ: حَدَّثَنِي الْقَيْسِيُّ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأُتِيَ بِمَاءٍ فَقَالَ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِنَاءِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّةً، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ مَرَّةً مَرَّةً، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا.

١١٣- حضرت عبدالرحمٰن بن ابوقراد قیسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ کے پاس کچھ پانی لایا گیا تو آپ نے برتن سے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انھیں ایک دفعہ دھویا، پھر اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں کو ایک ایک دفعہ دھویا۔ اور اپنے دونوں پاؤں اپنے دونوں ہاتھوں سے دھوئے۔

فوائد ومسائل: ① فاضل محقق نے مذکورہ روایت کو سنداً صحیح قرار دیا ہے، حالانکہ اس کی سند میں عمارہ بن عثمان بن حنیف راوی مجہول ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے سنداً ضعیف قرار دیا ہے۔ دلائل کی رو سے انھی کی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (العلل لابن أبي حاتم:١/٥٧، والموسوعة الحديثية' مسند الإمام أحمد :٣٨/٢٠٠) ② روایت میں جو مسئلہ بیان ہوا ہے، اس کی بابت درست رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پاؤں دھونا جائز ہے کیونکہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ مستحب اور اولیٰ یہی ہے کہ پاؤں کو بائیں ہاتھ سے دھویا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہر اچھا عمل دائیں ہاتھ سے یا دائیں طرف سے کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ کوئی بھی کام بائیں طرف سے بائیں ہاتھ سے کیا کرتے تھے، نیز پاؤں کو دھونے سے مقصود عموماً میل کچیل دور کرنا ہے جسے بائیں ہاتھ ہی سے دور کرنا بہتر اور مستحب معلوم ہوتا ہے، البتہ

١١٣ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٥/٣٦٨ عن محمد بن جعفر به، وهو في الكبرٰى، ح: ١١٥. * أبوجعفر هو الخطمي، وانظر، ح: ١٦ من هذا الكتاب.

دونوں ہاتھوں سے دھونا بھی جائز ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٩٢) - اَلْأَمْرُ بِتَخْلِيلِ الْأَصَابِعِ (التحفة ٩٢)

باب:۹۲- انگلیوں کے خلال کا حکم

١١٤- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ وَكَانَ يُكْنَى أَبَا هَاشِمٍ ح: وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأْتَ، فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ».

۱۱۴- حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تو وضو کرے تو اچھی طرح وضو کر اور انگلیوں کے درمیان خلال کر۔''

فوائد ومسائل: ① خلال سے مراد یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان ہاتھ کی چھوٹی انگلی (چھنگلیا) داخل کر کے ایسی جگہ پانی پہنچنے کو یقینی بنائے جہاں پانی نہ پہنچنے کا امکان ہو۔ ② خلال ہاتھ کی انگلیوں میں بھی کرنا چاہیے۔ اسی طرح ڈاڑھی کا خلال بھی مسنون ہے۔ اگرچہ ڈاڑھی کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں، لیکن حتی الامکان بالوں کو تر کرنا مسنون ہے۔ غرضیکہ اعضائے وضو کی جس جگہ بھی پانی لگنے کا امکان نہ ہو وہاں کوشش سے پانی پہنچایا جائے کیونکہ ایک تو یہ اسباغ الوضو سے ہے اور دوسرا گناہوں کے خاتمے کا سبب بھی۔

(المعجم ٩٣) - عَدَدُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ (التحفة ٩٣)

باب:۹۳- پاؤں کتنی بار دھوئے جائیں؟

١١٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِي

۱۱۵- حضرت ابوحیہ وادعی سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے

١١٤ـ [صحيح] تقدم طرفه، ح:٨٧، وهو في الكبرٰى، ح:١١٧، وأخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح:١٤٢ من حديث يحيى بن سليم به.

١١٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح:١١٦ مختصرًا، والترمذي، الطهارة، باب [ماجاء] في وضوء النبي ﷺ كيف كان؟، ح:٤٨ من حديث أبي إسحاق به، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح:١٦٢، وانظر الحديث الآتي، ح:١٣٦. * أبوإسحاق مدلس وعنعن، تقدم، ح:٩٦.

إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ الْوَادِعِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، وَتَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: هٰذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

دیکھا کہ آپ نے اپنی ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھویا' تین مرتبہ کلی کی' تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھایا' اپنا چہرہ تین مرتبہ اور اپنے بازو بھی تین تین مرتبہ دھوئے۔ اپنے سر کا مسح کیا اور اپنے پیروں کو تین تین دفعہ دھویا' پھر فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

فائدہ: مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ سنن ابوداود اور جامع ترمذی کی تحقیق میں اسے صحیح قرار دیا ہے' نیز حدیث میں مذکور مسئلے کی دیگر صحیح احادیث سے تائید بھی ہوتی ہے۔ بنابریں راجح اور درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ روایت معناً صحیح ہے۔ واللہ أعلم۔ نیز دیگر محققین نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(المعجم ٩٤) - بَابُ حَدِّ الْغَسْلِ (التحفة ٩٤)

باب: ۹۴- پاؤں کہاں تک دھوئے جائیں؟

١١٦- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ اللَّيْثِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ

۱۱۶- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت حمران سے منقول ہے' انھوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا اور وضو کیا' اپنی ہتھیلیاں تین دفعہ دھوئیں۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا' پھر چہرہ تین دفعہ دھویا' پھر دایاں بازو کہنی سمیت تین مرتبہ دھویا' پھر بایاں بازو بھی اسی طرح دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر اپنا دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھویا' پھر بایاں پاؤں اسی طرح دھویا' پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا' پھر انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا'

١١٦- أخرجه مسلم، الطهارة، باب صفة الوضوء وكماله، ح: ٢٢٦ عن أحمد بن عمرو بن السرح، والبخاري، الوضوء، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا، ح: ١٥٩ من حديث ابن شهاب الزهري به.

غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ان کی ادائیگی کے دوران میں اپنے دل سے کوئی بات نہ کرے تو اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے: (حدیث: ۸۴) امام صاحب اس حدیث کو دوبارہ لا کر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا جائے گا، یہ نہیں کہ وضو کرتے وقت کہنیوں اور ٹخنوں کو ترک کر دیا جائے گا۔ ② یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پاؤں ننگے ہوں، یعنی موزے یا جرابیں نہ پہنی ہوں تو بجائے مسح کرنے کے انھیں دھونا چاہیے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٩٥) - بَابُ الْوُضُوءِ فِي النِّعَالِ (التحفة ٩٥)

باب: ۹۵- جوتوں سمیت وضو کرنا

١١٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ وَمَالِكٍ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَأَيْتُكَ تَلْبَسُ هٰذِهِ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَتَتَوَضَّأُ فِيهَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَلْبَسُهَا وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا.

۱۱۷- حضرت عبید بن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ صاف چمڑے کے جوتے پہنتے ہیں اور ان میں وضو کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ پہنتے اور ان میں وضو کرتے دیکھا ہے۔

فوائد ومسائل: ① "جوتوں میں وضو" کا مطلب یہ ہے کہ اگر جوتے پہنے ہوئے ہوں اور وہ بند نہ ہوں بلکہ چپل نما ہوں جن میں وضو کیا جا سکتا ہو تو پاؤں کو دھونا ضروری ہے۔ ② [اَلنِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ] سے مراد صاف

١١٧- أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الرجلين في النعلين . . . الخ، ح:١٦٦، ومسلم، الحج، باب الإهلال من حيث تنبعث الراحلة، ح:١١٨٧ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ٣٣٣ مطولاً، والكبرٰى، ح:١١٨.

چمڑے کے جوتے ہیں۔ چمڑے کو دباغت دے کر (رنگ کر) بالوں سے مکمل صاف کر لیا جاتا ہے' اس طرح چمڑا صاف ہونے کے ساتھ ساتھ نرم بھی ہو جاتا ہے۔ یہ جوتے خوب صورت اور آرام دہ ہوتے ہیں۔

(المعجم ٩٦) - **بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ** (التحفة ٩٦)

باب:٩٦-موزوں پر مسح کا بیان

١١٨- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّهُ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقِيلَ لَهُ: أَتَمْسَحُ؟ فَقَالَ: قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ. وَكَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ يُعْجِبُهُمْ قَوْلُ جَرِيرٍ، وَكَانَ إِسْلَامُ جَرِيرٍ قَبْلَ مَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ بِيَسِيرٍ.

١١٨- حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ انھیں کہا گیا کہ کیا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو جریر کی یہ روایت بہت پسند آتی تھی کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے اسلام لائے تھے۔

فوائد ومسائل: ① موزوں پر مسح کرنا اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ شیعہ حضرات ہر حال میں ننگے پاؤں پر مسح کے قائل ہیں اور خوارج ہر حال میں پاؤں دھونے ہی کے قائل ہیں۔ اہل سنت چند شروط کے ساتھ موزوں پر مسح کے قائل وفاعل ہیں اور یہی درست ہے۔ ② بعض حضرات جو مسح کے قائل نہیں' ان کا کہنا ہے کہ موزوں کے مسح کی روایات سورۂ مائدہ کے نزول سے قبل کی ہیں کیونکہ سورۂ مائدہ میں وضو اور خصوصاً پاؤں دھونے کا حکم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ موزوں پر مسح کے جواز کے راوی سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور یہ نبی ﷺ کی وفات سے صرف چالیس (٤٠) دن قبل مسلمان ہوئے۔ ان کا آپ کو مسح کرتے دیکھنا قطعی دلیل ہے کہ موزوں پر مسح منسوخ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد' حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بہت خوش ہوتے تھے کیونکہ اس سے مسلک اہل سنت کی زبردست تائید ہوتی ہے' نیز یہ قرآنی حکم کے منافی بھی نہیں بلکہ قرآن مجید کے الفاظ ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ (المآئدة٥:٦) میں أرجلكم کی ایک قراءت مجرور کی بھی ہے۔ اور علماء اس میں یہ تطبیق دیتے ہیں کہ اگر اسے مجرور پڑھا جائے تو اس کا مطلب موزوں پر مسح کرنا ہوگا۔ قرآن مجید اور سب احادیث کو ملانے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پاؤں ننگے ہوں تو دھوئے جائیں اگر جرابوں اور موزوں میں ہوں تو ان پر مسح کیا جائے۔ اس طرح آیت وضو اور احادیث پر عمل ہو جائے گا۔ شیعہ

١١٨- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الخفاف، ح:٣٨٧، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح:٢٧٢ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرٰى، ح:١٢١.

اورخوارج کی بات ماننے سے بہت سی صحیح روایات کا انکار کرنا پڑتا ہے اور یہ گمراہی ہے۔

١١٩- أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

١١٩- حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

١٢٠- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ دُحَيْمٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ نَافِعٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَبِلَالٌ الْأَسْوَافَ فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ خَرَجَ قَالَ أُسَامَةُ: فَسَأَلْتُ بِلَالًا مَا صَنَعَ؟ فَقَالَ بِلَالٌ: ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ ثُمَّ صَلَّى.

١٢٠- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسواف میں داخل ہوئے تو آپ قضائے حاجت کے لیے گئے' پھر باہر نکلے تو اسامہ نے کہا: میں نے بلال سے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے' پھر وضو فرمایا' اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا' اپنے سر کا مسح فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا' پھر نماز پڑھی۔

فوائد ومسائل: ① [أسواف] سے مدینہ منورہ کا حرم مراد ہے۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہمہ وقت رسول اللہ ﷺ کے احوال معلوم کرنے کی جستجو میں لگے رہتے تھے تاکہ وہ انھیں اپنا کر دنیا وآخرت کی بھلائیاں حاصل کرسکیں۔

١١٩- أخرجه البخاري، الوضوء، باب المسح على الخفين، ح: ٢٠٤، ٢٠٥ من حديث يحيى بن أبي كثير به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٢٦.

١٢٠- [إسناده صحيح] أخرجه الحاكم: ١/ ١٥١ من حديث عبدالله بن نافع به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٨٥، وابن حبان(موارد)، ح: ١٧٥، والحاكم على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي، وهو في الكبرٰى، ح: ١٢٧.

١٢١- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

۱۲۱- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا۔

١٢٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - عَنْ مُوسَى ابْنِ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ: أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ.

۱۲۲- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے موزوں پر مسح کے بارے میں فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

١٢٣- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ، فَلَمَّا رَجَعَ تَلَقَّيْتُهُ بِإِدَاوَةٍ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ

۱۲۳- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے' چنانچہ جب واپس تشریف لائے تو میں پانی کا لوٹا لے کر آپ کو ملا اور میں نے آپ کے اعضائے وضو پر پانی ڈالا تو آپ نے ہتھیلیاں دھوئیں' پھر اپنا چہرہ دھویا' پھر بازو دھونے لگے' مگر جبہ تنگ تھا' چنانچہ آپ نے دونوں ہاتھ جبے

١٢١ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب المسح على الخفين، ح: ٢٠٢ من حديث عبدالله بن وهب به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٢٨.

١٢٢ـ **[إسناده صحيح]** انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٢٩.

١٢٣ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ٢٧٤ عن علي بن خشرم، والبخاري، الصلاة، باب الصلاة في الجبة الشامية، ح: ٣٦٣ من حديث الأعمش به. * قوله "بنا" خطأ لأن الرسول ﷺ كان مقتديًا بعبدالرحمن بن عوف، ولعل الخطأ جاء من تدليس الأعمش، والله أعلم.

فَضَاقَتْ بِهِ الْجُبَّةُ، فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى بِنَا.

کے نیچے سے نکالے اور انھیں دھویا' پھر موزوں پر مسح کیا' پھر آپ نے ہمیں نماز پڑھائی۔

١٢٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيٰى - وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ - عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ، بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ.

۱۲۴- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ قضائے حاجت کے لیے نکلے تو مغیرہ بھی پانی کا لوٹا لے کر آپ کے ساتھ گئے۔ جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو انھوں نے اعضائے وضو پر پانی بہایا' آپ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا۔

(المعجم ٩٧) - بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فِي السَّفَرِ (التحفة ٩٧)

باب: ۹۷- سفر میں موزوں پر مسح کرنا

١٢٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ إِسْمَاعِيلَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: «تَخَلَّفْ يَا مُغِيرَةُ! وَامْضُوا أَيُّهَا النَّاسُ!» فَتَخَلَّفْتُ وَمَعِيَ إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ وَمَضَى النَّاسُ، فَذَهَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ فَلَمَّا رَجَعَ ذَهَبْتُ أَصُبُّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ رُومِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ، فَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ يَدَهُ مِنْهَا

۱۲۵- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ نے فرمایا: ''اے مغیرہ! تم ٹھہرو۔ اور اے لوگو! تم چلو۔'' میں ٹھہر گیا اور میرے پاس پانی کا ایک لوٹا تھا اور لوگ چلے گئے' پھر اللہ کے رسول ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے جب واپس تشریف لائے تو میں نے آپ کے اعضائے وضو پر پانی بہانا شروع کر دیا۔ آپ پر ایک رومی جبہ تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ آپ نے اپنا بازو آستین سے نکالنا چاہا' مگر آستین تنگ تھی تو آپ نے اپنا ہاتھ جبے کے نیچے سے نکال لیا' چنانچہ آپ نے

١٢٤ـ [إسناده صحيح] انظر الحديث السابق، ح: ٧٩، وهو في الكبرٰى، ح: ١٢٢.

١٢٥ـ [إسناده صحيح] انظر الحديث الآتي، ح: ١٠٨، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٢، ١٠٩.

فَضَاقَتْ عَلَيْهِ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ.

اپنا چہرہ اور بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے۔ ② غیر ملکی لباس پہننا جائز ہے بشرطیکہ وہ اسلامی شعائر اور ثقافت کے خلاف نہ ہو اور غیر مسلموں کی نقالی کا مظہر بھی نہ ہو۔ ③ موزوں پر مسح کے لیے شرط ہے کہ پہلے انھیں وضو کر کے پہنا ہوا ہو جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی صراحت ملتی ہے' دیکھیے: (صحيح البخاري، الوضوء، حديث:٢٠٦، و صحيح مسلم، الطهارة، حديث:٢٧٤)

(المعجم ٩٨) - بَابُ التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ (التحفة ٩٨)

باب:٩٨- مسافر کے لیے موزوں پر مسح کرنے کی مدت

١٢٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ: رَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كُنَّا مُسَافِرِينَ أَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ.

١٢٦- حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے ہمیں اجازت دی کہ جب ہم مسافر ہوں تو تین دن رات تک اپنے موزے نہ اتاریں۔ (بلکہ مسح کرتے رہیں۔)

١٢٧- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّهَاوِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ وَزُهَيْرٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ قَالَ: سَأَلْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا

١٢٧- حضرت زر بن حبیش سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ جب ہم مسافر ہوں تو تین دن تک بول و براز اور نیند کی وجہ سے موزے نہ اتاریں بلکہ ان پر مسح کرتے رہیں' مگر جنابت کی بنا پر اتارنے ہوں گے۔

١٢٦ـ [حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، ح:٩٦، ح:٣٥٣٥، وابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء من النوم، ح:٤٧٨ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح:١٤٤، وقال الترمذي: "حسن صحيح".

١٢٧ـ [حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح:١٤٥.

إِذَا كُنَّا مُسَافِرِينَ أَنْ نَمْسَحَ عَلَى خِفَافِنَا، وَلَا نَنْزِعَهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ.

فوائد ومسائل: ① موزوں پر مسح حضر اور سفر دونوں حالتوں میں جائز ہے۔ بعض لوگ اسے سفر کے ساتھ خاص کرتے ہیں لیکن اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے سفر وحضر دونوں حالتوں میں مسح کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (ذخيرة العقبٰى شرح سنن النسائي:٣/٨٦-٩٥) ② چونکہ مسافر کو سفر میں کافی مصروفیت ہوتی ہے اس لیے اس کی مجبوری کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے لیے مدت مسح زیادہ رکھی گئی۔ عام حالات میں مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں مسح کرنے کی اجازت ہے۔ اگر سفری مشقت زیادہ ہو' قافلے سے پیچھے رہ جانے کا اندیشہ ہو یا اگر انھیں روکا جائے تو اس وجہ سے وہ اذیت محسوس کریں' یا کوئی ایسی صورت لاحق ہو جائے کہ واقعتاً جرابوں یا موزوں کو اتارنے اور پھر وضو کرنے میں دقت یقینی ہو تو عمومی معینہ مدت سے زیادہ مدت تک بھی مسح کیا جا سکتا ہے' یہ حالتِ مجبوری میں ایک رخصت ہے۔ اس رخصت کی دلیل سنن ابن ماجہ کی صحیح حدیث ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مصر سے آئے' انھوں نے پوچھا: تو نے کب سے یہ موزے نہیں اتارے' انھوں نے جواب دیا: جمعے سے جمعے تک' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے سنت طریقے کو پا لیا ہے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه' الطهارة' حديث:٥٥٨) بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فتح دمشق کی خوشخبری لے کر آئے تھے۔ رہا یہ اعتراض کہ مسافر کے لیے تو تین دن رات مسح کرنے کی رخصت ہے جبکہ اس حدیث سے تو ایک ہفتے تک مسح کا جواز بلکہ ضروریات کے تحت مزید ایام کی رخصت بھی ملتی ہے تو دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق یوں ممکن ہے کہ عام حالات میں صرف اتنی ہی رخصت ہے' البتہ مذکورہ عذر کی صورت میں زیادہ دیر تک بھی مسح کیا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (تيسير الفقه الجامع للاختيارات الفقهية:١/١٥٩' والصحيحة للألباني:٦/٢٣٩) ③ مدت مسح وضو ٹوٹنے کے بعد پہلے مسح سے شمار ہوگی جیسے کہ مسح کی احادیث کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے۔ ④ مسح وضو میں ہوگا نہ کہ غسل میں۔ اگر غسل فرض ہو جائے تو موزے اتارنے ہوں گے۔

(المعجم ٩٩) - اَلتَّوْقِيتُ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُقِيمِ (التحفة ٩٩)

باب:٩٩- مقیم شخص کے لیے موزوں پر مسح کرنے کی مدت

١٢٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ:

١٢٨- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے

١٢٨- أخرجه مسلم، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين، ح: ٢٧٦ عن إسحاق بن إبراهيم الحنظلي به.

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمُلَائِيِّ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِىءٍ، عَنْ عَلِيٍّ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ، يَعْنِي فِي الْمَسْحِ.

رسول ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات موزوں پر مسح کی مدت مقرر فرمائی۔

١٢٩- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِىءٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ: ائْتِ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنِّي فَأَتَيْتُ عَلِيًّا فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَسْحِ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ يَمْسَحَ الْمُقِيمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثًا.

١٢٩- شریح بن ہانی سے منقول ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: حضرت علی کے پاس جاؤ' بلاشبہ وہ اس مسئلے کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں حضرت علی ؓ کے پاس گیا اور ان سے مسح کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں ارشاد فرماتے تھے کہ مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن رات موزوں پر مسح کرسکتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عائشہ ؓ نے خود جواب دینے کی بجائے حضرت علی ؓ کی طرف رہنمائی فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کا عمومی مسح گھر سے باہر ہی تھا' اس لیے حضرت عائشہ کو مسح کے مسائل سے متعلق پوری معلومات شاید نہ ہوں۔ ② مقیم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں ٹھہرا ہوا ہو یا سفر کے دوران میں کسی جگہ اقامت کی نیت سے رہائش اختیار کرلے۔ ③ جس مسئلے کا علم نہ ہو' اس کے متعلق اہل علم سے پوچھ لینا چاہیے۔

(المعجم ١٠٠) - صِفَةُ الْوُضُوءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ (التحفة ١٠٠)

باب: ١٠٠- وضو ٹوٹے بغیر دوبارہ وضو کرنے کا طریقہ

١٣٠- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَزِيدَ قَالَ:

١٣٠- حضرت نزال بن سبرہ سے روایت ہے' وہ

١٢٩ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٣١، وأخرجه مسلم، ح: ٢٧٦ من حديث أبي معاوية به.

١٣٠ـ أخرجه البخاري، الأشربة، باب الشرب قائمًا، ح: ٥٦١٦ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٣٣.

حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ ابْنَ سَبْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ قَعَدَ لِحَوَائِجِ النَّاسِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ أُتِيَ بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَمَسَحَ بِهِ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَ فَضْلَهُ فَشَرِبَ قَائِمًا وَقَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ هٰذَا وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ، وَهٰذَا وُضُوءُ مَنْ لَّمْ يُحْدِثْ.

بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی ؓ کو دیکھا کہ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو آپ کے پاس پانی کا ایک تھال لایا گیا۔ آپ نے اس سے ایک چلو پانی لیا اور اپنے چہرے، بازوؤں، سر اور پاؤں پر مل لیا، پھر بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لیا اور فرمایا کہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں جبکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے اور یہ اس شخص کا وضو ہے جس کا پہلا وضو نہیں ٹوٹا۔

فوائد ومسائل: ① جس شخص کا وضو قائم ہے، اسے نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے مگر ثواب یا صفائی کی خاطر کوئی وضو پر وضو کرنا چاہے تو کر سکتا ہے کیونکہ وضو بذاتہ گناہوں کے کفارے کا سبب بنتا ہے اور اس سے انسان کی بخشش ہوتی ہے اور یہی درست رائے ہے۔ اس بارے میں بہت زیادہ احادیث مروی ہیں۔ ② جس شخص کا پہلا وضو قائم ہے، اسے مکمل وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہلکا سا وضو بھی کر لے تو کوئی حرج نہیں۔ دھونے اور پانی بہانے کی بجائے گیلا ہاتھ لگانا بھی کافی ہے اور ہر جگہ ہاتھ پہنچانا بھی ضروری نہیں۔ ③ اس حدیث سے کھڑے ہو کر پانی پینے کا جواز ثابت ہوتا ہے، اگرچہ افضل یہی ہے کہ بیٹھ کر پیا جائے۔ مزید تفصیل کے لیے حدیث: ٩٦ کے فوائد دیکھیے۔

(المعجم ١٠١) - اَلْوُضُوءُ لِكُلِّ صَلَاةٍ (التحفة ١٠١)

باب: ١٠١- ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا (مستحب ہے)

١٣١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ ذَكَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِإِنَاءٍ صَغِيرٍ فَتَوَضَّأَ قُلْتُ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ؟ قَالَ:

١٣١- حضرت انس ؓ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ کے پاس (پانی کا) ایک چھوٹا سا برتن لایا گیا اور آپ نے وضو فرمایا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ ہر نماز کے لیے نیا وضو فرماتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ شاگرد نے کہا اور آپ لوگ، یعنی صحابہ بھی؟ آپ نے

١٣١ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء من غير حدث، ح: ٢١٤ من حديث عمرو بن عامر به.

نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْتُمْ؟ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ مَا لَمْ نُحْدِثْ قَالَ: وَقَدْ كُنَّا نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ.

فرمایا: ہم تو جب تک بے وضو نہیں ہوتے تھے نمازیں پڑھتے رہتے تھے اور ایک وضو سے کئی کئی نمازیں پڑھ لیا کرتے تھے۔

فائدہ: نبیٔ اکرم ﷺ بھی ہمیشہ ہر نماز کے لیے نیا وضو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ سے ایک وضو کے ساتھ زیادہ نمازیں پڑھنا بھی مذکور ہے جیسا کہ آئندہ احادیث میں ہے، یعنی عموماً آپ ثواب اور صفائی کی خاطر وضو فرما لیا کرتے تھے۔

١٣٢- أَخْبَرَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوا: أَلَا نَأْتِيكَ بِوَضُوءٍ؟ فَقَالَ: «إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ».

١٣٢- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ بیت الخلا سے باہر تشریف لائے اور آپ کو کھانا پیش کیا گیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ ہم آپ کے لیے وضو کا پانی نہ لائیں؟ آپ نے فرمایا: ”مجھے وضو کا حکم صرف اس وقت ہے جب میں نماز کے لیے اٹھوں۔“

فوائد ومسائل: ① نماز کے وقت وضو کا حکم بھی تب ہے اگر وہ بے وضو ہو یا اسے حکم استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ ② اگر ہاتھ صاف ہوں تو کھانے کے وقت دوبارہ دھونے کا اہتمام ضروری نہیں، بہتر ہے۔ ③ ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے مگر واجب نہیں۔

١٣٣- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ صَلَّى الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ

١٣٣- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہر نماز کے لیے وضو فرمایا کرتے تھے۔ جب فتح مکہ کا دن تھا تو آپ نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے ایسا کام کیا ہے جو آپ اس سے پہلے نہیں کرتے تھے۔ آپ

١٣٢ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الأطعمة، باب في غسل اليدين عند الطعام، ح: ٣٧٦٠، والترمذي، الأطعمة، باب في ترك الوضوء قبل الطعام، ح: ١٨٤٧ من حديث إسماعيل ابن علية به، وقال الترمذي: "حسن [صحيح]"، وصححه ابن خزيمة، ح: ٣٥، وله طريق آخر عند مسلم وغيره. * ابن أبي مليكة اسمه عبدالله.

١٣٣ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد، ح: ٢٧٧ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٣٤.

وَاحِدٍ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَعَلْتَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ. قَالَ: «عَمْدًا فَعَلْتُهُ يَا عُمَرُ!».

نے فرمایا: ''اے عمر! میں نے جان بوجھ کر ایسے کیا ہے۔''

فائدہ: ''آپ اس سے پہلے نہیں کرتے تھے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات عمومی عادت کا لحاظ رکھتے ہوئے یا اپنے علم کے مطابق کہی ورنہ فتح مکہ سے قبل بھی آپ سے بعض اوقات یہ ثابت ہے، مثلاً: خیبر کے موقع پر جبکہ آپ کو ستو پیش کیے گئے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الوضوء، حديث:۲۰۹)

(المعجم ١٠٢) - **بَابُ النَّضْحِ** (التحفة ١٠٢)

باب: ۱۰۲- وضو کے بعد شرم گاہ پر پانی کے چھینٹے مارنا

١٣٤- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَقَالَ بِهَا هٰكَذَا، وَوَصَفَ شُعْبَةُ: نَضَحَ بِهِ فَرْجَهُ، فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ فَأَعْجَبَهُ.

۱۳۴- حضرت سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب وضو فرماتے تو پانی کا ایک چلو لیتے اور اسے ایسے کرتے۔ شعبہ نے اس کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا: یعنی اپنی شرم گاہ پر چھڑک لیتے۔ میں نے یہ بات ابراہیم نخعی کو بتائی تو انھوں نے اسے بہت سراہا۔

قَالَ الشَّيْخُ ابْنُ السُّنِّيِّ: اَلْحَكَمُ هُوَ ابْنُ سُفْيَانَ الثَّقَفِيُّ.

شیخ ابن سنی رحمہ اللہ نے کہا: (سند میں مذکور) حکم سے مراد حکم بن سفیان ثقفی ہیں۔ (حکم بن سفیان کو بعض راویوں نے سفیان بن حکم بھی کہا ہے۔ یہ صحابی ہیں اور ان سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔)

فوائد ومسائل: ① شرم گاہ پر چھینٹے مارنا وضو کا حصہ نہیں ہے، تاہم مسنون عمل ہے۔ ② اس عمل کی حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ کبھی انسان کو کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ پیشاب کا کوئی قطرہ نکلا ہے، ایسا انسان معذور ہے، لہٰذا اس عذر کے پیش نظر یا شبہ دور کرنے کے لیے یہ طریقہ تجویز کیا گیا کہ وضو کے بعد شرم گاہ پر چھینٹے مارے جائیں تو شبہ دور ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ ③ جس آدمی کو مندرجہ بالا صورت حال پیش آئے وہ ایسا کرلے اور جسے یہ صورت پیش نہ آئے اس کے لیے بھی چلو بھر پانی سے چھینٹے مارنا مسنون ہے کیونکہ مذکورہ

١٣٤ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الانتضاح، ح: ١٦٦ من حديث منصور به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٣٥، وصححه الحاكم على شرط الشيخين: ١/ ١٧١، ووافقه الذهبي، وانظر نيل المقصود للتحقيق إن شئت.

وجہ اور علت حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ ④ بعض محققین کا خیال ہے کہ وہ آدمی جو تندرست ہو اور سلس البول کا مریض بھی نہ ہو اور پیشاب سے اچھی طرح فراغت کے بغیر ہی کھڑا ہو جاتا ہو نیز اسے وضو کرنے کے بعد یا اثنائے نماز قطرہ گرنے کا یقین بھی ہو تو ایسے آدمی کو چھینٹے کفایت نہ کریں گے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ پیشاب سے آلودہ مقام دھوئے اور پھر وضو کر کے نماز پڑھے کیونکہ پیشاب نجس ہے خواہ وہ قطرہ ہو یا اس سے زیادہ۔ دلائل کے اعتبار سے یہ موقف مضبوط اور راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم۔ ⑤ [تَوَضَّأَ] کے معنی ہوں گے جب وضو سے فارغ ہوتے۔

١٣٥- أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ بْنُ جَوَّابٍ: حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ مَنْصُورٍ ح: وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ - وَهُوَ ابْنُ يَزِيدَ الْجَرْمِيُّ - قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ، قَالَ أَحْمَدُ: فَنَضَحَ فَرْجَهُ.

١٣٥- حضرت حکم بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور اپنی شرم گاہ پر چھینٹے مارے۔

استاد احمد بن حرب نے [وَنَضَحَ فَرْجَهُ] کے بجائے [فَنَضَحَ فَرْجَهُ] کہا۔

183

فائدہ: مذکورہ روایت امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنے دو اساتذہ عباس بن محمد دوری اور احمد بن حرب سے بیان کی ہے جیسا کہ سند پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا الفاظ سے امام صاحب کا مقصد یہ ہے کہ میرے ایک استاذ نے [وَنَضَحَ فَرْجَهُ] کہا جب کہ دوسرے استاد نے [فَنَضَحَ فَرْجَهُ] کہا۔ گویا ''واؤ'' اور ''فاء'' کا فرق ہے۔ ''فاء'' ترتیب کا تقاضا کرتی ہے یعنی آپ ﷺ نے یہ کام وضو کی تکمیل کے بعد کیا۔ ''واؤ'' میں یہ مفہوم نہیں ہوتا۔ ایسے باریک اختلافات کو ضبط کرنا محدثین کی امانت و دیانت اور محنت شاقہ کی واضح دلیل ہے۔ رحمهم الله رحمة واسعة۔

(المعجم ١٠٣) - بَابُ الْاِنْتِفَاعِ بِفَضْلِ الْوُضُوءِ (التحفة ١٠٣)

باب:١٠٣- وضو سے بچے ہوئے پانی سے فائدہ اٹھانا

١٣٦- أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ

١٣٦- حضرت ابوحیہ سے منقول ہے انھوں نے

١٣٥_[حسن] انظر الحديث السابق.

١٣٦_[إسناده حسن] أخرجه الترمذي، ح: ٤٨، انظر، ح: ١١٥.

سَيْفٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَتَّابٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَ وَضُوئِهِ وَقَالَ: صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَمَا صَنَعْتُ.

فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا' آپ نے اعضائے وضو کو تین تین دفعہ دھویا' پھر کھڑے ہو کر وضو سے بچا ہوا پانی پیا اور فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے ہی کیا جیسے میں نے کیا۔

فوائد ومسائل: ① باب کا مقصد یہ ہے کہ جس پانی کو وضو کرتے ہوئے ہاتھ لگا ہو' وہ پلید نہیں ہوتا' اسے استعمال کیا جا سکتا ہے حتی کہ پیا بھی جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے واضح ہے۔ ② وضو کے بعد پانی پینا کوئی سنت نہیں کیونکہ عمومی طور پر نبی ﷺ کے وضو کی روایات میں اس کا ذکر نہیں' نہ یہ وضو کا حصہ ہے' البتہ اگر کسی کو پانی پینے کی ضرورت ہو تو وہ پی سکتا ہے' نیز اگر کوئی اتباع کے جذبے سے کبھی کبھار ایسے کر لیتا ہے تو یقیناً یہ نبیٔ اکرم ﷺ سے کمال درجے کی محبت کا اظہار ہے اور اس کی نیت اور عمل کی بنا پر اس کے لیے ثواب کی امید بھی ہے۔ إن شاء الله۔

١٣٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ، فَأَخْرَجَ بِلَالٌ فَضْلَ وَضُوئِهِ فَابْتَدَرَهُ النَّاسُ فَنِلْتُ مِنْهُ شَيْئًا، وَرُكِزَتْ لَهُ الْعَنَزَةُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ وَالْحُمُرُ وَالْكِلَابُ وَالْمَرْأَةُ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ.

١٣٧- حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو (مکہ کے مقام) بطحاء میں دیکھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی لے کر (خیمے سے) نکلے۔ لوگ تیزی سے ان کی طرف بھاگے۔ مجھے بھی اس میں سے کچھ پانی مل گیا۔ پھر آپ ﷺ کے لیے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا اور آپ نے (اسے سامنے رکھ کر) لوگوں کو نماز پڑھائی۔ گدھے' کتے اور عورتیں آپ کے (سترے کے) آگے سے گزرتی تھیں۔

فوائد ومسائل: ① امام صاحب مذکورہ روایت اس باب کے تحت لا کر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ماءِ مستعمل پاک ہے اور اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ماءِ مستعمل کی بابت مزید تفصیل کے لیے کتاب المیاہ کا ابتدائیہ دیکھیے۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت تھی جس کا اظہار اس حدیث سے بھی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو اپنے جسم وغیرہ پر بطور تبرک ملتے تھے۔ یہ صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ کے بعد قرون اولیٰ میں سے کسی سے بھی یہ نہیں ملتا کہ کسی نے کسی

١٣٧- أخرجه مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي . . . الخ، ح: ٥٠٣/٢٥١، والبخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ، ح: ٣٥٦٦ من حديث مالك بن مغول به، وهو في الكبرى، ح: ١٣٦.

صحابی یا تابعی سے بطور تبرک یہ عمل کیا ہو۔ ③ سترے کے آگے سے کسی چیز کا گزرنا نماز کے لیے نقصان دہ نہیں' سترے کے بغیر مذکورہ چیزوں کا گزرنا نقصان دہ ہے' اس لیے سترے کا اہتمام کرنا نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے اور مذکورہ چیزوں سے بچاؤ کا ایک عمدہ تحفظ بھی۔

١٣٨- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ سُفْيَانَ: قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ: مَرِضْتُ، فَأَتَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ يَعُودَانِي، فَوَجَدَانِي قَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَبَّ عَلَيَّ وَضُوءَهُ.

۱۳۸- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا تو اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے تو مجھے بے ہوش پایا۔ آپ نے وضو فرمایا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈالا۔

فائدہ: ظاہر تو یہ ہے کہ اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جس سے آپ نے وضو فرمایا' گویا ماءِ مستعمل پاک ہوتا ہے' نیز اس سے بچا ہوا پانی بھی مراد ہو سکتا ہے۔

(المعجم ١٠٤) - بَابُ فَرْضِ الْوُضُوءِ (التحفة ١٠٤)

باب:۱۰۴-وضو کی فرضیت

١٣٩- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ».

۱۳۹- حضرت ابوملیح اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں' انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کوئی نماز بغیر طہارت (وضو) کے قبول نہیں فرماتا اور نہ حرام مال سے صدقہ قبول فرماتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① نماز قبول نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز صحیح نہیں ہوتی' فریضہ ادا نہیں ہوتا اور ثواب بھی نہیں ہوتا' لہٰذا وضو اور جنابت کی حالت میں غسل نماز کے لیے شرط ہے۔ وضو کے بغیر نماز کا شرعاً کوئی وجود

١٣٨ـ أخرجه البخاري، الفرائض، باب قول الله تعالى: "يوصيكم الله في أولادكم . . . الخ"، ح:٦٧٢٣، والاعتصام بالكتاب والسنة، ح:٧٣٠٩، ومسلم، الفرائض، باب ميراث الكلالة، ح:١٦١٦ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح:١١١٣٤.

١٣٩ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب فرض الوضوء، ح:٥٩، وابن ماجه، الطهارة، باب لا يقبل الله صلاة بغير طهور، ح:٢٧١ من حديث قتادة به، وهو في الكبرٰى، ح:١٧٢، وصححه ابن حبان، ح:١٤٥، رواه شعبة عن قتادة به.

نہیں۔ ② غلول خفیہ طریقے سے خیانت کو کہتے ہیں۔ یہاں مطلق خیانت مراد ہے، یعنی حرام طریقے سے حاصل شدہ مال کیونکہ ہر حرام کے حصول میں کسی نہ کسی خیانت کا ارتکاب ہوتا ہے۔

(المعجم ١٠٥) - اَلْاِعْتِدَاءُ فِي الْوُضُوءِ (التحفة ١٠٥)

باب:١٠٥- وضو کرتے وقت مقررہ حد سے تجاوز کرنا (منع ہے)

١٤٠- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوءِ، فَأَرَاهُ الْوُضُوءَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: «هٰكَذَا الْوُضُوءُ، فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدَّى وَظَلَمَ».

١٤٠- عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ وہ آپ سے وضو کا طریقہ پوچھتا تھا۔ آپ نے اسے تین تین دفعہ اعضائے وضو دھو کر دکھائے، پھر فرمایا: ”وضو اس طرح ہے۔ جس نے اس سے زیادہ کیا، اس نے برا کیا، حد سے بڑھا اور ظلم کا ارتکاب کیا۔“

فائدہ: تین دفعہ دھونے سے میل کچیل دور ہو جاتا ہے بشرطیکہ اچھی طرح دھوئے، لہٰذا اس سے زائد دھونے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ پانی ضائع ہوگا۔ اسراف کی عادت پڑے گی اور طبیعت وہمی ہو جائے گی، البتہ اگر اعضائے وضو میں سے کوئی عضو زیادہ غبار آلود ہو یا نجاست اور غلاظت لگ گئی ہو تو چاہیے کہ وضو سے قبل ہی اسے زائل کر لیا جائے اور اچھی طرح دھو لیا جائے تاکہ وضو شروع کرنے کے بعد انسان کسی طرح بھی مذکورہ وعید کا مرتکب نہ ہو۔

(المعجم ١٠٦) - اَلْأَمْرُ بِإِسْبَاغِ الْوُضُوءِ (التحفة ١٠٦)

باب:١٠٦- وضو مکمل اور اچھی طرح کرنے کا حکم

١٤١- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ

١٤١- عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ ہم

١٤٠ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا، ح: ١٣٥، وابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في القصد في الوضوء، ح: ٤٢٢ من حديث موسى بن أبي عائشة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٧٣، وصححه ابن خزيمة، وابن الجارود، والعسقلاني وغيرهم.

١٤١ـ [إسناده حسن] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في إسباغ الوضوء، ح: ٤٢٦ من حديث حماد بن زيد، وأبوداود، الصلاة، باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر، ح: ٨٠٨، والترمذي، الجهاد، باب ماجاء في كراهية أن ينزى الحمر على الخيل، ح: ١٧٠١ من حديث أبي جهضم موسى بن سالم به، وقال الترمذي: "حسن ◀◀

عَرَبِيٌّ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو جَهْضَمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا إِلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: وَاللّٰهِ! مَا خَصَّنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِشَيْءٍ دُونَ النَّاسِ إِلَّا بِثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: فَإِنَّهُ أَمَرَنَا أَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوءَ، وَلَا نَأْكُلَ الصَّدَقَةَ، وَلَا نُنْزِيَ الْحُمُرَ عَلَى الْخَيْلِ.

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں کے سوا ہمیں لوگوں سے الگ کوئی خصوصی حکم نہیں دیا۔ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم وضو مکمل اور اچھی طرح کریں، صدقہ نہ کھائیں اور گدھوں کی گھوڑیوں سے جفتی نہ کرائیں۔

فوائد ومسائل: ① صدقہ وزکاۃ کی حرمت کے علاوہ باقی مذکورہ چیزیں اہل بیت سے خاص نہیں، صرف صدقہ وزکاۃ نہ کھانے میں انھیں انفرادیت ہے۔ باقی مذکورہ مسائل محض تاکید مزید کے معنی میں ہیں۔ ② ”گدھوں کی گھوڑیوں سے جفتی نہ کرائیں۔“ کیونکہ گھوڑا نسل کے اعتبار سے اعلیٰ اور مبارک جانور ہے‘ اس لیے گھوڑی سے خچر حاصل کرنا اعلیٰ اور عمدہ پر ادنیٰ اور کم تر کو ترجیح دینا ہے‘ اس لیے پسندیدہ نہیں ہے‘ تاہم خچر خریدنا اور اس پر سواری کرنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ کو خچر کا تحفہ ملا تو آپ نے قبول فرمایا اور بارہا اس پر سواری بھی کی‘ نیز اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل آیت: ۸ میں خچروں کی سواری اور ان کے باعث زینت ہونے کو اپنی نعمت شمار کیا ہے۔ بعض علماء اس کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا اسے بطور سواری استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں ایک درجہ کراہت تو ہے مگر اس کی افزائش کا مروجہ طریقہ جائز ہے اور حدیث میں نہی حرمت کے لیے نہیں بلکہ تنزیہ کے لیے ہے‘ لیکن دلائل کی رو سے بہتر اور راجح موقف یہ ہے کہ اس طریقے سے اس کا حصول محل نظر ہے‘ البتہ خچر سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے‘ نیز نبیٔ اکرم ﷺ کے فرمان: [إِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ] (مسند أحمد: ۹۸/۱، وسنن النسائي، الخيل، حديث: ۳۶۰۱) ”یہ کام بے علم لوگ کرتے ہیں۔“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ باشعور اور اچھے لوگ یہ کام نہیں کرتے۔ گویا اس میں ایک لحاظ سے سرزنش کا پہلو ہے۔ بنا بریں گدھے اور گھوڑی کی جفتی خود کرانا ممنوع ہے۔ ان میں یہ عمل از خود ہو جائے یا کوئی جاہل لوگ کریں تو ہمارے لیے ان سے پیدا ہونے والے خچر سے فائدہ اٹھانا بالکل جائز ہے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (معالم السنن للخطابي: ۲۱/۲، وشرح معاني الآثار للطحاوي: ۲۷۳/۳، وذخيرة العقبىٰ شرح سنن النسائي: ۲۳۸/۳-۲۴۵)

◀◀ صحيح"، وهو في الكبرىٰ، ح: ۱۳۸، وله طرق عند الطحاوي وغيره.

١٤٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ».

۱۴۲- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وضو مکمل اور اچھی طرح کرو۔''

فائدہ: اسباغ سے مراد یہ ہے کہ اعضاء کو اچھی طرح اہتمام کے ساتھ مکمل طور پر دھویا جائے تا کہ کوئی عضو یا اس کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے اور بعض اوقات مشقت کے باوجود اور ناچاہتے ہوئے بھی إسباع الوضوء کا اہتمام کرنا فضیلت کا عمل ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: [إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ] ''مشقت کے باوجود اور ناچاہتے ہوئے بھی مکمل اور پورا وضو کرنا۔'' دیکھیے: (صحیح مسلم' الطهارة' حدیث:۲۵۱)

(المعجم ١٠٧) - بَابُ الْفَضْلِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ١٠٧)

باب:۱۰۷-اسباغ کی فضیلت

١٤٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ».

۱۴۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ان چیزوں کی خبر نہ دوں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ غلطیاں مٹاتا اور درجات بلند فرماتا ہے؟ (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کے رسول کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا:) مشقت اور ناچاہتے ہوئے وضو مکمل اور اچھی طرح کرنا' مسجد کی طرف دور سے چل کر جانا اور نماز کے بعد اگلی نماز کا (مسجد میں بیٹھ کر) انتظار کرنا۔ یہ ہے رباط۔ یہ ہے رباط۔ یہ ہے رباط۔''

فوائد ومسائل: ① رباط سے مراد ہے' دشمن کو ڈرانے کے لیے اور اس کے حملے سے بچنے کے لیے سرحد پر

١٤٢ـ [صحيح] تقدم، ح: ١١١، وهو في الكبرٰى، ح: ١٣٧.

١٤٣ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره، ح: ٢٥١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ١٦١، والكبرٰى، ح: ١٣٩.

مسلح ہو کر تیاری کی حالت میں ٹھہرنا۔ مندرجہ بالا حدیث میں نماز کے بعد اگلی نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنے کو رباط کہا گیا ہے کیونکہ شیطان بھی تو انسان کا دشمن ہے۔ ② شیطان سے بچنے کے لیے مسجد محفوظ مورچے کی طرح ہے۔ ③ وضو کرنے اور مسجد کی طرف جانے سے شیطانی اثرات (گناہ وغیرہ) جھڑتے ہیں، پھر پچھلی نماز بھی اسلحہ کی طرح ہے جب کہ اگلی نماز کا انتظار شیطان کو ڈرانا اور اپنے آپ کو چوکنا اور محفوظ کرنا ہے، اس لیے اس فعل کو رباط سے کامل تشبیہ دی گئی ہے، نیز یہ ثواب کے لحاظ سے بھی رباط کی طرح ہے۔

(المعجم ١٠٨) - ثَوَابُ مَنْ تَوَضَّأَ كَمَا أُمِرَ (التحفة ١٠٨)

باب:۱۰۸-مسنون وضو کرنے کا ثواب

١٤٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ: أَنَّهُمْ غَزَوْا غَزْوَةَ السَّلَاسِلِ فَفَاتَهُمُ الْغَزْوُ فَرَابَطُوا، ثُمَّ رَجَعُوا إِلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ أَبُو أَيُّوبَ وَعُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ فَقَالَ عَاصِمٌ: يَا أَبَا أَيُّوبَ! فَاتَنَا الْغَزْوُ الْعَامَ وَقَدْ أُخْبِرْنَا أَنَّهُ مَنْ صَلّٰى فِي الْمَسَاجِدِ الْأَرْبَعَةِ غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي! أَدُلُّكَ عَلٰى أَيْسَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ تَوَضَّأَ كَمَا أُمِرَ وَصَلّٰى كَمَا أُمِرَ غُفِرَ لَهُ مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلٍ». أَكَذٰلِكَ يَا عُقْبَةُ؟ قَالَ: نَعَمْ!.

۱۴۴- حضرت عاصم بن سفیان ثقفی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم سلاسل (ایک چشمے کا نام) کی جنگ کو گئے مگر جنگ نہ مل سکی۔ (کیونکہ عاصم اور ان کے کچھ ساتھی بعد میں پہنچے تھے، چنانچہ) وہ لوگ کچھ عرصہ محاذ پر مورچہ زن رہے (لیکن جنگ کی دوبارہ نوبت نہ آئی) پھر وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ آئے۔ اس وقت ان کے پاس حضرت ابوایوب اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما بیٹھے تھے۔ عاصم نے کہا: ابوایوب! اس سال ہم جہاد سے محروم رہ گئے، ہمیں بتلایا گیا ہے کہ جو آدمی چار مسجدوں (مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد قباء) میں نماز پڑھے، اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھتیجے! میں تجھے اس سے آسان تر کام بتاتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”جو شخص وضو کرے جس طرح حکم ہے اور نماز پڑھے جیسے اسے حکم دیا گیا ہے تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

١٤٤ـ [حسن] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في أن الصلاة كفارة، ح: ١٣٩٦ من حديث الليث ابن سعد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٠، وصححه ابن حبان، ح: ١٦٦، وله شواهد.

(پھر عقبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:) اے عقبہ! کیا ایسے ہی ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔

١٤٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ جَامِعِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانٍ أَخْبَرَ أَبَا بُرْدَةَ فِي الْمَسْجِدِ، أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَالصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ».

١٤٥- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اس طرح وضو مکمل کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے تو اس کے لیے پانچ نمازیں درمیان والے گناہوں کا کفارہ بن جائیں گی۔''

١٤٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ، أَنَّ عُثْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنِ امْرِىءٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ، ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلَاةَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الْأُخْرٰى حَتّٰى يُصَلِّيَهَا».

١٤٦- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جو آدمی وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر نماز پڑھے اس کے لیے اگلی نماز تک کے گناہ معاف فرما دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس نماز کو پڑھ لے۔''

فوائد ومسائل: ① ان احادیث کے ظاہر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان اعمال سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور عظیم قدرت کا لازمہ ہے نیز [مِنْ عَمَلٍ] ''جونسا بھی عمل ہو'' سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن جمہور علماء نے دیگر روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں بشرطیکہ کبائر سے اجتناب کرے۔ کبائر کی معافی کے لیے توبہ ضروری ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: ٣٢/١، تحت حديث: ١٥٩، و شرح مسلم للنووي: ١٤١/٣، تحت حديث: ٢٢٨) ② آئندہ نماز تک کے گناہوں کی معافی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

١٤٥- أخرجه مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، ح: ٢٣١، من حديث شعبة به.

١٤٦- أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا، ح: ١٦٠، ومسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، ح: ٢٢٧ من حديث عروة به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٣٠، والكبرٰى، ح: ١٧٤.

ان پر مؤاخذہ نہیں فرمائے گا۔

١٤٧ - أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ -هُوَ ابْنُ سَعْدٍ-: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو يَحْيٰى سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ وَضَمْرَةُ بْنُ حَبِيبٍ وَأَبُو طَلْحَةَ نُعَيْمُ ابْنُ زِيَادٍ قَالُوا: سَمِعْنَا أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَبَسَةَ يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ الْوُضُوءُ؟ قَالَ: «أَمَّا الْوُضُوءُ فَإِنَّكَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَغَسَلْتَ كَفَّيْكَ فَأَنْقَيْتَهُمَا خَرَجَتْ خَطَايَاكَ مِنْ بَيْنِ أَظْفَارِكَ وَأَنَامِلِكَ، فَإِذَا مَضْمَضْتَ وَاسْتَنْشَقْتَ مَنْخِرَيْكَ وَغَسَلْتَ وَجْهَكَ وَيَدَيْكَ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَمَسَحْتَ رَأْسَكَ وَغَسَلْتَ رِجْلَيْكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ اغْتَسَلْتَ مِنْ عَامَّةِ خَطَايَاكَ، فَإِنْ أَنْتَ وَضَعْتَ وَجْهَكَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ خَرَجْتَ مِنْ خَطَايَاكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ». قَالَ أَبُو أُمَامَةَ فَقُلْتُ: يَا عَمْرَو بْنَ عَبَسَةَ! أُنْظُرْ مَا تَقُولُ! أَكُلُّ هٰذَا يُعْطَى فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ! لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي وَدَنَا أَجَلِي وَمَا بِي مِنْ فَقْرٍ فَأَكْذِبَ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَقَدْ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

١٤٧- حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وضو کیسے کیا جائے؟ (یا وضو کا مقام کیا ہے؟) آپ نے فرمایا: ''وضو کا مرتبہ یہ ہے کہ جب تو وضو میں اپنی ہتھیلیاں دھوتا ہے اور انھیں اچھی طرح صاف کرتا ہے تو تیری غلطیاں تیرے ناخنوں اور پوروں کے درمیان سے نکل جاتی ہیں' پھر جب تو کلی کرتا ہے اور اپنے نتھنوں کو صاف کرتا' اپنا چہرہ اور کہنیوں سمیت بازو دھوتا ہے' اپنے سر کا مسح کرتا ہے اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوتا ہے تو تو اپنی اکثر غلطیوں سے دھل جاتا ہے' پھر اگر تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا چہرہ رکھے (نماز پڑھے) تو تو اپنی غلطیوں سے اس طرح نکل آتا ہے جیسے آج ہی تجھے تیری ماں نے جنا ہو۔''

ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے عمرو بن عبسہ! غور فرمائیے! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا یہ سب کچھ ایک مجلس میں مل جاتا ہے؟ وہ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! تحقیق میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت قریب آ گئی ہے۔ میں فقیر نہیں کہ (مال حاصل کرنے کے لیے) رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولوں۔ اللہ کی قسم! یقیناً میرے

١٤٧ـ [إسناده صحيح] انظر، ح: ٥٧٣، وهو في الكبرٰى، ح: ١٧٧، وأصله في صحيح مسلم، ح: ٢٩٤/ ٨٣٢.

کانوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور میرے دل نے اسے یاد رکھا ہے۔

(المعجم ١٠٩) - **اَلْقَوْلُ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْوُضُوءِ** (التحفة ١٠٩)

باب:١٠٩- وضو سے فارغ ہونے کے بعد کیا پڑھا جائے؟

١٤٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَرْبٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ وَ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فُتِّحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ».

۱۴۸- حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی وضو کرے اور اچھی طرح کرے' پھر یہ پڑھے: [أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ...... عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے چوپٹ کھول دیے جاتے ہیں۔ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔''

فوائد ومسائل: ① بعض احادیث میں کلمۂ شہادت کے بعد یہ کلمات پڑھنے کا ذکر بھی ملتا ہے: [اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ] (جامع الترمذي' الطهارة' حديث:٥٥) ''یا اللہ! مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں میں سے بنا دے۔'' لہٰذا کلمۂ شہادت کے ساتھ ان الفاظ کو بھی پڑھنا جائز ہے' لیکن وضو کے بعد دعا پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف منہ کرنا اور انگلی سے اشارہ کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں' لہٰذا اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ② ''جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔'' یہ اور اس قسم کے دوسرے وعدے مشروط ہیں' یعنی بشرطیکہ اس سے کوئی ایسا کام صادر نہ ہوا ہو جو عدم مغفرت یا دخول جہنم کا لازمی سبب ہو۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ١١٠) - **حِلْيَةُ الْوُضُوءِ** (التحفة ١١٠)

باب:١١٠- وضو کا زیور

١٤٨ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، ح: ٢٣٤ من حديث زيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤١.

١٤٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ خَلَفٍ - وَهُوَ ابْنُ خَلِيفَةَ - عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَكَانَ يَغْسِلُ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْلُغَ إِبْطَيْهِ فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا هٰذَا الْوُضُوءُ؟ فَقَالَ لِي: يَا بَنِي فَرُّوخَ! أَنْتُمْ هٰهُنَا، لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هٰهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هٰذَا الْوُضُوءَ سَمِعْتُ خَلِيلِي ﷺ يَقُولُ: «تَبْلُغُ حِلْيَةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ».

۱۴۹-حضرت ابوحازم سے منقول ہے کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھا اور وہ نماز کے لیے وضو کر رہے تھے۔ وہ بازو دھو رہے تھے حتی کہ بغلوں تک پہنچ گئے۔ میں نے کہا: اے ابو ہریرہ! یہ کیسا وضو ہے؟ آپ فرمانے لگے: او فروخ کی نسل! (عجمیو!) تم یہاں ہو؟ اگر مجھے علم ہوتا کہ تم یہاں ہو تو میں ہرگز یہ وضو نہ کرتا۔ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا۔“

فوائد ومسائل: ① یہاں زیور سے مراد حقیقی زیور ہی ہے، بعض کا قول ہے کہ یہاں زیور سے مراد نور ہے جو قیامت کے دن اس امت کے افراد کو امتیاز کے طور پر عطا کیا جائے گا، یعنی ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں نور سے چمکتے ہوں گے۔ اسی سے ان کی پہچان ہوگی۔ ② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بازوؤں کو بغلوں تک دھونا ان کا اجتہاد ہے اور انھوں نے اپنے اس اجتہاد کی وجہ بھی ذکر کر دی کیونکہ اگر یہ عمل مسنون ہوتا تو یقیناً ان کی اس خفگی کی کوئی وجہ نہ ہوتی، اس لیے انھوں نے فرمایا: ”اگر مجھے علم ہوتا کہ تم یہاں ہو تو میں ہرگز یہ وضو نہ کرتا۔“ لہٰذا افضل وضو وہی ہے جو عملاً نبی اکرم ﷺ سے مختلف احادیث میں منقول ہے اور اسی پر اکتفا کرنا مستحب ہے۔ ③ فروخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے جن کی اکثر نسل عجمی ہے۔ گویا کہ بنی فروخ سے مراد عجمی ہیں۔

١٥٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبُرَةِ فَقَالَ: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ

۱۵۰-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ قبرستان کی طرف گئے اور فرمایا: ”تم پر سلامتی ہو، اے مومن لوگوں کے شہر (اے مومن لوگوں کے شہر کے باسیو!) اور یقیناً ہم ان شاء اللہ تمھیں آ ملیں

١٤٩_ أخرجه مسلم، الطهارة، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء، ح: ٢٥٠ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٢.

١٥٠_ أخرجه مسلم، الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، ح: ٢٤٩ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٢٨، ٢٩، والكبرٰى، ح: ١٤٣.

دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، وَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ إِخْوَانَنَا» قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَسْنَا إِخْوَانَكَ؟ قَالَ: «بَلْ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانِي الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ، وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ». قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ يَأْتِي بَعْدَكَ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: «أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لِرَجُلٍ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ فِي خَيْلٍ بُهْمٍ دُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ: «فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ».

گے۔ میری خواہش تھی کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتا۔'' صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم تو میرے صحابہ ہو۔ میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے اور میں حوض کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو آپ کے بعد آئیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''بتاؤ اگر ایک آدمی کے گھوڑے سفید ماتھے اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں جبکہ دوسرے گھوڑے خالص سیاہ ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچان لے گا۔'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں، (ضرور پہچان لے گا۔) آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ وہ لوگ قیامت کے دن روشن چہروں اور چمکتے ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔''

فوائد ومسائل: ① ''پیش رو'' سے مراد وہ شخص ہے جو قافلے سے پہلے آگے جا کر ان کے پڑاؤ اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا ہے۔ ② آپ ﷺ کے صحابہ کا مرتبہ آپ کے بھائیوں سے بلند ہے کیونکہ بھائی تو سب امتی ہیں اور صحابہ صرف آپ کے فیض یافتہ۔ ③ یہ حدیث مسنون طریقے سے قبروں کی زیارت کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل قبور کو سلام کہنا اور ان کے لیے دعا کرنا مسنون عمل ہے۔ ④ نیک لوگوں سے ملاقات کی خواہش کرنا اور ان کی خوبیاں بیان کرنا درست ہے۔ ⑤ اس حدیث سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے اور حوض کوثر پر آپ ﷺ پیش رو ہوں گے۔ سبحان اللہ! اس امت کو یہ شرف وفضل مبارک ہو جن کے پیش رو امام کائنات ﷺ ہوں گے۔

(المعجم ١١١) - بَابُ ثَوَابِ مَنْ أَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ (التحفة ١١١)

باب:١١١- اس شخص کا ثواب جس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں

١٥١- أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

١٥١- حضرت عقبہ بن عامر جہنی ؓ سے روایت

١٥١ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، ح: ٢٣٤ من حديث زيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٧٨.

الْمَسْرُوقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ وَأَبِي عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ».

ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح بہترین وضو کرے' پھر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ دل اور چہرے کی (ظاہراً و باطناً) توجہ انھی (دو رکعت) کی طرف ہو' اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

فوائد و مسائل: ① وضو خوب اچھے طریقے سے کرنا چاہیے۔ ② وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے اور انھیں مکمل خشوع و خضوع سے ادا کرنا چاہیے کیونکہ یہ جنت واجب کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ③ جو شخص یہ عمل کرتا ہے' اس کے لیے ایمان پر موت آنے کی خوشخبری بھی ہے کیونکہ جنت میں صرف مومن جان ہی داخل ہوگی۔

(المعجم ١١٢) - بَابُ مَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ وَمَا لَا يَنْقُضُ: اَلْوُضُوءُ مِنَ الْمَذْيِ (التحفة ١١٢)

باب: ١١٢- کون سی چیزیں وضو توڑتی ہیں اور کون سی نہیں۔ مذی سے وضو کرنے کا بیان

١٥٢- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً وَكَانَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ ﷺ تَحْتِي فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَهُ، فَقُلْتُ لِرَجُلٍ جَالِسٍ إِلَى جَنْبِي: سَلْهُ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: «فِيهِ الْوُضُوءُ».

١٥٢- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے مذی بہت آیا کرتی تھی۔ چونکہ نبی ﷺ کی صاحب زادی میرے نکاح میں تھی' لہٰذا مجھے آپ سے یہ مسئلہ پوچھتے شرم آتی تھی' چنانچہ میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ایک شخص سے کہا کہ آپ سے (یہ مسئلہ) پوچھو۔ اس نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اس کے نکلنے سے وضو واجب ہوتا ہے (غسل نہیں۔'')

فوائد و مسائل: ① مذی وہ لیس دار پتلا سا پانی ہے جو شہوت کے وقت جوش کے بغیر شرم گاہ سے نکلتا ہے۔ بسا اوقات اس کے نکلنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اس کے نکلنے سے شہوت ختم ہوتی ہے نہ اس کے نکلنے سے غسل

١٥٢ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل المذي والوضوء منه، ح: ٢٦٩ من حديث أبي حصين به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٧.

واجب ہوتا ہے۔ ② پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تھے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' العلم' حدیث:١٣٢' وصحیح مسلم' الحیض' حدیث:٣٠٣) سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو کہا کہ وہ پوچھیں۔ دیکھیے: (سنن النسائي' الطهارة' حدیث: ١٥٤) لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے اس مسئلے کے متعلق پوچھنے والی روایت منکر ہے۔ محفوظ روایت وہی ہے جس میں حضرت علی نے حضرت مقداد کو نبی ﷺ سے پوچھنے کا کہا ہے۔ دیکھیے: (ضعیف سنن النسائي' رقم: ١٥٤' ١٥٥) جبکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ خود پوچھا۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ ان کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت مقداد کو کہا ہوگا اور بعد میں حضرت عمار کو کہہ دیا اور پھر خود بھی پوچھ لیا ہوگا۔ لیکن جن روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خود پوچھنے کا ذکر ہے وہ ان کے اپنے قول کے خلاف ہے جو صحیح روایات میں منقول ہے کہ میں نے خود پوچھنے میں شرم محسوس کی کیونکہ آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے حبالۂ عقد میں تھیں' لہٰذا جن راویوں نے سوال کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے' وہ اس لیے کہ اصل مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو درپیش تھا اور وہ اس موقع پر حاضر تھے جیسا کہ امام عبدالرزاق نے عائش بن انس کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی' مقداد اور اسود رضی اللہ عنہم نے آپس میں مذی کا ذکر کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بہت زیادہ مذی آتی ہے' تم دونوں نبی ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کرو تو ان دونوں میں سے ایک نے پوچھا۔ اس بنا پر سوال کی نسبت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی طرف مجازی ہے' درحقیقت حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ہی نے مسئلہ دریافت کیا تھا جیسا کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے۔ مزید دیکھیے: (فتح الباري:١/٤٩٣' تحت حدیث:٢٦٩)

١٥٣- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قُلْتُ لِلْمِقْدَادِ: إِذَا بَنَى الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ فَأَمْذَى وَلَمْ يُجَامِعْ، فَسَلِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَإِنِّي أَسْتَحِي أَنْ أَسْأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ وَابْنَتُهُ تَحْتِي، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: «يَغْسِلُ مَذَاكِيرَهُ وَيَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ».

١٥٣- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا: جب کوئی آدمی اپنی بیوی سے دل لگی کرے اور اسے مذی آ جائے جب کہ اس نے جماع نہیں کیا (تو وہ کیا کرے؟) آپ یہ مسئلہ نبی ﷺ سے پوچھیں کیونکہ آپ کی بیٹی میرے نکاح میں ہے' اس لیے مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت مقداد نے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''وہ اپنی شرم گاہ وغیرہ دھو لے اور نماز والا وضو کر لے۔''

١٥٣- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المذي، ح:٢٠٨ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ح:١٤٨. * جرير هو ابن عبد الحميد رحمه الله، والسند منقطع.

فوائد ومسائل: ① مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز اس حدیث میں بھی وہی مسئلہ بیان ہوا ہے جو گزشتہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔ بنابریں مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود معناً صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (إرواء الغلیل، رقم: ٤٧، ١٢٥، وصحیح سنن النسائي للألباني، رقم: ١٥٣) ② [مَذَاکِیرَہُ] اس سے مراد عضو مخصوص، خصیتین اور اردگرد کی جگہ ہے کیونکہ مذی عضو سے نکل کر ادھر ادھر لگ جاتی ہے یا اس کے لگنے کا قوی احتمال ہے، اس لیے مناسب ہے کہ عضو کے ساتھ ساتھ اطراف کو بھی دھولے تاکہ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ خصیتین کو دھونے سے مذی بھی منقطع ہو جائے گی، یہ اضافی فائدہ ہے۔ واجب تو اتنی جگہ ہی دھونا ہے جہاں مذی لگی ہو، البتہ امام احمد رحمہ اللہ عضو مخصوص اور خصیتین کو دھونا ضروری سمجھتے ہیں، ظاہر الفاظ اسی کی تائید کرتے ہیں بلکہ ایک روایت میں خصیتین کے دھونے کا صراحتاً حکم مذکور ہے جسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الطھارۃ، حدیث: ٢٠٨) ③ اس حدیث میں سسرال کے ساتھ حسن معاشرت کا سبق دیا گیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے رشتے داروں کے سامنے اس کے ساتھ تنہائی والے معاملات کا تذکرہ نہ کرے۔

١٥٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ عَمَّارَ ابْنَ يَاسِرٍ يَسْأَلُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مِنْ أَجْلِ ابْنَتِهِ عِنْدِي فَقَالَ: «يَكْفِي مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوءُ».

١٥٤- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مذی بہت آیا کرتی تھی، چنانچہ آپ ﷺ کی بیٹی کے میرے نکاح میں ہونے کی وجہ سے میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلے کی بابت پوچھیں تو آپ نے فرمایا: ”اس (مذی) سے وضو کافی ہے۔“

١٥٥- أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أُمَيَّةُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ أَنَّ رَوْحَ ابْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ خَلِيفَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ: أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ عَمَّارًا أَنْ يَسْأَلَ

١٥٥- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے مذی کے بارے میں پوچھیں۔ آپ نے فرمایا: ”وہ اپنی شرم گاہ وغیرہ دھولے اور وضو کرلے۔“

١٥٤ـ [حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ٣٢٠، والحميدي، ح: ٣٩ عن سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٠، أخرجه المزي في تهذيب الكمال: ٩/ ٣٩١ من حديث النسائي به. * عمرو هو ابن دينار، وعطاء هو ابن أبي رباح.

١٥٥ـ [حسن] وهو في الكبرٰى، ح: ١٥١، والحديث السابق شاهد له.

رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ: «يَغْسِلُ مَذَاكِيرَهُ وَيَتَوَضَّأُ».

۱۵۶- أَخْبَرَنَا عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمَرْوَزِيُّ عَنْ مَالِكٍ وَهُوَ ابْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ: أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَهُ أَنْ يَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ إِذَا دَنَا مِنْ أَهْلِهِ فَخَرَجَ مِنْهُ الْمَذْيُ مَاذَا عَلَيْهِ؟ فَإِنَّ عِنْدِي ابْنَتَهُ وَأَنَا أَسْتَحِي أَنْ أَسْأَلَهُ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: «إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَنْضَحْ فَرْجَهُ وَيَتَوَضَّأْ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ».

۱۵۶- حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھیں جو اپنی بیوی سے قریب ہوتا ہے تو اس سے مذی نکلتی ہے تو اس پر کیا واجب ہے؟ چونکہ آپ کی بیٹی میرے نکاح میں ہے اس لیے مجھے یہ پوچھتے ہوئے شرم آتی ہے چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی یہ صورت حال پائے تو وہ اپنی شرم گاہ دھولے اور نماز والا وضو کرلے۔''

فوائد ومسائل: ① مذی نجس ہے لیکن اس کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ اگر اس کا نکلنا یقینی ہے اور خارج ہو چکی ہو تو مذکورہ احادیث کی روشنی میں شرم گاہ اور ارد گرد کے آلودہ مقام کو دھونا ضروری ہے بلکہ بعض احادیث سے خصیتین کو دھونے کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الطهارة، حدیث: ۲۰۸) اور جس کپڑے کو مذی لگی ہو تو صحیح احادیث کی روشنی میں اس کے دھونے میں تخفیف ہے، یعنی متاثرہ مقام پر پانی کا ایک چلو بھر کر چھینٹے بھی مار لیے جائیں تو طہارت حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے کپڑوں پر مذی لگنے کے متعلق پوچھا کہ اس صورت میں طہارت کیسے حاصل ہوگی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تیرے خیال میں جہاں مذی لگی ہو تو تیرے لیے چلو بھر پانی لے کر کپڑوں پر چھینٹے مار لینا کافی ہے۔'' معلوم ہوا کہ کپڑے پر لگی مذی کے ازالے کے لیے کم از کم یہ شرعی رخصت موجود ہے۔ اگر کوئی دھونا چاہے تو اس کی مرضی ہے، بہر حال مذکورہ صورت سے طہارت حاصل ہو جائے گی۔ یہی موقف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی ہے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ ہر صورت میں کپڑے کو دھویا ہی جائے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي، الطهارة، حدیث: ۱۱۵) لیکن درست موقف امام احمد رحمہ اللہ کا ہے اور اس کی حدیث سے تائید بھی ہوتی ہے۔ گویا

۱۵٦ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المذي، ح: ۲۰۷، وابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء من المذي، ح: ٥٠٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ۱/ ٤٠، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، وإسناده ليس بمتصل كما قال ابن عبدالبر وغيره، وله شاهد في صحيح مسلم، ح: ۳۰۳ وغيره، وبه صح الحديث.

احادیث میں جہاں دھونے کا حکم ہے، وہاں مراد شرمگاہ ہے اور جہاں چھینٹوں کا ذکر ہے وہاں مراد کپڑوں پر چھینٹے مارنا ہے۔ یاد رہے کہ پانی میں ہاتھ ڈبو کر کپڑے پر مارے ہوئے چھینٹے کفایت نہیں کرتے کیونکہ حدیث میں ''ایک چلو'' کی قید ہے۔ واللہ أعلم۔ ② بعض احادیث میں [نضح] کا لفظ ہے اگرچہ اس سے مراد دھونا اور چھینٹے مارنا' دونوں ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ بعض روایات میں [رش] کے الفاظ بھی ہیں' اس لیے مراد یہی ہے کہ کپڑوں پر چھینٹے کافی ہیں۔ واللہ أعلم۔

١٥٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ: سَمِعْتُ مُنْذِرًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: اسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَذْيِ مِنْ أَجْلِ فَاطِمَةَ، فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: «فِيهِ الْوُضُوءُ».

۱۵۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے شرم آتی تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے مذی کے بارے میں پوچھوں' چنانچہ میں نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا تو انھوں نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''اس میں وضو ہے۔''

(المعجم ١١٣) - **بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ** (التحفة ١١٣)

باب:۱۱۳- بول و براز کی وجہ سے وضو

١٥٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يُحَدِّثُ قَالَ: أَتَيْتُ رَجُلًا يُدْعٰى صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ فَقَعَدْتُ عَلٰى بَابِهِ فَخَرَجَ فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ: أَطْلُبُ الْعِلْمَ، قَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا يَطْلُبُ فَقَالَ: عَنْ أَيِّ شَيْءٍ

۱۵۸- حضرت زر بن حبیش سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک آدمی کے پاس گیا جنھیں صفوان بن عسال کہا جاتا تھا۔ میں (انتظار میں) ان کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ آپ باہر تشریف لائے تو پوچھا: کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا: طلب علم کے لیے۔ انھوں نے فرمایا: فرشتے طالب علم کے طلب علم پر رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پر جھکاتے ہیں۔ پھر انھوں نے پوچھا: تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے

١٥٧ـ أخرجه البخاري، العلم، باب من استحيا فأمر غيره بالسؤال، ح: ١٣٢، ومسلم، الحيض، باب المذي، ح: ٣٠٣/ ١٨ من حديث سليمان الأعمش به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٩.

١٥٨ـ [حسن] تقدم، ح: ١٢٧ وغيره، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٦.

تَسْأَلُ؟ قُلْتُ : عَنِ الْخُفَّيْنِ ، قَالَ : كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ أَمَرَنَا أَنْ لَّا نَنْزِعَهُ ثَلَاثًا إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ.

کہا: موزوں کے بارے میں۔ انھوں نے فرمایا: جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (کسی سفر میں) ہوتے تھے تو آپ ہمیں فرماتے تھے کہ ہم تین دن تک پیشاب یا پاخانے اور نیند کی وجہ سے موزے نہ اتاریں لیکن جنابت کی وجہ سے اتارنے ہوں گے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب' پاخانے اور نیند کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے' نیا کرنا پڑے گا' ورنہ موزے اتارنے کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں۔ ② بعض کا کہنا ہے کہ فرشتوں کے پر جھکانے سے مراد تعظیم واحترام ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ (بنیٓ اسرآءیل ۱۷:۲۴) ''اور ان دونوں (والدین) کے لیے نیازمندی سے عاجزی کا بازو جھکائے رکھ۔'' واللہ أعلم۔ ③ اس حدیث میں طالب علم کا شرف ومرتبہ بھی بیان ہوا ہے کہ فرشتے اس کے لیے پَر بچھاتے ہیں۔ ④ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم سے سوال پوچھنے کے لیے ان کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے' اس لیے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

(المعجم ١١٤) - اَلْوُضُوءُ مِنَ الْغَائِطِ (التحفة ١١٤)

باب:۱۱۴- قضائے حاجت کی وجہ سے (بھی) وضو (واجب ہوتا ہے)

١٥٩- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَا : حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ ، عَنْ زِرٍّ قَالَ : قَالَ صَفْوَانُ بْنُ عَسَّالٍ : كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ أَمَرَنَا أَنْ لَّا نَنْزِعَهُ ثَلَاثًا إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ.

۱۵۹- حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے تو آپ ہمیں ارشاد فرماتے تھے کہ ہم تین دن تک پیشاب' پاخانے اور نیند کی وجہ سے موزے نہ اتاریں' لیکن جنابت کی وجہ سے اتارنا پڑیں گے۔

(المعجم ١١٥) - اَلْوُضُوءُ مِنَ الرِّيحِ (التحفة ١١٥)

باب:۱۱۵- ہوا (خارج ہونے) کی وجہ سے وضو

١٥٩- [إسناده حسن] انظر الحديث السابق.

١٦٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ح: وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدٌ - يَعْنِي ابْنَ الْمُسَيَّبِ - وَعَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ - وَهُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ - قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ: «لَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَجِدَ رِيحًا أَوْ يَسْمَعَ صَوْتًا».

۱۶۰-حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس اس آدمی کا مسئلہ پیش کیا گیا' جو نماز کے دوران میں کوئی چیز محسوس کرے (اسے شک پڑے کہ ہوا خارج ہوئی ہے تو کیا کرے؟) تو آپ نے فرمایا: ''وہ نماز سے نہ نکلے حتی کہ بو پائے یا (ہوا نکلنے کی) آواز سنے۔''

فوائد ومسائل: ① اگر نماز کے دوران میں ہوا نکلنے کا شبہ پڑے تو محض وہم اور شک کی بنیاد پر نماز سے نہیں نکلنا چاہیے جب تک یقین نہ ہو جائے کہ ہوا خارج ہوئی ہے کیونکہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ اشیاء اپنی اصل ہی پر رہتی ہیں جب تک اس کے برعکس کا یقین نہ ہو۔ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ (الأشباہ والنظائر) ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہوا نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تبھی تو نماز سے نکلنے کا کہا گیا ہے۔ ③ اگر کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کے متعلق پوچھنے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جس قسم کا مسئلہ درپیش ہوتا' وہ فوراً رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے تھے۔

(المعجم ١١٦) - اَلْوُضُوءُ مِنَ النَّوْمِ (التحفة ١١٦)

باب:۱۱۶- نیند کی وجہ سے وضو

١٦١- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يُفْرِغَ عَلَيْهَا ثَلَاثَ

۱۶۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے جاگے تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے حتی کہ پہلے اس پر تین دفعہ پانی ڈال کر دھولے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں بسر کی۔ (رات بھر کہاں کہاں لگتا رہا ہے۔'')

١٦٠ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن، ح: ١٣٧، ومسلم، الحيض، باب الدليل على أن من تيقن الطهارة ثم شك . . . الخ، ح: ٣٦١ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٢ رواية محمد بن منصور فقط.

١٦١ـ [صحيح] تقدم، ح: ١، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٣ رواية إسماعيل بن مسعود فقط.

مَرَّاتٍ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ».

فوائد ومسائل: ① معلوم ہوا کہ نیند سے وضوٹوٹ جاتا ہے تبھی تو جاگنے کے بعد پانی کے برتن کا ذکر ہے۔ ② نیند سے اس بنا پر وضوٹوٹتا ہے کہ اس میں جسم سے ہوا خارج ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے اور سونے والے کو اس کا پتا نہیں چلتا' اسی طرح اگر اونگھ اس درجہ غالب ہو کہ شعور وادراک ہی ختم ہو جائے تو یہ بھی نیند ہے اور مطلق نیند ناقض وضو ہے' خواہ جس حالت میں بھی آ جائے کیونکہ مطلق نیند آنے پر وضو کے ٹوٹنے کی احادیث موجود ہیں۔ لیکن اگر نیند میں حواس قائم ہوں' شعور زندہ ہو تو ہماری زبان میں اسے اونگھ کہتے ہیں' یہ کسی بھی حالت میں آ جائے' وضو نہیں ٹوٹتا۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ١١٧) - بَابُ النُّعَاسِ (التحفة ١١٧)

باب:١١٧- اونگھ کا بیان

١٦٢- أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا نَعَسَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَنْصَرِفْ، لَعَلَّهُ يَدْعُو عَلَى نَفْسِهِ وَهُوَ لَا يَدْرِي».

١٦٢- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی شخص کو نماز میں اونگھ آنے لگے تو وہ نماز چھوڑ کر پلٹ جائے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ انجانے میں اپنے آپ کو بددعا دے بیٹھے۔''

فوائد ومسائل: ① اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اونگھ وضو کو نہیں توڑتی کیونکہ نبی ﷺ نے نماز چھوڑنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ہوسکتا ہے' نمازی اپنے آپ کو بے خیالی کی حالت میں بددعا دے بیٹھے' یہ نہیں کہ اس کا وضوٹوٹ گیا ہے' نیز اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ اونگھ آتے ہی نماز چھوڑ دے بلکہ نماز مختصر کر کے نماز سے فارغ ہو اور پھر لیٹ جائے' البتہ اگر نیند کا غلبہ اتنا زیادہ ہو کہ دعائیں اور سورتیں پڑھنی مشکل ہوں تو نماز چھوڑ کر پہلے نیند پوری کرے' پھر نماز پڑھے۔ حدیث سے یہی صورت معلوم ہوتی ہے۔ واللہ أعلم۔ ② اس حدیث مبارکہ میں عبادت کے دوران میں حضور قلب اور خشوع وخضوع کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

(المعجم ١١٨) - اَلْوُضُوءُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ (التحفة ١١٨)

باب:١١٨- عضو مخصوص کو چھونے سے وضو (ٹوٹ جاتا ہے)

١٦٢- أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء من النوم ومن لم ير ... الخ، ح:٢١٢، ومسلم، صلاة المسافرين، باب أمر من نعس في صلاته ... الخ، ح:٧٨٦ من حديث هشام به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٤، وأخرجه ابن خزيمة، ح:٩٠٧ عن بشر بن هلال به.

١٦٣- أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح: وَالْحَارِثُ ابْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ [بْنِ مُحَمَّدِ] بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَذَكَرْنَا مَا يَكُونُ مِنْهُ الْوُضُوءُ، فَقَالَ مَرْوَانُ: مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ الْوُضُوءُ، فَقَالَ عُرْوَةُ: مَا عَلِمْتُ ذٰلِكَ، فَقَالَ مَرْوَانُ: أَخْبَرَتْنِي بُسْرَةُ بِنْتُ صَفْوَانَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

۱۶۳-حضرت عروہ بن زبیر سے مروی ہے انھوں نے کہا: میں مروان بن حکم کے پاس گیا چنانچہ ہم نے آپس میں ان چیزوں کا ذکر کیا جن سے وضو واجب ہوتا ہے۔ مروان نے کہا: شرم گاہ کو چھونے سے بھی وضو واجب ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا: مجھے تو اس بات کا علم نہیں۔ مروان نے کہا: مجھے حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی شرم گاہ (عضو) کو چھو بیٹھے تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔''

فائدہ: عضو مخصوص یا شرم گاہ کی نوعیت ایسی نہیں ہے کہ اس جگہ ہاتھ لگانے کے بعد اس ہاتھ کو کھانے یا قراءت قرآن یا نماز کے لیے استعمال کیا جائے۔ ایسا کرنا فطرت سلیمہ کے خلاف ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہاتھ لگنے کے بعد وضو کیا جائے بشرطیکہ کپڑے کے بغیر ہاتھ لگے۔ بعض حضرات نے شہوت اور غیر شہوت میں فرق کیا ہے یعنی اگر کپڑے کے اوپر سے شہوت کی حالت ہاتھ لگائے تب وضو ٹوٹتا ہے جبکہ جمہور اہل علم کے نزدیک اگر کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر کپڑے وغیرہ کے بغیر ننگے عضو پر ہاتھ لگ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن احناف کسی صورت میں بھی وضو کے قائل نہیں۔ ان کی دلیل آگے (حدیث:۱۶۵) آرہی ہے۔

١٦٤- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ

۱۶۴-حضرت عروہ بن زبیر سے منقول ہے انھوں نے کہا: مروان نے مدینے کی امارت (گورنری) کے

١٦٣ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، ح: ١٨١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٤٢، والكبرٰى، ح: ١٥٩ رواية هارون فقط، وله طرق عند الترمذي، ح: ٨٢، ٨٤، وابن ماجه، ح: ٤٧٩ وغيرهما، وقال الترمذي: "حسن صحيح".

١٦٤ـ [إسناده صحيح] انظر الحديث السابق.

شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ: ذَكَرَ مَرْوَانُ فِي إِمَارَتِهِ عَلَى الْمَدِينَةِ أَنَّهُ يَتَوَضَّأُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ إِذَا أَفْضَى إِلَيْهِ الرَّجُلُ بِيَدِهِ، فَأَنْكَرْتُ ذٰلِكَ وَقُلْتُ: لَا وُضُوءَ عَلَى مَنْ مَسَّهُ، فَقَالَ مَرْوَانُ: أَخْبَرَتْنِي بُسْرَةُ بِنْتُ صَفْوَانَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَكَرَ مَا يُتَوَضَّأُ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَيُتَوَضَّأُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ» قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمْ أَزَلْ أُمَارِي مَرْوَانَ حَتَّى دَعَا رَجُلًا مِنْ حَرَسِهِ فَأَرْسَلَهُ إِلَى بُسْرَةَ فَسَأَلَهَا عَمَّا حَدَّثَتْ مَرْوَانَ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بُسْرَةُ بِمِثْلِ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْهَا مَرْوَانُ.

دوران میں ذکر کیا کہ جب آدمی اپنا ہاتھ عضو مخصوص کو لگائے تو اسے اس کے بعد وضو کرنا چاہیے۔ میں نے اس کا انکار کیا اور کہا: جس نے اپنے عضو مخصوص کو ہاتھ لگایا اس پر کوئی وضو نہیں ہے۔ تو مروان نے کہا کہ مجھے بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ان چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا جن سے وضو کرنا پڑتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عضو مخصوص کو چھونے سے بھی وضو کرے۔“ عروہ نے کہا کہ میں مروان سے بحث کرتا رہا حتی کہ اس نے اپنے محافظ دستے سے ایک آدمی بلایا اور اسے بسرہ کے پاس بھیجا۔ اس نے ان سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا جو انھوں نے مروان کو بیان کی تھی تو حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا نے وہی روایت سنا کر بھیجا جو مروان نے مجھے ان کے نام سے بیان کی تھی۔

فوائد ومسائل: ① [أَفْضَى إِلَيْهِ بِيَدِهِ] کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مس ذکر سے وضو واجب ہوتا ہے، بشرطیکہ ہاتھ اور عضو تناسل دونوں ننگے ہوں۔ ② مروان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینے کے گورنر تھے، علمی شخصیت تھے، محدثین کے نزدیک ثقہ راوی ہیں۔ عمر کے لحاظ سے بعض صحابہ کے برابر تھے مگر طائف میں رہنے کی وجہ سے روایت کا شرف حاصل کرنے سے محروم رہے۔ یزید کی وفات کے بعد خلیفہ بھی بنے بلکہ بنوامیہ کے دور خلافت کے خاتمے تک ان کی اولاد ہی خلافت کرتی رہی۔ چونکہ یہ سیاست میں آ گئے تھے، اس لیے متنازعہ شخصیت بن گئے۔

(المعجم ١١٩) - بَابُ تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ ذٰلِكَ (التحفة ١١٩)

باب:۱۱۴-عضو مخصوص کو چھونے سے وضو نہ کرنا

١٦٥- **أَخْبَرَنَا** هَنَّادٌ عَنْ مُلَازِمِ بْنِ

۱۶۵- حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

١٦٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب [ماجاء في] ترك الوضوء من مس الذكر، ح: ٨٥ عن هناد، وأبوداود، الطهارة، باب الرخصة في ذلك، ح: ١٨٢ من حديث ملازم بن عمرو به، وهو في الكبرٰى، ◄◄

عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجْنَا وَفْدًا حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا تَرٰى فِي رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: «وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْكَ أَوْ بَضْعَةٌ مِنْكَ».

انھوں نے کہا: ہم وفد کی صورت میں اپنے علاقے سے نکلے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے' چنانچہ ہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز ختم ہونے کے بعد ایک بدوی سا آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! اس آدمی کے بارے میں کیا حکم ہے جو نماز میں اپنے عضو تناسل کو چھو بیٹھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ بھی تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہی تو ہے۔''

فوائد ومسائل: ① روایت کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ شرم گاہ چھونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ احناف نے اسی روایت کو دلیل بنا کر مس ذکر کو نواقض میں شمار نہیں کیا مگر یہ روایت بہت پہلے کی ہے کیونکہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے گارا بنانے کی خدمت بھی لی تھی۔ گویا یہ روایت ہجرت کے پہلے سال کی ہے اور بسرہ کی روایت بہت بعد کی ہے کیونکہ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے فتح مکہ والے سال ۸ ہجری کو اسلام قبول کیا تھا' نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے سال ۷ ہجری کو اسلام لائے ہیں' وہ بھی شرم گاہ چھونے سے وضو ٹوٹنے کا ذکر کرتے ہیں۔ بنابریں دلائل کے اعتبار سے یہی موقف راجح ہے کہ اگر کپڑے کے بغیر شرم گاہ کو چھویا جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔ دیکھیے: (مسند أحمد:۲/۳۳۳) علامہ صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت بسرہ والی روایت کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے' جنھیں سترہ (۱۷) صحابہ بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک راوی طلق بن علی بھی ہیں جن سے شرم گاہ چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے کی روایت منقول ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبٰى شرح سنن النسائي:۳/۳۶۲-۳۷۲' تحت حديث:۱۶۴) ② مرد اور عورت اس حکم میں برابر ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو مرد اور عورت اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے' اسے چاہیے کہ وضو کرے۔'' (مسند أحمد:۲/۳۳۳) ③ اس مسئلے میں اگلی اور پچھلی شرم گاہ کا ایک ہی حکم ہے۔ ④ اپنی شرم گاہ کی طرح دوسرے کی شرم کو ہاتھ لگانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ⑤ عورتیں گھروں میں بچوں کو استنجا وغیرہ کراتی ہیں تو اس کے متعلق یہی موقف راجح ہے کہ اسے بھی ناقض وضو شمار

◀◀ ح: ١٦٠، وصححه الفلاس، وابن حبان، والطبراني وغيرهم، وهذا الحديث منسوخ كما حققه الإمام ابن حبان، لأن طلق بن علي كان قدومه على النبي ﷺ أول سنة من سني الهجرة، انظر الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان: ٢/٢٢٤، ح:١١١٩.

کیا جائے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المجموع: ۲/۳۰، والمغني: ۱/۲۴۴)

(المعجم ١٢٠) - تَرْكُ الْوُضُوءُ مِنْ مَسِّ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ مِنْ غَيْرِ شَهْوَةٍ (التحفة ١٢٠)

باب: ۱۲۰- آدمی اپنی عورت کو بغیر شہوت کے ہاتھ لگائے تو وضو واجب نہیں

١٦٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ عَنْ شُعَيْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُصَلِّي وَإِنِّي لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ اعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ، حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ مَسَّنِي بِرِجْلِهِ.

۱۶۶- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ بے شک اللہ کے رسول ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپ کے سامنے اس طرح لیٹی ہوتی جیسے جنازہ ہوتا ہے حتی کہ جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے پاؤں لگا کر جگا دیتے۔

١٦٧- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ [قَالَتْ]: لَقَدْ رَأَيْتُمُونِي مُعْتَرِضَةً بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ رِجْلِي فَضَمَمْتُهَا إِلَيَّ ثُمَّ يَسْجُدُ.

۱۶۷- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: (یوں سمجھو کہ) تم مجھے دیکھ رہے ہو کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے لیٹی ہوتی اور اللہ کے رسول نماز پڑھتے ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو میرا پاؤں ہاتھ سے دباتے، میں پاؤں سکیڑ لیتی، پھر آپ سجدہ فرماتے۔

١٦٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ

۱۶۸- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے سوئی ہوتی تھی اور میرے پاؤں

١٦٦- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٢٥٩ من حديث الليث بن سعد به، وأخرجه مسلم، ح: ٧٤٤/ ١٣٥ من حديث القاسم بن محمد به، وانظر الحديث الآتي.

١٦٧- أخرجه البخاري، الصلاة، باب هل يغمز الرجل امرأته عند السجود لكي يسجد؟، ح: ٥١٩ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٧.

١٦٨- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة على الفراش، ح: ٣٨٢، ومسلم، الصلاة، باب الاعتراض بين يدي المصلي، ح: ٥١٢/ ٢٧٢ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ١١٧، والكبرٰى، ح: ١٥٦.

قَالَتْ: كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي، فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ.

آپ کے قبلے میں ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ فرماتے تو میرے پاؤں دبا دیتے۔ میں انھیں سکیڑ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر بچھا لیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

١٦٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَنُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَجَعَلْتُ أَطْلُبُهُ بِيَدِي فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى قَدَمَيْهِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ سَاجِدٌ يَقُولُ: «أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ».

١٦٩- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے نبی ﷺ کو اپنے ساتھ نہ پایا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا، چنانچہ میرا ہاتھ آپ کے پاؤں کو لگا جو سیدھے کھڑے تھے، جب کہ آپ سجدے میں تھے اور پڑھ رہے تھے: [أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ...... أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ] ''(اے اللہ!) میں تیرے غصے سے (بچنے کے لیے) تیری رضا مندی اور تیری سزا سے (بچنے کے لیے) تیری معافی کی پناہ حاصل کرتا ہوں۔ اور تیرے غضب سے (بچنے کے لیے) تیری رحمت کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری پوری تعریف نہیں کر سکتا۔ تو اسی طرح ہے جس طرح تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① مندرجہ بالا چاروں احادیث باب کے مضمون پر دلالت کرتی ہیں، یعنی آپ ﷺ نے ضرورت کے پیش نظر نماز کے دوران میں حضرت عائشہ ؓ کو چھوا اور نماز پڑھتے رہے، گویا وضو نہ ٹوٹا۔ چوتھی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے آپ ﷺ کو چھوا اور نماز میں کوئی فرق نہ پڑا۔ ② یہ باب قائم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض فقہاء، مثلاً: امام شافعی ؒ اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ذخیرۂ حدیث میں ہے تو کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس میں عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کا صراحتاً یا اشارتاً ذکر ہو بلکہ اس کے خلاف بہت ساری احادیث ہیں، البتہ قرآن مجید کی ایک آیت کے الفاظ: ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ (المآئدۃ ٥:٦) سے استدلال کیا جاتا ہے مگر یہ استدلال عقلاً اور نقلاً بعید ہے۔ یہاں یہ الفاظ جماع کا

١٦٩- أخرجه مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود، ح:٤٨٦ من حديث أبي أسامة به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٨.

مفہوم مراد لینے کے لیے آئے ہیں نہ کہ مطلق چھونے کے لیے' نیز یہ معنی مراد لینے سے ان تمام احادیث کی دوراز کار تاویلیں کرنی پڑیں گی یا انھیں چھوڑنا پڑے گا۔ دونوں صورتیں اچھی نہیں۔ ③ امام نسائی رحمہ اللہ کے باب اور احادیث سے واضح ہے کہ عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا' چاہے شہوت سے ہو (جیسا کہ اگلے باب میں وضاحت ہے) یا بغیر شہوت کے جیسا کہ اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ ④ ان روایات سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے لیٹا ہوا ہونا' خواہ اس کی بیوی ہی ہو کوئی حرج والی بات نہیں' البتہ نمازی کے آگے سے گزرنا ایک الگ چیز ہے' اس سے نمازی کے خشوع میں فرق پڑے گا اور گزرنے والا سخت گناہ گار ہوگا۔ ⑤ سجدے میں پاؤں گاڑنا (سیدھے کھڑے رکھنا) مستحب ہے۔ ⑥ سجدے میں دعا کرنا مستحب عمل ہے کیونکہ یہ قبولیت دعا کی حالت ہے۔ ⑦ اللہ تعالیٰ کے غصے اور اس کے عذاب سے پناہ مانگتے رہنی چاہیے۔ ⑧ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کرتے ہوئے مخلوق کا اس کی کماحقہ تعریف کرنے سے عاجزی کا اعتراف کرتے رہنا چاہیے۔

(المعجم ١٢١) - **بَابُ تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ** (التحفة ١٢١)

باب:١٢١- بوسہ دینے کے بعد وضو نہ کرنا

١٧٠- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو رَوْقٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ.

١٧٠- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی ﷺ اپنی بعض بیویوں کو بوسہ دیتے' پھر نماز پڑھتے اور نیا وضو نہ فرماتے تھے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لَيْسَ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثٌ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ وَإِنْ كَانَ مُرْسَلًا، وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ الْأَعْمَشُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ.

امام ابو عبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس مسئلے میں اس سے بہتر کوئی روایت نہیں' اگرچہ اس کی سند مرسل (منقطع) ہے (کیونکہ ابراہیم تیمی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں ہے۔) اعمش نے اس حدیث کو حبیب بن ابی ثابت عن عروہ عن عائشہ کی سند سے بیان

١٧٠ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء من القبلة، ح: ١٧٨ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥، وله شاهد عند البزار، وإسناده حسن، وله طرق أخرى عند الترمذي، ح: ٨٦، وابن ماجه، ح: ٥٠٢ وغيرهما.

کیا ہے۔

قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ: حَدِيثُ حَبِيبٍ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ هٰذَا وَحَدِيثُ حَبِيبٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ: تُصَلِّي وَإِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيرِ لَا شَيْءَ.

یحیٰی بن سعید قطان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت اور اسی سند (حبیب عن عروہ عن عائشہ) سے منقول ایک اور روایت: ''استحاضہ والی عورت نماز پڑھتی رہے اگرچہ خون چٹائی پر گرتا ہو۔'' دونوں غیر معتبر ہیں۔

فوائد ومسائل: ① ''مرسل (منقطع) ہے۔'' امام نسائی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے، مگر دارقطنی وغیرہ میں یہ روایت متصل سند سے بھی مروی ہے، لہٰذا یہ حدیث حجت ہے۔ ② ''دونوں غیر معتبر ہیں۔'' کیونکہ حبیب کا عروہ سے سماع ثابت نہیں۔ امام ترمذی اور امام بخاری رحمہما اللہ کا یہی خیال ہے۔ لیکن امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے، نیز اس حدیث کے شواہد بھی موجود ہیں، اس لیے یہ حدیث قابل استدلال ہے۔ ③ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ مذی نہ نکلے۔ ④ بعض بیویوں سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں۔ دیکھیے: (سنن الدارقطني: ١/١٣٧)

(المعجم ١٢٢) - بَابُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ (التحفة ١٢٢)

باب: ۱۲۲- آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو

١٧١- **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَارِظٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

۱۷۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرو۔''

١٧٢- **حَدَّثَنَا** هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ

۱۷۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں

١٧١ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب الوضوء مما مست النار، ح: ٣٥٢ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٨٠.

١٧٢ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٧٩.

قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - يَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ قَارِظٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرو۔''

۱۷۳- أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ بَكْرٍ - وَهُوَ ابْنُ مُضَرَ - قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: أَكَلْتُ أَثْوَارَ أَقِطٍ فَتَوَضَّأْتُ مِنْهَا، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ بِالْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ.

۱۷۳- عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد کی چھت پر وضو کرتے دیکھا' انھوں نے فرمایا: میں نے پنیر کے ٹکڑے کھائے تھے' اس لیے میں نے وضو کیا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرنے کا حکم دیتے سنا ہے۔

۱۷٤- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ

۱۷۴- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کیا میں اس کھانے کی وجہ سے وضو کروں جسے میں اللہ کی کتاب میں حلال پاتا ہوں' صرف اس بنا پر کہ وہ آگ پر پکا ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی کنکریاں جمع کیں اور فرمایا: میں ان کنکریوں کی تعداد

۱۷۳ـ [صحيح] انظر الحديثين السابقين.

۱۷٤ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ۲/ ۵۲۹ عن عبدالصمد به، والسند منقطع، وله شواهد عند ابن ماجه، ح: ٤٨٥، والترمذي وغيرهما، وأخرج أحمد: ۱/ ۳٦٦ بإسناد صحيح عن ابن عباس قال لأبي هريرة: "ما أبالي مما توضأت، أشهد لرأيت رسول الله ﷺ أكل كتف لحم ثم قام إلى الص   وضأ" فالكل عنده حجة والكل معذور.

الْمُطَّلِبَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ يَقُولُ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَأَتَوَضَّأُ مِنْ طَعَامٍ أَجِدُهُ فِي كِتَابِ اللهِ حَلالًا لِأَنَّ النَّارَ مَسَّتْهُ؟ فَجَمَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ حَصًى فَقَالَ: أَشْهَدُ عَدَدَ هٰذَا الْحَصٰى أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

کے برابر گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرو۔“

١٧٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

۱۷۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرو۔“

١٧٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ مُحَمَّدٌ: الْقَارِيُّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «تَوَضَّؤُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ».

۱۷۶- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرو۔“

١٧٧- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا: حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ - وَهُوَ ابْنُ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ - قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ:

۱۷۷- حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرو۔“

١٧٥_[صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ١٨٣، وللحديث شواهد كثيرة.

١٧٦_[صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٨ من حديث شعبة به مختصرًا، وهو في الكبرٰى، ح: ١٨٢، وانظر الحديث السابق لأنه شاهد له.

١٧٧_[صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ١٨١ من حديث عبيدالله بن سعيد فقط.

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ جَعْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو الْقَارِيِّ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تَوَضَّؤُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ».

١٧٨- أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «تَوَضَّؤُوا مِمَّا أَنْضَجَتِ النَّارُ».

۱۷۸- حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر اس چیز (کے کھانے) سے وضو کرو جسے آگ نے پکایا ہو۔''

١٧٩- أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

۱۷۹- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ہر اس چیز (کے کھانے) سے وضو کرو جسے آگ نے پکایا ہو۔''

١٨٠- أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

۱۸۰- ابوسفیان بن سعید بن اخنس بن شریق نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ تھیں۔ انھوں نے ان کو ستو

١٧٨ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٨ من حديث شعبة به. * ابن أبي طلحة لعله عبدالله، ولد في عهد النبي ﷺ، ووثقه ابن سعد.

١٧٩ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب الوضوء مما مست النار، ح: ٣٥١ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٨٥.

١٨٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التشديد في ذلك، ح: ١٩٥ من حديث أبي سلمة به، وأشار إلى حديث الزهري، وهو في الكبرٰى، ح: ١٨٦.

أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْأَخْنَسِ بْنِ شَرِيقٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهِيَ خَالَتُهُ فَسَقَتْهُ سَوِيقًا ثُمَّ قَالَتْ لَهُ: تَوَضَّأْ يَا ابْنَ أُخْتِي! فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ.

پلائے' پھر فرمایا: اے بھانجے! وضو کرو کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ہر اس چیز (کے کھانے) سے وضو کرو جسے آگ نے پکایا ہو۔''

١٨١- أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْأَخْنَسِ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ لَهُ: وَشَرِبَ سَوِيقًا يَا ابْنَ أُخْتِي! تَوَضَّأْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

١٨١- ابوسفیان بن سعید بن اخنس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ ؓ نے اس سے کہا' جب کہ اس نے ستو پیے تھے: اے بھانجے! وضو کر کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرو۔''

فائدہ: مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا چاہیے مگر اس حکم کو وجوب پر محمول کرنا مشکل ہے کیونکہ وضو تو کسی پلید چیز نکلنے سے ٹوٹتا ہے نہ کہ پاک چیز کھانے سے جیسا کہ حدیث نمبر ١٧۴ میں حضرت ابن عباس ؓ نے اشکال ظاہر فرمایا ہے' لہٰذا ان احادیث کو یا تو استحباب پر محمول کیا جائے گا یا یہ حکم منسوخ ہے جیسا کہ آئندہ باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع دور میں آپ نے یہ حکم دیا تھا بعد میں آپ نے خود ہی اس حکم پر عمل نہیں کیا۔ (دیکھیے: حدیث: ١٨٥) اور صحابۂ کرام ؓ نے بھی اس پر عمل چھوڑ دیا اور یہی جمہور فقہاء و محدثین کا مسلک ہے اور یہی راجح ہے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ١٢٣) - بَابُ تَرْكِ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ (التحفة ١٢٣)

باب: ١٢٣- آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو نہ کرنا

١٨١- [إسناده صحيح] انظر الحديث السابق.

١٨٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَكَلَ كَتِفًا [فَجَاءَهُ بِلَالٌ] فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً.

١٨٢- حضرت ام سلمہ ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کندھے کا گوشت کھایا' پھر آپ کے پاس بلال آئے تو آپ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور پانی کو چھوا تک نہیں۔

١٨٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَحَدَّثَتْنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُ، وَحَدَّثَنَا مَعَ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ: أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

١٨٣- حضرت ام سلمہ ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کبھی کبھی) صبح کے وقت احتلام نہیں بلکہ جماع سے جنبی ہوتے تھے' پھر (اسی طرح) روزہ رکھ لیتے تھے۔ اور اس حدیث کے ساتھ انھوں نے ہمیں یہ حدیث بھی بیان کی کہ ایک دفعہ انھوں نے نبی ﷺ کو پہلو کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا' آپ نے اس میں سے کچھ کھایا' پھر نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور وضو نہیں فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① احتلام یا جماع کی بنا پر جنابت کسی بھی وقت ہو سکتی ہے' اس لیے شریعت نے گنجائش رکھی ہے کہ اگر کسی کو یہ صورت حال پیش آ گئی اور وہ روزہ رکھنا چاہتا ہے' غسل کا وقت نہیں' اگر غسل کرتا ہے تو سحری رہ جائے گی تو اسے اجازت ہے کہ اسی طرح روزہ رکھ لے اور بعد میں نماز سے پہلے نہا لے۔ اگر روزے کے دوران میں بھی کسی کو احتلام ہو جائے تو روزے کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ② [لَمْ يَمَسَّ مَاءً] ظاہر معنی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ گویا کلی بھی نہیں کی کیونکہ کلی فرض نہیں اور ممکن ہے کہ یہ کنایہ ہو وضو نہ کرنے سے' یہی بات واضح ہے۔

١٨٢- **[إسناده صحيح]** أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب الرخصة في ذلك، ح: ٤٩١ من حديث جعفر به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٨٧.

١٨٣- أخرجه مسلم، الصيام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، ح: ١١٠٩ من حديث ابن جريج به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٨٩.

١٨٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَكَلَ خُبْزًا وَلَحْمًا ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۱۸۴- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے روٹی اور گوشت کھایا' پھر نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور وضو نہیں فرمایا۔

١٨٥- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ.

۱۸۵- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ان دو کاموں میں سے اللہ کے رسول ﷺ کا آخری کام یہ تھا کہ آپ آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو نہیں فرماتے تھے۔

فائدہ: دو کاموں سے مراد آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا اور نہ کرنا ہے' گویا وضو کرنے کا حکم منسوخ ہے' حضرت ابن عباس ؓ کی روایت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے کیونکہ حضرت ابن عباس ؓ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے۔

(المعجم ١٢٤) - اَلْمَضْمَضَةُ مِنَ السَّوِيقِ (التحفة ١٢٤)

باب:۱۲۴-ستو کھانے کے بعد کلی کرنا

١٨٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ

۱۸۶- حضرت سوید بن نعمان ؓ سے روایت ہے کہ وہ (سوید) غزوۂ خیبر کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے حتی کہ جب لشکر صہباء میں پہنچا' اور وہ خیبر

١٨٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ١/ ٣٦٦ من حديث ابن جريج به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٩٠، وانظر الحديث السابق.

١٨٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في ترك الوضوء مما مست النار، ح: ١٩٢ من حديث علي ابن عياش به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٨٨، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان وغيرهما.

١٨٦ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب من مضمض من السويق ولم يتوضأ، ح: ٢٠٩ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٢٦، والكبرٰى، ح: ١٩١.

قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ - وَهُوَ ابْنُ أَنَسٍ - عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ - وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ - صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ وَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَتَمَضْمَضَ وَتَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

سے قریب ترین علاقہ ہے' تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے اپنا اپنا زادراہ لانے کا حکم دیا تو صرف ستو ہی لائے گئے' آپ نے حکم دیا تو ستو پانی میں بھگوئے گئے' پھر آپ نے کھائے اور ہم نے بھی کھائے' پھر آپ مغرب کی نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے صرف کلی کی اور ہم نے بھی کلی ہی کی' پھر آپ نے نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

فوائد ومسائل: ① چونکہ ستو منہ میں رہ جاتے ہیں۔ کلی کے بغیر منہ صاف نہیں ہوتا' لہٰذا اس کے بعد کلی کر لینی چاہیے تاکہ منہ صاف ہو جائے اور نماز کی ادائیگی میں خلل نہ پڑے۔ ② اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا ضروری نہیں۔ ③ سفر میں زادراہ لینا توکل کے منافی نہیں۔ ④ ایک وضو سے ایک سے زیادہ نمازیں پڑھنا درست ہے۔

(المعجم ١٢٥) - اَلْمَضْمَضَةُ مِنَ اللَّبَنِ (التحفة ١٢٥)

باب:١٢٥- دودھ پینے کے بعد کلی کرنا

١٨٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ لَهُ دَسَمًا».

١٨٧- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دودھ پیا' پھر پانی منگوایا اور کلی کی' پھر آپ نے فرمایا: ''تحقیق اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔''

فائدہ: دودھ کے اثرات خصوصاً چکناہٹ اور مٹھاس منہ میں رہ جاتے ہیں' لہٰذا دودھ پینے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے۔

١٨٧ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب: هل يمضمض من اللبن، ح: ٢١١، ومسلم، الحيض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، ح: ٣٥٨ عن قتيبة بن سعيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٩٢.

ذِكْرُ مَا يُوجِبُ الْغُسْلَ وَمَا لَا يُوجِبُهُ

کون سی چیزیں غسل واجب کرتی ہیں اور کون سی نہیں؟

(المعجم ١٢٦) - غُسْلُ الْكَافِرِ إِذَا أَسْلَمَ (التحفة ١٢٦)

باب:١٢٦- جب کافر مسلمان ہو تو غسل کرے

١٨٨- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَغَرِّ - وَهُوَ ابْنُ الصَّبَّاحِ - عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ: أَنَّهُ أَسْلَمَ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ.

١٨٨- حضرت قیس بن عاصم سے منقول ہے کہ وہ مسلمان ہوئے تو نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل کریں۔

فوائد ومسائل: ① یہ غسل جمہور اہل علم کے نزدیک مستحب ہے تاکہ اسے احساس ہو کہ میں اندرونی اور بیرونی طور پر دونوں طرح کی نجاست اور میل کچیل سے پاک صاف ہو گیا ہوں بلکہ بعض روایات کے مطابق حجامت اور ختنے کرانے کا بھی حکم ہے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت کلیب رضی اللہ عنہ کو جب وہ مسلمان ہوئے، حکم فرمایا: [أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ] ''اپنے سے کفر کے بال اتار دو۔'' آپ ﷺ نے ایک اور صحابی کو حکم فرمایا: [أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ] ''اپنے سے کفر کے بال زائل کرو (حجامت کراؤ) اور ختنہ کراؤ۔'' (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: ٣٥٦) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني، رقم: ٣٨٣) اور کپڑے بھی تبدیل کروائے جائیں تاکہ اسے مکمل طور پر تبدیلی کا احساس ہو اور وہ اپنے آپ کو کفر کی آلودگی سے پاک محسوس کرے۔ میل کچیل بھی دور ہو جائے گی۔ ② بیری کے پتے میل کچیل دور کرنے کے لیے ہی ہیں۔ آج کل صابن یہ کام دے سکتا ہے۔ ③ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ غسل واجب ہے، اس لیے کہ آپ نے اس کا حکم فرمایا اور حکم وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور کافر عام طور پر غسل جنابت نہیں کرتے، کریں بھی تو صحیح نہیں کرتے، لہٰذا وہ جنبی ہی رہتے ہیں، اس لیے پاک ہونے کے لیے غسل واجب ہے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ بھی ان کے مؤید ہیں، اس لیے وجوب غسل کا موقف ہی قوی ہے۔ واللہ أعلم۔

١٨٨_[صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الرجل يسلم فيؤمر بالغسل، ح: ٣٥٥، والترمذي، الجمعة، باب ما ذكر في الاغتسال عندما يسلم الرجل، ح: ٦٠٥ من حديث سفيان الثوري به، وقال الترمذي: "حسن"، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٥٤، ٢٥٥، وابن حبان، ح: ٢٣٤، وابن الجارود، ح: ١٤ وغيرهم، وهو في الكبرٰى، ح: ١٩٣، وله شواهد عند البخاري، ومسلم وغيرهما.

(المعجم ١٢٧) - **تَقْدِيمُ غُسْلِ الْكَافِرِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُسْلِمَ** (التحفة ١٢٧)

باب: ١٢٧- کافر اسلام لانے کا ارادہ کرے تو پہلے غسل کرے (پھر اسلام لائے۔)

١٨٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: إِنَّ ثُمَامَةَ بْنَ أُثَالٍ الْحَنَفِيَّ انْطَلَقَ إِلَى نَجْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، يَا مُحَمَّدُ! وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ كُلِّهَا إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ. مُخْتَصَرٌ.

١٨٩- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثمامہ بن اثال حنفی رضی اللہ عنہ مسجد سے قریب ایک جمع شدہ پانی کی طرف گئے اور غسل کیا، پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا: [أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ...... عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' اے محمد! اللہ کی قسم! اس سے پہلے روئے ارض پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے بڑھ کر مجھے ناپسند نہیں تھا مگر اب آپ کا چہرہ تمام چہروں سے مجھے محبوب ترین ہو گیا ہے، نیز آپ کے سوار مجھے پکڑ لائے ہیں جبکہ میں عمرے کے ارادے سے جا رہا تھا۔ اب آپ کا کیا فرمان ہے؟ آپ نے اسے (مبارک باد اور) خوش خبری دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ روایت مختصر ہے۔

فوائد ومسائل: ① صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ واقعہ زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اس کے مقابلے میں سنن نسائی کی روایت مختصر ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، المغازي، حديث: ٤٣٧٢، وصحيح مسلم، الجهاد، حديث: ١٧٦٤) ② غسل تو اسلام لانے کے بعد ہی کرنا چاہیے کیونکہ کافر کا غسل معتبر نہیں مگر جب انسان اسلام لانے کا ارادہ کر لے تو حقیقتاً وہ دلی طور پر مسلمان بن جاتا ہے، صرف اعلان باقی ہوتا ہے، لہٰذا یہ غسل شرعی طور پر درست ہوگا، ہاں بعد میں شہادتین کا اقرار اور صرف اس کا اعلان ہی باقی رہ جاتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ③ نیک کام کی نذر یا نیک کام کا آغاز کفر کی حالت میں کیا ہو تو اسلام لانے کے بعد اسے پورا کرنا مزید مؤکد ہو جاتا ہے۔ ④ کافر کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ ⑤ کافر کو قید کرنا، پھر بغیر

١٨٩ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الاغتسال إذا أسلم وربط الأسير أيضًا في المسجد، ح: ٤٦٢، ومسلم، الجهاد، باب ربط الأسير وحبسه وجواز المن عليه، ح: ١٧٦٤ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٩٤.

فدیے کے اسے چھوڑنا جائز ہے۔

(المعجم ١٢٨) - **اَلْغُسْلُ مِنْ مُوَارَاةِ الْمُشْرِكِ** (التحفة ١٢٨)

باب:۱۲۸-مشرک کی لاش دبانے کے بعد غسل کرنا چاہیے

١٩٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ نَاجِيَةَ بْنَ كَعْبٍ عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ فَقَالَ: «اِذْهَبْ فَوَارِهِ» قَالَ: إِنَّهُ مَاتَ مُشْرِكًا. قَالَ: «اِذْهَبْ فَوَارِهِ»، فَلَمَّا وَارَيْتُهُ رَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ لِي: «اِغْتَسِلْ».

۱۹۰-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس گیا اور کہا: ابوطالب فوت ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ اسے دبا آؤ۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: بلاشبہ وہ مشرک فوت ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ اسے دبا آؤ۔'' جب میں نے انھیں دبا دیا تو میں آپ ﷺ کے پاس واپس آیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ''غسل کرو۔''

فوائد ومسائل: ① اس روایت سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالب کفر وشرک پر فوت ہوئے۔ بیٹے اور بھتیجے سے بڑھ کر کس کی گواہی معتبر ہے؟ ② اگر کوئی شخص کفر وشرک پر فوت ہوا ہو تو اس کے مسلمان ورثاء پر یہ حکم عائد ہوتا ہے کہ اس کی لاش کو دفنا دیں لیکن اس کے کفن دفن میں اسلامی طریقۂ کار اختیار نہ کیا جائے بلکہ غیر مسنون طریقے سے دھونے اور ڈھانپنے کے بعد اس کی لاش کو دبا دیا جائے۔ مسنون وضو، غسل، مسنون کفن، قبلے رخ اور دعاؤں وغیرہ سے اجتناب کیا جائے۔ ③ چونکہ کافر پلید ہے، مرنے کے بعد مزید پلید ہو جاتا ہے، لہٰذا اسے نہلانے اور دبانے کے بعد غسل کیا جائے تاکہ جو چھینٹے جسم یا کپڑوں پر پڑے ہیں، ان کا ازالہ ہو جائے۔ اکثر اہل علم نے اس غسل کو استحباب پر محمول کیا ہے مگر غسل کی علت کا لحاظ کیا جائے، خصوصاً جبکہ غسل کرنے کا حکم بھی ہے تو اسے واجب کہنا ہی اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم۔ ④ اپنے قریبی رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے اگرچہ وہ کافر ہی ہوں۔

(المعجم ١٢٩) - **بَابُ وُجُوبِ الْغُسْلِ إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ** (التحفة ١٢٩)

باب:۱۲۹-جب مرد وعورت کی شرم گاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے

١٩٠ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الجنائز، باب الرجل يموت له قرابة مشرك، ح: ٣٢١٤ من حديث أبي إسحاق به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٩٥.

١٩١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ اجْتَهَدَ، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ».

١٩١-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب آدمی عورت کی چار شاخوں (ہاتھ پاؤں) کے درمیان بیٹھ کر کوشش کرے تو غسل واجب ہوگیا۔“

فائدہ: [إِذَا جَلَسَ ...... الخ] یہ الفاظ کنایہ ہیں جماع سے یعنی جب مرد جماع شروع کر دے اور دخول ہو جائے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ تو دونوں میاں بیوی پر غسل واجب ہو جاتا ہے انزال (منی کا خروج) ہو یا نہ ہو کیونکہ جماع دخول کا نام ہے نہ کہ انزال کا۔ حد کا تعلق بھی دخول سے ہے انزال سے نہیں۔ انزال تو مخفی چیز ہے۔

١٩٢- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ الْجُوزَجَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللهِ ابْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَعَدَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ اجْتَهَدَ، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ».

١٩٢-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب آدمی عورت کی چار شاخوں (ہاتھ پاؤں) کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو غسل واجب ہوگیا۔“

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: هٰذَا خَطَأٌ وَالصَّوَابُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَدْ رَوَى الْحَدِيثَ عَنْ شُعْبَةَ، النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَغَيْرُهُ كَمَا رَوَاهُ خَالِدٌ.

امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سند غلط ہے۔ صحیح سند یوں ہے: [أشعث عن الحسن عن أبي هريرة] نضر بن شمیل وغیرہ نے اس حدیث کو شعبہ سے اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح خالد نے بیان کیا ہے۔

١٩١ـ أخرجه البخاري، الغسل، باب إذا التقى الختانان، ح: ٢٩١، ومسلم، الحيض، باب نسخ: "الماء من الماء" ووجوب الغسل بالتقاء الختانين، ح: ٣٤٨ من حديث قتادة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٩٧.

١٩٢ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ١٩٨، والحديث السابق شاهد له، وقال النسائي: "الحسن لم يسمع من أبي هريرة"، وذكر العلة، وهي غير قادحة.

فائدہ: خالد سے مروی سابقہ حدیث میں حسن بصری کا واسطہ ہے جب کہ اس حدیث میں ان کے بجائے ابن سیرین کا ذکر ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ اس حدیث میں ابن سیرین کا ذکر درست نہیں، یہاں ''حسن'' ہونا چاہیے کیونکہ اسے روایت:١٩١ کی متابعت حاصل ہے۔

(المعجم ١٣٠) - اَلْغُسْلُ مِنَ الْمَنِيِّ (التحفة ١٣٠)

باب:١٣٠-منی خارج ہونے سے غسل

١٩٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ - وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ - قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، وَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، وَإِذَا فَضَخْتَ الْمَاءَ فَاغْتَسِلْ».

١٩٣-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے مذی بہت زیادہ آتی تھی تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مذی دیکھو تو اپنے عضو (وغیرہ) کو دھو لو اور نماز والا وضو کرو لیکن جب تم زور سے منی نکالو تو غسل کرو۔''

فوائد ومسائل: ① مذی کا مسئلہ تو پیچھے (حدیث ١٥٢، ١٥٣ کے تحت) گزر چکا ہے۔ ''منی گاڑھا، لیس دار سفید پانی ہوتا ہے جو زور سے اچھل کر نکلتا ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فَضَخ ''اچھل کر نکلنے'' کی قید موجود ہے، اس صورت میں شہوت بھی یقینی امر ہے، اس کے نکلنے سے شہوت ختم ہو جاتی ہے۔ ② حدیث: [اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ] ''خروج منی سے غسل ہے'' اگرچہ مطلق ہے اسے مقید حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ ③ منی کا نکلنا، خواہ جماع سے ہو یا احتلام سے یا ویسے شہوت سے، غسل کو واجب کر دیتا ہے، البتہ اگر کسی کو بغیر شہوت کے کسی بیماری کی بنا پر یا قضائے حاجت کے وقت زور لگانے سے منی نکل آئے تو جمہور اہل علم کے نزدیک غسل واجب نہیں ہوتا۔ لیکن احتلام میں جس طرح بھی منی خارج ہو جائے، شہوت سے یا گرمی سے، خواب یاد ہو یا نہ ہو، زور سے نکلے یا آرام سے، ہر حال میں غسل واجب ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک منی بیماری سے یا جیسے بھی نکلے، غسل واجب ہو جاتا ہے لیکن حدیث کے ظاہر الفاظ کے مقابلے میں یہ موقف محل نظر ہے۔ واللہ أعلم۔

١٩٣- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المذي، ح:٢٠٦ عن قتيبة به، وهو في الكبرى، ح:١٩٩، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان. أمر علي بن أبي طالب عمارًا والمقداد فسألاه ﷺ ثم سأل هو بنفسه رضي الله عنهم. راجع (الإحسان)، ح:١٠٩٩ وغيره فلا تناقض بين الأحاديث.

١٩٤- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَائِدَةَ ح: قَالَ: وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ عَمِيلَةَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَتَوَضَّأْ، وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، وَإِذَا رَأَيْتَ فَضْخَ الْمَاءِ فَاغْتَسِلْ».

۱۹۴-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے مذی بہت زیادہ آتی تھی' چنانچہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''جب تم مذی دیکھو تو اپنے عضو کو دھو کر وضو کر لو اور جب تم زور سے منی نکالو تو غسل کر لو۔''

(المعجم ١٣١) - **غُسْلُ الْمَرْأَةِ تَرٰى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ** (التحفة ١٣١)

باب:۱۳۱-عورت خواب میں وہی کچھ دیکھے جو مرد دیکھتا ہے تو اس پر غسل واجب ہے

١٩٥- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرٰى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ قَالَ: «إِذَا أَنْزَلَتِ الْمَاءَ فَلْتَغْتَسِلْ».

۱۹۵-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عورت کے بارے میں پوچھا جو خواب میں وہی کچھ دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے تو آپ نے فرمایا: ''جب وہ پانی نکالے تو غسل کرے۔''

فائدہ: خواب مرد اور عورت دونوں کو آ سکتا ہے۔ خواب میں جماع والا عمل بھی نظر آ سکتا ہے مگر غسل تب واجب ہوتا ہے جب منی نکلے' خواہ مرد ہو یا عورت۔ اگر منی نہ نکلے تو' خواہ خواب میں اس نے مکمل جماع بھی کیا ہو' غسل واجب نہ ہوگا۔ اور اگر خواب کے بغیر بلا شہوت سوتے میں منی نکل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے' مرد ہو یا عورت۔ گویا احتلام میں غسل کا سبب منی کا نکلنا ہی ہے' چاہے منی مرد کی نکلے یا عورت کی۔

١٩٦- أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ

۱۹۶-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضرت

١٩٤- [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠٠.

١٩٥- أخرجه مسلم، الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها، ح: ٣١١ من حديث سعيد بن أبي عروبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠٢.

١٩٦- أخرجه مسلم، ح: ٣١٤ (انظر الحديث السابق) من حديث الزهري به مختصرًا، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠٣.

ابْنِ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَلَّمَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَعَائِشَةُ جَالِسَةٌ فَقَالَتْ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ، أَرَأَيْتَ الْمَرْأَةَ تَرٰى فِي النَّوْمِ مَا يَرَى الرَّجُلُ أَفَتَغْتَسِلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَعَمْ»، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لَهَا: أُفٍّ لَكِ أَوَتَرَى الْمَرْأَةُ ذٰلِكَ؟ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «تَرِبَتْ يَمِينُكِ، فَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشَّبَهُ».

ام سلیم ؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے بات چیت کی۔ حضرت عائشہ بھی پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا۔ آپ بتائیں' اگر کوئی عورت نیند میں وہ کچھ دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے تو کیا وہ غسل کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' حضرت عائشہ ؓ نے کہا: افسوس تجھ پر! کیا عورت بھی یہ کچھ دیکھتی ہے؟ تو اللہ کے رسول ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں' (بچے میں عورت کی) مشابہت کیسے ہوتی ہے؟''

فوائد ومسائل: ① [أُفٍّ لَكِ] حضرت عائشہ ؓ کو اس بات کا علم نہ ہوگا اور ان کے تجربے سے یہ بات نہ گزری ہوگی۔ ویسے بھی عورتوں کو احتلام بہت کم ہوتا ہے' خصوصاً خواب میں منی کا نکلنا تو شاذ ونادر ہے۔ ② [تَرِبَتْ يَمِينُكِ] ''تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' معنی کے لحاظ سے تو یہ بددعا ہی ہے۔ لیکن اہل عرب یہ اور اس طرح کے دیگر محاورے' مثلاً: [قَاتَلَهُ اللّٰهُ، مَا أَشْجَعَهُ، لَا أُمَّ لَهُ، ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ] وغیرہ استعمال کرتے تھے۔ اور وہ اس سے ان کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے تھے بلکہ کسی چیز کا انکار کرنے' اس کی مذمت کرنے' اس پر رغبت دلانے یا تعجب کے لیے بولتے تھے۔ واللّٰه أعلم۔ دیکھیے: (شرح مسلم للنووي: ٢٨٥/٣' تحت حديث:٣١١) ③ [فَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشَّبَهُ] یہ آپ ﷺ نے عقلی دلیل دی ہے کہ اگر عورت کو انزال نہیں ہوتا اور اس کا پانی نہیں نکلتا تو بچے میں اس سے مشابہت کہاں سے آ جاتی ہے؟ جب کہ کئی بچوں کی ماؤں سے بھی بہت مشابہت ہوتی ہے۔

١٩٧- **أَخْبَرَنَا** شُعَيْبُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ:

١٩٧- حضرت ام سلمہ ؓ سے منقول ہے کہ ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا' کیا عورت پر غسل واجب ہے جب

١٩٧ـ أخرجه البخاري، العلم، باب الحياء في العلم، ح: ١٣٠/ ٣٣٢٨ من حديث يحيى القطان، ومسلم، الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها، ح: ٣١٣ من حديث هشام بن عروة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠١.

أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ؟ قَالَ: «نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ»، فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ: أَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَفِيمَ يُشْبِهُهَا الْوَلَدُ».

اسے احتلام ہو جائے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں' جب وہ پانی (منی) دیکھے۔'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں اور کہنے لگیں: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو کس وجہ سے بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے؟''

فوائد ومسائل: ① ان روایات میں امام زہری اور ہشام بن عروہ کے مابین اختلاف ہے کہ یہ مکالمہ حضرت عائشہ کا ہے یا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا؟ امام ابوداود رحمہ اللہ کے نزدیک زہری کی روایت راجح ہے' یعنی یہ مکالمہ حضرت عائشہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مابین ہوا انھوں نے اس کے شواہد بھی ذکر کیے ہیں۔ مگر قاضی عیاض کی تحقیق کے مطابق یہ مکالمہ ام سلمہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کے درمیان ہوا' اس طرح ہشام بن عروہ کی روایت راجح ہوگی اور امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' العلم' حديث:١٣٠) تاہم علامہ نووی رحمہ اللہ نے دونوں روایتوں کے مابین یوں تطبیق دی ہے کہ عین ممکن ہے کہ ام سلمہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں ہی اس موقع پر موجود ہوں اور دونوں نے تعجب کا اظہار کیا ہو۔ والله أعلم. (شرح مسلم للنووي: ٢٨٦/٣' تحت حديث:٣٣١' وعون المعبود:٤٠٣/١'٤٠٤ تحت حديث:٢٣٧) ② ام سلیم کا یہ جملہ جو انھوں نے اپنے سوال سے پہلے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا۔'' ان کے کمال حسن ادب پر دلیل ہے' یعنی جو بات عرفاً زبان پر نہیں لائی جاتی اور مجھے اس کی شرعاً ضرورت ہے' وہ بتائی جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں کہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں حیا انھیں آڑے نہیں آتی۔ (صحيح البخاري' قبل حديث:١٣٠)

١٩٨- **أَخْبَرَنَا** يُوسُفُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً الْخُرَاسَانِيَّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَرْأَةِ تَحْتَلِمُ فِي

١٩٨- حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا جسے نیند میں احتلام ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جب وہ پانی (منی) دیکھے تو غسل کرے۔''

١٩٨ـ [حسن] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب في المرأة ترى في منامها ما يرى الرجل، ح: ٦٠٢ من حديث سعيد بن المسيب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠٤، وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث السابق.

مَنَامِهَا، فَقَالَ: «إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَلْتَغْتَسِلْ».

(المعجم ١٣٢) - **بَابُ الَّذِي يَحْتَلِمُ وَلَا يَرَى الْمَاءَ** (التحفة ١٣٢)

باب:١٣٢-(اس شخص کا حکم) جسے احتلام ہو جائے اور وہ (جاگنے پر) پانی (منی) نہ دیکھے

١٩٩- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُعَادَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ».

١٩٩-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''پانی (غسل) پانی (منی نکلنے) سے واجب ہوتا ہے۔

فوائد ومسائل: ① ابتدائے اسلام میں یہ رخصت تھی کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے وظیفۂ زوجیت ادا کرتے ہوئے انزال سے قبل ہی بیوی سے الگ ہو جاتا تو اس پر غسل واجب نہیں تھا۔ اس کیفیت کو بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ ''پانی پانی سے ہے۔'' یعنی غسل منی کے خارج ہونے سے واجب ہوتا ہے۔ مگر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ بعد میں نبئ اکرم ﷺ نے بیوی سے ہم بستری کرنے کے بعد ہر صورت میں غسل واجب قرار دے دیا۔ منی کا خروج ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کے منسوخ ہونے اور مرد وعورت کے ختنے ملنے سے غسل واجب ہونے پر باب قائم کیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الحیض' حدیث:٣٤٨) ② ''پانی (غسل) پانی (منی نکلنے) سے واجب ہوتا ہے۔'' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر خواب میں کوئی ایسی صورت حال نظر آئے کہ اسے محسوس ہو کہ احتلام ہوا ہے لیکن بیدار ہونے پر جسم یا کپڑوں وغیرہ پر تری وغیرہ کے اثرات نمایاں ہوں تو غسل واجب ہوگا لیکن اگر تری وغیرہ کے اثرات نہ ہوں تو غسل کی ضرورت نہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ حدیث منسوخ نہیں' اسی لیے امام نسائی رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کرتے ہوئے یہ باب قائم کیا ہے۔

(المعجم ١٣٣) - **بَابُ الْفَصْلِ بَيْنَ مَاءِ الرَّجُلِ وَمَاءِ الْمَرْأَةِ** (التحفة ١٣٣)

باب:١٣٣-مرد اور عورت کی منی میں فرق

٢٠٠- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

٢٠٠-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ

١٩٩ـ[صحيح] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب: الماء من الماء، ح:٦٠٧ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح:٢٠٥، وله شواهد عند مسلم وغيره.

٢٠٠ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها، ح:٣١١ من حديث سعيد بن ◄◄

قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَاءُ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضُ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ فَأَيُّهُمَا سَبَقَ كَانَ الشَّبَهُ».

ﷺ نے فرمایا: ''مرد کی منی گاڑھی سفید اور عورت کی منی پتلی اور زرد ہوتی ہے۔ ان دونوں میں سے جو غالب آ جائے' اسی سے (بچے کی) مشابہت ہوتی ہے۔''

فائدہ: جماع سے مرد اور عورت کی منی مل جاتی ہے۔ منی دراصل جراثیم کا مجموعہ ہوتا ہے' جس منی کے جرثومے قوی ہوں گے' وہ دوسری پر غالب آ جائے گی اور بچے کی مشابہت اس سے ہوگی۔ بعض نے [سَبَقَ] کے معنی پہلے نکلنا بھی کیے ہیں۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ١٣٤) - ذِكْرُ الْاغْتِسَالِ مِنَ الْحَيْضِ (التحفة ١٣٤)

باب:۱۳۴- حیض (کے اختتام) سے غسل کا ذکر

٢٠١- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَدَوِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ مِنْ بَنِي أَسَدِ قُرَيْشٍ: أَنَّهَا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ أَنَّهَا تُسْتَحَاضُ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ لَهَا: «إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، فَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي».

۲۰۱- حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں اور بتایا کہ مجھے استحاضہ (بے قاعدہ خون) آتا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے۔ جب تجھے حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض آنا بند ہو جائے تو نہا دھو کر نماز شروع کر دے۔ (خواہ استحاضے کا خون آ ہی رہا ہو۔'')

فوائد ومسائل: ① حیض وہ خون ہے جو ہر جوان عورت کو رحم سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ چند دن آتا ہے۔ یہ عورت کی صحت کی علامت ہے۔ اس خون کی بندش یا بے قاعدگی عورت کے مریض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ خون آ رہا ہو تو جماع' نماز اور روزے کی ممانعت ہے۔ حیض ختم ہو جائے' یعنی یہ خون آنا بند ہو جائے تو غسل

◀◀ أبي عروبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠٦. * عبدة هو ابن سليمان.

٢٠١- [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المرأة تستحاض ... الخ، ح: ٢٨١ من حديث عروة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠٩. * فاطمة بنت أبي حبيش هي فاطمة بنت قيس بن المطلب الأسدية رضي الله عنهما.

فرض ہو جاتا ہے۔ غسل کرنے کے بعد یہ تمام کام جائز ہو جاتے ہیں۔ ② استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو ان معینہ دنوں کے علاوہ رحم سے آئے، چونکہ وہ بیماری ہے، لہٰذا اس میں مندرجہ بالا کام جائز رہتے ہیں اور اس سے غسل بھی واجب نہیں ہوتا۔ ③ "عِرق" کے معنی رگ ہیں جو رحم کے قریب ہوتی ہے، اس سے یہ خون آتا ہے۔

٢٠٢- أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ فَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي».

٢٠٢- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "جب حیض کا خون آنا شروع ہو جائے تو نماز (وغیرہ) چھوڑ دو اور جب خون آنا رک جائے تو غسل کرو۔"

٢٠٣- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اُسْتُحِيضَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ سَبْعَ سِنِينَ فَاشْتَكَتْ ذٰلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي ثُمَّ صَلِّي».

٢٠٣- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش ؓ کو سات سال استحاضہ (بے قاعدہ خون) آتا رہا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: "یہ حیض نہیں بلکہ یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے، لہٰذا (حیض ختم ہونے کے بعد) نہا دھو کر نماز وغیرہ پڑھتی رہو۔ (خواہ استحاضے کا خون آتا رہے۔")

٢٠٤- أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ

٢٠٤- حضرت عائشہ ؓ سے منقول ہے کہ حضرت

٢٠٢ـ [صحيح] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في المستحاضة إذا اختلط عليها . . . الخ، ح: ٦٢٦ من حديث الأوزاعي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢١٠، وانظر الحديث السابق، وأخرجه البخاري، الحيض، باب عرق الاستحاضة، ح: ٣٢٧، ومسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ٣٣٤ من حديث الزهري به، وانظر الحديث الآتي.

٢٠٣ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب عرق الاستحاضة، ح: ٣٢٧، ومسلم، الحيض، باب الاستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ٣٣٤ من حديث الزهري به، انظر الحديث السابق، وابن ماجه، ح: ٦٢٦ من حديث الأوزاعي، وهو في الكبرٰى، ح: ٢١١.

٢٠٤ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٢١٢.

دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي النُّعْمَانُ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَأَبُو مُعَيْدٍ - وَهُوَ حَفْصُ بْنُ غَيْلَانَ - عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أُسْتُحِيضَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ، اِمْرَأَةُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ - وَهِيَ أُخْتُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ - قَالَتْ فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ، فَإِذَا أَدْبَرَتِ الْحَيْضَةُ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي، وَإِذَا أَقْبَلَتْ فَاتْرُكِي لَهَا الصَّلَاةَ». قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَتُصَلِّي وَكَانَتْ تَغْتَسِلُ أَحْيَانًا فِي مِرْكَنٍ فِي حُجْرَةِ أُخْتِهَا زَيْنَبَ وَهِيَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَّى إِنَّ حُمْرَةَ الدَّمِ لَتَعْلُو الْمَاءَ وَتَخْرُجُ فَتُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَمَا يَمْنَعُهَا ذٰلِكَ مِنَ الصَّلَاةِ.

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیوی اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو استحاضہ (بے قاعدہ خون) آتا تھا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (بے قاعدہ خون) حیض نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے۔ جب تجھے حیض کا (باقاعدہ) خون آنا رک جائے تو نہا دھو کر نماز پڑھا کر اور جب حیض کا خون آنا شروع ہو جائے تو نماز چھوڑ دیا کر۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کر کے نماز پڑھتی تھیں۔ کبھی کبھی وہ اپنی بہن زینب بنت جحش' جو کہ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں تھیں' کے حجرے میں ٹب میں غسل کرتیں تو (استحاضے کے) خون کی سرخی پانی کے رنگ پر غالب آجاتی۔ وہ جاتیں (مسجد میں) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتیں۔ یہ (استحاضے کے خون کا آنا) انھیں نماز سے نہ روکتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① مستحاضہ کا ہر نماز کے لیے غسل کرنا ضروری نہیں' البتہ افضل اور مستحب ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ہر نماز کے لیے غسل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کے فرمان سے یہ بات سمجھی ہے' تبھی وہ استحباباً اور افضلیت کو پانے کی خاطر ہر نماز کے وقت غسل کر لیا کرتی تھیں' نیز اس بات کی تائید دیگر احادیث سے ہوتی ہے جبکہ بعض کا یہ کہنا کہ انھیں حدیث کے معنی ومراد سمجھنے میں غلطی لگی ہوگی' درست نہیں کیونکہ یہ موقف بے دلیل ہے۔ واللہ أعلم. ② استحاضہ والی عورت کو لنگوٹ وغیرہ باندھ کر مسجد میں جانا جائز ہے تاکہ خون نیچے گرے نہ کپڑے خراب ہوں۔ ③ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ٹب میں غسل کرنا خون کی رنگت دیکھ کر یہ معلوم کرنے کے لیے تھا کہ حیض بند ہوا یا نہیں ورنہ ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنا طہارت کے خلاف ہے۔

٢٠٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهَا]: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ خَتَنَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ، أُسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، اِسْتَفْتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ، فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي».

٢٠٥- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ ؓ جو رسول اللہ ﷺ کی سالی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کی بیوی تھیں، وہ سات سال تک استحاضہ میں مبتلا رہیں۔ انھوں نے نبی ﷺ سے اس کی بابت پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ حیض کا خون نہیں، بلکہ یہ تو کسی رگ کا خون ہے۔ تم (حیض ختم ہونے پر) غسل کرلیا کرو اور نماز پڑھا کرو (خواہ استحاضہ جاری رہے۔'')

٢٠٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِسْتَفْتَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي أُسْتَحَاضُ، فَقَالَ: «إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي» فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

٢٠٦- حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے (خون) استحاضہ آتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے۔ تم (حیض کے اختتام پر) غسل کرو اور نماز پڑھو۔'' تو وہ ہر نماز کے لیے غسل کرلیا کرتی تھیں۔

٢٠٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ

٢٠٧- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے خون (استحاضہ) کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ میں نے ان کا ٹب خون سے بھرا ہوا دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے

٢٠٥_[صحيح] انظر الحديثين السابقين، وهو في الكبرٰى، ح: ٢١٣.

٢٠٦_أخرجه مسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ٣٣٤/ ٦٣ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠٧.

٢٠٧_أخرجه مسلم، الحيض، باب الاستحاضة . . .، ح: ٣٣٤/ ٦٥ عن قتيبة به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٠٨.

ﷺ عَنِ الدَّمِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: رَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اُمْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي».

ان سے فرمایا: ”تم اتنے عرصے تک (نماز وغیرہ سے) رکی رہو، جتنے عرصے تک تمھیں حیض آیا کرتا تھا، پھر غسل کرلو (خواہ خون استحاضہ جاری ہو۔“)

فوائد و مسائل: ① ”خون سے بھرا ہوا“ اس سے مراد پانی ہے جس میں خون شامل ہونے کی وجہ سے رنگت خون جیسی تھی ورنہ وہ پانی ہی ہوتا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ انھیں بہت خون (استحاضہ) آتا تھا۔ ② ”تمھیں حیض آیا کرتا تھا۔“ گویا پہلے انھیں صرف حیض آتا تھا، بعد میں بیماری شروع ہوئی۔ مطلب ہے، پہلے جتنے دن حیض آیا کرتا، اتنے دن حیض کے شمار کرو، اس کے بعد غسل کر کے نماز وغیرہ پڑھا کرو۔ ③ مستحاضہ کے لیے غسل کرنا مستحب اور افضل ہے ضروری نہیں جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

٢٠٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ مَرَّةً أُخْرٰى وَلَمْ يَذْكُرْ جَعْفَرًا.

٢٠٨- امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمیں یہ حدیث قتیبہ نے ایک بار پھر بیان فرمائی تو (یزید بن ابی حبیب اور عراک بن مالک کے درمیان) جعفر بن ربیعہ کا ذکر نہیں کیا۔

٢٠٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ تَعْنِي: أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ الدَّمَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَاسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: «لِتَنْظُرْ عَدَدَ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا، فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَإِذَا

٢٠٩- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں ایک عورت کو کثرت سے (خون) استحاضہ آیا کرتا تھا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے لیے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”وہ ان دنوں کو یاد کرے جن میں اسے بیماری لگنے سے پہلے حیض آیا کرتا تھا تو مہینے میں سے اتنے دن وہ نماز چھوڑے رکھے۔ جب وہ دن گزر جائیں تو وہ غسل کرلے، پھر لنگوٹ باندھ لے اور نماز پڑھنی شروع

٢٠٨ـ **[صحيح]** انظر الحديثين السابقين.

٢٠٩ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المرأة تستحاض . . . الخ، ح: ٢٧٤ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٦٢، والكبرٰى، ح: ٢١٤، وفيه علة قادحة، السند منقطع، ولبعض الحديث شواهد كثيرة عند أبي داود، ح: ٢٨١ وغيره.

خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ، ثُمَّ لْتَسْتَثْفِرْ، ثُمَّ لِتُصَلِّي». کردے۔“

فوائد ومسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ روایت معناً صحیح ہے کیونکہ دیگر احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے' نیز حدیث کے بعض حصے کے شواہد کا خود محقق کتاب نے بھی اعتراف کیا ہے اور حضرت عائشہ ؓ کی روایت بھی اس کی شاہد بنتی ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الحیض، حدیث: ۳۳۳) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند أحمد: ۱۲۳/۴۴) ② جس عورت کو پہلے باقاعدگی سے حیض آتا تھا بعد میں استحاضہ (بے قاعدہ خون) شروع ہوا تو وہ انھی دنوں کو حیض شمار کرے جن دنوں میں اسے پہلے حیض آتا تھا' انھی میں نماز چھوڑے۔ اس کے علاوہ باقی دنوں میں خون آنے کے باوجود نماز وغیرہ پڑھتی رہے' البتہ حیض کے دن ختم ہونے پر وہ غسل کرے' مزید غسل کی ضرورت نہیں۔ اور اگر اسے شروع ہی سے بے قاعدہ خون آتا رہا ہے تو وہ رنگ دیکھ کر حیض اور استحاضہ کے درمیان فرق کرے' لیکن اگر رنگ سے بھی پہچان نہ ہو تو وہ مہینے میں سے کوئی چھ یا سات دن حیض سمجھ لے یا قریبی رشتہ دار خواتین کی ماہانہ عادت کو اپنا لیا کرے' پھر غسل کر کے نماز شروع کرے۔ ③ لنگوٹ اس لیے باندھنا ہوگا کہ خون کے قطرے کپڑوں اور جسم کو خراب نہ کریں۔

(المعجم ۱۳۵) - ذِكْرُ الْأَقْرَاءِ (التحفة ۱۳۵)

باب: ۱۳۵- حیض کا بیان

۲۱۰- أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَأَنَّهَا أُسْتُحِيضَتْ لَا تَطْهُرُ فَذُكِرَ شَأْنُهَا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّهَا لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنَّهَا رَكْضَةٌ مِنَ الرَّحِمِ، فَلْتَنْظُرْ قَدْرَ

۲۱۰- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت جحش جو حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کے نکاح میں تھیں' انھیں استحاضے کی تکلیف ہوگئی اور وہ کبھی خون سے پاک نہیں ہوتی تھیں۔ ان کی یہ حالت رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کی گئی تو آپ نے فرمایا: ”یہ حیض نہیں بلکہ (شیطان کی طرف سے) رحم میں ایک کچوکا ہے' لہٰذا وہ اپنے حیض کی وہ مقدار یاد کرے جس میں اسے حیض آیا کرتا تھا' چنانچہ اس دوران میں وہ نماز چھوڑ دے' پھر اس (حیض گزر جانے) کے بعد وہ ہر نماز کے

۲۱۰- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ۱۲۱/۶ من حديث يزيد بن عبدالله به، وهو في الكبرٰى، ح: ۲۱۸.

قَرْئِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ لَهَا، فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ تَنْظُرْ مَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ».

لیے غسل کرے۔

فائدہ: مستحاضہ کے لیے ہر نماز کے وقت غسل کی حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے قوی قرار دیا ہے اور اسے قابل حجت قرار دیتے ہوئے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے والوں کا تعاقب کیا ہے اور آخر میں حدیث عکرمہ اور اس کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے اس امر کو استحباب پر محمول کیا ہے، یعنی استحاضہ میں مبتلا عورت کے لیے ہر نماز کے لیے غسل کرنا افضل تو ہے واجب نہیں تا کہ دیگر روایات سے اختلاف پیدا نہ ہو۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (فتح الباري: ١/ ٤٢٧، وصحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني: ٢/ ٨٣، حديث: ٣٠٣)

٢١١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ سَبْعَ سِنِينَ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ إِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ فَأَمَرَهَا أَنْ تَتْرُكَ الصَّلَاةَ قَدْرَ أَقْرَائِهَا وَحَيْضَتِهَا وَتَغْتَسِلَ وَتُصَلِّيَ». فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ.

٢١١- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو سات سال تک استحاضہ جاری رہا تو انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ”یہ حیض نہیں بلکہ یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ اپنے حیض کے وقت نماز وغیرہ چھوڑ دیں، پھر (حیض گزر جانے کے بعد) وہ غسل کریں اور نماز پڑھیں۔“ چنانچہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں۔

٢١٢- أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ حَدَّثَتْ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَشَكَتْ إِلَيْهِ الدَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا

٢١٢- حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور خون کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے۔ تم خیال رکھنا جب تمھارے حیض کے دن آجائیں تو نماز نہ پڑھو اور جب گزر جائیں تو نہا دھو کر آئندہ حیض تک نماز پڑھو۔“

٢١١- **[صحيح]** تقدم، ح: ٢٠٣، وهو في الكبرٰى، ح: ٢١٥.

٢١٢- **[إسناده ضعيف]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المرأة تستحاض ... الخ، ح: ٢٨٠ عن عيسٰى به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢١٦. * المنذر بن المغيرة مجهول الحال.

ذٰلِكِ عِرْقٌ، فَانْظُرِي إِذَا أَتَاكِ قَرْؤُكِ فَلَا تُصَلِّي، فَإِذَا مَرَّ قَرْؤُكِ فَتَطَهَّرِي ثُمَّ صَلِّي مَا بَيْنَ الْقَرْءِ إِلَى الْقَرْءِ».

هٰذَا الدَّلِيلُ عَلٰى أَنَّ الْأَقْرَاءَ حِيَضٌ.

یہ حدیث دلیل ہے کہ [قرء] سے مراد حیض ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ مَا ذَكَرَ الْمُنْذِرُ.

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو حضرت عروہ سے ہشام بن عروہ نے بھی بیان کیا ہے لیکن انھوں نے وہ الفاظ ذکر نہیں کیے جو منذر نے ذکر کیے ہیں۔

فائدہ: امام نسائی رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ یہ حدیث عروہ نے براہ راست حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی جیسا کہ منذر کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ انھوں نے یہ حدیث دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی ہے جیسا کہ آئندہ حدیث: ۲۱۳ سے سمجھ میں آ رہا ہے۔ گویا منذر کی روایت منقطع ہے، نیز ہمارے فاضل محقق نے منذر کو مجہول الحال قرار دیا ہے، اس لیے مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، تاہم معناً صحیح ہے کیونکہ اگلی صحیح روایت اسی کے ہم معنی ہے، نیز شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: (صحیح سنن النسائي، للألباني، رقم:۲۲۱)

٢١٣- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ وَوَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالُوا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي».

۲۱۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: تحقیق مجھے استحاضہ (بے قاعدہ خون کثرت سے آتا) ہے، میں کبھی خون سے پاک نہیں ہوتی تو کیا میں نماز چھوڑے رکھوں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے، یہ حیض نہیں۔ جب تمھیں حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض کا خون بند ہو جائے تو نہا دھو کر نماز شروع کر دو۔“

٢١٣_ أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، ح: ٢٢٨ من حديث أبي معاوية، ومسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ٣٣٣ من حديث وكيع عن هشام به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢١٧.

فائدہ: اس سے پہلی تین روایات میں [قَـرْء] حیض کے معنی میں آیا ہے۔ اور یہی امام نسائی رحمہ اللہ کا مقصود ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے [قَـرْء] سے طہر مراد لیا ہے۔ لغت کے لحاظ سے یہ لفظ دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ موقع محل کی مناسبت سے دونوں میں سے کوئی معنی مراد لیا جاسکتا ہے۔ محققین کا یہی موقف ہے۔

(المعجم ١٣٦) - ذِكْرُ اغْتِسَالِ الْمُسْتَحَاضَةِ (التحفة ١٣٦)

باب: ۱۳۶- استحاضہ والی عورت کے غسل کا ذکر

٢١٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ امْرَأَةً مُسْتَحَاضَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قِيلَ لَهَا: إِنَّهُ عِرْقٌ عَانِدٌ، وَأُمِرَتْ أَنْ تُؤَخِّرَ الظُّهْرَ وَتُعَجِّلَ الْعَصْرَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا وَاحِدًا وَتُؤَخِّرَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلَ الْعِشَاءَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا وَاحِدًا وَتَغْتَسِلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ غُسْلًا وَاحِدًا.

۲۱۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک عورت کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں استحاضہ (بے قاعدہ خون آتا) تھا۔ اسے کہا گیا: تحقیق یہ ایک سرکش رگ ہے۔ اور اسے حکم دیا گیا کہ ظہر کو مؤخر کرے اور عصر کو مقدم کرے اور ان دونوں کے لیے ایک غسل کرے۔ اسی طرح مغرب کو مؤخر کرے اور عشاء کو جلدی پڑھے اور دونوں کے لیے ایک غسل کرے اور صبح کی نماز کے لیے ایک غسل کرے۔

فوائد ومسائل: ① ''اسے کہا گیا۔'' ظاہر ہے کہنے والے رسول اللہ ﷺ ہی تھے کیونکہ آپ کے دور میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ہی سے مسئلہ پوچھا کرتے تھے۔ واللہ أعلم۔ ② ''سرکش رگ'' چونکہ استحاضہ شروع ہو جائے تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتا' اس لیے رگ کو سرکش کہا گیا ہے۔ بعض نے اس کے معنی ''نہ رکنے والی'' کیے ہیں' یہ معنی بھی درست ہیں۔ ③ اس حدیث میں مستحاضہ عورت کو ایک دن میں تین غسل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے مگر یہ مستحب اور اختیاری چیز ہے' واجب نہیں کیونکہ بعض روایات میں یہ لفظ بھی ہیں: ''اگر تو طاقت رکھے۔'' دیکھیے: (سنن أبي داود' الطهارة' حديث: ۲۸۷) ورنہ واجب تو صرف وضو ہے۔ ④ ایک نماز کو مؤخر کرنا اور دوسری کو جلدی پڑھنا' یہ جمع صوری ہے' یعنی پہلی نماز اپنے آخری وقت میں اور دوسری نماز اپنے اول وقت میں۔ اس طرح دونوں نمازیں اپنے اپنے اصل وقت ہی میں پڑھی جائیں گی۔ صرف ظاہراً جمع کی گئی ہیں۔

٢١٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب من قال تجمع بين الصلاتين وتغتسل لهما غسلاً، ح: ٢٩٤ من حديث شعبة به.

(المعجم ١٣٧) - بَابُ الْاِغْتِسَالِ مِنَ النِّفَاسِ (التحفة ١٣٧)

باب:١٣٧- بچے کی پیدائش کے بعد آنے والے خون پر غسل کرنا

٢١٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: فِي حَدِيثِ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ حِينَ نُفِسَتْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: «مُرْهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ».

٢١٥-حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے حضرت اسماء بنت عمیس کے واقعہ کے بارے میں روایت ہے کہ ذوالحلیفہ میں جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق ؓ سے فرمایا: ”انھیں کہو کہ غسل کر کے احرام باندھیں۔“

فوائد ومسائل: ① نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیس ؓ کو نفاس کا خون آنے کی وجہ سے غسل کرنے کا حکم دیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خون نجس اور پلید ہے جس طرح خون حیض نجس ہوتا ہے کیونکہ اس کی نجاست پر بھی علمائے کرام کا اجماع ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ خون تو ابھی منقطع نہیں ہوا' لہٰذا نبی اکرم ﷺ کے اس حکم کا محل کیا ہے؟ لگتا ہے کہ آپ ﷺ نے اثنائے نفاس غسل کا حکم بطور نظافت کے دیا ہے کیونکہ حالت احرام میں نظافت مطلوب ہے' لہٰذا جب اس حالت میں غسل کا حکم ہے تو خون منقطع ہونے کے بعد تو بالاولیٰ اسے یہ حکم ہوگا تاکہ کمال طہارت حاصل ہو جائے' غالباً امام نسائی ؒ کی یہی مراد ہے۔ اس طرح حدیث اور باب میں باہم مطابقت کی صورت نکل آتی ہے کیونکہ امام صاحب نے بھی ”الاغتسال من النفاس“ کہا ہے' یعنی خون نفاس کی وجہ سے غسل کا بیان' نہ کہ ان کی غرض یہ ہے کہ غسل کا حکم صرف خون منقطع ہونے کے وقت ہے۔ اس صورت میں واقعی باب کی حدیث سے مطابقت نہیں ہوتی جیسا کہ امام سندھی ؒ سمجھے ہیں۔ واللہ أعلم۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبٰى شرح سنن النسائي:٤/٢٩٧) ② حیض یا نفاس والی عورت کے لیے غسل کرنے کے بعد حج یا عمرے کا احرام باندھ کر تلبیہ پکارنا مشروع ہے۔

(المعجم ١٣٨) - بَابُ الْفَرْقِ بَيْنَ دَمِ الْحَيْضِ وَالْاِسْتِحَاضَةِ (التحفة ١٣٨)

باب:١٣٨- حیض اور استحاضے کے خون کا فرق

٢١٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ:

٢١٦-حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ نے کہا کہ

٢١٥ـ أخرجه مسلم، الحج، باب صحة إحرام النفساء ... الخ، ح:١٢١٠ من حديث جرير به، وهو في الكبرٰى، ح:٢١٩.

٢١٦ـ [إسناده ضعيف] تقدم، ح:٢٠١، وهو في الكبرٰى، ح:٢٢٠.

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدٍ - وَهُوَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ - عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ: أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ، فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، وَإِذَا كَانَ آخَرُ فَتَوَضَّئِي فَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ».

مجھے استحاضے کا خون آتا تھا تو مجھ سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب حیض کا خون آ رہا ہو اور یہ سیاہی مائل خون ہوتا ہے جو پہچانا جاتا ہے، تو نماز سے رک جاؤ اور جب دوسرا خون (استحاضے کا) ہو تو وضو کر کے نماز پڑھا کرو یہ تو رگ (کا خون) ہے۔''

فوائد ومسائل: ① حیض کا خون ابتدا میں زیادہ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ رنگ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ آخر میں سرخ ہو جاتا ہے۔ ② استحاضہ والی عورت ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے گی، تاہم جمع صوری اور جمع حقیقی میں ایک غسل اور ایک وضو سے دو نمازیں پڑھ سکتی ہے۔ ہر نماز کے لیے وضو کرنے کا حکم اس صورت میں ہے جب دو نمازیں اپنے اول وقت میں پڑھی جائیں۔ واللہ أعلم۔ ہر نماز کے لیے وضو کرنے کا حکم اس لیے ہے کہ حقیقتاً خون جاری ہونے کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ہوتا، مگر شریعت نے مجبوری کی بنا پر نماز کی ادائیگی کے لیے اسے باوضو فرض کیا ہے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد چونکہ ضرورت نہ رہی، لہٰذا اصل حکم لوٹ آیا، یعنی عدم طہارت ③ ہر وہ شخص جس کا وضو قائم نہ رہتا ہو، مثلاً: ہر وقت پیشاب کے قطرے گرتے رہیں یا ہوا خارج ہوتی رہے وغیرہ تو اس کے لیے حکم یہی ہے کہ ایک وضو سے ایک نماز پڑھے، پھر نیا وضو کرے۔

٢١٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ هٰذَا مِنْ كِتَابِهِ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ مِنْ حِفْظِهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ:

٢١٧- محمد بن مثنی نے کہا، ہمیں یہ روایت (٢١٦) ابن ابی عدی نے اپنی کتاب سے بیان کی اور (مندرجہ ذیل) روایت (٢١٧) اپنے حفظ سے بیان کی۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ کو استحاضہ آتا تھا تو انھیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے جو پہچانا جاتا ہے۔ جب یہ خون آئے تو نماز سے رک جاؤ اور جب دوسرا خون ہو تو

٢١٧ـ[صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة، ح: ٢٨٦ عن محمد بن المثنى به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٢١، وله شواهد، انظر الحديث السابق وغيره.

«إِنَّ دَمَ الْحَيْضِ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكِ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، وَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي».

(ہر نماز کے لیے) وضو کرو اور نماز پڑھو۔"

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: قَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ مَا ذَكَرَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے' لیکن کسی نے وہ الفاظ ذکر نہیں کیے جو ابن ابی عدی نے ذکر کیے ہیں۔ واللہ تعالی أعلم۔

فوائد ومسائل: ① ان دو روایات (۲۱۶' ۲۱۷) کی سند میں اختلاف ہے۔ روایت ۲۱۶ میں حضرت عروہ براہ راست حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے بیان کر رہے ہیں' جبکہ روایت ۲۱۷ میں دونوں کے درمیان حضرت عائشہ کا واسطہ موجود ہے۔ پہلی روایت کتاب سے بیان کی گئی اور دوسری حفظ سے۔ دونوں طرح ہی درست ہے کیونکہ حضرت عروہ کی ملاقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ہے اور حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے بھی۔ عین ممکن ہے کہ دونوں سے روایت سنی ہو۔ چونکہ ابن ابی عدی ثقہ راوی ہیں' لہٰذا یہ امکان قابل ترجیح ہے۔ اگرچہ ابن القطان نے پہلی روایت کو منقطع قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (إرواء الغليل' رقم:۲۰۴) ② ممکن ہے' امام نسائی رحمہ اللہ کا اشارہ [دَمُ الْحَيْضِ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ] والے الفاظ کی طرف ہو۔ ③ حیض' نفاس اور استحاضے سے متعلق تفصیلی احکام و مسائل کے لیے کتاب الحیض والاستحاضة کا ابتدائیہ دیکھیے۔

۲۱۸- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ - وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ - عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اُسْتُحِيضَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا ذٰلِكِ

۲۱۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ آتا تھا۔ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! استحاضے کے مرض میں مبتلا ہوں' میں کبھی پاک نہیں ہوتی تو کیا نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: "یہ تو رگ (کا خون) ہے' حیض نہیں۔ جب حیض آنے لگے تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب وہ رک جائے تو خون کے اثرات دھولو (غسل کرو) اور

۲۱۸ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، ح: ۲۲۸، ومسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ۳۳۳ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ح: ۲۲۲.

عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ أَثَرَ الدَّمِ وَتَوَضَّئِي، فَإِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ» قِيلَ لَهُ: فَالْغُسْلُ، قَالَ: ذٰلِكَ لَا يَشُكُّ فِيهِ أَحَدٌ.

(نماز کے لیے) وضو کرو کیونکہ یہ رگ (کا خون) ہے، حیض نہیں۔'' راوی سے کہا گیا: (حیض کے اختتام پر) غسل ہوگا؟ تو اس نے کہا: اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کر سکتا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لَا أَعْلَمُ أَحَدًا ذَكَرَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: «وَتَوَضَّئِي» غَيْرَ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هِشَامٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: «وَتَوَضَّئِي».

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ حماد بن زید کے علاوہ کسی راوی نے اس حدیث میں [وَتَوَضَّئِي] ''وضو کرو'' کے الفاظ ذکر کیے ہوں۔ جبکہ اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے مگر کسی نے یہ لفظ ذکر نہیں کیا۔

فائدہ: اس دعویٰ میں امام نسائی رحمہ اللہ کے ساتھ امام مسلم اور امام بیہقی رحمہما اللہ بھی شامل ہیں، مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات کی تردید فرمائی ہے اور حماد بن زید کے متابعین ذکر کیے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: ١/٥٣١، حديث: ٣٠٦) لہٰذا امام نسائی کا یہ دعویٰ درست نہیں۔ ویسے بھی حماد بن زید ثقہ راوی ہیں۔ اور ثقہ راوی کچھ زائد الفاظ بیان کرے تو وہ قابل تسلیم ہوتے ہیں۔ والله أعلم۔

٢١٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللهِ: يَارَسُولَ اللهِ! لَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي».

٢١٩- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! میں کبھی خون سے پاک نہیں ہوتی تو کیا نماز چھوڑ ہی دوں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ تو رگ (کا خون) ہے، حیض (کا) نہیں ہے، لہٰذا جب حیض آنا شروع ہو تو نماز چھوڑ دو، پھر جب حیض کے دن گزر جائیں تو خون کے اثرات دھولو، یعنی غسل کرو اور نماز شروع کر دو۔''

٢١٩ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب الاستحاضة، ح: ٣٠٦، من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ٦١/١، والكبرٰى، ح: ٢٢٣.

٢٢٠- أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي لَا أَطْهُرُ أَفَأَتْرُكُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا إِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ». قَالَ خَالِدٌ، فِيمَا قَرَأْتُ عَلَيْهِ: «وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي».

۲۲۰- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں کبھی پاک نہیں ہوتی تو کیا بالکل نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں‘ یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے‘ حیض نہیں ہے‘ لہٰذا جب حیض کا خون آنے لگے تو نماز چھوڑ دو اور جب ختم ہو جائے تو خون کے آثار دھو کر (غسل کر کے) نماز شروع کر دو۔“

(المعجم ١٣٩) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ اغْتِسَالِ الْجُنُبِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ (التحفة ١٣٩)

باب:۱۳۹- جنبی کو ٹھہرے پانی میں غسل کرنے کی ممانعت

٢٢١- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ- عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، أَنَّ أَبَا السَّائِبِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغْتَسِلْ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ».

۲۲۱- حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جب کوئی شخص جنبی ہو تو ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے۔“

فوائد ومسائل: ① ٹھہرے پانی میں داخل ہو کر جنبی کا نہانا پانی کو ناقابل استعمال بنا سکتا ہے۔ اگرچہ ایک آدمی کے نہانے سے رنگ‘ بو اور ذائقے میں تبدیلی نہیں ہوگی مگر اجازت کی صورت میں تو جتنے آدمی بھی چاہیں‘ نہا سکتے ہیں۔ اس طرح رنگ‘ بو اور ذائقہ بدلنے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ ② نجاست سے قطع نظر پینے والوں کے لیے اس پانی کا استعمال طبعاً گوارا نہ ہوگا جس میں جنبی لوگ نجاست سمیت نہاتے ہوں۔

٢٢٠- أخرجه البخاري، الحيض، باب الاستحاضة، ح: ٣٠٦، ومسلم، انظر، ح: ٣٣٣ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٢٤.

٢٢١- أخرجه مسلم، الطهارة، باب النهي عن الاغتسال في الماء الراكد، ح: ٢٨٣ من حديث ابن وهب به.

(المعجم ١٤٠) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ وَالْاِغْتِسَالِ مِنْهُ (التحفة ١٤٠)

باب: ۱۴۰- ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنے، پھر اس سے غسل کرنے کی ممانعت

٢٢٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ».

۲۲۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کرے گا۔“

فائدہ: جب ٹھہرے پانی میں جنبی کا غسل کرنا درست نہیں، تو اس میں پیشاب کرنا تو بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا، خواہ بعد میں غسل کرے یا نہ کرے کیونکہ کوئی اور آدمی بھی تو غسل کر سکتا ہے۔ غسل کا ذکر تو تقبیح کے لیے ہے، یعنی یہ تصور کیسا قبیح ہوگا کہ وہیں پیشاب کیا ہو اور وہیں غسل شروع کر دے، خواہ یہ شخص کرے یا کوئی اور۔ بہر حال اس حدیث سے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (مزید دیکھیے، حدیث: ۳۵)

(المعجم ١٤١) - بَابُ ذِكْرِ الْاِغْتِسَالِ أَوَّلَ اللَّيْلِ (التحفة ١٤١)

باب: ۱۴۱- رات کے شروع ہی میں غسل کر لینا

٢٢٣- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ غُضَيْفِ ابْنِ الْحَارِثِ: أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ أَيَّ اللَّيْلِ كَانَ يَغْتَسِلُ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا

۲۲۳- حضرت غضیف بن حارث سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ رات کے کس حصے میں غسل فرمایا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ کبھی رات کے شروع میں غسل فرماتے اور کبھی آخر میں۔ میں نے کہا: ہر تعریف اللہ کی

٢٢٢ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٣٩٤ عن سفيان بن عيينة به، وصرح بالسماع عند الحميدي، ح: ٩٧٥، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٢٥، وللحديث شواهد عند البخاري، ح: ٢٣٩، ومسلم، ح: ٢٨٢ وغيرهما.

٢٢٣ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، بابُ الجنب يؤخر الغسل، ح: ٢٢٦، وابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القراءة في صلاة الليل، ح: ١٣٥٤ من حديث أبي العلاء برد بن سنان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٢٧.

اغْتَسَلَ أَوَّلَ اللَّيْلِ، وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ آخِرَهُ. قُلْتُ: اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

جس نے اس معاملے میں وسعت رکھی۔

فوائد ومسائل: ① باب کا مقصود یہ ہے کہ اگر آدمی رات کے شروع میں جماع یا احتلام کے ساتھ جنبی ہو جائے تو کیا اسے اسی وقت غسل کرنا ضروری ہے یا صبح کی نماز تک تاخیر کر سکتا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح تک تاخیر کی گنجائش ہے' اگرچہ افضل یہی ہے کہ جلدی غسل کر لیا جائے۔ واللہ أعلم۔ ② مسلمان کو چاہیے کہ اپنے روزمرہ کے معمولات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اپنائے اور اگر معلوم نہ ہو تو اس کے متعلق اہل علم سے دریافت کرے۔

(المعجم ١٤٢) - اَلْاِغْتِسَالُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَآخِرَهُ (التحفة ١٤٢)

باب:١٤٢- غسل جنابت رات کے شروع میں بھی ہو سکتا ہے اور آخر میں بھی

٢٢٤- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ [قَالَ]: أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ عَنْ بُرْدٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلْتُهَا قُلْتُ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ أَوْ مِنْ آخِرِهِ؟ قَالَتْ: كُلَّ ذٰلِكَ، رُبَّمَا اغْتَسَلَ مِنْ أَوَّلِهِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ مِنْ آخِرِهِ، قُلْتُ: اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

٢٢٤- غضیف بن حارث بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات کے شروع میں غسل فرمایا کرتے تھے یا رات کے آخر میں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دونوں وقت' کبھی رات کے شروع ہی میں غسل فرما لیتے اور کبھی آخر رات کو غسل فرماتے۔ میں نے کہا: ہر تعریف اللہ کی جس نے اس معاملے میں وسعت رکھی ہے۔

(المعجم ١٤٣) - بَابُ ذِكْرِ الْاِسْتِتَارِ عِنْدَ الْاِغْتِسَالِ (التحفة ١٤٣)

باب:١٤٣- غسل کرتے وقت لوگوں سے پردہ کرنے کا بیان

٢٢٥- أَخْبَرَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى قَالَ:

٢٢٥- حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

٢٢٤_ [إسناده حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٢٦.

٢٢٥_ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، ح: ٣٧٦، وابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في بول الصبي الذي لم يطعم، ح: ٥٢٦ عن مجاهد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٢٨، وصححه ابن خزيمة، والحاكم: ١/ ١٦٦، والذهبي، وحسنه البخاري (التلخيص الحبير: ١/ ٣٨).

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو السَّمْحِ قَالَ: كُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَ: «وَلِّنِي قَفَاكَ» فَأُوَلِّيهِ قَفَايَ فَأَسْتُرُهُ بِهِ.

اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ جب آپ غسل کا ارادہ فرماتے تو مجھ سے فرماتے: ''میری طرف اپنی پیٹھ کرلو۔'' میں آپ کی طرف پیٹھ کرلیتا۔ اس طرح میں آپ کو پردہ بھی کردیتا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ ننگے بدن غسل نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ ازار باندھ کر غسل فرمایا کرتے تھے جیسا کہ احادیث میں صراحتاً ذکر ہے مگر پھر بھی آپ پسند نہیں فرماتے تھے کہ باقی ماندہ ننگے جسم پر بھی کسی کی نظر پڑے۔ خادم کو اس طرح کھڑا کرتے کہ نہ تو اس کی نظر پڑتی نہ کسی دوسرے کی کیونکہ وہ خادم آپ کے لیے پردے کے قائم مقام ہوتا تھا۔ ② غسل کرتے وقت پردے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ③ بالغ آدمی کے مقام ستر کو دیکھنا جائز نہیں۔

٢٢٦- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِي مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أُمِّ هَانِىءٍ: أَنَّهَا ذَهَبَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ فَوَجَدَتْهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمَتْ فَقَالَ: «مَنْ هٰذَا؟» قُلْتُ: أُمُّ هَانِىءٍ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ، فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فِي ثَوْبٍ مُلْتَحِفًا بِهِ.

٢٢٦- حضرت ام ہانی ؓ سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کے پاس گئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا جب کہ حضرت فاطمہ ؓ نے آپ کو ایک کپڑے سے پردہ کر رکھا تھا۔ میں نے سلام کہا تو آپ نے فرمایا: ''کون؟'' میں نے کہا: ام ہانی! جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک کپڑے میں آٹھ رکعات پڑھیں جب کہ وہ (کپڑا) آپ نے کندھوں پر لپیٹ رکھا تھا۔

فوائد ومسائل: ① ام ہانی ؓ حضرت علی ؓ کی ہمشیرہ اور رسول اللہ ﷺ کی چچا زاد بہن تھیں۔ ② یہ آٹھ رکعت نماز صلاۃ ضحیٰ (چاشت کی نماز) تھی۔ ③ ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس سے کندھوں سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک جسم ڈھانپ لیا جائے، باقی جسم ننگا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ④ غسل کرنے والا حسب ضرورت کلام کرسکتا ہے۔

٢٢٦ـ أخرجه البخاري، الغسل، باب التستر في الغسل عند الناس، ح: ٢٨٠، ومسلم، الحيض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، ح: ٣٣٦ من حديث مالك به، و سوطأ (يحيى): ١/ ١٥٢، والكبرٰى، ح: ٢٢٩.

(المعجم ١٤٤) - **بَابُ ذِكْرِ الْقَدْرِ الَّذِي يَكْتَفِي بِهِ الرَّجُلُ مِنَ الْمَاءِ لِلْغُسْلِ** (التحفة ١٤٤)

باب:١٤٤-پانی کی وہ مقدار جس پر آدمی غسل کے لیے اکتفا کر سکتا ہے

٢٢٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ قَالَ: أُتِيَ مُجَاهِدٌ بِقَدَحٍ، حَزَرْتُهُ ثَمَانِيَةَ أَرْطَالٍ، فَقَالَ: [حَدَّثَتْنِي] عَائِشَةُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ بِمِثْلِ هٰذَا.

٢٢٧-موسیٰ جہنی سے روایت ہے کہ حضرت مجاہد کے پاس ایک پیالہ لایا گیا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ آٹھ رطل تھا۔ مجاہد کہنے لگے کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: بے شک رسول اللہ ﷺ اتنے پانی سے غسل فرما لیا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① آٹھ رطل عراقی صاع کے برابر ہیں۔ حجازی صاع کے لحاظ سے یہ تقریباً ڈیڑھ صاع کے برابر ہیں۔ حجازی صاع وزن کے لحاظ سے تقریباً ڈھائی کلو ہوتا ہے' گویا پانی کی مقدار تقریباً چار کلو تھی۔ ② اس حدیث میں غسل کے لیے پانی کی مقدار آٹھ رطل تقریباً ڈیڑھ صاع بیان ہوئی ہے جبکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے: ''نبیٔ اکرم ﷺ ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) پانی سے غسل اور ایک مد سے وضو کر لیا کرتے تھے۔'' دیکھیے: (صحيح البخاري' الوضوء' حديث:٢٠١' وصحيح مسلم' الحيض' حديث:٣٢٥) اور سنن ابوداود میں وضو کے لیے پانی کی مقدار ایک مد کے دو تہائی جتنا بیان ہوئی ہے۔ (سنن أبي داود' الطهارة' حديث:٩٤) ان تمام روایات کا مقصد غسل اور وضو کے لیے پانی کی مقدار کی حد بندی نہیں اور نہ ان روایات میں باہمی تعارض ہے بلکہ مختلف حالات میں ضرورت کے مطابق پانی کم اور زیادہ استعمال ہو سکتا ہے۔ ان روایات میں ترغیب دی گئی ہے کہ پانی کم از کم استعمال کرنا چاہیے' بے جا استعمال نہ ہو کہ وہ اسراف اور ضیاع کی حد کو پہنچ جائے اور اتنا کم بھی نہ ہو کہ اس سے غسل یا وضو کے بجائے مسح ہی سمجھا جائے۔ واللّٰه أعلم۔

٢٢٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

٢٢٨-حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

٢٢٧- **[إسناده صحيح]** أخرجه أحمد: ٦/ ٥١ عن يحيى به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٣٠.

٢٢٨- أخرجه البخاري، الغسل، باب الغسل بالصاع ونحوه، ح: ٢٥١، ومسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة . . . الخ، ح: ٣٢٠ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٣٢. * عائشة رضي الله عنها خالة أبي سلمة من الرضاع، أرضعته أختها أم كلثوم، قاله عياض (فتح: ١/ ٣٦٥).

أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَأَخُوهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ ﷺ، فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَدْرَ صَاعٍ فَسَتَرَتْ سِتْرًا فَاغْتَسَلَتْ فَأَفْرَغَتْ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا.

کے پاس گئے' چنانچہ حضرت عائشہ ؓ کے بھائی نے ان سے نبی ﷺ کے غسل کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے ایک برتن منگوایا جس میں ایک صاع پانی تھا' پھر انھوں نے پردہ لٹکایا اور غسل فرمایا اور اپنے سر پر تین دفعہ پانی ڈالا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ ؓ نے یہ غسل پردے میں کپڑوں سمیت کیا' صرف یہ بتانے کے لیے کہ اتنے پانی سے غسل ممکن ہے۔ اس میں نہ تو کوئی بے پردگی تھی اور نہ وہ انھیں نظر آئیں' لہٰذا اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں جیسا کہ منکرین حدیث وغیرہ باور کرا کر احادیث میں تشکیک پیدا کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں۔ ② اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قول کے ساتھ ساتھ عمل کر کے دکھانا تعلیم کے زیادہ مناسب حال ہے۔

٢٢٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلُ فِي الْقَدَحِ وَهُوَ الْفَرَقُ، وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

٢٢٩- حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک پیالے سے غسل فرما لیا کرتے تھے جو ایک فرق کے برابر تھا' نیز میں اور آپ ﷺ (بیک وقت) ایک برتن میں غسل کر لیا کرتے تھے۔

فائدہ: حدیث میں [فَرَق] کا لفظ ہے۔ یہ حجازی صاع کے لحاظ سے تین صاع کا ہوتا ہے جس کا وزن تقریباً ساڑھے سات کلو کے برابر بنتا ہے۔

٢٣٠- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِمَكُّوكٍ

٢٣٠- حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک مد سے وضو اور پانچ مد سے غسل فرما لیا کرتے تھے۔

٢٢٩- [صحيح] تقدم طرفه، ح: ٧٢، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٣١.

٢٣٠- أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء بالمد، ح: ٢٠١، ومسلم، الحيض، ح: ٣٢٥ كما تقدم، ح: ٧٣ من حديث ابن جبر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٥، وفيه تصحيف.

وَيَغْتَسِلُ بِخَمْسَةِ مَكَاكِيَّ .

فائدہ: یہ حدیث بعینہ گزر چکی ہے۔ دیکھیے فوائد حدیث: ۷۳۔

٢٣١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: تَمَارَيْنَا فِي الْغُسْلِ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ جَابِرٌ: يَكْفِي مِنَ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ صَاعٌ مِنْ مَاءٍ قُلْنَا: مَا يَكْفِي صَاعٌ وَلَا صَاعَانِ، قَالَ جَابِرٌ: قَدْ كَانَ يَكْفِي مَنْ كَانَ خَيْرًا مِنْكُمْ وَأَكْثَرَ شَعْرًا.

۲۳۱-حضرت ابوجعفر (محمد باقر) رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس غسل کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ حضرت جابر فرمانے لگے: غسل جنابت کے لیے ایک صاع پانی کافی ہے۔ ہم نے کہا: ایک دو صاع تو کافی نہیں ہو سکتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس شخصیت کو تو ایک صاع کافی تھا جو تم سے بہتر اور تم سے زیادہ بالوں والے تھے، یعنی رسول اللہ ﷺ۔

(المعجم ١٤٥) - بَابُ ذِكْرِ الدَّلَالَةِ عَلَى أَنَّهُ لَا وَقْتَ فِي ذٰلِكَ (التحفة ١٤٥)

باب: ۱۴۵-اس بات کی دلیل کہ غسل کے لیے پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں

٢٣٢- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح: وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَهُوَ قَدْرُ الْفَرَقِ.

۲۳۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور اللہ کے رسول ﷺ ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے جو تقریباً ایک فَرَق کے برابر ہوتا تھا۔

فائدہ: استدلال لفظ ”تقریباً“ سے ہے، یعنی غسل کے لیے کوئی خاص مقدار معین نہیں، کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ پیچھے گزر چکا ہے کہ ایک [فَرَق] تقریباً تین صاع کا ہوتا ہے۔

٢٣١- أخرجه البخاري، الغسل، باب الغسل بالصاع ونحوه، ح: ٢٥٢ من حديث أبي إسحاق به، وهو في الكبرى، ح: ٢٣٣، وأخرجه مسلم، الحيض، باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثًا، ح: ٣٢٩ من حديث أبي جعفر به.

٢٣٢- انظر، ح: ٧٢، وأخرجه أحمد: ٦/ ١٩٩ عن عبدالرزاق به، وهو في الكبرى، ح: ٢٣٥.

(المعجم ١٤٦) - بَابُ ذِكْرِ اغْتِسَالِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ نِسَائِهِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ (التحفة ١٤٦)

باب:١٤٦-مرد اوراس کی بیوی کا (بیک وقت) ایک برتن سے غسل کرنا

٢٣٣- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح: وَأَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ وَأَنَا مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نَغْتَرِفُ مِنْهُ جَمِيعًا.

٢٣٣- حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور میں ایک برتن سے غسل کرلیا کرتے تھے۔ ہم بیک وقت اس سے چلو بھرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① میاں بیوی کے اکٹھے نہانے پر کوئی عقلی اعتراض ہے نہ شرعی' ہاں یہ بات ضرور ہے کہ غسل کرتے وقت پانی احتیاط سے استعمال کیا جائے اور اسے آلودہ ہونے سے بچایا جائے۔ ② یہ بھی ثابت ہوا کہ جنبی کے ہاتھ ڈالنے سے پانی پلید نہیں ہوگا' نیز غسل جنابت سے بچے ہوئے پانی سے مزید غسل ہوسکتا ہے۔

٢٣٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ.

٢٣٤- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ تحقیق میں اور اللہ کے رسول ﷺ (بیک وقت) ایک برتن سے غسل جنابت کرلیا کرتے تھے۔

٢٣٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا

٢٣٥- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے

٢٣٣_ أخرجه البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما ذكر النبي ﷺ وحض على اتفاق أهل العلم . . . الخ، ح: ٧٣٣٩ من حديث هشام به، وهو في الموطأ(رواية أبي مصعب: ١/ ٥٩، ح: ١٤٧)، والكبرٰى، ح: ٢٣٦ من حديث قتيبة فقط.

٢٣٤_ أخرجه البخاري، الغسل، باب هل يدخل الجنب يده في الإناء . . . . الخ، ح: ٢٦٣ من حديث شعبة، ومسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة، ح: ٣٢١/ ٤٥ من حديث القاسم بن محمد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٣٧.

٢٣٥_ أخرجه البخاري، الغسل، باب مباشرة الحائض، ح: ٢٩٩ من حديث منصور به.

عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي أُنَازِعُ رَسُولَ اللهِ ﷺ الْإِنَاءَ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ مِنْهُ.

اپنے آپ کو دیکھا' میں اور اللہ کے رسول ﷺ غسل کرتے وقت برتن اپنی اپنی طرف کھینچتے تھے۔

فائدہ: ''اپنی اپنی طرف کھینچتے تھے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی آسانی سے اور قریب سے لیا جا سکے یا خوش طبعی کے طور پر۔ میاں بیوی میں ایسی کھینچا تانی ان کی باہمی بے تکلفی اور پیار محبت کی مظہر ہے' جو شرعاً قبیح ہے نہ عقلاً اور نہ عرفاً' بلکہ محمود اور پسندیدہ ہے۔

٢٣٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

٢٣٦- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور اللہ کے رسول ﷺ ایک برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

٢٣٧- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

٢٣٧- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مجھے میری خالہ' ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ بے شک وہ اور اللہ کے رسول ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

٢٣٨- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ

٢٣٨- ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا عورت (بیوی) مرد کے ساتھ غسل کر سکتی ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں' جب وہ سمجھ دار ہو۔ میں نے اپنے

٢٣٦ـ أخرجه البخاري، من حديث سفيان الثوري به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٣٤.

٢٣٧ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة . . . الخ، ح: ٣٢٢ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٣٨.

٢٣٨ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أحمد: ٦/ ٣٢٣ من حديث عبدالله، وهو ابن المبارك به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٣٩.

يَقُولُ: حَدَّثَنِي نَاعِمٌ مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ سُئِلَتْ أَتَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ مَعَ الرَّجُلِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ إِذَا كَانَتْ كَيِّسَةً، رَأَيْتُنِي وَرَسُولَ اللهِ ﷺ نَغْتَسِلُ مِنْ مِرْكَنٍ وَاحِدٍ نُفِيضُ عَلٰى أَيْدِينَا حَتّٰى نُنْقِيَهَا، ثُمَّ نُفِيضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ.

آپ کو دیکھا کہ میں اور اللہ کے رسول ﷺ ایک ٹب سے غسل کرلیا کرتے تھے۔ پہلے ہم اپنے ہاتھوں پر پانی بہا کر انھیں اچھی طرح صاف کر لیتے، پھر اپنے باقی جسم پر پانی بہاتے۔

قَالَ الْأَعْرَجُ: لَا تَذْكُرُ فَرْجًا وَلَا تَبَالَهُ.

اعرج (راوی) نے کہا: عورت شرم گاہ کی طرف توجہ دے نہ حماقت سے کام لے۔

فائدہ: حدیث کے راوی اعرج دراصل حضرت ام سلمہ ؓ کے فرمان: ''سمجھ دار'' کی تفسیر کر رہے ہیں کہ عورت غسل کے وقت مرد کی شرم گاہ کی طرف توجہ نہ دے اور پانی لیتے اور جسم پر ڈالتے وقت حماقت نہ کرے' یعنی چھینٹوں سے برتن کے پانی کو بچائے' وغیرہ۔

(المعجم ١٤٧) - بَابُ ذِكْرِ النَّهْيِ عَنِ الْاِغْتِسَالِ بِفَضْلِ الْجُنُبِ (التحفة ١٤٧)

باب: ١٤٧-جنبی کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے کی ممانعت

٢٣٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ دَاوُدَ الْأَوْدِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَرْبَعَ سِنِينَ، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَمْتَشِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ، أَوْ يَبُولَ فِي مُغْتَسَلِهِ، أَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ، وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيعًا.

٢٣٩-حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں ایک ایسے آدمی سے ملا جو نبی ﷺ کے ساتھ رہا ہے' جس طرح حضرت ابوہریرہ ؓ چار سال تک نبی ﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی آدمی ہر روز کنگھی کرے یا اپنے غسل خانے میں پیشاب کرے یا مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے اور عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے بلکہ دونوں اکٹھے چلو بھریں۔

فوائد ومسائل: ① ہر روز کنگھی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کی ضرورت سے زیادہ تزئین کی طرف

٢٣٩ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب النهي عن ذلك، ح: ٨١ من حديث أبي عوانة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٤٠، وصححه الحافظ ابن حجر في بلوغ المرام.

توجہ ہے جب کہ یہ چیز بہت سی معاشرتی اور اخلاقی خرابیوں کی بنیاد ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہتے ہیں: [أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا] (سنن أبي داود، الترجل، حديث:٤١٥٩) ''رسول اللہ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے مگر ایک دن چھوڑ کر۔'' یعنی بلا ناغہ روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کی سند میں اگرچہ خفیف سا ضعف ہے لیکن یہ سنن نسائی کی درج ذیل روایت سے ختم ہو جاتا ہے جس کی صحت کو محقق کتاب نے بھی تسلیم کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی مصر پر مقرر گورنر (عامل) کے ہاں تشریف لے گئے اور وہ بھی صحابیٔ رسول تھے۔ دیکھتے ہیں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں، پوچھا: کیا وجہ ہے، آپ کو پراگندہ حال دیکھتا ہوں جبکہ آپ امیر ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: [كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ يَنْهَانَا عَنِ الْإِرْفَاهِ، قُلْنَا: وَمَا الْإِرْفَاهُ؟ قَالَ: اَلتَّرَجُّلُ كُلَّ يَوْمٍ] (سنن النسائي، الزينة، حديث:٥٠٦١) ''اللہ کے نبی ﷺ ہمیں ''إرفاہ'' سے روکا کرتے تھے، ہم نے کہا: ''إرفاہ'' سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا: روزانہ کنگھی کرنا۔'' اس حدیث میں بھی روزانہ کنگھی کرنے سے ممانعت کا ذکر ہے، خصوصاً اس نہی کی وجہ سے صحابیٔ رسول فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بھی باوجودیکہ عظیم عہدے پر فائز تھے روزانہ کنگھی نہیں کرتے تھے، حالانکہ انھیں بال بڑے ہونے کی وجہ سے اس کی اشد ضرورت بھی تھی۔ یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ روزانہ کنگھی کرنا ممنوع ہے اور اس میں ایک درجہ زہد و ورع کا بھی پہلو نمایاں ہے جو یقیناً ایسے افراد کے لیے مطلوب ہے کیونکہ اکثر اوقات اسی بناؤ سنگھار میں لگے رہنا کم از کم دیندار لوگوں کا شیوہ نہیں ہے، نیز اس میں ممانعت عام ہے جو امت کے ہر فرد کو شامل ہے۔ اس ممانعت میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں، تخصیص کی دلیل معلوم نہیں جبکہ جمہور علمائے کرام اس نہی کو زجر و توبیخ پر محمول کرتے ہیں کہ اس سے مراد اکثر و بیشتر اسی عمل میں مصروف رہنا قابل مذمت ہے نہ کہ اس سے حقیقی حرمت مراد ہے کہ انسان روزانہ کنگھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال احادیث کے ظاہر اور صحابیٔ رسول ﷺ کے عمل سے ممانعت ہی ثابت ہوتی ہے۔ واللّٰه أعلم. تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث:٥٠١) ② غسل خانے میں پیشاب سے متعلق دیکھیے: حدیث:٣٦۔ اگلی حدیث میں جنبی کے غسل سے بچے ہوئے پانی کے استعمال کی رخصت کا اثبات ہوتا ہے، اس لیے اس حدیث میں اس سے ممانعت استحباب پر محمول ہوگی، یعنی اس سے بچنا بہتر ہے، تاہم استعمال کرنا جائز ہے۔

(المعجم ١٤٨) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ١٤٨)

باب:۱۴۸- اس کی رخصت

٢٤٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ

۲۴۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور اللہ

٢٤٠_ أخرجه مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء، ح: ٤٦/٣٢١ من حديث عاصم الأحول به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٤١.

مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ ح: وَأَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ يُبَادِرُنِي وَأُبَادِرُهُ حَتَّى يَقُولَ: «دَعِي لِي»، وَأَقُولُ أَنَا: دَعْ لِي، قَالَ سُوَيْدٌ: يُبَادِرُنِي وَأُبَادِرُهُ فَأَقُولُ: دَعْ لِي، دَعْ لِي.

کے رسول ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے۔ میں آپ سے جلدی (غسل) کرنے کی کوشش کرتی اور آپ مجھ سے جلدی کرتے حتی کہ آپ فرماتے: ”میرے لیے پانی رہنے دو۔“ اور میں کہتی: آپ میرے لیے پانی چھوڑ دیں۔ (راویٔ حدیث) سوید نے (یوں) کہا: آپ مجھ سے جلدی کرتے اور میں آپ سے جلدی کرتی، چنانچہ میں کہتی: آپ میرے لیے (پانی) چھوڑ دیں۔ آپ میرے لیے (پانی) چھوڑ دیں۔

فوائد ومسائل: ① میاں بیوی اکٹھے غسل کر رہے ہوں تو اس صورت حال کا پیدا ہونا کوئی قابل تعجب یا قابل اعتراض بات نہیں۔ خصوصاً جب کہ میاں بیوی کے درمیان خوش طبعی شریعت میں بھی قابل تعریف ہے۔ ② اس روایت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ دونوں یکے بعد دیگرے پانی لیتے تھے جس نے بعد میں پانی لیا' اس نے جنبی کے بچے ہوئے پانی سے غسل کیا۔

(المعجم ١٤٩) - **بَابُ ذِكْرِ الْاغْتِسَالِ فِي الْقَصْعَةِ الَّتِي يُعْجَنُ فِيهَا** (التحفة ١٤٩)

باب:۱۴۹- ایسے پیالے سے غسل کرنا جس میں آٹا گوندھا جاتا ہو

٢٤١- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أُمِّ هَانِيءٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اغْتَسَلَ هُوَ وَمَيْمُونَةُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِي قَصْعَةٍ فِيهَا أَثَرُ الْعَجِينِ.

۲۴۱- حضرت ام ہانی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت میمونہ ؓ نے ایسے پیالے سے غسل کیا جس میں گوندھے ہوئے آٹے کا اثر (نشان) تھا۔

فائدہ: جس برتن میں آٹا گوندھا جائے' اس میں صفائی کے باوجود آٹے کے کچھ نہ کچھ نشانات رہ جاتے ہیں لیکن چونکہ یہ قلیل ہوتے ہیں۔ ویسے بھی آٹا پاک چیز ہے' لہٰذا ایسے برتن میں پانی ڈالنا اور اس سے وضو اور غسل

٢٤١ـ [صحيح] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب الرجل والمرأة يغتسلان من إناء واحد، ح: ٣٧٨ من حديث إبراهيم بن نافع به، وله شاهد يأتي، ح: ٤١٥، والحديث في الكبرٰى، ح: ٢٤٢.

کرنا درست ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا اس تبویب سے یہی مقصد ہے۔

(المعجم ١٥٠) - **بَابُ ذِكْرِ تَرْكِ الْمَرْأَةِ نَقْضَ ضُفُرِ رَأْسِهَا عِنْدَ اغْتِسَالِهَا مِنَ الْجَنَابَةِ** (التحفة ١٥٠)

باب:۱۵۰- غسل جنابت کے وقت عورت کا اپنے سر کی مینڈھیاں نہ کھولنے کا ذکر

٢٤٢- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ شَدِيدَةٌ ضَفِيرَةُ رَأْسِي فَأَنْقُضُهَا عِنْدَ غَسْلِهَا مِنَ الْجَنَابَةِ؟ قَالَ: «إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلٰى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلٰى جَسَدِكِ».

۲۴۲- نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنے سر کی مینڈھیاں مضبوطی سے باندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے وقت انھیں کھولوں؟ آپ نے فرمایا: ''تمھیں اتنا کافی ہے کہ اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈال لیا کرو پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہالو۔''

فوائد ومسائل: ① عورت کے بال بڑے ہوتے ہیں۔ مینڈھیاں بنانا اس کی ضرورت اور مجبوری ہے۔ غسل میں مینڈھیاں کھولیں تو دقت پیش آتی ہے۔ کھولنے اور دوبارہ بنانے میں کافی وقت صرف ہوتا ہے اس لیے شریعت نے عورتوں کی مجبوری کا لحاظ رکھتے ہوئے غسل جنابت میں مینڈھیاں نہ کھولنے کی اجازت دی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ سر پر پانی ڈال کر بالوں میں انگلیاں پھیری جائیں تاکہ سر کی کھوپڑی اور بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں۔ گویا سارا جسم تر ہو جائے۔ ② مینڈھیاں تو ویسے بھی زائد لٹکنے والے بال ہیں اگر وہ تر نہ بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں البتہ اوپر سے دھو لیے جائیں۔ ③ غسل حیض ایک ماہ میں ایک دفعہ ہی ہے اس کے لیے مینڈھیاں کھولنے میں کوئی دقت نہیں لہٰذا غسل حیض میں مینڈھیاں کھول کر بالوں کو اچھی طرح دھونا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة ٢: ٢٨٦) ''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی وسعت وگنجائش سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔''

٢٤٢ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب حكم ضفائر المغتسلة، ح: ٣٣٠ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٤٣

(المعجم ١٥١) - **بَابُ ذِكْرِ الْأَمْرِ بِذٰلِكَ لِلْحَائِضِ عِنْدَ الْاِغْتِسَالِ لِلْإِحْرَامِ** (التحفة ١٥١)

باب:١٥١- حائضہ عورت کو غسلِ احرام کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم

٢٤٣- أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْهَبُ عَنْ مَالِكٍ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ وَهِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ حَدَّثَاهُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَأَهْلَلْتُ بِالْعُمْرَةِ فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ». فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ: «هٰذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ».

۲۴۳- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے۔ میں نے عمرے کا احرام باندھا' چنانچہ میں مکہ آئی تو حیض کی حالت میں تھی' لہٰذا میں بیت اللہ کا طواف کر سکی نہ صفا مروہ کی سعی۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: ''سر کے بال کھول لو۔ (غسل کر کے) کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو لیکن عمرہ چھوڑ دو۔'' میں نے اسی طرح کیا۔ جب ہم نے حج مکمل کر لیا تو آپ نے مجھے (میرے بھائی) عبدالرحمٰن بن ابوبکر ؓ کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا تو میں نے عمرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تمھارے (اس) عمرے کی جگہ ہے۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ إِلَّا أَشْهَبُ.

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) ؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث مالك عن هشام بن عروه کی سند سے غریب ہے کیونکہ اشہب کے سوا کسی نے اسے (اس طرح) بیان نہیں کیا۔

فوائد ومسائل: ① امام صاحب کا مقصود یہ ہے کہ اشہب نے (اس حدیث میں) امام مالک کا استاذ ابن شہاب زہری کے ساتھ ہشام بن عروہ کو بھی بتلایا ہے جب کہ عام رواۃ اس روایت میں امام مالک کا استاذ صرف زہری ہی کو بتاتے ہیں۔ جب کسی راوی کی تائید کوئی اور ساتھی نہ کرے تو اس کی روایت کو ''غریب'' کہا

٢٤٣ـ أخرجه البخاري، الحج، باب كيف تهل الحائض والنفساء؟، ح: ١٥٥٦، ومسلم، الحج، باب بيان وجوه الإحرام وأنه يجوز إفراد الحج . . . الخ، ح: ١٢١١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٤١٠، ٤١١.

جاتا ہے۔ ② حیض کی حالت میں چونکہ بیت اللہ میں داخلہ منع ہے' لہٰذا حائضہ عورت کو طواف منع ہے اور سعی چونکہ طواف کے تابع ہے' اس لیے وہ بھی منع ہے۔ ③ تنعیم 'مکہ سے مدینہ منورہ کے راستے پر قریب ترین حِل ہے' یعنی یہاں حرم ختم ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کے لیے یہ خصوصی حکم فرمایا کہ وہ تنعیم سے احرام باندھ کر آ جائیں اور عمرہ کر لیں کیونکہ حضرت عائشہ ؓ کا حیض کی وجہ سے عمرہ رہ گیا تھا۔ یہ اجازت ہر شخص کے لیے نہیں ہے کہ وہ تنعیم سے احرام باندھ کر آ جائے اور عمرہ کر لے جیسا کہ آفاق سے جانے والے بہت سے حاجی ایسا کرتے ہیں اور بعض علماء اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیتے ہیں۔ لیکن یہ جواز محل نظر ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ دوبارہ عمرے کے لیے میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے۔ یا پھر مذکورہ حدیث کے پیش نظر تنعیم سے احرام باندھنے کی یہ اجازت صرف ان خواتین کے لیے ہے جو مخصوص ایام کی وجہ سے عمرہ نہ کر سکی ہوں۔ واللہ أعلم. ④ چونکہ حج کا احرام کئی دن جاری رہتا ہے' لہٰذا مینڈھیاں کھول کر اچھی طرح غسل کرنے کا حکم دیا تاکہ بعد میں تنگی نہ ہو۔ اس غسل کا حیض سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ صفائی کے لیے ہوتا ہے اور یہ ہر محرم کے لیے مستحب ہے۔

(المعجم ١٥٢) - ذِكْرُ غَسْلِ الْجُنُبِ [يَدَيْهِ] قَبْلَ أَنْ [يُدْخِلَهُمَا] الْإِنَاءَ (التحفة ١٥٢)

باب:١٥٢- جنبی کو اپنے ہاتھ برتن میں ڈالنے سے پہلے دھو لینے کا بیان

٢٤٤- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ ابْنُ السَّائِبِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ وُضِعَ لَهُ الْإِنَاءُ فَيَصُبُّ عَلٰى يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا الْإِنَاءَ، حَتّٰى إِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ أَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ صَبَّ بِالْيُمْنٰى وَغَسَلَ فَرْجَهُ بِالْيُسْرٰى، حَتّٰى إِذَا فَرَغَ صَبَّ بِالْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى

٢٤٤- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو آپ کے لیے برتن رکھا جاتا' آپ ہاتھوں کو برتن میں ڈالنے سے پہلے ان پر پانی بہاتے۔ جب ہاتھ دھو لیتے تو پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالتے' پھر دائیں سے پانی ڈالتے اور بائیں سے اپنی شرم گاہ دھوتے۔ جب اس سے فارغ ہوتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈال کر دونوں ہاتھوں کو دھوتے' پھر تین دفعہ کلی کرتے اور ناک میں پانی چڑھاتے' پھر اپنے سر پر تین دفعہ دونوں ہاتھ بھر کر پانی ڈالتے' پھر (باقی) جسم پر بہاتے۔

٢٤٤_[حسن] أخرجه أحمد: ٦/ ١٦١ عن حسين بن علي عن زائدة به، وانظر الحديث الآتي.

فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهِ مِلْءَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يُفِيضُ عَلٰى جَسَدِهِ.

فوائد ومسائل: ① جنبی کا ہاتھ عام طور پر پلید ہو جاتا ہے' خواہ جماع ہو یا احتلام' لہٰذا اسے برتن میں داخل کرنے سے پہلے ہاتھ دھو لینے چاہییں۔ وضو اور غسل کے دوران میں برتن سے دائیں ہاتھ کے ذریعے سے پانی لینا چاہیے' ضرورت پڑے تو دونوں ہاتھوں سے بیک وقت بھی پانی لیا جا سکتا ہے۔

(المعجم ١٥٣) - **بَابُ ذِكْرِ عَدَدِ غَسْلِ الْيَدَيْنِ قَبْلَ إِدْخَالِهِمَا الْإِنَاءَ** (التحفة ١٥٣)

باب: ۱۵۳- برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے کتنی دفعہ دھونے چاہییں؟

٢٤٥- **أَخْبَرَنَا** أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ غُسْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْرِغُ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يُمَضْمِضُ وَيَسْتَنْشِقُ، ثُمَّ يُفْرِغُ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ يُفِيضُ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ.

۲۴۵- حضرت ابوسلمہ سے منقول ہے' انھوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ ؓ سے رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے ہاتھوں پر تین دفعہ پانی ڈالتے' پھر اپنی شرم گاہ دھوتے' پھر اپنے ہاتھ دھوتے' پھر کلی کرتے اور ناک میں پانی چڑھا کر ناک کو صاف کرتے' پھر اپنے سر پر تین دفعہ پانی ڈالتے' پھر اپنے باقی جسم پر پانی بہاتے۔

فائدہ: یہ حدیث کچھ مختصر ہے۔ دیگر احادیث میں غسل سے پہلے پاؤں دھونے کے علاوہ مکمل وضو کا ذکر ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الغسل' حديث:۲۴۹)

(المعجم ١٥٤) - **إِزَالَةُ الْجُنُبِ الْأَذٰى عَنْ جَسَدِهِ بَعْدَ غَسْلِ يَدَيْهِ** (التحفة ١٥٤)

باب: ۱۵۴- جنبی کو ہاتھ دھونے کے بعد اپنے جسم سے نجاست صاف کرنی چاہیے

٢٤٦- **أَخْبَرَنَا** مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ:

۲۴۶- حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ میں

٢٤٥ـ [إسناده حسن] وانظر الحديث السابق.

٢٤٦ـ [صحيح] انظر الحديثين السابقين، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٤٤.

حَدَّثَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ ابْنُ السَّائِبِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤْتٰى بِالْإِنَاءِ فَيَصُبُّ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَيَغْسِلُهُمَا ثُمَّ يَصُبُّ بِيَمِينِهِ عَلٰى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ مَا عَلٰى فَخِذَيْهِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ وَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ وَيَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثًا ثُمَّ يُفِيضُ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ.

حضرت عائشہ ؓ کے پاس گیا اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کے پاس برتن لایا جاتا' آپ اپنے دونوں ہاتھوں پر تین دفعہ پانی بہاتے' پھر انھیں دھوتے' پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور اپنی شرم گاہ اور رانوں پر جو کچھ ہوتا اسے دھوتے' پھر اپنے ہاتھ دھوتے' پھر کلی کرتے اور ناک میں پانی چڑھا کر ناک کو خوب اچھی طرح صاف کرتے' پھر اپنے سر پر تین دفعہ پانی ڈالتے' پھر باقی سارے جسم پر پانی بہاتے۔

(المعجم ١٥٥) - **بَابُ إِعَادَةِ الْجُنُبِ غَسْلَ يَدَيْهِ بَعْدَ إِزَالَةِ الْأَذٰى عَنْ جَسَدِهِ** (التحفة ١٥٥)

باب: ١٥٥-جنبی کو جسم سے نجاست دور کرنے کے بعد دوبارہ ہاتھ دھونے چاہییں

٢٤٧- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: وَصَفَتْ عَائِشَةُ غُسْلَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْجَنَابَةِ قَالَتْ: كَانَ يَغْسِلُ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ يُفِيضُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ، قَالَ عُمَرُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: يُفِيضُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يَتَمَضْمَضُ ثَلَاثًا وَيَسْتَنْشِقُ ثَلَاثًا وَيَغْسِلُ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ

٢٤٧- حضرت عائشہ ؓ نے نبی ﷺ کا غسل جنابت بیان فرمایا' کہا: آپ اپنے ہاتھوں کو تین دفعہ دھوتے' پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں پر تین دفعہ پانی ڈال کر اپنی شرم گاہ اور دوسری لگی ہوئی رطوبت دھوتے' (راویٔ حدیث) عمر بن عبید کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق انھوں (استاذ) نے یہی کہا' پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں پر تین دفعہ پانی ڈالتے' پھر تین دفعہ کلی فرماتے اور تین دفعہ ناک میں پانی چڑھا کر اسے صاف کرتے' پھر اپنا چہرہ اور دونوں بازو تین دفعہ دھوتے' پھر اپنے سر پر تین دفعہ پانی بہاتے' پھر اپنے

٢٤٧ـ [إسناده حسن] انظر، ح: ٢٤٥ والذين بعده، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٤٥.

ثَلَاثًا، ثُمَّ يُفِيضُ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ.

(سارے جسم) پر پانی بہاتے۔

فائدہ: پہلی دفعہ ہاتھ دھونا تو ہاتھوں کی صفائی کے لیے تھا تاکہ برتن کا پانی آلودہ نہ ہو۔ شرم گاہ اور رانوں کو دھونے کے بعد پھر ہاتھ دھونا وضو کا جز ہے لہٰذا ہاتھ دوبارہ دھوئے جائیں گے۔ سب سے آخر میں پاؤں دھوئیں گے جس کا ان روایات میں ذکر نہیں' البتہ دیگر روایات میں ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الغسل' حدیث:۲۴۹)

(المعجم ١٥٦) - ذِكْرُ وُضُوءِ الْجُنُبِ قَبْلَ الْغُسْلِ (التحفة ١٥٦)

باب:۱۵۶-جنبی کو غسل سے پہلے وضو بھی کرنا چاہیے

٢٤٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يُدْخِلُ أَصَابِعَهُ الْمَاءَ فَيُخَلِّلُ بِهَا أُصُولَ شَعْرِهِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَفٍ ثُمَّ يُفِيضُ الْمَاءَ عَلٰى جَسَدِهِ كُلِّهِ.

۲۴۸-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو سب سے پہلے اپنے ہاتھ دھوتے' پھر وضو فرماتے جس طرح نماز کے لیے وضو فرمایا کرتے تھے' پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان سے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے' پھر اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالتے' پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہاتے۔

فوائد ومسائل: ① دوسری صحیح روایات میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ غسل سے پہلے وضو فرماتے' مگر پاؤں چھوڑ دیتے اور مکمل غسل کر لینے کے بعد' جس جگہ غسل کرتے' اس سے ہٹ کر پاؤں دھوتے تھے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الغسل' حدیث:۲۵۷' وصحیح مسلم' الحیض' حدیث:۳۱۷) ② غسل کرنے سے پہلے تین چلو ڈالنا اور سارے جسم پر کم از کم ایک مرتبہ پانی بہانا ضروری ہے۔

(المعجم ١٥٧) - بَابُ تَخْلِيلِ الْجُنُبِ رَأْسَهُ (التحفة ١٥٧)

باب:۱۵۷-جنبی کو (دوران غسل) اپنے سر کا خلال کرنا چاہیے

٢٤٩- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ:

۲۴۹-حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت

٢٤٨ـ أخرجه البخاري، الغسل، باب الوضوء قبل الغسل، ح:٢٤٨ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٤٤، والكبرٰى، ح:٢٤٦، وأخرجه مسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، ح:٣١٦، والبخاري، وغيرهما من طرق عن هشام به.

٢٤٩ـ[إسناده صحيح] انظر الحديث السابق.

حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْجَنَابَةِ: أَنَّهُ كَانَ يَغْسِلُ يَدَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ، وَيُخَلِّلُ رَأْسَهُ حَتّٰى يَصِلَ إِلٰى شَعْرِهِ، ثُمَّ يُفْرِغُ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے غسل جنابت کی بابت بیان کیا کہ آپ ﷺ (سب سے پہلے) اپنے ہاتھ دھوتے تھے اور وضو فرماتے اور اپنے سر کے بالوں میں (گیلی) انگلیاں پھیرتے تھے (حتی کہ بال گیلے ہو جاتے) پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہاتے۔

فائدہ: بال بڑے ہوں تو بسا اوقات پانی بالوں پر سے پھسل جاتا ہے اور جڑیں اور چمڑا خشک رہ جاتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ بالوں میں گیلی انگلیاں پھیری جائیں۔ اس طرح بال الگ الگ ہو جائیں گے، گنجلک نہیں رہیں گے۔ ان سے پانی گزرنا آسان ہو جائے گا، جڑیں اور چمڑا تر ہو جائے گا، لہٰذا ضروری ہے کہ جہاں پانی نہ پہنچنے کا خدشہ ہو، وہاں قصداً پہنچایا جائے، ایسا نہ ہو کہ جنابت زائل نہ ہو اور غسل بے فائدہ رہ جائے۔

٢٥٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُشَرِّبُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَحْثِي عَلَيْهِ ثَلَاثًا.

٢٥٠- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (پہلے) اپنے سر کے بالوں کو خلال سے اچھی طرح تر کر لیتے تھے، پھر سر پر تین چلو (پانی) ڈالتے۔

(المعجم ١٥٨) - بَابُ ذِكْرِ مَا يَكْفِي الْجُنُبَ مِنْ إِفَاضَةِ الْمَاءِ عَلٰى رَأْسِهِ (التحفة ١٥٨)

باب: ١٥٨- جنبی کے لیے سر پر کتنا پانی بہانا کافی ہے؟

٢٥١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ صُرَدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ:

٢٥١- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس غسل کے بارے میں اختلاف کیا۔ کسی نے کہا کہ میں تو اتنی اتنی

٢٥٠ـ [صحيح] انظر الحديثين السابقين، وأخرجه الترمذي، ح: ١٠٤ من حديث سفيان بن عيينة به مطولاً، وقال: "حسن صحيح".

٢٥١ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثًا، ح: ٣٢٧ عن قتيبة، والبخاري، الحيض، باب من أفاض على رأسه ثلاثًا، ح: ٢٥٤ من حديث أبي إسحاق به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٤٧.

تَمَارَوْا فِي الْغُسْلِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِنِّي لَأَغْسِلُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمَّا أَنَا فَأُفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ أَكُفٍّ».

دفعہ (سر کو) دھوتا ہوں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو اپنے سر پر صرف تین چلو پانی بہاتا ہوں۔''

فائدہ: اگر مسنون طریقے کے مطابق پہلے وضو کیا جائے' پھر بالوں کا خلال کر کے جڑیں تر کر لی جائیں تو سر پر تین چلو پانی بہانا ہی کافی ہوگا۔ کوئی جگہ اور کوئی بال خشک نہ رہے گا' نیز پانی کی بچت بھی ہوگی۔ ان روایات میں غسل جنابت سے پہلے نماز والا وضو کرنے کا بیان تو ہے لیکن ان میں سے کسی میں بھی سر کے مسح کا ذکر نہیں ہے۔ گویا مسح کی بجائے سر پر تین چلو پانی بہانا ضروری ہے' اسی طرح پاؤں بھی نہیں دھونے' بلکہ پاؤں غسل کرنے کے بعد آخر میں دھوئے جائیں گے' البتہ یہ ضروری ہے کہ دوران غسل میں اگلی اور پچھلی شرم گاہ کو ہاتھ نہ لگے ورنہ وضو برقرار نہیں رہے گا' اسی لیے روایات میں صراحت ہے کہ وضو کرنے سے پہلے شرم گاہ اچھی طرح دھو لے۔ اس اعتبار سے غسل جنابت میں یہ ضروری ہے کہ پہلے شرم گاہ صاف کرے' پھر ہاتھ دھو کر وضو کرے' اس میں سر میں مسح کرنے کی بجائے تین لپ پانی ڈالے' پھر پورا غسل کرلے اور آخر میں دونوں پاؤں دھولے۔

(المعجم ١٥٩) - بَابُ ذِكْرِ الْعَمَلِ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْحَيْضِ (التحفة ١٥٩)

باب: ۱۵۹- غسل حیض کا طریقہ

٢٥٢- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ - وَهُوَ ابْنُ صَفِيَّةَ - عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ فَأَخْبَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ قَالَ: «خُذِي فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرِي بِهَا» قَالَتْ: وَكَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا؟ فَاسْتَتَرَ كَذَا ثُمَّ قَالَ: «سُبْحَانَ اللهِ تَطَهَّرِي

۲۵۲- حضرت عائشہ ؓ سے منقول ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے غسل حیض کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسے بتایا کہ کیسے غسل کرے' پھر فرمایا: ''کستوری لگا ہوا روئی کا ایک ٹکڑا لے لو اور اس سے صفائی کرلو۔'' اس نے کہا: اس سے کیسے صفائی کروں؟ آپ نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور فرمایا: ''سبحان اللہ تم اس کے ساتھ صفائی کرلو۔'' حضرت عائشہ ؓ نے کہا: میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ

٢٥٢ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب دلك المرأة نفسها إذا تطهرت من المحيض، ح: ٣١٤، ومسلم، الحيض، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحيض فرصة من مسك في موضع الدم، ح: ٣٣٢ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٤٨.

بِهَا»، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجَذَبْتُ الْمَرْأَةَ وَقُلْتُ: تَتَبِّعِينَ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ.

اسے خون کے نشانات پر لگالو۔

فوائد ومسائل: ① حیض کا خون چونکہ بدبودار ہوتا ہے اس لیے بہتر ہے کہ غسل کے علاوہ خون والی جگہ کی مزید صفائی کی جائے، مثلاً: خوشبو لگائی جائے تاکہ بدبو زائل ہو جائے۔ اس سنت پر عمل غالباً متروک ہی ہو چکا ہے۔ خواتین کو چاہیے کہ اس سنت کا احیا کریں۔ یقیناً جہاں اس سے صفائی حاصل ہوگی، وہاں ثواب بھی ملے گا۔ ② عورتوں سے متعلقہ پوشیدہ مسائل بتاتے ہوئے کنایات کا استعمال مستحب ہے۔ ③ حاضرین کے لیے صاحب علم کے کلام کی وضاحت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ④ مسئلہ دریافت کرنے والوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ ⑤ نبی اکرم ﷺ صاحب خلق عظیم اور شرم وحیا کے پیکر تھے۔

(المعجم ١٦٠) - بَابُ تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ بَعْدِ الْغُسْلِ (التحفة ١٦٠)

باب:١٦٠-(مسنون) غسل کے بعد وضو نہ کرنا

٢٥٣- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ: - وَهُوَ ابْنُ صَالِحٍ - عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ح: وَأَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ.

٢٥٣- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ غسل کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① مسنون غسل کی ابتدا ہی وضو سے ہوتی ہے، لہٰذا غسل کے بعد وضو کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، بشرطیکہ اس نے وضو کے بعد دوران غسل میں اگلی اور پچھلی شرم گاہ کو ہاتھ نہ لگایا ہو ورنہ وضو دوبارہ کرنا پڑے گا۔ ② اسی طرح اگر اس نے مسنون غسل نہ کیا ہو، یعنی غسل کی ابتدا وضو سے نہ کی ہو، تب بھی اسے غسل کے بعد

٢٥٣ـ [حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب [ماجاء] في الوضوء بعد الغسل، ح: ١٠٧، وابن ماجه، الطهارة، باب في الوضوء بعد الغسل، ح: ٥٧٩ من حديث شريك القاضي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٤٩، وصححه الحاكم، والذهبي كما في نيل المقصود، ح: ٢٥٠، وقواه ابن سيد الناس، وقال الترمذي: "حسن صحيح". * أبوإسحاق صرح بالسماع في بعض الحديث عند البيهقي: ١/ ٢٠١، ٢٠٢، وصححه هو، وابن حزم.

وضو کرنا پڑے گا۔

(المعجم ١٦١) - **بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِي غَيْرِ الْمَكَانِ الَّذِي يَغْتَسِلُ فِيهِ** (التحفة ١٦١)

باب:١٦١-(غسل کے آخر میں) پاؤں غسل والی جگہ کے بجائے دوسری جگہ دھوئے

٢٥٤- **أَخْبَرَنَا** عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسٰى عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ قَالَتْ: أَدْنَيْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ غُسْلَهُ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَأَفْرَغَ بِهَا عَلٰى فَرْجِهِ، ثُمَّ غَسَلَهُ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْأَرْضَ فَدَلَكَهَا دَلْكًا شَدِيدًا، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ أَفْرَغَ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ مِلْءَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحّٰى عَنْ مَقَامِهِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ قَالَتْ: ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِالْمِنْدِيلِ فَرَدَّهُ.

٢٥٤- ام المومنین حضرت میمونہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے غسل جنابت کے لیے پانی قریب کیا۔ آپ نے اپنی ہتھیلیوں کو دو یا تین بار دھویا' پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں داخل کیا اور اس سے اپنی شرم گاہ پر پانی ڈالا' پھر اسے بائیں ہاتھ سے دھویا' پھر بایاں ہاتھ زمین پر مارا اور اسے زور سے رگڑا' پھر نماز والا وضو کیا' پھر اپنے سر پر دونوں ہاتھ بھر بھر کر تین دفعہ پانی ڈالا' پھر اپنے باقی (سارے) جسم کو دھویا' پھر اس جگہ سے ایک طرف ہٹ کر اپنے پاؤں دھوئے' پھر میں آپ کے پاس رومال لائی تو آپ نے واپس کر دیا۔

فوائد ومسائل: ① مٹی پر ہاتھ رگڑنا بدبو اور لیس کو ختم کرتا ہے اور آلودگی کے وسوسے کو بھی دور کر دیتا ہے' لہٰذا استنجے کے بعد یہ مستحب ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کے دور میں فرش کچے ہوتے تھے' لہٰذا غسل کا پانی پاؤں میں جمع ہو جاتا تھا۔ اسی جگہ پاؤں دھونے میں کوئی فائدہ نہ تھا' لہٰذا آپ ﷺ ایک طرف ہٹ کر پاؤں دھوتے تھے' البتہ اگر پانی جمع نہ ہوتا ہو تو اسی جگہ پاؤں دھوئے جا سکتے ہیں۔ ③ غسل یا وضو کے بعد رومال استعمال کیا جا سکتا ہے' اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت میمونہ ؓ کا رومال پیش کرنا' اس کے جواز کی دلیل ہے کہ آپ کے گھر میں رومال تھا۔ باقی رہا آپ کا واپس کرنا تو وہ کسی اور وجہ سے ہوگا' مثلاً: آپ چاہتے ہوں گے کہ پانی کچھ دیر جسم پر رہے تاکہ ٹھنڈک محسوس ہو' وغیرہ۔ ④ رومال پانی کے ساتھ ساتھ میل کچیل کو بھی اچھی طرح صاف کر دیتا

٢٥٤_ أخرجه مسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، ح: ٣١٧ عن علي بن حجر، والبخاري، الغسل، باب الوضوء قبل الغسل، ح: ٢٤٩ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٥١.

ہے اور یہی غسل سے مطلوب ہے، نیز غسل کے بعد پانی کا جسم پر رہنا شرعاً مطلوب نہیں اور یہ رہ بھی نہیں سکتا، ہوا یا کپڑوں سے جلد یا بدیر خشک ہو ہی جائے گا۔ ⑤ جو شخص ٹب وغیرہ سے چلو بھر کر پانی لینا چاہے، اسے چاہیے کہ اپنی ہتھیلیاں پہلے دھولے تاکہ پانی آلودہ نہ ہو۔ ⑥ شرم گاہ دھونے کے لیے دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالنا چاہیے۔

(المعجم ١٦٢) - **بَابُ تَرْكِ الْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْغُسْلِ** (التحفة ١٦٢)

باب:۱۶۲-غسل کے بعد رومال استعمال نہ کرنا

٢٥٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اغْتَسَلَ فَأُتِيَ بِمِنْدِيلٍ فَلَمْ يَمَسَّهُ، وَجَعَلَ يَقُولُ بِالْمَاءِ هٰكَذَا.

۲۵۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے غسل فرمایا اور بعد میں رومال لایا گیا تو آپ نے اسے قبول نہ فرمایا بلکہ پانی کو ہاتھوں کے ساتھ اس طرح جھاڑنے لگے۔

فائدہ: ہاتھوں سے پانی جھاڑنے سے یہ ثابت ہوا کہ وضو یا غسل کے بعد پانی اعضاء پر باقی رہنا ضروری نہیں، اسے صاف کیا جا سکتا ہے، ہاتھوں سے یا رومال اور تولیے وغیرہ سے۔ بعض لوگوں نے اس روایت سے تولیے کا استعمال ناپسندیدہ قرار دیا ہے مگر یہ استدلال درست نہیں ہے۔

(المعجم ١٦٣) - **بَابُ وُضُوءِ الْجُنُبِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ** (التحفة ١٦٣)

باب:۱۶۳-جنبی کے لیے کھاتے وقت وضو کرنا مستحب ہے

٢٥٦- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ شُعْبَةَ ح: وَأَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ،

۲۵۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ...... اور عمرو نے کہا: رسول اللہ ﷺ...... جب جنابت کی حالت میں کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیتے۔ عمرو نے اپنی حدیث میں یہ لفظ زیادہ بیان

٢٥٥_[صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ٢٥٠، وانظر الحديث الآتي، ح: ٤٠٨.

٢٥٦_ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له ... الخ، ح: ٣٠٥/ ٢٢ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٥٢، ٢٥٣.

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ عَمْرٌو: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ - إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ، زَادَ عَمْرٌو فِي حَدِيثِهِ: وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

کیے کہ نماز والا وضو فرما لیتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① یہ وضو ضروری نہیں، مستحب ہے کیونکہ ایک روایت میں [لَا يَمَسُّ مَاءً] ''پانی نہ چھوتے تھے۔'' (مسند أحمد:٦/٤٣) کے الفاظ بھی ہیں۔ اگرچہ یہ وضو جنبی کو پاک تو نہیں کرے گا مگر صفائی جس قدر بھی ہو سکے، اچھی بات ہے۔ ② امام نسائی رحمہ اللہ اس حدیث کی سند میں موجود اختلاف کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جب اس حدیث کو حمید بیان کرتا ہے تو [كَانَ النَّبِيُّ ﷺ] کہتا ہے جبکہ عمرو نے اپنی سند میں [كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ] کہا ہے۔ یہ ہے محدثین رحمہم اللہ کا نقل سند میں حزم و احتیاط۔ رہا الفاظِ حدیث کا ضبط و اتقان تو اس میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

(المعجم ١٦٤) - بَابُ اقْتِصَارِ الْجُنُبِ عَلَى غَسْلِ يَدَيْهِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ (التحفة ١٦٤)

باب:١٦٤- کھانے کے وقت جنبی کا صرف ہاتھ دھونے پر اکتفا کرنا

٢٥٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ غَسَلَ يَدَيْهِ.

٢٥٧- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ کرتے تو وضو فرماتے اور جب کھانے کا ارادہ کرتے تو ہاتھ دھو لیتے۔

فوائد ومسائل: ① کھانے پینے کے وقت ہاتھ دھونا کم از کم ایسا عمل ہے جو جنبی کو کرنا چاہیے۔ ② حالتِ

٢٥٧ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الجنب يأكل، ح:٢٢٣، وابن ماجه، الطهارة، باب من قال يجزئه غسل يديه، ح:٥٩٣ من حديث ابن المبارك به، وهو في الكبرٰى، ح:٢٥٤. * والزهري صرح بالسماع في شرح السنة:٢/ ٣٤، وقال البغوي: "هذا حديث صحيح"، وأصله في صحيح مسلم، ح:٣٠٥ من حديث الزهري به.

جنابت میں ہاتھ دھوئے بغیر کھانا پینا تو قطعاً فطرت سلیمہ کے خلاف ہے اور شریعت فطرت ہی کا دوسرا نام ہے' تاہم عام حالات میں کھانے پینے کے وقت ہاتھ دھونے ضروری نہیں ہیں جبکہ وہ صاف ہوں۔

(المعجم ١٦٥) - **بَابُ اقْتِصَارِ الْجُنُبِ عَلٰى غَسْلِ يَدَيْهِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَشْرَبَ** (التحفة ١٦٥)

باب:۱۶۵-کوئی چیز پینے سے پہلے جنبی کا صرف ہاتھ دھونے پر اکتفا کرنا

٢٥٨- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ، قَالَتْ: غَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ.

۲۵۸-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرماتے اور جب کھانے یا پینے کا ارادہ فرماتے تو اپنے ہاتھ دھوتے' پھر کھاتے پیتے۔

(المعجم ١٦٦) - **بَابُ وُضُوءِ الْجُنُبِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ** (التحفة ١٦٦)

باب:۱۶۶-جنبی سونے کا ارادہ کرے تو اسے وضو کر لینا چاہیے

٢٥٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ.

۲۵۹-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے اور جنبی ہوتے تو سونے سے پہلے نماز والا وضو فرما لیتے تھے۔

٢٦٠- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ:

۲۶۰-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

٢٥٨ـ[صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٥٥.

٢٥٩ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له ... الخ، ح: ٣٠٥ عن قتيبة به، وانظر الحديثين السابقين.

٢٦٠ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له ... الخ، ح: ٣٠٦ من حديث يحيى القطان، والبخاري، الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام، ح: ٢٨٩ من حديث نافع به.

حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ».

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بشرطیکہ وضو کرلے۔''

(المعجم ١٦٧) - **بَابُ وُضُوءِ الْجُنُبِ وَغَسْلِ ذَكَرِهِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ** (التحفة ١٦٧)

باب: ١٦٧- جنبی سونے کا ارادہ کرے تو شرم گاہ دھو کر وضو کرلے

٢٦١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ».

٢٦١- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کیا کہ (کبھی) میں رات کو جنبی ہو جاتا ہوں (تو کیا کروں؟) آپ نے فرمایا: ''اپنی شرم گاہ دھولو، وضو کرلو پھر سو جاؤ۔''

فائدہ: جنبی کے لیے سونے سے پہلے کم از کم شرم گاہ دھونا یا صاف کرنا ضروری ہے۔ باقی رہا وضو تو یہ مستحب چیز ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ بعض نے واجب بھی کہا ہے کہ ہوسکتا ہے اسے موت آجائے۔

(المعجم ١٦٨) - **بَابٌ فِي الْجُنُبِ إِذَا لَمْ يَتَوَضَّأْ** (التحفة ١٦٨)

باب: ١٦٨- جنبی اگر وضو نہ کرے تو؟

٢٦٢- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ح: وَأَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ -

٢٦٢- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر، کتا یا جنبی ہو۔''

٢٦١ـ أخرجه البخاري، الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام، ح: ٢٩٠، ومسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب ... الخ، ح: ٣٠٦ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٤٧، والكبرٰى، ح: ٢٥٦.

٢٦٢ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الجنب يؤخر الغسل، ح: ٢٢٧، وانظر، ح: ٤١٥٢، وابن ماجه، اللباس، باب الصور في البيت، ح: ٣٦٥٠ من حديث شعبة به، وصححه الحاكم: ١/ ١٧١، والذهبي، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٥٧. * عبدالله بن نجي وأبوه صدوقان على الراجح كما في نيل المقصود، فحديثهما حسن.

وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُجَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهَا صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ».

فوائد ومسائل: ① وضو کرنے سے جنابت ختم تو نہیں ہوتی مگر ایک قسم کی طہارت حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ خصوصاً جنبی کے اعضائے وضو تو پاک ہو ہی جاتے ہیں' لہٰذا جنبی کے لیے آئندہ نماز تک غسل میں رعایت ہے' البتہ وضو کرلے اور یہ افضل ہے جس طرح کہ دیگر احادیث میں آتا ہے۔ اگر شرم گاہ وغیرہ دھو کر بلا وضو بھی سو جائے تو کوئی حرج نہیں اور یہ بھی جائز ہے۔ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سو جایا کرتے تھے جبکہ آپ جنبی ہوتے اور پانی کو چھوتے تک نہیں تھے۔ یہ حدیث صحیح ہے' شیخ احمد شاکر ؒ نے انتہائی محققانہ دقیق علمی اسلوب میں تفصیلاً اس حدیث کی حجیت کا اثبات کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح الترمذي از أحمد شاكر: ۲۰۲/۱)' نیز آخر میں انھوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انسان با اختیار ہے۔ وضو کر کے سونا افضل اور بلا وضو آپ ﷺ کا سو جانا بیان جواز کی خاطر تھا۔ مذکورہ حدیث کو شیخ البانی ؒ نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور یہی بات حق ہے۔ واللہ أعلم۔ اس موقف کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت عمر ؓ نبی اکرم ﷺ سے دریافت فرماتے ہیں: کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں (بلا وضو) سو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سو سکتا ہے' اگر چاہے تو وضو کر لے۔'' گویا وضو کرنا اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ دیکھیے: (صحيح ابن خزيمة' حديث: ۲۲۱' و موارد الظمآن' حديث: ۲۳۲) مزید دیکھیے: (صحيح موارد الظمآن للألباني' حديث: ۱۹۵) ② فرشتوں سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں نہ کہ مطلق فرشتے کیونکہ محافظ فرشتے یا کاتب فرشتے بھی اس حالت میں انسان کے پاس آجاتے ہیں جنابت کے باوجود انسان کے پاس رہتے ہیں۔ شیخ البانی ؒ کے نزدیک یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن درست بات یہ ہے کہ و لا جنب' کے اضافے کے بغیر باقی حدیث صحیح ہے کیونکہ صحیحین کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' بدء الخلق' حديث: ۳۲۲۵' وصحيح مسلم' اللباس والزينة' حديث: ۲۱۰۶' وضعيف سنن أبي داود (مفصل) للألباني' حديث: ۳۰) لہٰذا جنبی کے حوالے سے یہ کہنا کہ اس کی وجہ سے رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے' درست نہیں کیونکہ یہ روایت ہی ضعیف ہے۔ اگرچہ ہمارے فاضل محقق نے پوری روایت کو قابل حجت سمجھا ہے' تاہم بشرط صحت جنبی سے مراد وہ جنبی ہوگا جو بلا ضرورت غسل میں تاخیر کرتا ہے ورنہ نماز کے وقت تک غسل مؤخر کرنے والا اس وعید کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ اس میں رخصت ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ اپنی سب بیویوں کے پاس جاتے اور غسل آخر میں فرماتے۔

(المعجم ١٦٩) - **بَابٌ: فِي الْجُنُبِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعُودَ** (التحفة ١٦٩)

باب:١٦٩-جنبی جب دوبارہ جماع کرنا چاہے تو؟

٢٦٣- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَعُودَ تَوَضَّأَ.

۲۶۳- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی دوبارہ جماع کرنا چاہے تو وضو کرلے۔“

فوائد ومسائل: ① اس وضو کی حکمت بعض روایات میں یہ بتائی گئی ہے: [فَإِنَّهُ أَنْشَطُ لِلْعَوْدِ] یعنی دوبارہ جماع کے لیے یہ وضو زیادہ چاق و چوبند بنا دیتا ہے۔ دیکھیے: (المستدرك للحاكم:١/١٥٢) ایک روایت میں [وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ] کے الفاظ ہیں، یعنی نماز والا وضو کرے۔ (صحيح البخاري، الغسل، حديث:٢٨٨، وصحيح مسلم، الحيض، حديث:٣٠٥) یہ وضو بھی مستحب ہے۔ ① اگر آدمی دوسری مرتبہ اپنی بیوی سے جماع کرنا چاہے تو دونوں باریوں کے درمیان غسل کرنا واجب نہیں۔

(المعجم ١٧٠) - **بَابُ إِتْيَانِ النِّسَاءِ قَبْلَ إِحْدَاثِ الْغُسْلِ** (التحفة ١٧٠)

باب:١٧٠-غسل کرنے سے پہلے کئی بیویوں کے پاس آنا

٢٦٤- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لِإِسْحَاقَ - قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ طَافَ عَلَى نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ.

۲۶۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس ایک ہی غسل کے ساتھ گئے۔

فوائد ومسائل: ① ایک سے زائد بیویوں کے پاس جانے کے بعد آخر میں صرف ایک ہی غسل کافی ہے،

٢٦٣ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له . . . الخ، ح:٣٠٨ من حديث عاصم به، وهو في الكبرٰى، ح:٢٥٨.

٢٦٤ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الجنب يعود، ح:٢١٨ من حديث إسماعيل به، وهو في الكبرٰى، ح:٢٥٩، وللحديث طرق كثيرة عند البخاري، ومسلم وغيرهما.

البتہ ہر ایک کے درمیان میں وضو کرنا مستحب ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کے حبالۂ عقد میں بیک وقت نو بیویاں رہی ہیں۔ آپ نے ان سب بیویوں سے جماع کسی مشترکہ رات میں کیا ہوگا۔ حدیث سے مراد یہی ہے۔ عموماً تو باری مقرر ہوتی تھی۔ اگرچہ نبیٔ اکرم ﷺ باری کی تقسیم سے مستثنیٰ تھے، یعنی یہ آپ پر فرض نہ تھی لیکن اس کا اہتمام ضرور فرمایا کرتے تھے۔ ممکن ہے، اسی رخصت کی وجہ سے ایک رات سب کے پاس گئے ہوں، جبکہ بعض کا کہنا ہے: ہوسکتا ہے کہ نئی باری شروع ہونے سے پہلے ایک رات مشترک ہو یا سفر وغیرہ کے بعد ایسا ہو۔ بہرحال آپ کے لیے اس کی شرعاً اجازت تھی۔ (دیکھیے: الأحزاب ٣٣:٥١)

٢٦٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ [يَطُوفُ] عَلٰى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ.

٢٦٥- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، رسول اللہ ﷺ ایک ہی غسل کے ساتھ اپنی تمام بیویوں کے پاس چلے جاتے تھے۔

(المعجم ١٧١) - بَابُ حَجْبِ الْجُنُبِ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ (التحفة ١٧١)

باب:١٧١- جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت

٢٦٦- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلِمَةَ قَالَ: أَتَيْتُ عَلِيًّا أَنَا وَرَجُلَانِ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ

٢٦٦- حضرت عبداللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور دو آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے تو قرآن مجید پڑھتے۔ آپ ﷺ ہمارے ساتھ گوشت کھاتے اور آپ کو قرآن مجید پڑھنے سے جنابت کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوتی تھی۔

٢٦٥_[صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الرجل يطوف على نسائه بغسل واحد، ح: ١٤٠، وابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء فيمن يغتسل من جميع نسائه غسلاً واحدًا، ح: ٥٨٨ من حديث معمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٦٠، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وأصله في صحيح البخاري، ح: ٢٦٨ وغيره.

٢٦٦_[حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الجنب يقرأ القرآن، ح: ٢٢٩، وابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في قراءة القرآن على غير طهارة، ح: ٥٩٤ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٦١، وصححه الترمذي، ح: ١٤٦، وابن خزيمة، وابن حبان، وابن الجارود، والحاكم، والذهبي، والبغوي وغيرهم، وقال الحافظ في الفتح: "والحق أنه من قبيل الحسن يصلح للحجة": ١/ ٣٢٤، وانظر نيل المقصود في جواب تفرد عبدالله ابن سلمة واختلاطه.

عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةَ.

فوائد ومسائل: ① قرآن مجید پڑھنے کے لیے وضو ضروری نہیں ہے' البتہ قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کے لیے اکثر اہل علم نے وضو ضروری قرار دیا ہے' اگرچہ اس کی دلیل اتنی قوی نہیں۔ بنابریں اگر ہاتھوں پر نجاست وغیرہ نہ لگی ہو تو بلا وضو بھی قرآن کو پکڑا جا سکتا ہے۔ واللہ أعلم۔ ② جمہور اہل علم کے نزدیک جنابت کی حالت میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے اور یہ قرآن مجید کے احترام کے طور پر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن مجید کو عام ذکر کی طرح جنابت میں بھی جائز سمجھا ہے۔ امام ابن تیمیہ' ابن قیم اور ابن حزم رحمہم اللہ وغیرہ کا موقف بھی یہی ہے۔ ان کے نزدیک ممانعت کی تمام روایات ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔ دلائل کی رو سے اگرچہ انہی اجلاء علماء کی رائے قوی اور راجح معلوم ہوتی ہے لیکن یہ جواز علی الاطلاق مناسب نہیں لگتا بلکہ اس میں قدرے ناپسندیدگی اور کراہت کا پہلو محسوس ہوتا ہے جیسا کہ یہ بات نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ظاہر ہوتی ہے جبکہ آپ پیشاب سے فارغ ہوئے' پھر تیمم کیا اور اس کے بعد سلام کا جواب دیا' اور فرمایا: [إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَذْكُرَ اللّٰهَ إِلَّا عَلَى طَهَارَةٍ] (صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني' حديث: ١٣) "میں نے بلا طہارت اللہ کا ذکر کرنا ناپسند کیا تھا۔" گویا سلام کا جواب بھی آپ نے تیمم کے بعد دیا ہے اور اسے ذکر اللہ قرار دیا۔ قرآن بھی ذکر ہے جو کہ اس ذکر سے بہتر ہے' اس لیے افضل یہی ہے کہ غسل کے بعد ہی قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ واللہ أعلم۔

٢٦٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ أَبُو يُوسُفَ الصَّيْدَلَانِيُّ الرَّقِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلِمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ عَلَى كُلِّ حَالٍ إِلَّا الْجَنَابَةَ.

٢٦٧- حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کے علاوہ ہر حال میں قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے۔

(المعجم ١٧٢) - بَابُ مُمَاسَّةِ الْجُنُبِ وَمُجَالَسَتِهِ (التحفة ١٧٢)

باب: ١٧٢- جنبی کو ہاتھ لگانا اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا جائز ہے

٢٦٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ:

٢٦٨- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول

٢٦٧_ [حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٦٢.

٢٦٨_ [صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ٢٦٥. * إسحاق هو ابن راهوية، وجرير هو ابن عبدالحميد، والشيباني هو أبوإسحاق سليمان بن أبي سليمان. أبوبردة أدرك زمن حذيفة، ولم أجد سماعه منه، والحديث الآتي شاهد له.

أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا لَقِيَ الرَّجُلَ مِنْ أَصْحَابِهِ مَاسَحَهُ وَدَعَا لَهُ، قَالَ: فَرَأَيْتُهُ يَوْمًا بُكْرَةً فَحِدْتُ عَنْهُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَقَالَ: «إِنِّي رَأَيْتُكَ فَحِدْتَ عَنِّي» فَقُلْتُ: إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا فَخَشِيتُ أَنْ تَمَسَّنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ».

اللہ ﷺ جب اپنے کسی صحابی کو ملتے تھے تو (مصافحے کے بعد) اسے ہاتھ پھیرتے اور اسے دعا دیتے۔ ایک دن صبح کے وقت میں نے آپ کو دیکھا تو میں نے رخ بدل لیا' پھر جب دن اونچا ہوگیا تو میں آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں دیکھا تھا' لیکن تم نے رخ بدل لیا تھا۔'' میں نے کہا: تحقیق میں جنبی تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ آپ مجھے ہاتھ لگائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق مسلمان پلید نہیں ہوتا۔''

فوائد ومسائل: ① استاذ یا بزرگ کو چاہیے' وہ اپنے چھوٹوں اور شاگردوں کا خیال رکھے' ان کے حالات سے ضروری حد تک باخبر رہے تاکہ حسب ضرورت ان کی مدد اور رہنمائی کر سکے۔ ان سے مصافحہ کرے' ان سے میل جول رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ انھیں دعا بھی دے۔ خصوصاً خادم دعا کا زیادہ مستحق ہے۔ یہ خدمت کا بدلہ بھی بن جائے گا۔ ② جنابت' حیض اور بول و براز سے انسان نماز وغیرہ کے قابل نہیں رہتا۔ یہ معنوی پلیدی ہے۔ ظاہراً انسان' خصوصاً مسلمان پاک رہتا ہے۔ مندرجہ بالا حالات میں اس سے ملنا جلنا' اس کے ساتھ کھانا پینا' اس کا ہر قسم کے کام کاج کرنا جائز ہے' کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کا جوٹھا کھایا پیا جا سکتا ہے۔ وہ کسی چیز میں ہاتھ ڈال دے (مثلاً پانی وغیرہ میں) اور ہاتھ کو ظاہری نجاست بھی نہ لگی ہو تو وہ چیز پاک رہے گی۔ واللہ أعلم۔

٢٦٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ: حَدَّثَنِي وَاصِلٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ فَأَهْوٰى إِلَيَّ فَقُلْتُ: إِنِّي جُنُبٌ فَقَالَ: «إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ».

٢٦٩- حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ مجھے ملے جب کہ میں جنبی تھا۔ آپ (ملاقات کے لیے) میری طرف مائل ہوئے۔ میں نے کہا: میں جنبی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تحقیق مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔''

٢٧٠- أَخْبَرَنَا [حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ] قَالَ:

٢٧٠- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ

٢٦٩_ أخرجه مسلم، الحيض، باب الدليل على أن المسلم لا ينجس، ح: ٣٧٢ من حديث مسعر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٦٤، وأخرجه ابن ماجه، ح: ٥٣٥ عن إسحاق بن منصور به.

٢٧٠_ أخرجه البخاري، الغسل، باب عرق الجنب وأن المسلم لا ينجس، ح: ٢٨٣، ومسلم، ح: ٣٧١، انظر ◀◀

حَدَّثَنَا بِشْرٌ - وَهُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ - قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَهُ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ، فَانْسَلَّ عَنْهُ فَاغْتَسَلَ، فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: «أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ لَقِيتَنِي وَأَنَا جُنُبٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ، فَقَالَ: «سُبْحَانَ اللهِ! إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ».

نبی ﷺ انھیں مدینہ منورہ کے ایک راستے میں ملے۔ جب کہ وہ (ابوہریرہ) جنبی تھے' اس لیے وہ آپ سے کھسک گئے اور غسل کیا۔ نبی ﷺ نے انھیں نہ پایا۔ پھر جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا: ''ابوہریرہ! تم کہاں تھے؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب آپ مجھے ملے تھے تو میں جنبی تھا۔ میں نے اس حال میں آپ کے ساتھ بیٹھنا پسند نہ کیا یہاں تک کہ غسل کر لوں۔ آپ نے فرمایا: ''سُبْحَانَ اللهِ! تحقیق مومن پلید نہیں ہوتا۔''

فوائد ومسائل: ① [سُبْحَانَ اللهِ] کلمۂ تعجب ہے۔ گویا آپ نے ان کے طرز عمل اور تخیل پر تعجب کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کے لیے جنابت کے فوراً بعد غسل کرنا ضروری نہیں ورنہ آپ ان کے کھسکنے پر تعجب نہ فرماتے بلکہ ان کی تحسین فرماتے۔ ② صحابۂ کرام ؓ حد درجے تک آپ کی عزت واحترام کرتے تھے۔ ③ نبی ﷺ اگر کسی صحابی کو گم پاتے تو فوراً اس کے متعلق دریافت فرماتے تھے۔ اس سے ہمیں یہ رہنمائی ملی کہ قوم کے بڑے کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے ماتحتوں میں سے کسی کو گم پائے تو فوری طور پر اس کے متعلق دریافت کرے اور اگر وہ کسی آزمائش میں مبتلا ہے تو اس کے دکھ درد کا شریک بنے۔ اور اس کی رہنمائی کرے۔

(المعجم ١٧٣) - بَابُ اسْتِخْدَامِ الْحَائِضِ (التحفة ١٧٣)

باب:۱۷۳- حیض والی عورت سے کوئی کام کروانا

٢٧١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ! نَاوِلِينِي الثَّوْبَ».

۲۷۱- حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے کہ آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! مجھے کپڑا پکڑاؤ۔'' انھوں نے کہا: میں نماز نہیں پڑھتی (میں حیض سے ہوں۔) آپ نے فرمایا: ''بے شک وہ (حیض) تمھارے ہاتھ میں نہیں۔'' تو

◄◄ الحديث السابق من حديث حميد الطويل به، وهو في الكبرى، ح: ٢٦٣.

٢٧١ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها . . . الخ، ح: ٢٩٩ من حديث يحيى به.

فَقَالَتْ: إِنِّي لَا أُصَلِّي، قَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ فِي يَدِكِ». فَنَاوَلَتْهُ.

انھوں نے کپڑا پکڑا دیا۔

٢٧٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبِيدَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ ح: وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ» قَالَتْ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَتْ حَيْضَتُكِ فِي يَدِكِ».

۲۷۲- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''مجھے مسجد سے چٹائی پکڑا دو۔'' میں نے کہا: میں حالت حیض میں ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا حیض تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

فائدہ: حیض اور جنابت کی حالت میں کسی اشد ضرورت کے تحت مسجد میں داخل ہوا جا سکتا ہے' البتہ اس حالت میں مسجد میں ٹھہرنا درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''میں حائضہ عورت اور جنبی کے لیے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔'' (سنن أبي داود' الطهارة' حديث:٢٣٢)

٢٧٣- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

۲۷۳- (امام نسائی ؒ کہتے ہیں:) ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' انھوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے اعمش سے اسی سند کے ساتھ ایسی ہی روایت بیان کی۔

(المعجم ١٧٤) - بَابُ بَسْطِ الْحَائِضِ الْخُمْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٧٤)

باب:۱۷۴- حیض والی عورت مسجد میں چٹائی بچھا سکتی ہے

٢٧٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ

۲۷۴- حضرت میمونہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے

٢٧٢ـ أخرجه مسلم، ح:٢٩٨ (انظر الحديث السابق) من حديث الأعمش به.

٢٧٣ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح:٢٦٦ رواية إسحاق فقط، وأخرجه مسلم، ح:٢٩٨ من حديث أبي معاوية به.

٢٧٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد:٦/ ٣٣١ عن سفيان بن عيينة به، وصرح بالسماع، والحديث في الكبرٰى، ح:٢٦٧. * أم منبوذ لم أجد من وثقها.

سُفْيَانَ، عَنْ مَنْبُوذٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي حِجْرِ إِحْدَانَا فَيَتْلُو الْقُرْآنَ وَهِيَ حَائِضٌ، وَتَقُومُ إِحْدَانَا بِالْخُمْرَةِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَتَبْسُطُهَا وَهِيَ حَائِضٌ.

رسول ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی کی گود میں سر رکھتے اور قرآن مجید کی تلاوت فرماتے‘ حالانکہ وہ حیض سے ہوتی تھی۔ اسی طرح ہم میں سے کوئی چٹائی لے کر مسجد میں بچھا دیتی تھی‘ حالانکہ وہ حائضہ ہوتی تھی۔

فوائد و مسائل: ① حائضہ عورت کی گود میں قرآن مجید پڑھنے پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا‘ تاہم اس سے واضح ہوتا ہے کہ حائضہ کے لیے قرآن پڑھنے کی ناپسندیدگی کا احساس موجود تھا۔ ② لیٹ کر قرآن کریم کی تلاوت کرنا درست ہے۔ ③ یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے‘ تاہم دیگر شواہد کی بنا پر صحیح ہے‘ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے‘ جبکہ دیگر محققین کی تحقیق کی رو سے یہ روایت صحیح لغیرہ ہے اور یہی بات درست ہے۔ ملاحظہ ہو: (إرواء الغليل للألباني: ۲۱۳/۱‘ والموسوعة الحديثية مسند أحمد: ۲۹۲/۴۴) بنابریں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ حسب ضرورت مسجد میں داخل ہو سکتی ہے‘ البتہ اس میں ٹھہرنا درست نہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ والله أعلم.

(المعجم ١٧٥) - بَابٌ فِي الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ (التحفة ١٧٥)

باب: ۱۷۵- حائضہ بیوی کی گود میں سر رکھ کر قرآن مجید پڑھنا

٢٧٥- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ -: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَأْسُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حِجْرِ إِحْدَانَا وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ يَتْلُو الْقُرْآنَ.

۲۷۵- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک ہم (ازواج مطہرات) میں سے کسی ایک کی گود میں ہوتا تھا جب کہ وہ حیض کی حالت میں ہوتی تھی اور آپ قرآن مجید تلاوت فرماتے تھے۔

(المعجم ١٧٦) - بَابُ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا (التحفة ١٧٦)

باب: ۱۷۶- حیض والی عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے

٢٧٥ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب قراءة الرجل في حجر امرأته، وهي حائض، ح: ٢٩٧/ ٧٥٤٩ من حديث سفيان الثوري، ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها . . . الخ، ح: ٣٠١ من حديث منصور بن عبدالرحمٰن الحجبي عن أمه صفية بنت شيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٦٨.

٢٧٦- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُومِىءُ إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

٢٧٦- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر میرے قریب کر دیتے، میں اسے دھو دیتی، حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

فائدہ: چونکہ حیض والی عورت کے ہاتھ ظاہراً پلید نہیں ہوتے، لہٰذا سر دھونے میں کوئی حرج نہیں۔

٢٧٧- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، وَذَكَرَ آخَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُخْرِجُ إِلَيَّ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُجَاوِرٌ، فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

٢٧٧- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مبارک مسجد سے باہر میری طرف نکال دیتے اور میں اسے دھو دیتی تھی، حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

٢٧٨- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ.

٢٧٨- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے سر مبارک کو کنگھی کر دیا کرتی تھی، حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

٢٧٩- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ

٢٧٩- قتیبہ بن سعید نے امام مالک کی سند سے ایسی

٢٧٦ـ أخرجه البخاري، الاعتكاف، باب غسل المعتكف، ح: ٢٠٣١ من حديث سفيان الثوري، ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها ... الخ، ح: ٢٩٧ من حديث منصور به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٦٩.

٢٧٧ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله، ح: ٢٩٦، ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها ... الخ، ح: ٢٩٧/ ٨ من حديث عروة به.

٢٧٨ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله، ح: ٢٩٥، وانظر، ح: ٥٩٢٥ من حديث مالك، ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها ... الخ، ح: ٢٩٧/ ٩، من حديث هشام به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٦٠، والكبرٰى، ح: ٢٧٠.

٢٧٩ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب ترجيل الحائض زوجها، ح: ٥٩٢٥ من حديث مالك به، وهو في الكبرٰى، ◄◄

ح: وَأَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، مِثْلَ ذٰلِكَ.

ہی حدیث بیان کی ہے مگر اس حدیث میں مالک کے استاذ ہشام بن عروہ کے بجائے زہری ہیں۔ اس روایت میں قتیبہ کے ساتھ علی بن شعیب بھی ان کی موافقت کرتے ہیں۔

(المعجم ١٧٧) - بَابُ مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَالشُّرْبِ مِنْ سُؤْرِهَا (التحفة ١٧٧)

باب: ١٧٧- حیض والی عورت کے ساتھ کھانا پینا اور اس کا جوٹھا پینا

٢٨٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ - وَهُوَ ابْنُ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيءٍ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ شُرَيْحٍ، عَنْ عَائِشَةَ: سَأَلْتُهَا: هَلْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ زَوْجِهَا وَهِيَ طَامِثٌ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْعُونِي فَآكُلُ مَعَهُ وَأَنَا عَارِكٌ، وَكَانَ يَأْخُذُ الْعَرْقَ فَيُقْسِمُ عَلَيَّ فِيهِ فَأَعْتَرِقُ مِنْهُ ثُمَّ أَضَعُهُ فَيَأْخُذُهُ فَيَعْتَرِقُ مِنْهُ وَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ وَضَعْتُ فَمِي مِنَ الْعَرْقِ، وَيَدْعُو بِالشَّرَابِ فَيُقْسِمُ عَلَيَّ فِيهِ قَبْلَ أَنْ يَشْرَبَ مِنْهُ فَآخُذُهُ فَأَشْرَبُ مِنْهُ ثُمَّ أَضَعُهُ فَيَأْخُذُهُ فَيَشْرَبُ مِنْهُ وَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ وَضَعْتُ فَمِي مِنَ الْقَدَحِ.

٢٨٠- حضرت شریح سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا: کیا عورت حیض کی حالت میں اپنے خاوند کے ساتھ کھا پی سکتی ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ مجھے بلاتے تھے تو میں آپ کے ساتھ کھانا کھاتی جب کہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ آپ گوشت والی ہڈی پکڑتے اور مجھے قسم دیتے کہ میں پہلے شروع کروں۔ میں اس سے کچھ گوشت نوچتی، پھر میں ہڈی رکھ دیتی، پھر آپ اسے پکڑتے اور اس سے نوچنا شروع فرما دیتے۔ اپنا دہن مبارک اسی جگہ رکھتے جہاں میں نے منہ رکھا ہوتا تھا۔ اسی طرح آپ پانی منگواتے اور پینے سے پہلے مجھے قسم دیتے کہ میں شروع کروں۔ میں پانی پکڑتی اور کچھ پانی پیتی، پھر رکھ دیتی تو آپ پکڑتے اور پینا شروع فرما دیتے۔ اور اپنا دہن مبارک پیالے کی اسی جگہ رکھتے جہاں میں نے اپنا منہ رکھا ہوتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① [حَائِضٌ، طَامِثٌ اور عَارِكٌ] ہم معنی لفظ ہیں اور ان سے مراد وہ عورت ہے جسے ماہواری خون آ رہا ہو۔ ② کھانا کھاتے وقت یا پانی پیتے وقت کھانے اور پانی کو ہاتھ اور منہ لگتے ہیں۔ یہ سب

ح: ٢٧١.

٢٨٠- [صحيح] تقدم، ح: ٧٠، وهو في الكبرٰى، ح: ٢

چیزیں حائض اور جنبی کی بھی پاک ہوتی ہیں لہٰذا ان کے ساتھ کھانے پینے یا ان کے چھوڑے ہوئے سے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔ ③ نبیٔ اکرم ﷺ کا اصرار کے ساتھ حضرت عائشہ ؓ کو پہلے کھانے کے لیے کہنا اور پھر ان کے منہ والی جگہ پر اپنا دہن مبارک رکھ کر کھانا پینا' جس طرح میاں بیوی کے مثالی تعلقات اور پیار محبت کی انتہا پر دلالت کرتا ہے' اسی طرح یہ حضرت عائشہ ؓ کی فضیلت اور نبیٔ اکرم ﷺ کی آپ سے بہت زیادہ محبت پر بھی دلالت کرتا ہے۔ عرب معاشرے بالخصوص یہود میں عورت کو کم درجے کی مخلوق سمجھ کر اس کی تذلیل کی جاتی تھی، خصوصاً حیض کے ایام میں تو اسے اچھوت (پلید) سمجھا جاتا تھا اور معاشرے سے الگ تھلگ کر دیا جاتا تھا جس سے عورتیں احساس کمتری کا شکار ہو جاتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے یہ سلوک کر کے کفار کے اس رویے کو ختم فرمایا۔ ④ ایسے کاموں میں آدمی اپنی بیوی پر قسم ڈال سکتا ہے۔

٢٨١- أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَزَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَضَعُ فَاهُ عَلَى الْمَوْضِعِ الَّذِي أَشْرَبُ مِنْهُ فَيَشْرَبُ مِنْ فَضْلِ سُؤْرِي وَأَنَا حَائِضٌ.

٢٨١- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنا منہ مبارک اس جگہ رکھتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا' پھر مجھ سے بچا ہوا پانی نوش فرماتے' حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

(المعجم ١٧٨) - بَابُ الْانْتِفَاعِ بِفَضْلِ الْحَائِضِ (التحفة ١٧٨)

باب:١٧٨- حائضہ عورت کے جوٹھے سے فائدہ اٹھانا

٢٨٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُنَاوِلُنِي الْإِنَاءَ فَأَشْرَبُ مِنْهُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُعْطِيهِ

٢٨٢- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے برتن پکڑاتے' چنانچہ میں اس سے پیتی' حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی' پھر میں برتن آپ کو دے دیتی تو آپ قصداً میرے منہ والی جگہ پر منہ مبارک رکھتے۔

٢٨١ـ[صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٣.

٢٨٢ـ[صحيح] انظر الحديثين السابقين، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٤.

فَيَتَحَرَّى مَوْضِعَ فَمِي فَيَضَعُهُ عَلٰى فِيهِ.

٢٨٣- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ وَسُفْيَانُ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ، وَأُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ، وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَأُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ.

۲۸۳- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں حیض کی حالت میں پانی پیتی، پھر میں برتن نبی ﷺ کو پکڑا دیتی۔ آپ میرے منہ والی جگہ پر اپنا منہ مبارک رکھ کر نوش فرماتے۔ میں ہڈی سے گوشت نوچتی جب کہ میں حیض سے ہوتی تھی اور میں وہ ہڈی آپ کو پکڑا دیتی تو آپ میرے منہ والی جگہ پر اپنا منہ مبارک رکھتے۔

(المعجم ١٧٩) - بَابُ مُضَاجَعَةِ الْحَائِضِ (التحفة ١٧٩)

باب: ۱۷۹- حالت حیض میں بیوی کے ساتھ لیٹنا

٢٨٤- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ ح: وَأَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا، قَالَتْ: بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعَةٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ

۲۸۴- حضرت ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض شروع ہو گیا، چنانچہ میں آہستگی سے اٹھی اور اپنے حیض والے کپڑے پہن لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھیں حیض شروع ہو گیا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے مجھے بلایا اور میں آپ کے ساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی۔

٢٨٣ـ **[صحيح]** انظر الحديث السابق والذين قبله، وهو في الكبرٰى، ح: ٦١.

٢٨٤ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب الاضطجاع مع الحائض في لحاف واحد، ح: ٢٩٦ من حديث معاذ بن هشام، والبخاري، الحيض، باب من سمى النفاس حيضًا، ح: ٢٩٨ من حديث هشام الدستوائي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٧.

ﷺ: «أَنَفِسْتِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ.

فوائد ومسائل: ① حیض کے کپڑوں سے مراد لنگوٹی وغیرہ بھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے' انھوں نے حیض کے لیے مکمل لباس الگ رکھا ہوا ہو اور یہ بہتر ہے۔ ② حیض کی حالت میں اگر مرد کے کپڑوں یا جسم کو حیض کا خون لگنے کا احتمال نہ ہو تو اس حالت میں بیوی کے ساتھ لیٹا جا سکتا ہے۔ اس سے بوس وکنار بھی جائز ہے۔ صرف جماع حرام ہے۔

٢٨٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ صُبْحٍ قَالَ: سَمِعْتُ خِلَاسًا يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ نَبِيتُ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ وَأَنَا طَامِثٌ أَوْ حَائِضٌ، فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ وَصَلَّى فِيهِ، ثُمَّ يَعُودُ فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَمْ يَعْدُهُ وَصَلَّى فِيهِ.

۲۸۵- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی چادر میں رات گزارتے تھے' حالانکہ میں حیض سے ہوتی تھی' چنانچہ اگر آپ کو مجھ سے کچھ (خون) لگ جاتا تو آپ صرف اتنی جگہ دھو لیتے' زائد نہ دھوتے اور اس کپڑے میں نماز پڑھتے' پھر (دوبارہ میرے ساتھ) لیٹ جاتے' چنانچہ اگر کچھ (خون) مجھ سے آپ کے کپڑوں کو لگ جاتا تو اسی طرح کرتے' (صرف اتنی جگہ دھوتے) اس سے زائد نہ دھوتے اور اس کپڑے میں نماز پڑھ لیتے۔

فوائد ومسائل: ① کپڑوں پر جتنی جگہ نجاست لگی ہو' صرف اتنی جگہ دھونا کافی ہے۔ سارا کپڑا دھونے کی ضرورت نہیں اور اس قسم کے کپڑے میں بلا تردد نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ② دوبارہ لیٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تھے۔ وقفے کے بعد پھر لیٹ جاتے ہوں گے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ١٨٠) - بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ (التحفة ١٨٠)

باب:۱۸۰- حائضہ عورت (بیوی) کے ساتھ ننگے جسم لیٹنا

٢٨٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

۲۸۶- حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے

٢٨٥_ **[إسناده حسن]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الرجل يصيب منها ما دون الجماع، ح: ٢٦٩/ ٢١٦٦ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٦.

٢٨٦_ **[إسناده صحيح]** أخرجه أحمد: ٦/ ١١٣، ١٨٢ من حديث أبي إسحاق به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٨، رواه شعبة عن أبي إسحاق به، وانظر الحديث الآتي.

الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَنْ تَشُدَّ إِزَارَهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا.

رسول ﷺ ہم (ازواج مطہرات) میں سے کسی کو جب وہ حائضہ ہوتی، حکم دیتے تھے کہ وہ اپنا ازار باندھ لے پھر آپ اس کے ساتھ لیٹ جاتے تھے۔

فائدہ: حائضہ عورت کا جسم ظاہراً پلید نہیں ہوتا، لہٰذا اگر اس کے ننگے جسم کے ساتھ خاوند کا ننگا جسم لگ جائے تو کوئی حرج نہیں، البتہ ناف سے گھٹنوں تک یا کم از کم شرم گاہ وغیرہ پر کپڑا ہونا ضروری ہے تا کہ خون کے ساتھ ساتھ جماع سے بھی بچا جا سکے۔

٢٨٧- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا حَاضَتْ أَمَرَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تَتَّزِرَ ثُمَّ يُبَاشِرُهَا.

٢٨٧-حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ہم (ازواج مطہرات) میں سے کسی کو حیض شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے حکم دیتے تھے کہ وہ ازار باندھ لے، پھر آپ اس کے ساتھ لیٹ جاتے تھے۔

٢٨٨- أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ وَاللَّيْثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَبِيبٍ مَوْلَى عُرْوَةَ عَنْ بُدَيَّةَ - وَكَانَ اللَّيْثُ يَقُولُ: نَدَبَةَ - مَوْلَاةِ مَيْمُونَةَ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُبَاشِرُ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَائِهِ وَهِيَ حَائِضٌ إِذَا كَانَ عَلَيْهَا إِزَارٌ يَبْلُغُ أَنْصَافَ الْفَخِذَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ - فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ -: مُحْتَجِزَةً بِهِ.

٢٨٨- ام المومنین حضرت میمونہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی عورتوں میں سے کسی کے ساتھ لیٹ جایا کرتے تھے جب کہ وہ حیض سے ہوتی تھی، بشرطیکہ اس نے کمر پر ایسا ازار باندھ رکھا ہوتا جو نصف رانوں یا گھٹنوں تک پہنچتا۔

لیث کی حدیث میں ہے: وہ ازار باندھے ہوتی۔

٢٨٧ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب مباشرة الحائض فوق الإزار، ح: ٢٩٣ عن إسحاق بن إبراهيم، والبخاري، الحيض، باب مباشرة الحائض، ح: ٣٠٠ من حديث منصور به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٩.

٢٨٨ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الرجل يصيب منها ما دون الجماع، ح: ٢٦٧ من حديث الليث به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٨٠، وصححه ابن حبان. * والزهري صرح بالسماع عند البيهقي: ١/ ٣١٣، وللحديث شواهد كثيرة.

(المعجم ١٨١) - **بَابُ تَأْوِيلِ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ﴾ [البقرة: ٢٢٢]** (التحفة ١٨١)

٢٨٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتِ الْيَهُودُ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ مِنْهُمْ لَمْ يُؤَاكِلُوهُنَّ، وَلَمْ يُشَارِبُوهُنَّ، وَلَمْ يُجَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، فَسَأَلُوا نَبِيَّ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى﴾ اَلْآيَةَ [البقرة: ٢٢٢]. فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُؤَاكِلُوهُنَّ وَيُشَارِبُوهُنَّ وَيُجَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ وَأَنْ يَصْنَعُوا بِهِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مَا خَلَا الْجِمَاعَ، فَقَالَتِ الْيَهُودُ: مَا يَدَعُ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا، فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَأَخْبَرَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَقَالَا: أَنُجَامِعُهُنَّ فِي الْحَيْضِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَمَعُّرًا شَدِيدًا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ غَضِبَ عَلَيْهِمَا، فَقَامَا فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ هَدِيَّةُ لَبَنٍ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمَا فَرَدَّهُمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا أَنَّهُ لَمْ يَغْضَبْ عَلَيْهِمَا.

باب:١٨١-اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''یہ لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔'' کی تفسیر

۲۸۹-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی قوم میں جب کسی عورت کو حیض شروع ہوتا تو وہ اس کے ساتھ مل جل کر کھاتے نہ پیتے تھے اور نہ گھر میں اس کے ساتھ رہتے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى......﴾ ''یہ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں' آپ فرما دیجیے: وہ گندی چیز ہے......'' تو اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ مل جل کر کھائیں پئیں اور گھروں میں ان کے ساتھ رہیں اور ان کے ساتھ ہر قسم کی محبت پیار کریں' سوائے جماع کے (کہ وہ حرام ہے۔) یہودی کہنے لگے: یہ رسول ہماری ہر چیز میں مخالفت کرتا ہے تو اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو یہودیوں کی اس بات کی خبر دی' پھر کہنے لگے: کیا ہم حیض کی حالت میں ان کے ساتھ جماع بھی نہ کر لیا کریں؟ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سختی سے بدل گیا حتی کہ ہم نے سمجھا' آپ ان پر ناراض ہو گئے ہیں' چنانچہ وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ کا تحفہ آ گیا تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا اور انھیں واپس بلوایا

٢٨٩ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها وترجيله . . . الخ، ح: ٣٠٢ من حديث حماد بن سلمة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٨١.

اور انھیں دودھ پلایا تو وہ سمجھ گئے کہ آپ ہم پر ناراض نہیں ہیں۔

فوائد ومسائل: ① حائضہ عورت کے ساتھ یہودیوں کا سلوک انتہائی توہین آمیز تھا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ وہ حیض کی حالت میں عورت کو اچھوت بنا دیتے تھے حتی کہ اس کی رہائش بھی الگ ہو جاتی تھی، جب کہ عیسائی حیض اور غیر حیض میں کوئی فرق نہ کرتے تھے، وہ حیض کی حالت میں جماع تک کر لیتے تھے۔ اسلام نے، جو دین اعتدال ہے، میانہ روی اختیار کی کہ انھیں اچھوت بنایا نہ جماع کی اجازت دی اور یہی حق ہے۔ ② قرآن مجید نے حائضہ سے جماع کے منع کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حیض کا خون نجس ہے اور نجاست میں لتھڑنا فطرت کے خلاف ہے، لہٰذا حیض ختم ہونے بلکہ ان کے غسل کرنے تک جماع حرام ہے۔ جب عورت بالکل پاک ہو جائے تو پھر جماع حلال ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کی ''دبر'' استعمال کرنا بھی حرام ہے کیونکہ وہ تو ہر وقت نجاست سے آلودہ رہتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک دوسری حدیث میں صراحتاً بھی اس کی حرمت آئی ہے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي، الطهارة، حديث:١٣٥) ③ رسول اللہ ﷺ کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ کسی قوم کی مخالفت کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ناجائز کام کرنے لگ جائیں۔ یہ تو ضد اور تعصب کا مظاہرہ ہوگا۔ یہود کی مخالفت بھی صرف ان کاموں میں ہے جو انھوں نے اپنی طرف سے دین میں شامل کیے ہیں اور جن میں وہ راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں۔ ہاں! بعض احکام میں نبی ﷺ نے ان کی مخالفت کا بھی حکم دیا ہے، جس سے مقصود ان سے امتیاز تھا۔ ④ چونکہ آپ کی ناراضی صرف ایک غلط رویے کے خلاف تھی نہ کہ ان صحابہ پر، لہٰذا آپ نے انھیں واپس بلا کر دودھ پلایا۔

(المعجم ١٨٢) - **بَابُ مَا يَجِبُ عَلٰى مَنْ أَتٰى حَلِيلَتَهُ فِي حَالِ حَيْضَتِهَا بَعْدَ عِلْمِهِ بِنَهْيِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ وَطْئِهَا** (التحفة ١٨٢)

باب: ۱۸۲- جو آدمی باوجود جاننے کے کہ اللہ تعالیٰ نے حیض کی حالت میں جماع سے روکا ہے، اپنی بیوی سے اس حال میں جماع کرے تو اس پر کیا تاوان آئے گا؟

۲۹۰- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ

۲۹۰- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے اس شخص کے بارے میں روایت کرتے ہیں جو اپنی بیوی سے

٢٩٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في إتيان الحائض، ح: ٢٦٤/٢١٦٨، وابن ماجه، الطهارة، باب في كفارة من أتى حائضًا، ح: ٦٤٠ من حديث يحيى بن سعيد القطان به، وهو في الكبرى، ح: ٢٨٢، وصححه الحاكم: ١/ ١٧١، ١٧٢، والذهبي وغيرهما.

عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: فِي الرَّجُلِ يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ: «يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ بِنِصْفِ دِينَارٍ».

حیض کی حالت میں جماع کرتا ہے کہ وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔

فوائد ومسائل: ① حیض کی حالت میں جماع کئی خرابیوں کا سبب بن سکتا ہے کیونکہ جب مرد پلید خون سے آلودہ ہوگا تو وہ نقصان دینے والے جراثیم سے محفوظ نہیں رہ سکے گا' اس لیے اس حالت میں جماع سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کوئی خلاف ورزی کرے تو اسے مالی تاوان بھی ڈالا گیا ہے کیونکہ آپ کے دور میں لوگ غریب تھے۔ مالی تاوان ان کے لیے برداشت کرنا مشکل تھا' لہٰذا روکنے کے لیے یہ طریقہ کارگر سمجھا گیا۔ ② ''دینار یا نصف دینار۔'' اس کی بابت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے صراحت فرمائی ہے کہ دینار اس وقت جب وہ ابتدائے حیض میں جماع کرے اور نصف دینار اس وقت جب وہ حیض کے آخری دنوں میں جماع کرے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود' الطهارة' حديث: ٢٦٥) ممکن ہے' پہلے دنوں کا خون گاڑھا ہونے کی وجہ سے زیادہ نقصان دہ ہو اور آخری دنوں کا کم' اس لیے تاوان میں فرق کیا گیا ہے۔

(المعجم ١٨٣) - بَابُ مَا تَفْعَلُ الْمُحْرِمَةُ إِذَا حَاضَتْ (التحفة ١٨٣)

باب: ۱۸۳- عورت کو احرام کی حالت میں حیض آنے لگے تو کیا کرے؟

٢٩١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا نُرٰى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا كَانَ بِسَرِفَ حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: «مَا لَكِ أَنَفِسْتِ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ فَاقْضِي

۲۹۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نکلے۔ ہمارا ارادہ حج ہی کا تھا۔ جب آپ مقام سرف پر تھے کہ مجھے حیض شروع ہوگیا۔ اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''تمھیں کیا ہوا؟ کیا تمھیں حیض شروع ہوگیا ہے؟'' میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے' لہٰذا جو کچھ حاجی کریں' وہی تم بھی کرو' صرف بیت اللہ کا طواف

٢٩١ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن، ح: ٢٩٤، ومسلم، الحج، باب بيان وجوه الإحرام . . . الخ، ح: ١٢١١/ ١١٩ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٨٣.

مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ»، وَضَحَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ.

نہ کرنا۔" اللہ کے رسول ﷺ نے (اس حج میں) اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔

فوائد و مسائل: ① چونکہ حیض کی حالت میں عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا منع ہے اور طواف مسجد میں ہوتا ہے لہٰذا طواف سے روکا گیا ہے۔ سعی بھی طواف کے تابع ہے وہ بھی منع ہے۔ ② آپ کا اپنی عورتوں کی طرف سے گائے ذبح کرنا نفل ہوگا کیونکہ حج اِفراد کرنے والے پر قربانی فرض نہیں۔ ممکن ہے بعض نے حج کے ساتھ عمرہ بھی کیا ہو۔

(المعجم ١٨٤) - بَابُ مَا تَفْعَلُ النُّفَسَاءُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ (التحفة ١٨٤)

باب: ۱۸۴-نفاس والی عورت احرام کے وقت کیا کرے؟

٢٩٢- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالُوا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ فَحَدَّثَنَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَخَرَجْنَا مَعَهُ، حَتَّى إِذَا أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: «اِغْتَسِلِي وَاسْتَثْفِرِي ثُمَّ أَهِلِّي».

۲۹۲-محمد (بن علی المعروف امام باقر رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان سے نبیٔ اکرم ﷺ کے حج کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ (حج کے لیے) نکلے تو ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی تھے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ نکلے حتی کہ آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ میں کیسے کروں؟ آپ نے فرمایا: "غسل کر کے لنگوٹ باندھ لو، پھر لبیک کہنا شروع کر دو۔"

فوائد و مسائل: ① نفاس سے مراد وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش کے بعد عورت کو آتا ہے۔ اس دوران میں بھی عورت کے لیے نماز، روزہ، قرآن اور جماع ممنوع ہے۔ خون کے اختتام پر غسل کرنے کے بعد مذکورہ چیزیں

٢٩٢ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرى، ح: ٢٨٤، وأصله في صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، ح: ١٢١٨ من حديث جعفر بن محمد به مطولاً.

حلال ہوتی ہیں۔ ② احرام کے مسئلے میں نفاس والی عورت باقی عورتوں کے برابر ہے، وہ لبیک بھی کہے گی اور حج کے تمام ارکان بھی ادا کرے گی مگر طواف اور سعی نہیں کرے گی کیونکہ اس کا حکم حیض والی عورت کی طرح ہے۔

(المعجم ١٨٥) - بَابُ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ (التحفة ١٨٥)

باب:١٨٥-حیض کا خون کپڑے کو لگ جائے تو......؟

٢٩٣- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْمِقْدَامِ ثَابِتٌ الْحَدَّادُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ؟ قَالَ: «حُكِّيهِ بِضِلَعٍ وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ».

۲۹۳-حضرت ام قیس بنت محصن سے روایت ہے، انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے حیض کے خون کے بارے میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اس کو کسی لکڑی (یا ہڈی وغیرہ) سے کھرچ دو، پھر اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے دھو دو۔“

فوائد ومسائل: ① حیض کا خون کپڑے کو لگ جائے تو صفائی ضروری ہے کیونکہ وہ پلید ہوتا ہے۔ یہ گاڑھا بھی ہوتا ہے، لہٰذا اسے پہلے کسی تیز چیز سے کھرچ لیا جائے، پھر پانی سے مل کر دھو دیا جائے، یہاں تک کہ خون کا کوئی جزو باقی نہ رہے۔ نشان رہ جائے تو کوئی بات نہیں۔ ② پانی کے ساتھ بیری کے پتوں کا ذکر مزید صفائی کے لیے ہے ورنہ پانی ہی کافی ہے۔ آج کل صابن لگا لیا جائے تاکہ نشان بھی مٹ جائے یا کم ہو جائے۔

٢٩٤- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَتْ تَكُونُ فِي حِجْرِهَا: أَنَّ امْرَأَةً اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ دَمِ

۲۹۴-حضرت اسماء بنت ابوبکر ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے اللہ کے رسول ﷺ سے حیض کے خون کے بارے میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے تو آپ نے فرمایا: ”اسے کھرچ دو، پھر پانی کے ساتھ (ناخنوں سے) مل دو، پھر دھو کر نماز پڑھ لو۔“

٢٩٣- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المرأة تغسل ثوبها الذي تلبسه في حيضها، ح: ٣٦٣، وابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في دم الحيض يصيب الثوب، ح: ٦٢٨ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٨٦، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٧٧، وابن حبان، ح: ٢٣٥.

٢٩٤- أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، ح: ٢٢٧، ومسلم، الطهارة، باب نجاسة الدم وكيفية غسله، ح: ٢٩١ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٨٥.

الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ؟ فَقَالَ: «حُتِّيهِ ثُمَّ اقْرُصِيهِ بِالْمَاءِ ثُمَّ انْضَحِيهِ وَصَلِّي فِيهِ».

فائدہ: ناخنوں سے ملنا اور پانی ڈالنا اچھی طرح صفائی کر دیتا ہے۔ بعد میں پانی بہا کر نچوڑ لیا جائے۔ بعض حضرات نے [اِنْضَحِي] کے معنی باقی کپڑے پر چھینٹے مارنا کیے ہیں' مگر یہ معنی بلاتکلف سمجھ میں نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ کا کلام بلاتکلف ہوتا تھا۔ بالفرض اگر یہ معنی ہوں تو مراد مشکوک جگہ ہوگی اور مشکوک جگہ' خواہ مذی کی وجہ سے ہو'اس پر چھینٹے مارے جاتے ہیں' البتہ اگر کسی جگہ کے پلید ہونے کا یقین ہو تو لازماً دھونا ہوگا اور اگر باقی کپڑے کے پاک ہونے کا یقین ہے تو چھینٹے مارنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(المعجم ١٨٦) - **بَابُ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ** (التحفة ١٨٦)

باب:١٨٦- کپڑے کو منی لگ جائے تو؟

٢٩٥- أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ [حُدَيْجٍ] عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ: أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِي الثَّوْبِ الَّذِي كَانَ يُجَامِعُ فِيهِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ إِذَا لَمْ يَرَ فِيهِ أَذًى.

٢٩٥- حضرت معاویہ بن ابوسفیان ؓ نے نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ ام حبیبہ ؓ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں جماع کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! جب اس میں کوئی آلودگی نہ دیکھتے۔

فائدہ: آلودگی سے مراد منی یا خون وغیرہ کا لگنا ہے' اگر ایسا ہو تو متعلقہ حصے کا دھو لینا کافی ہے ورنہ ویسے ہی اس کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ آلودگی نہ لگنے کی وجہ سے وہ پاک ہے۔

(المعجم ١٨٧) - **بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ مِنَ الثَّوْبِ** (التحفة ١٨٧)

باب:١٨٧- کپڑے سے منی دھونا

٢٩٦- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ:

٢٩٦- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ

٢٩٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الصلاة في الثوب الذي يصيب أهله فيه، ح:٣٦٦ عن عيسى بن حماد به، وابن ماجه، ح:٥٤٠ من حديث الليث بن سعد به، وهو في الكبرى، ح:٢٨٧، وللحديث طرق عند ابن خزيمة، وابن حبان وغيرهما.

٢٩٦ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل المني وفركه وغسل ما يصيب من المرأة، ح:٢٢٩، ومسلم،

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَ إِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ لَفِي ثَوْبِهِ.

ﷺ کے کپڑے سے جنابت (منی) کو دھو دیتی تھی' پھر آپ نماز کے لیے تشریف لے جاتے جب کہ پانی کے نشانات آپ کے کپڑے میں نظر آتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① جنابت سے سبب جنابت' یعنی منی مراد ہے۔ منی کو کپڑے سے دھونے سے معلوم ہوتا ہے کہ منی پلید ہے اور یہ جمہور اہل علم کا موقف ہے۔ ان کے بقول مخرج کے لحاظ سے بھی یہ بات زیادہ قوی ہے۔ سابقہ حدیث میں لفظ أَذًى بھی مؤید ہے کیونکہ یہ لفظ قرآن مجید میں حیض کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور حیض بالاتفاق پلید ہے' جب کہ بعض حضرات جن کے سرخیل حضرت ابن عباس ؓ ہیں' منی کو پاک سمجھتے ہیں۔ باقی رہا دھونا تو یہ نجاست کی دلیل نہیں' بلکہ نظافت کے لیے بھی دھویا جا سکتا ہے' جیسے ناک کی غلاظت یا بلغم وغیرہ کپڑے کو لگ جائے' تب بھی کپڑا دھویا جاتا ہے' خصوصاً جب کہ کئی دفعہ حضرت عائشہ ؓ نے صرف کپڑا ملنے اور رگڑنے کو کافی سمجھا ہے۔ ویسے بھی منی انبیاء وصلحاء کا مبدا ہے۔ یہ بدبو سے بھی پاک ہے' اس لیے اس مسلک کے حاملین کے نزدیک اسے دوسری پلید چیزوں کے برابر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ② سارا کپڑا دھونا ضروری نہیں۔ صرف آلودگی والی جگہ دھو لی جائے۔ ③ جس کپڑے سے منی دھوئی جائے' اس کے خشک ہونے سے پہلے نماز کے لیے مسجد میں جایا جا سکتا ہے۔

(المعجم ١٨٨) - بَابُ فَرْكِ الْمَنِيِّ مِنَ الثَّوْبِ (التحفة ١٨٨)

باب: ۱۸۸- منی کو کپڑے سے کھرچ کر صاف کرنا

٢٩٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَفْرُكُ الْجَنَابَةَ - وَقَالَتْ مَرَّةً أُخْرَى: الْمَنِيَّ - مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

۲۹۷- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے کپڑے سے جنابت کو کھرچ دیتی تھی۔ اور ایک بار فرمایا: منی کو کھرچ دیتی تھی۔

◀◀ الطهارة، باب حكم المني، ح: ٢٨٩ من حديث عبدالله بن المبارك به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٨٨.

٢٩٧_ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٦٧، ٢٨٠ من حديث حماد بن زيد عن أبي هاشم الرماني به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٨٩.

فائدہ: گویا منی کوئی بول و براز جیسی چیز نہیں ہے کہ اس کا ذرہ ذرہ کپڑے سے نکلنا چاہیے بلکہ کپڑے کو آپس میں رگڑ دیا جائے یا اسے کھرچ دیا جائے، جو گر جائے، گر جائے اور جو کپڑے کے ریشوں میں رہ جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس حدیث سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے موافقین کے موقف کی تائید ہوتی ہے، یعنی جو منی کی طہارت کے قائل ہیں۔

٢٩٨- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: الْحَكَمُ أَخْبَرَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَزِيدُ عَلَى أَنْ أَفْرُكَهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

٢٩٨- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے کپڑے سے منی کو رگڑ دیا کرتی تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتی تھی۔

٢٩٩- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

٢٩٩- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے کپڑے سے منی کھرچ دیا کرتی تھی۔

٣٠٠- أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ عَائِشَةَ [قَالَتْ]: كُنْتُ أَرَاهُ فِي ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَحُكُّهُ.

٣٠٠- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے میں منی دیکھتی تو اسے کھرچ دیتی۔

٣٠١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ

٣٠١- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے کپڑے سے منی کھرچ دیا کرتی تھی۔

٢٩٨- أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم المني، ح: ٢٨٨/ ١٠٦ من حديث إبراهيم النخعي، وأحمد: ٦/ ١٢٥ عن بهز بن أسد به.

٢٩٩- أخرجه مسلم، ح: ٢٨٨/ ١٠٧ب من حديث سفيان بن عيينة به، انظر الحديث السابق.

٣٠٠- [صحيح] انظر الحديثين السابقين، وهو في الكبرى، ح: ٢٩٠ وزاد: "المني".

٣٠١- أخرجه مسلم، ح: ٢٨٨/ ١٠٧ عن قتيبة به، انظر، ح: ٢٩٨.

عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْرُكُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

٣٠٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَامِلٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَجِدُهُ فِي ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَحُتُّهُ عَنْهُ.

٣٠٢- حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے کپڑے میں منی دیکھتی تو اسے اس سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

(المعجم ١٨٩) - بَابُ بَوْلِ الصَّبِيِّ الَّذِي لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ (التحفة ١٨٩)

باب:١٨٩-اس بچے کا پیشاب جس نے ابھی کھانا کھانا شروع نہیں کیا

٣٠٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ: أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حِجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

٣٠٣- حضرت ام قیس بنت محصن ؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے ایک چھوٹے بچے کو جس نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا تھا' رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اسے کپڑے پر چھڑک دیا اور اسے دھویا نہیں۔

فوائد ومسائل: ① چھوٹا بچہ جس نے ابھی کھانا شروع نہ کیا ہو'اس کے پیشاب کی صفائی میں رعایت دی گئی ہے کہ اس پر پانی چھڑک دیا جائے۔ باقاعدہ نچوڑ کر دھونا ضروری نہیں' مگر یہ رعایت صرف لڑکے کے لیے ہے' لڑکی کے لیے نہیں' مگر بعض فقہاء نے اس تفریق کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ دونوں صورتوں میں دھونے ہی کے قائل ہیں لیکن صحیح حدیث کو رائے سے رد کر دینا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ شریعت نے اس کے علاوہ اور کئی جگہوں پر اس قسم کا فرق روا رکھا ہے' مثلاً: جو شخص اونٹ کا گوشت کھائے' وہ نماز کے لیے وضو کرے گا اور دوسرے حلال

٣٠٢ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم المني، ح:٢٨٨/ ١٠٧ من حديث هشيم به.

٣٠٣ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب بول الصبيان، ح:٢٢٣ من حديث مالك، ومسلم، الطهارة، باب حكم بول الطفل الرضيع وكيفية غسله، ح:٢٨٧ من حديث ابن شهاب الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح:٢٩١، والموطأ(يحيى): ١/ ٦٤.

جانوروں کا گوشت کھانے سے نماز کے لیے وضو کا حکم نہیں ہے اگر وہ پہلے سے باوضو ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الحیض، حدیث:٣٦٠) اگر لڑکے اور لڑکی میں فرق کر دیا تو اسے خوش دلی سے قبول کرنا چاہیے۔ کسی بھی شرعی حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اہل ایمان کا شیوہ ہے۔ اسے اپنی رائے یا قیاس، اپنی پسند یا ناپسند کی سان پر نہیں چڑھانا چاہیے ورنہ شریعت کا حکم تو باقی رہے گا اور سان ٹوٹ جائے گی۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لڑکی اور لڑکے کے درمیان فرق کی یہ توجیہ کی ہے کہ بچے کو لوگ زیادہ اٹھاتے ہیں۔ ظاہر ہے اس کے پیشاب میں زیادہ لوگ مبتلا ہوں گے اور جو چیز جتنی عام ہو، اتنی اس میں تخفیف کی جانی چاہیے، بخلاف بچی کے کہ اسے کم ہی اٹھاتے ہیں، خصوصاً جب وہ اتنی چھوٹی ہو۔ ② [فَنَضَحَهُ] ''آپ ﷺ نے اس (پیشاب) پر پانی چھڑکا۔'' یہاں [نَضَح] سے مراد پانی چھڑکنا اور چھینٹے مارنا ہے، پانی بہانا یا دھونا مراد نہیں ہے جیسا کہ [وَلَمْ يَغْسِلْهُ] ''اور اسے دھویا نہیں'' سے اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ صحیح احادیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے: ''لڑکی کا پیشاب دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں، جب تک ان کی خوراک صرف دودھ ہو۔'' ہاں! جب لڑکا دودھ کے ساتھ ساتھ کوئی اور خوراک، مثلاً: دلیہ، روٹی یا دہی اور چاول وغیرہ کھانا شروع کر دے تو پھر اس کا پیشاب بھی دھویا جائے گا۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الطهارة، أحاديث:٣٧٦-٣٧٩) ③ بچوں کے ساتھ پیار و محبت کرنی چاہیے۔ اگر ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو پھر بھی ان سے نرمی اور شفقت سے پیش آنا چاہیے۔ ④ نیک لوگوں کے پاس دعا کے لیے جانا چاہیے۔ واللہ أعلم۔

٣٠٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ إِيَّاهُ.

٣٠٤- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا۔ اس نے آپ پر پیشاب کر دیا، چنانچہ آپ نے پانی منگوایا اور پیشاب پر اسے چھڑک دیا۔

(المعجم ١٩٠) - بَابُ بَوْلِ الْجَارِيَةِ (التحفة ١٩٠)

باب:١٩٠- لڑکی کا پیشاب

٣٠٥- أَخْبَرَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى قَالَ:

٣٠٥- حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں

٣٠٤ـ أخرجه البخاري، ح:٢٢٢، انظر الحديث السابق، من حديث مالك، ومسلم، ح:٢٨٦، انظر الحديث السابق من حديث هشام به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٦٤، والكبرٰى، ح:٢٩٢.

٣٠٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، ح:٣٧٦، وابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في بول الصبي الذي لم يطعم، ح:٥٢٦ عن مجاهد بن موسى به، وهو في الكبرٰى، ح:٢٩٣، وصححه ابن خزيمة، ح:٢٨٣، والحاكم، والذهبي.

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو السَّمْحِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ».

نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: ''لڑکی کے پیشاب کی وجہ سے کپڑا دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب کی وجہ سے پانی چھڑک دیا جائے۔''

فائدہ: یہاں بھی حدیث:۳۰۳ کی قید [لَم یَأْكُلِ الطَّعَامَ] معتبر ہے' یعنی اس لڑکے نے ابھی کھانا شروع نہ کیا ہو۔

(المعجم ١٩١) - بَابُ بَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ (التحفة ١٩١)

باب:۱۹۱- جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کے پیشاب کا حکم

٣٠٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ أُنَاسًا وَرِجَالًا مِنْ عُكْلٍ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا أَهْلُ ضَرْعٍ وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ، وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَرَاعٍ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهَا فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَلَمَّا صَحُّوا - وَكَانُوا بِنَاحِيَةِ الْحَرَّةِ - كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللهِ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ

۳۰۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عکل قبیلے کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کلمۂ اسلام پڑھا' پھر وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم اونٹوں والے لوگ ہیں' کھیتی والے نہیں اور انھوں نے مدینے کی آب و ہوا کو ناموافق پایا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اونٹوں اور چرواہے کا حکم دیا اور انھیں حکم دیا کہ ان میں چلے جائیں اور ان کے دودھ اور پیشاب پئیں۔ پھر جب وہ تندرست ہو گئے اور وہ حرہ کے ایک کنارے میں رہ رہے تھے۔ وہ اسلام لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے۔ انھوں نے نبی ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور آپ کے اونٹ ہانک کر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے ان کے پیچھے تلاش کرنے والے بھیجے۔ آخر کار انھیں پکڑ کر لایا

٣٠٦- أخرجه البخاري، المغازي، باب قصة عكل وعرينة، ح: ٤١٩٢ من حديث يزيد بن زريع وغيره، ومسلم، القسامة، باب حكم المحاربين والمرتدين، ح: ١٦٧١/ ١٣ب من حديث سعيد بن أبي عروبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٩٤.

الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ فَأُتِيَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ وَقَطَّعُوا أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ثُمَّ [تُرِكُوا] فِي الْحَرَّةِ عَلٰى حَالِهِمْ حَتّٰى مَاتُوا.

گیا تو مسلمانوں نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے پھر انھیں اسی زخمی حالت میں حرہ میں چھوڑ دیا گیا حتی کہ وہ (تڑپتے تڑپتے) مر گئے۔

فوائد ومسائل: ① چونکہ وہ لوگ صحرائی زندگی کے عادی تھے اس لیے شہری ماحول انھیں راس نہ آیا اور بدہضمی ہوگئی۔ ② ''اونٹوں کے پیشاب پیو۔'' اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ مَأكُولُ اللَّحم جانور یعنی جس جانور کا گوشت کھانا جائز ہے اس کا پیشاب پاک ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ انھیں پیشاب پینے کا حکم نہ دیتے۔ ویسے بھی شریعت کے اصول مدنظر رکھے جائیں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کیونکہ مَأكُولُ اللَّحم جانور گھروں میں رکھے جاتے ہیں' ان کا دودھ پیا جاتا ہے' ان پر سواری کی جاتی ہے اور ان کی خدمت کرنی پڑتی ہے' اس لیے گھر' کپڑے اور جسم کو ان کے پیشاب اور گوبر سے پاک رکھنا ناممکن ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ دودھ دوہتے وقت وہ پیشاب شروع کر دیں اور پیشاب کا کوئی چھینٹا دودھ میں جا گرے۔ اب اگر ان کے پیشاب اور گوبر کو پلید قرار دیا جائے تو لوگ بڑی مشکل میں پھنس جائیں گے' نیز ان کے پیشاب اور گوبر میں وہ بدبو نہیں ہوتی جو انسان اور حرام جانوروں کی نجاست میں ہوتی ہے' اس لیے دیہات میں لوگ ان جانوروں کے گوبر وغیرہ سے اپنے فرش دیواروں اور چھتوں کو لیپتے ہیں۔ ان کا گوبر بطور ایندھن استعمال کیا جاتا ہے اور یہ فطری استعمال ہے کیونکہ مسلم اور غیر مسلم سب اس میں شریک ہیں' لہٰذا ان جانوروں کے پیشاب اور گوبر کے پاک ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ جمہور اہل علم اسی بات کے قائل ہیں۔ ③ جو حضرات مَأكُولُ اللَّحم جانوروں کے پیشاب کو پلید سمجھتے ہیں' وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ علاج کی غرض سے پلید چیز کا استعمال جائز ہے' کیونکہ علاج بھی ایک مجبوری ہے۔ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے جب کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علاج کی غرض سے بھی اس پیشاب کو جائز نہیں سمجھتے۔ وہ اس حدیث کو صرف انھی لوگوں کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں جنھیں حکم دیا گیا تھا کیونکہ آپ ﷺ کو وحی سے پتہ چلا تھا کہ ان کی شفا پیشاب میں ہے۔ ہم کسی اور مریض کے بارے میں نہیں کہہ سکتے کہ اسے لازماً شفا ہوگی۔ لیکن یہ بات کافی کمزور محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد بھی اس مسئلے میں ان سے متفق نہیں۔ ④ ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنا' ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینا' انھیں گرم پتھروں پر چھوڑ دینا اور باوجود پانی کی طلب کے انھیں پانی نہ دینا اور ان کا اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر جانا بطور قصاص تھا کیونکہ انھوں نے نبی ﷺ کے چرواہے کے ساتھ بعینہٖ یہی ظالمانہ سلوک کیا تھا' لہٰذا انھیں بدلہ دیا گیا جو فرض تھا۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ (البقرة ٢:١٧٨) ''تم پر مقتولوں میں برابری کا بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے۔'' قصاص برابری اور مماثلت کو کہا جاتا ہے' لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں اور

محدثین کے نزدیک اب بھی اگر قاتل نے مقتول کو وحشیانہ طریقے سے قتل کیا ہو تو قصاص کے حکم کے پیش نظر اور لوگوں کو عبرت دلانے کی خاطر قاتل کو اسی طریقے سے قتل کیا جائے گا مگر بعض فقہاء (موالک و احناف) کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: [لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ] (سنن ابن ماجه، الديات، حديث: ٢٦٦٨) یعنی قصاص صرف تلوار کے ایک وار سے لیا جائے گا، مگر یاد رہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ قصاص کے حکم کے خلاف ہے اور باب والی روایت قرآن کے موافق ہے اور سنداً اعلیٰ درجے کی ہے، لہٰذا محدثین کی بات ہی صحیح ہے۔

٣٠٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَدِمَ أَعْرَابٌ مِنْ عُرَيْنَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْلَمُوا، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ حَتَّى اصْفَرَّتْ أَلْوَانُهُمْ وَعَظُمَتْ بُطُونُهُمْ، فَبَعَثَ بِهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى لِقَاحٍ لَهُ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا حَتَّى صَحُّوا، فَقَتَلُوا رَاعِيَهَا وَاسْتَاقُوا الْإِبِلَ فَبَعَثَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ فِي طَلَبِهِمْ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ. فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَبْدُ الْمَلِكِ لِأَنَسٍ - وَهُوَ يُحَدِّثُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ -: بِكُفْرٍ أَمْ بِذَنْبٍ؟ قَالَ: بِكُفْرٍ.

۳۰۷- حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ عرینہ قبیلے کے کچھ بدوی نبی ﷺ کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے لیکن انھوں نے مدینے کی آب وہوا کو ناموافق پایا حتی کہ ان کے رنگ زرد ہو گئے اور ان کے پیٹ بڑھ گئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنی دودھ والی اونٹنیوں میں بھیج دیا اور ان سے فرمایا: ''ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پئیں۔'' حتی کہ وہ تندرست ہو گئے تو انھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے، چنانچہ نبی ﷺ نے انھیں پکڑنے کے لیے آدمی بھیجے۔ وہ (پکڑ کر) لائے گئے تو آپ نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں۔ امیر المومنین عبدالملک نے حضرت انس ؓ سے پوچھا جب کہ وہ انھیں حدیث بیان کر رہے تھے، (ان کی یہ سزا) کفر کی وجہ سے تھی یا گناہ کی وجہ سے؟ انھوں نے کہا: کفر کی وجہ سے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لَا نَعْلَمُ أَحَدًا قَالَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَنَسٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ طلحہ کے علاوہ کسی راوی نے اس

٣٠٧- [صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ٢٩٥.

غَيْرَ طَلْحَةَ وَالصَّوَابُ عِنْدِي - وَاللَّهُ أَعْلَمُ -: يَحْيٰى عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلٌ.

حدیث میں عن یحییٰ عن انس کہا ہو۔ میرے نزدیک صحیح سند یوں ہے: یحیی (بن سعید) عن سعید بن المسیب۔ گویا یہ حدیث مرسل ہے۔ (اس میں حضرت انس کا ذکر نہیں ہونا چاہیے۔) واللہ اعلم۔

فوائد ومسائل: ① ''گویا یہ حدیث مرسل ہے۔'' مرسل روایت وہ ہوتی ہے جس میں تابعی یوں کہے: رسول اللہ ﷺ نے ایسے فرمایا' ایسے کیا۔ ② ''کفر کی وجہ سے'' دراصل ان کے کئی جرم تھے۔ کفر' قتل' ڈاکا' درندگی۔ ہر جرم کی سزا ضروری تھی' چونکہ کفر سب سے بڑا جرم ہے' اس لیے صرف اس کا ذکر کیا کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں' ورنہ صرف کفر کی بنا پر اس طرح قتل نہیں کیا جاتا بلکہ ان سے یہ سلوک ان کے مجموعی جرائم کی بنا پر کیا گیا جن میں کفر بھی شامل ہے۔ ③ یہ لوگ دو قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ عکل اور عرینہ۔ پہلی روایت میں عکل کا ذکر ہے اور اس میں عرینہ کا۔ یہ کوئی اختلاف نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: ١/٤٣٨' ٤٣٩' تحت حديث: ٢٣٣)

(المعجم ١٩٢) - بَابُ فَرْثِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ يُصِيبُ الثَّوْبَ (التحفة ١٩٢)

باب: ١٩٢- ماکول اللحم جانور کا گوبر کپڑے کو لگ جائے تو......؟

٣٠٨- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ - يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ - وَهُوَ ابْنُ صَالِحٍ - عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ فِي بَيْتِ الْمَالِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَمَلَأٌ مِنْ قُرَيْشٍ جُلُوسٌ وَقَدْ نَحَرُوا جَزُورًا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَيُّكُمْ يَأْخُذُ هٰذَا الْفَرْثَ بِدَمِهِ ثُمَّ يُمْهِلُهُ حَتَّى يَضَعَ وَجْهَهُ

٣٠٨- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کے سردار بھی بیٹھے تھے۔ کسی نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا۔ ان میں سے کسی نے کہا: کون ہے جو یہ گوبر خون سمیت اٹھا کر لائے' پھر کچھ صبر کرے حتی کہ جب آپ سجدے میں چہرہ رکھیں تو آپ کی پشت پر رکھ دے؟ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں: چنانچہ ایک بدبخت اٹھا' گوبر (وغیرہ) اٹھا کر لایا' پھر ذرا ٹھہرا۔ جب آپ سجدے میں گر پڑے تو

٣٠٨- أخرجه البخاري، الوضوء، باب: إذا ألقي على ظهر المصلي قذر .... الخ، ح: ٢٤٠، ومسلم، الجهاد، باب ما لقي النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين، ح: ١٧٩٤ من حديث أبي إسحاق به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٩٦.

سَاجِدًا فَيَضَعُهُ - يَعْنِي عَلٰى ظَهْرِهِ؟ - قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَانْبَعَثَ أَشْقَاهَا فَأَخَذَ الْفَرْثَ فَذَهَبَ بِهِ ثُمَّ أَمْهَلَهُ فَلَمَّا خَرَّ سَاجِدًا وَضَعَهُ عَلٰى ظَهْرِهِ فَأُخْبِرَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهِيَ جَارِيَةٌ فَجَاءَتْ تَسْعٰى فَأَخَذَتْهُ مِنْ ظَهْرِهِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، «اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ» حَتّٰى عَدَّ سَبْعَةً مِنْ قُرَيْشٍ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ فِي قَلِيبٍ وَاحِدٍ.

اس نے وہ (سب کچھ) آپ کی پشت پر رکھ دیا۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کی گئی جب کہ وہ چھوٹی لڑکی تھیں۔ وہ بھاگی بھاگی آئیں اور یہ گندگی آپ کی پشت سے ہٹا دی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو تین دفعہ فرمایا: ”اے اللہ! قریش کو ہلاک کر دے۔ یا اللہ! ابوجہل بن ہشام، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور عقبہ بن ابی معیط کو ہلاک کر دے۔“ حتی کہ آپ نے سات قریشیوں کے نام لیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا! میں نے ان سب کو بدر کے دن ایک کنویں میں مردہ پڑے پایا۔

فوائد ومسائل: ① یہ خبیث رائے پیش کرنے والا ابوجہل تھا جسے بَعْضُهُمْ کہا گیا ہے اور عمل کرنے والا عقبہ بن ابی معیط تھا جسے أَشْقَاهُمْ سے موسوم کیا گیا ہے۔ ② امام صاحب نے اس روایت سے مَأْكُولُ اللَّحْم کے گوبر کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اور یہ درست ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے باوجود نماز جاری رکھی بعد میں اعادہ بھی نہیں کیا، حالانکہ بعد میں آپ کو یقیناً پتا چل گیا تھا کہ یہ فلاں چیز ہے۔ جو لوگ اسے پلید سمجھتے ہیں ان میں سے امام مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ ایسی چیز اگر نماز کے اندر جسم یا کپڑے کو لگ جائے تو نماز مکمل کی جا سکتی ہے، البتہ اگر نماز سے پہلے لگی ہو تو صفائی ضروری ہے لیکن امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال زیادہ قوی ہے۔ ③ نبی ﷺ کی مخالفت اگرچہ جرم ہے، مگر کم از کم یہ ہدایت کا راستہ بند نہیں کرتی، مگر نبی کی گستاخی اور توہین مستقل طور پر ہدایت کا راستہ بند کر دیتی ہے۔ آپ کی گستاخی کرنے والے وہ سب کے سب کفر پر مرے مگر محض مخالفت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرما دی۔ اہل اللہ سے کسی مسئلے میں اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر ان کی گستاخی اللہ کی رحمت وتوفیق سے محروم کر دیتی ہے۔ اہل علم کو یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے۔ ④ جب ظالم کا ظلم حد سے بڑھ جائے تو اس کا نام لے کر بددعا کی جا سکتی ہے۔

(المعجم ١٩٣) - بَابُ الْبُزَاقِ يُصِيبُ الثَّوْبَ (التحفة ١٩٣)

باب: ۱۹۳- کپڑے کو تھوک لگ جائے تو......؟

٣٠٩- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ فَرَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ.

۳۰۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' نبی ﷺ نے اپنی چادر کا ایک کنارہ پکڑا' اس میں تھوکا' پھر کپڑے کو آپس میں مل دیا۔

فوائد ومسائل: ① باب کا مقصد یہ ہے کہ تھوک پاک ہے۔ ایک شاذ قول ہے کہ تھوک منہ سے نکلنے کے بعد پلید ہو جاتا ہے مگر یہ بلا دلیل ہے۔ ② کپڑے میں تھوک کر کپڑے کو آپس میں مل لینا مجلس میں تھوکنے کا مہذب طریقہ ہے۔ گندگی نہیں پھیلتی اور آدمی گنوار نہیں لگتا۔

٣١٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ ابْنَ مِهْرَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْزُقْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ». وَإِلَّا فَبَزَقَ النَّبِيُّ ﷺ هٰكَذَا فِي ثَوْبِهِ وَدَلَكَهُ.

۳۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اپنے آگے اور دائیں نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں یا پاؤں کے نیچے تھوکے۔'' ورنہ نبی ﷺ نے تو اس طرح اپنے کپڑے میں تھوک کر کپڑے کو آپس میں مل لیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① سامنے تھوکنا تو عام حالات میں بھی قبیح ہے۔ نماز میں تو انسان اپنے مالک حقیقی سے ہم کلام ہوتا ہے۔ یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ سامنے ہے' لہٰذا سامنے تھوکنا تو سخت گستاخی اور بدتہذیبی ہے۔ ② دائیں طرف تھوکنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ دائیں طرف فرشتۂ رحمت ہوتا ہے۔ ③ بائیں طرف اس وقت تھوک سکتا ہے جب وہاں کوئی موجود نہ ہو ورنہ وہ اس کی دائیں جانب ہوگی۔ پاؤں کے نیچے بھی تب تھوک سکتا ہے جب مٹی یا ریت پر کھڑا ہو۔ اگر فرش ہے یا صف وغیرہ بچھی ہے تو نیچے تھوکنا بھی منع ہے۔ اس وقت صرف آخری طریقہ قابل عمل ہوگا' یعنی کپڑے میں تھوکنے کا' جس کی طرف ورنہ کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے۔ ④ ورنہ کے بعد نبی ﷺ کا فعل بیان کر کے اشارہ کیا گیا ہے کہ ورنہ ایسے کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کیا تھا۔ آج کل

٣٠٩ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب حك البزاق باليد من المسجد، ح: ٤٠٥ من حديث إسماعيل بن جعفر به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٩٧. * وحميد الطويل صرح بالسماع عند البخاري، ح: ٢٤١.

٣١٠ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد . . . الخ، ح: ٥٥٠ من حديث محمد بن جعفر عن شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٩٨.

کپڑے کے بجائے ٹشو پیپر کا استعمال بہت مناسب بدل ہے۔

(المعجم ١٩٤) - بَابُ بَدْءِ التَّيَمُّمِ (التحفة ١٩٤)

باب:۱۹۴- تیمّم کی ابتدا

٣١١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ ذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي، فَأَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَأَتَى النَّاسُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالُوا: أَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَبِالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلٰى فَخِذِي وَقَدْ نَامَ، فَقَالَ: حَبَسْتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَمَا مَنَعَنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلٰى فَخِذِي، فَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى أَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: مَا

۳۱۱- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے حتی کہ جب ہم بیداء یا ذات الجیش مقام پر پہنچے تو میرا ہار گر گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ اس کو تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے۔ لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے جب کہ نہ وہاں پانی تھا اور نہ ان کے پاس پانی تھا۔ کچھ لوگ حضرت ابوبکر ؓ کے پاس آئے اور (شکایتاً) کہا: آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ عائشہ ؓ نے کیا کیا ہے؟ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ اور لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے جب کہ نہ تو یہاں پانی ہے اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ (یہ باتیں سن کر) حضرت ابوبکر ؓ آئے۔ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ وہ آ کر کہنے لگے: تم نے اللہ کے رسول ﷺ اور لوگوں کو روک رکھا ہے جب کہ نہ یہاں پانی ہے اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ مجھے ابوبکر ؓ نے خوب ڈانٹا اور جو کہنا چاہا کہا اور وہ میرے پہلو میں کچوکے مارنے لگے۔ میں حرکت کرنے سے صرف اس لیے رکی رہی کہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ سوئے رہے حتی کہ بغیر پانی کے صبح ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم والی آیت اتار دی۔ حضرت اسید بن حضیر ؓ کہنے لگے:

٣١١ـ أخرجه البخاري، التيمم، باب(١)، ح: ٣٣٤، ومسلم، الحيض، باب التيمم، ح: ٣٦٧ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيٰى): ١/ ٥٣، والكبرٰى، ح: ٢٩٩، ورواه البخاري، ح: ٣٦٧٢ عن قتيبة به.

هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ! قَالَتْ: فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

اے آلِ ابوبکر! یہ تمھاری کوئی پہلی برکت نہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: پھر ہم نے وہ اونٹ اٹھایا جس پر میں تھی تو ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔

فوائد ومسائل: ① یہ ہار حضرت عائشہ ؓ نے اپنی بڑی بہن اسماء سے صرف پہننے کے لیے لیا تھا۔ ② یہ واقعہ دلیل ہے کہ کوئی شخص عالم الغیب نہیں جب تک اللہ تعالیٰ خبر نہ دے ورنہ ادھر ادھر تلاش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ آج کل یہ کہا جانے لگا ہے کہ آپ ﷺ غیب تو جانتے تھے مگر تواضعاً اور کسر نفسی کے پیش نظر آپ نے باخبر نہیں کیا اور خاموش رہے' یہ نرا اٹکل پچو اور بے دلیل مفروضہ ہے' نیز اس سے نبی ﷺ کا ادھر ادھر سے ڈھونڈنا بے مقصد ٹھہرتا ہے اور یہ طریقہ شان رسالت کے یکسر منافی ہے۔

(المعجم ١٩٥) - بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ (التحفة ١٩٥)

باب:١٩٥-حضر (حالتِ اقامت) میں تیمّم کرنا

٣١٢- أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اللَّيْثِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جُهَيْمِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ الْجَمَلِ وَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَيْهِ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

٣١٢-حضرت ابوجہیم ؓ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ بئر جمل کی طرف سے آئے۔ آپ کو آگے سے ایک آدمی ملا اور اس نے آپ کو سلام کہا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے جواب نہ دیا حتی کہ آپ ایک دیوار کی طرف گئے' چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا' پھر اسے جواب دیا۔

فوائد ومسائل: ① بئر جمل مدینے میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ② سلام کا جواب دینے کے لیے طہارت شرط

٣١٢- أخرجه البخاري، التيمم، باب التيمم في الحضر إذا لم يجد الماء وخاف فوت الصلاة، ح: ٣٣٧، ومسلم، الحيض، باب التيمم، ح: ٣٦٩، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٠٧.

نہیں مگر نبی ﷺ نے مناسب نہ سمجھا کہ اللہ کا ذکر بلا طہارت کیا جائے۔ وضو کی گنجائش نہ تھی، لہٰذا آپ نے تیمّم فرمایا کہ یہ بھی مجبوری کے وقت ایک قسم کی طہارت ہے۔ اس سے احناف نے عید اور جنازے کے لیے تیمّم کے جواز پر استدلال کیا ہے، مگر یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ ذکر کے لیے تو وضو شرط نہیں مگر جنازے اور عید کے لیے تو وضو شرط ہے۔ خیر امام نسائی رحمہ اللہ کا مقصود تو یہ ہے کہ تیمّم صرف سفر ہی میں نہیں، گھر میں بھی جائز ہے، اگر پانی نہ مل سکے یا بیماری کی وجہ سے پانی استعمال نہ کیا جاسکے۔

(المعجم . . .) - اَلتَّيَمُّمُ فِي الْحَضَرِ (التحفة ١٩٦)

باب: حضر (حالتِ اقامت) میں تیمّم کرنا

٣١٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتٰى عُمَرَ فَقَالَ: إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ قَالَ عُمَرُ: لَا تُصَلِّ، فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَمَا تَذْكُرُ إِذْ أَنَا وَأَنْتَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْنَا فَلَمْ نَجِدِ الْمَاءَ، فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ، وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ فَصَلَّيْتُ، فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: «إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ» فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ - وَسَلَمَةُ شَكَّ، لَا يَدْرِي فِيهِ - إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ أَوْ إِلَى الْكَفَّيْنِ، فَقَالَ عُمَرُ: نُوَلِّيكَ مَا تَوَلَّيْتَ.

۳۱۳- حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: تحقیق میں جنبی ہوگیا اور پانی نہ پا سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نماز نہ پڑھ۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کہنے لگے: اے امیر المومنین! کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دفعہ میں اور آپ ایک لشکر میں تھے۔ ہم دونوں جنبی ہوگئے تو ہمیں پانی نہ ملا۔ آپ نے تو نماز نہ پڑھی لیکن میں اچھی طرح مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا اور نماز پڑھ لی، پھر ہم نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ”تجھے اتنا کافی تھا۔“ چنانچہ نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر ان میں پھونک ماری، پھر ان دونوں کے ساتھ چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا...... سلمہ کو شک ہے، انھیں یاد نہیں کہ...... (مسح) صرف ہتھیلیوں پر یا کہنیوں تک کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تمھیں ذمے دار بناتے ہیں، اس (روایت) کا جس کے تم ذمے دار بنے ہو۔

٣١٣_ أخرجه البخاري، التيمم، باب المتيمم هل ينفخ فيهما؟ ح: ٣٣٨، ٣٤٣، ومسلم، الحيض، باب التيمم، ح: ٣٦٨/ ١١٢ من حديث ذر به، ورواه أبوداود، ح: ٣٢٤ عن محمد بن بشار به.

فوائد ومسائل: ① حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا مٹی میں لوٹ پوٹ ہونا ایک اجتہادی عمل تھا اور شاید اس بنا پر تھا کہ تیمّم بھی غسل کی جگہ کفایت کر سکے گا جب وہ اس کی مثل ہو یعنی پورے بدن پر مٹی لگے۔ ② اگر اجتہاد کرنے والے سے غلطی ہو جائے تو اسے ملامت نہیں کی جائے گی۔ ③ جو آدمی اپنے اجتہاد سے کوئی عمل کر لے اور بعد میں اسے معلوم ہو کہ اس کا عمل قرآن وسنت کے منافی تھا تو اس کے لیے اسے دوبارہ لوٹانا ضروری نہیں۔ ④ رسول اکرم ﷺ کا تیمّم صرف چہرے اور ہتھیلیوں تک ایک ضرب کے ساتھ ہے۔ دو ضرب اور کہنیوں تک کی روایات کلام سے خالی نہیں، اس لیے محدثین نے ایک ضرب کے ساتھ ہتھیلیوں تک تیمّم کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ صحیح ترین روایات ہیں۔ احناف نے دوسرے طریقے کو اختیار کیا ہے اور ان روایات کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی ﷺ نے صرف یہ بتلایا ہے کہ وضو والا تیمّم ہی غسل کے لیے کافی ہے۔ تیمّم کا طریقہ بتلانا مقصود نہ تھا، مگر یہ بات قابل غور ہے کہ بیان کرنے والے صحابہ نے تو یہ مفہوم نہیں سمجھا۔ حاضرین کا فہم معتبر ہے یا غیر حاضرین کا؟ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یوں تطبیق دی ہے کہ ایک ضرب اور ہتھیلیوں تک تیمّم کافی ہے، البتہ دو ضرب کے ساتھ کہنیوں تک افضل اور مستحب ہے لیکن یہ تطبیق بھی محل نظر ہے کیونکہ استحباب اور افضلیت کے اثبات کے لیے صحیح دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ تیمّم سے متعلق دیگر احکام ومسائل کے لیے دیکھیے: کتاب الغسل و التیمم کا ابتدائیہ۔ ⑤ حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما غسل کی جگہ تیمّم کو کافی نہیں سمجھتے تھے، مگر یہ صرف ان کی احتیاط تھی ورنہ قرآن مجید میں آیت تیمّم کے اندر جنابت سے بھی تیمّم کی اجازت ہے۔ دیکھیے: (النسآء ۴:۴۳ و المائدة ۵:۶) ⑥ مذکورہ حدیث پر بعض نسخوں میں عنوان قائم نہیں کیا گیا کیونکہ اس سے پہلے والی حدیث پر بھی یہی عنوان قائم کیا گیا ہے، جس سے یہ محض تکرار ہی محسوس ہوتی ہے۔

٣١٤- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ خُفَافٍ، عَنْ عَمَّارِ ابْنِ يَاسِرٍ قَالَ: أَجْنَبْتُ وَأَنَا فِي الْإِبِلِ فَلَمْ نَجِدْ مَاءً فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ تَمَعُّكَ الدَّابَّةِ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ: «إِنَّمَا كَانَ يَجْزِيكَ مِنْ ذٰلِكَ التَّيَمُّمُ».

۳۱۴- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اونٹوں میں تھا کہ جنبی ہو گیا۔ مجھے پانی نہ ملا تو میں مٹی میں اچھی طرح لوٹ پوٹ ہوا جیسے جانور کرتا ہے، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ کو یہ بات بتائی۔ آپ نے فرمایا: ”تجھے اس (جنابت) سے تیمّم کافی تھا۔“

٣١٤- [صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٦٣، والحميدي، ح: ١٤٥ من حديث أبي إسحاق به. * أبوإسحاق عنعن، ح: ٩٦، والحديث في الكبرٰى، ح: ٣٠٩، وله شواهد كثيرة عند البخاري، ومسلم وغيرهما.

(المعجم ١٩٦) - بَابُ التَّيَمُّمِ فِي السَّفَرِ (التحفة ١٩٧)

باب:۱۹۶-سفر میں تیمّم کرنا

٣١٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَمَّارٍ قَالَ: عَرَّسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِأُولَاتِ الْجَيْشِ وَمَعَهُ عَائِشَةُ زَوْجَتُهُ فَانْقَطَعَ عِقْدُهَا مِنْ جَزْعِ ظِفَارٍ، فَحُبِسَ النَّاسُ فِي ابْتِغَاءِ عِقْدِهَا ذٰلِكَ حَتَّى أَضَاءَ الْفَجْرُ وَلَيْسَ مَعَ النَّاسِ مَاءٌ، فَتَغَيَّظَ عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: حَبَسْتِ النَّاسَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رُخْصَةَ التَّيَمُّمِ بِالصَّعِيدِ قَالَ: فَقَامَ الْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَضَرَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْأَرْضَ ثُمَّ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَلَمْ يَنْفُضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا، فَمَسَحُوا بِهَا وُجُوهَهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ إِلَى الْمَنَاكِبِ وَمِنْ بُطُونِ أَيْدِيهِمْ إِلَى الْآبَاطِ.

۳۱۵- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذات الجیش میں پڑاؤ ڈالا جب کہ آپ کے ساتھ آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ان کا ایک ہار جو ظفار کے نگوں کا تھا' وہ ٹوٹ گیا۔ لوگ اس ہار کی تلاش میں روک لیے گئے حتی کہ فجر روشن ہوگئی۔ لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناراض ہوئے اور فرمایا: تم نے سب لوگوں کو روک رکھا ہے جب کہ ان کے پاس پانی نہیں ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کے ساتھ تیمّم کی رخصت نازل فرما دی۔ تمام مسلمان رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اٹھے اور زمین پر اپنے ہاتھ مارے۔ پھر انھوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کوئی مٹی وغیرہ نہیں جھاڑی' سو انھوں نے اپنے چہروں اور بازوؤں کو کندھوں تک اور اپنی ہتھیلیوں سے بغلوں تک ہاتھ پھیر لیے۔

فوائد و مسائل: ① یہ روایت پیچھے گزر چکی ہے (دیکھیے' روایت: ۳۱۱) ''مٹی وغیرہ نہیں جھاڑی'' مٹی جھاڑنا ضرورت کی بنا پر ہے' یعنی اگر مٹی زیادہ لگ جائے تو پھونک مار کر یا دونوں ہاتھوں کو آپس میں ٹکرا کر زائد مٹی گرا دی جائے اور اگر مٹی مناسب لگی ہے تو پھونک مارنا یا مٹی جھاڑنا بے فائدہ ہے۔ بہر صورت مٹی جھاڑنا تیمّم کا حصہ نہیں۔ ② کندھوں اور بغلوں تک تیمّم کرنا باقی روایات کے خلاف ہے' اس لیے بعض محققین نے مسح میں

٣١٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التيمم، ح: ٣٢٠ عن محمد بن يحيى النيسابوري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٠٠، وذكر كلامًا.

کندھوں، بغلوں اور کہنیوں تک مسح کرنے کو صحیح نہیں کہا بلکہ ان الفاظ کو شاذ قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحیح سنن أبي داود للألباني، رقم: ٣٤٤، ٣٤٥ و صحیح سنن النسائي، رقم: ٣١٥) بعض لوگوں نے اپنے طور پر ایسا کرلیا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ایسا منقول نہیں اور یہ کام بھی نزول حکم کے بعد پہلی بار تیمم کرتے ہوئے کیا گیا تھا جب کہ بعد میں اس کا طریقہ سنت نبوی سے متعین ہوگیا۔

(المعجم ١٩٧) - **اَلْاِخْتِلَافُ فِي كَيْفِيَّةِ التَّيَمُّمِ** (التحفة ١٩٨)

باب: ١٩٧- تیمّم کی کیفیت میں اختلاف کا بیان

٣١٦- أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ أَسْمَاءَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: تَيَمَّمْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالتُّرَابِ، فَمَسَحْنَا بِوُجُوهِنَا وَأَيْدِينَا إِلَى الْمَنَاكِبِ.

٣١٦- حضرت عمار بن یاسر ؓ سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مٹی سے تیمّم کیا۔ ہم نے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کندھوں تک مٹی لگائی۔

(المعجم ١٩٨) - **نَوْعٌ آخَرُ مِنَ التَّيَمُّمِ وَالنَّفْخُ فِي الْيَدَيْنِ** (التحفة ١٩٩)

باب: ١٩٨- تیمّم کی ایک اور صورت اور ہاتھوں پر پھونک مارنا

٣١٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ، وَعَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَأَتَاهُ

٣١٧- حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر ؓ کے پاس تھے۔ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! بسا اوقات ہم ایک ایک، دو دو مہینے گزار دیتے ہیں اور پانی نہیں ملتا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: میں تو جب پانی نہیں پاتا،

٣١٦ـ [صحيح] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في التيمم، ح: ٥٦٦ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٠١.

٣١٧ـ [صحيح] تقدم، ح: ٣١٣، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٠٢، بعض ذراعيه، أي كفيه كما صرح في الأسانيد الأخرى، وانظر الحديث الآتي.

رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! رُبَّمَا نَمْكُثُ الشَّهْرَ وَالشَّهْرَيْنِ وَلَا نَجِدُ الْمَاءَ فَقَالَ عُمَرُ: أَمَّا أَنَا إِذَا لَمْ أَجِدِ الْمَاءَ لَمْ أَكُنْ لِأُصَلِّيَ حَتَّى أَجِدَ الْمَاءَ، فَقَالَ عَمَّارُ ابْنُ يَاسِرٍ: أَتَذْكُرُ يَاأَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! حَيْثُ كُنْتَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا وَنَحْنُ نَرْعَى الْإِبِلَ، فَتَعْلَمُ أَنَّا أَجْنَبْنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، : فَأَمَّا أَنَا فَتَمَرَّغْتُ فِي التُّرَابِ فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَضَحِكَ فَقَالَ: «إِنْ كَانَ الصَّعِيدُ لَكَافِيَكَ» وَضَرَبَ بِكَفَّيْهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَبَعْضَ ذِرَاعَيْهِ فَقَالَ: اِتَّقِ اللهَ يَا عَمَّارُ! فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنْ شِئْتَ لَمْ أَذْكُرْهُ قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ نُوَلِّيكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا تَوَلَّيْتَ.

نماز نہیں پڑھتا حتی کہ پانی پالوں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ کو یاد ہے کہ جب آپ فلاں جگہ میں تھے اور ہم اونٹ چرا رہے تھے تو آپ کو علم ہے کہ ہم جنبی ہو گئے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! چنانچہ میں تو مٹی میں خوب لتھڑا تھا، پھر ہم نبی ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ہنسے اور فرمایا: ”تحقیق تجھے (اتنی ہی) مٹی کافی تھی۔“ یہ کہہ کر آپ نے زمین پر ہتھیلیاں ماریں، پھر ان میں پھونکا، پھر وہ ہاتھ اپنے چہرے اور کچھ بازوؤں پر مل لیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے عمار! اللہ سے ڈر۔ عمار نے کہا: امیر المومنین! اگر آپ چاہیں تو میں یہ واقعہ ذکر نہ کروں۔ انھوں نے فرمایا: نہیں، ہم تمھیں ذمے دار بناتے ہیں، اس چیز کا جس کے تم ذمے دار بنے ہو۔

(المعجم ١٩٩) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ التَّيَمُّمِ (التحفة ٢٠٠)

باب:١٩٩- تیمّم کی ایک اور صورت

٣١٨- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا بَهْزٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ التَّيَمُّمِ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُولُ، فَقَالَ عَمَّارٌ: أَتَذْكُرُ حَيْثُ كُنَّا فِي سَرِيَّةٍ، فَأَجْنَبْتُ فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ

٣١٨- حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت ہے کہ کسی آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے تیمّم کے بارے میں پوچھا تو ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہیں؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کیا آپ کو یاد ہے جب ہم ایک لشکر میں تھے تو میں جنبی ہو گیا تو میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا، پھر میں نبی ﷺ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا: ”تمھیں صرف اس طرح کافی تھا۔“

٣١٨- [صحيح] تقدم، ح: ٣١٣، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٠٤.

فَقَالَ: «إِنَّمَا يَكْفِيكَ هٰكَذَا». وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَخَ فِي يَدَيْهِ وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً.

اور شعبہ نے اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر مارے اور دونوں ہاتھوں میں پھونکا‘ پھر انھیں چہرے اور ہتھیلیوں پر ایک دفعہ مل لیا۔

(المعجم . . .) - **نَوْعٌ آخرُ مِنَ التَّيَمُّمِ** (التحفة ٢٠٠) - ألف

باب:- تیمّم کی ایک اور صورت

٣١٩- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، سَمِعْتُ ذَرًّا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ أَبْزٰى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: وَسَمِعَهُ الْحَكَمُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: أَجْنَبَ رَجُلٌ فَأَتٰى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ، قَالَ: لَا تُصَلِّ، قَالَ لَهُ عَمَّارٌ: أَمَا تَذْكُرُ أَنَّا كُنَّا فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْنَا، فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ، وَأَمَّا أَنَا فَإِنِّي تَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ» وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً وَنَفَخَ فِيهَا، ثُمَّ دَلَكَ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرٰى، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ، فَقَالَ عُمَرُ شَيْئًا لَا أَدْرِي مَا هُوَ، فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ لَا حَدَّثْتُهُ.

٣١٩- حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے منقول ہے‘ انھوں نے کہا: ایک آدمی جنبی ہو گیا‘ چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: تحقیق میں جنبی ہو گیا اور پانی نہ پا سکا۔ انھوں نے فرمایا: تو نماز نہ پڑھ۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم ایک لشکر میں تھے تو ہم جنبی ہو گئے۔ آپ نے تو نماز نہ پڑھی لیکن میں اچھی طرح مٹی میں لتھڑا اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے یہ بات آپ سے ذکر کی تو آپ نے فرمایا: ”تجھے اتنا کافی تھا۔“ شعبہ (راویٔ حدیث) نے اپنی ہتھیلی ایک دفعہ زمین پر ماری‘ پھر اس میں پھونک ماری‘ پھر ایک کو دوسری سے ملا‘ پھر انھیں اپنے چہرے پر مل لیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ ذکر کیا جو میں نہیں جانتا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر آپ کہیں تو میں یہ حدیث بیان نہ کروں۔

وَذَكَرَ شَيْئًا سَلَمَةُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ عَنْ أَبِي مَالِكٍ، وَزَادَ سَلَمَةُ قَالَ: بَلْ نُوَلِّيكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا تَوَلَّيْتَ.

سلمہ (راوی) نے ابومالک سے اس سند میں کچھ بیان کیا ہے۔ اور سلمہ نے یہ الفاظ زیادہ کہے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: ہم تمھیں اس چیز کا ذمے دار

٣١٩- [صحيح] تقدم، ح: ٣١٣.

بناتے ہیں جس کے تم ذمے دار بنے ہو۔

(المعجم ٢٠٠) - **نَوْعٌ آخَرُ** (التحفة ٢٠١)

٣٢٠- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ وَسَلَمَةَ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَقَالَ عُمَرُ: لَا تُصَلِّ. فَقَالَ عَمَّارٌ: أَمَا تَذْكُرُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِذْ أَنَا وَأَنْتَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْنَا، فَلَمْ نَجِدْ مَاءً، فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ ثُمَّ صَلَّيْتُ، فَلَمَّا أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «إِنَّمَا يَكْفِيكَ» وَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَخَ فِيهِمَا فَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ - شَكَّ سَلَمَةُ وَقَالَ: لَا أَدْرِي قَالَ فِيهِ: - إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ أَوْ إِلَى الْكَفَّيْنِ، قَالَ عُمَرُ: نُوَلِّيكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا تَوَلَّيْتَ، قَالَ شُعْبَةُ: كَانَ يَقُولُ الْكَفَّيْنِ وَالْوَجْهَ وَالذِّرَاعَيْنِ فَقَالَ لَهُ مَنْصُورٌ: مَا تَقُولُ؟ فَإِنَّهُ لَا يَذْكُرُ الذِّرَاعَيْنِ أَحَدٌ غَيْرُكَ، فَشَكَّ سَلَمَةُ فَقَالَ: لَا أَدْرِي ذَكَرَ الذِّرَاعَيْنِ أَمْ لَا.

باب: ٢٠٠-ایک اور صورت

٣٢٠-حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں جنبی ہو گیا ہوں اور مجھے پانی نہیں ملتا۔ انھوں نے فرمایا: تو نماز نہ پڑھ۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے امیر المومنین! کیا آپ کو یاد نہیں کہ جب میں اور آپ ایک لشکر میں تھے' چنانچہ ہم دونوں جنبی ہو گئے اور ہم پانی نہ پا سکے۔ آپ نے تو نماز نہ پڑھی' لیکن میں اچھی طرح مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا' پھر نماز پڑھ لی۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو میں نے آپ سے یہ ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ''تجھے اتنا کافی تھا۔'' اور نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان میں پھونک ماری اور انھیں اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر مل لیا...... سلمہ راوی کو شک ہے اور اس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ (میرے شیخ ذر نے) اس میں...... کہنیوں تک کہا یا ہتھیلیوں تک۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تمھیں اس چیز کا ذمہ دار بناتے ہیں جس کے تم ذمہ دار بنے ہو۔ شعبہ نے کہا: (سلمہ راوی) کہتے تھے کہ ہتھیلیوں' چہرے اور کہنیوں کا مسح کیا۔ (یہ سن کر) منصور نے ان سے کہا: (غور کرو) تم کیا کہہ رہے ہو؟ تحقیق کہنیوں (پر مسح کرنے) کا ذکر تمھارے سوا کوئی نہیں کرتا۔ پھر سلمہ کو شک ہوا تو اس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اس (ذر) نے

٣٢٠ـ[صحيح] تقدم، ح: ٣١٣، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٠٣.

کہنیوں کا ذکر کیا یا نہیں۔

(المعجم ٢٠١) - بَابُ تَيَمُّمِ الْجُنُبِ (التحفة ٢٠٢)

باب:٢٠١-جنبی کا تیمّم

٣٢١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسٰى فَقَالَ أَبُو مُوسٰى: أَوَ لَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ، فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ بِالصَّعِيدِ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هٰكَذَا» وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ ضَرْبَةً فَمَسَحَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ نَفَضَهُمَا، ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ عَلٰى يَمِينِهِ وَبِيَمِينِهِ عَلٰى شِمَالِهِ عَلٰى كَفَّيْهِ وَوَجْهِهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: أَوَ لَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ.

٣٢١- حضرت شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ ابوموسیٰ ؓ نے کہا: کیا آپ نے سنا نہیں کہ حضرت عمار ؓ نے حضرت عمر ؓ سے کہا: مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے کسی کام پر بھیجا۔ میں جنبی ہو گیا اور میں پانی نہ پا سکا تو میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا اور پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے اس بات کا ذکر آپ سے کیا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ”تجھے اتنا کافی تھا کہ تو ایسے کر لیتا۔“ پھر آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر ایک دفعہ مارے‘ پھر دونوں ہتھیلیوں کو ملا۔“ پھر انھیں جھاڑا۔ پھر بائیں ہاتھ کو دائیں اور دائیں کو بائیں پر ملا۔ اس طرح اپنی ہتھیلیوں اور چہرے پر انھیں پھیرا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: کیا تجھے علم نہیں کہ حضرت عمر نے حضرت عمار کی بات پر قناعت نہ کی۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود ؓ جنبی کے لیے تیمّم کو کافی نہیں سمجھتے تھے جب کہ حضرت عمار اور دوسرے صحابہ ؓ تیمّم کو غسل کی جگہ بھی کافی سمجھتے تھے۔ اس تناظر میں مندرجہ بالا مکالمہ ہوا۔ ② اگرچہ اس روایت میں ذکر نہیں‘ مگر اس سے قبل تمام روایات میں یہ صراحت ہے کہ جنابت والا واقعہ حضرت عمر اور عمار ؓ دونوں کو پیش آیا تھا۔ حضرت عمار ؓ نے اس واقعے کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا مگر حضرت عمر ؓ کو یہ واقعہ یاد نہ آ سکا‘ اس لیے انھیں اطمینان نہ ہوا اور وہ اپنے موقف پر قائم رہے مگر جب حضرت عمار ؓ نے ان کی جلالت کے پیش نظر اس واقعے کی روایت سے دست بردار ہونے کی پیش کش

٣٢١- أخرجه البخاري، التيمم، باب: التيمم ضربة، ح:٣٤٧، ومسلم، الحيض، باب التيمم، ح:٣٦٨ من حديث أبي معاوية به، وهو في الكبرٰى، ح:٣٠٨.

کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ پسند نہ فرمایا بلکہ فرمایا: ”تم اپنی ذمے داری پر بیان کرو۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد یہ اختلاف ختم ہوگیا۔ اب امت مسلمہ کا متفقہ موقف ہے کہ جنبی کو پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم ہی کافی ہے۔

③ امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ روایت متعدد دفعہ بیان کی ہے جس میں الفاظ کا معمولی فرق ہے۔ کہیں اختصار بھی ہے۔ تمام روایتوں کو ملانے سے واقعے کی جو صورت بنتی ہے اور جس کی تفصیل اس روایت میں بھی ہے، وہی اصل ہے۔ ہر کثرت طرق والی روایت سے استدلال کا یہی درست طریقہ ہے۔

(المعجم ٢٠٢) - بَابُ التَّيَمُّمِ بِالصَّعِيدِ (التحفة ٢٠٣)

باب:٢٠٢-تیمّم مٹی سے ہونا چاہیے

٣٢٢- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا مُعْتَزِلًا لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ: «يَا فُلَانُ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ: «عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ».

٣٢٢-حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو الگ بیٹھے دیکھا جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی تو آپ نے فرمایا: ”اے فلاں! لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے کون سی چیز مانع تھی؟“ تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں جنبی ہوگیا ہوں اور پانی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ”مٹی استعمال کر (تیمّم کرلے) یہ تجھے کافی ہے۔“

فائدہ: تیمّم کن چیزوں سے کیا جا سکتا ہے؟ اس مسئلے کی تفصیل کے لیے کتاب الغسل والتیمم کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ٢٠٣) - بَابُ الصَّلَوَاتِ بِتَيَمُّمٍ وَاحِدٍ (التحفة ٢٠٤)

باب:٢٠٣-ایک تیمّم کے ساتھ کئی نمازیں

٣٢٣- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ

٣٢٣-حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پاک مٹی مسلمان کے لیے ذریعہ طہارت

٣٢٢- أخرجه البخاري، التيمم، باب(٩)، ح:٣٤٨ من حديث عبدالله بن المبارك، ومسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، ح:٦٨٢ من حديث أبي رجاء العطاردي به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح:٣١٠.

٣٢٣- [حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب [ماجاء في] التيمم للجنب... الخ، ح:١٢٤ من حديث سفيان◀◀

أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَ إِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ».

ہے خواہ دس سال پانی نہ ملے۔“

فوائد ومسائل: ① طیب کا لفظ دلیل ہے کہ جس مٹی سے تیمّم مقصود ہے وہ پاک ہونی چاہیے۔ ② تیمّم بھی پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو کا ہم مرتبہ ہے لہٰذا جب تک تیمّم قائم ہے اور پانی نہیں ملتا' اس کے ساتھ کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے جب کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ تیمّم مجبوری کی طہارت ہے۔ مجبوری والی چیز ضرورت کے بعد ختم ہو جاتی ہے لہٰذا جب نماز پڑھی گئی تو مجبوری ختم ہو گئی' لہٰذا تیمّم بھی ختم۔ نئی نماز کے وقت دوبارہ پانی تلاش کیا جائے گا' نہ ملے تو پھر تیمّم کیا جائے گا۔ لیکن ایک نماز پڑھنے کے بعد تیمّم کے ختم ہونے کی کوئی صریح صحیح دلیل موجود نہیں' صرف عقلی باتیں ہیں' جب شریعت نے مجبوری کے باعث رخصت دی ہے اور کوئی حد بندی بھی نہیں کی تو ہم کون ہو سکتے ہیں کہ فقہی موشگافیوں اور قیاس آرائیوں کی بنا پر اس عظیم رخصت کو کالعدم قرار دیں۔ ہاں! اس بات سے تو انکار نہیں کہ دوسری نماز کے وقت پانی کے عدم وجود کے تحقق کے بعد ہی نماز پڑھی جائے گی یا قطعی ذرائع سے یہ معلوم ہو چکا ہو کہ پانی دستیاب نہیں ہے اور نہ اس کا حصول ممکن۔ ہے۔

(المعجم ٢٠٤) - بَابٌ: فِيمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَلَا الصَّعِيدَ (التحفة ٢٠٥)

باب: ۲۰۴- جو آدمی پانی پائے نہ مٹی (تو کیا کرے؟)

٣٢٤- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَنَاسًا يَطْلُبُونَ

۳۲۴- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت اسید بن حضیر اور کچھ دوسرے لوگوں کو عائشہ کے ہار کی تلاش میں بھیجا جسے وہ اپنی منزل میں بھول گئی تھیں۔ نماز کا وقت ہو گیا جب کہ ان

◄◄ الثوري، وأبوداود، الطهارة، باب الجنب يتيمم، ح: ٣٣٢ من حديث أبي قلابة به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح: ٣١١، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٢٩٢، وابن حبان، والحاكم: ١/ ١٧٦، ١٧٧، والذهبي وغيرهم، وله شاهد من حديث أبي هريرة رضي الله عنه.

٣٢٤ـ أخرجه البخاري، التيمم، باب إذا لم يجد ماءً ولا ترابًا، ح: ٣٣٦ وغيره، ومسلم، الحيض، باب التيمم، ح: ٣٦٧/ ١٠٩ من حديث هشام به، وأبوداود، الطهارة، باب التيمم، ح: ٣١٧ من حديث أبي معاوية به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣١٢.

قِلَادَةً كَانَتْ لِعَائِشَةَ نَسِيَتْهَا فِي مَنْزِلٍ نَزَلَتْهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسُوا عَلَى وُضُوءٍ وَلَمْ يَجِدُوا مَاءً، فَصَلَّوا بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ التَّيَمُّمِ. قَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا، فَوَاللّٰهِ! مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِينَهُ إِلَّا جَعَلَ اللهُ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا.

(لوگوں) کا وضو نہیں تھا۔ وہ پانی نہ پا سکے تو انھوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ پھر انھوں نے اس بات کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت اتار دی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ کی قسم! جب بھی آپ کو کوئی ایسا معاملہ پیش آیا جسے آپ پسند نہ کرتی ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کے لیے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے خیر رکھ دی۔

فوائد ومسائل: ① امام صاحب کا استدلال یہ ہے کہ صحابہ نے پانی نہ ملنے کی صورت میں بلا وضو نماز پڑھی اور آپ نے انکار نہیں فرمایا۔ اب تیمّم کا حکم آنے کے بعد اگر مٹی بھی نہ ملے تو صحابہ کے طرز عمل کی روشنی میں وضو اور تیمّم کے بغیر نماز پڑھ لیں گے اور یہ مسلک ہے امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ کا' البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ پانی یا مٹی ملنے پر نماز دہرانی ہوگی' لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ اسی کو کافی سمجھتے ہیں۔ اور یہی موقف درست ہے۔ اس کے بخلاف امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس صورت میں نماز نہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ جب پانی یا مٹی ملے' پھر نماز پڑھی جائے گی' جبکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تو پڑھ لی تھی اور نبیٔ اکرم ﷺ نے اس پر انھیں برقرار بھی رکھا۔ امام مالک وقت کے بعد ضروری نہیں سمجھتے۔ ② یہ حدیث پیچھے بھی گزری ہے مگر اس میں بلا وضو نماز پڑھنے کا ذکر نہیں۔ (دیکھیے' حدیث: ۳۱۱)

٣٢٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنَّ مُخَارِقًا أَخْبَرَهُمْ عَنْ طَارِقٍ: أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يُصَلِّ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: «أَصَبْتَ»، فَأَجْنَبَ رَجُلٌ آخَرُ فَتَيَمَّمَ وَصَلَّى، فَأَتَاهُ فَقَالَ نَحْوَ مَا قَالَ لِلْآخَرِ - يَعْنِي أَصَبْتَ -.

۳۲۵- حضرت طارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جنبی ہو گیا (اور اسے پانی نہ ملا) تو اس نے نماز نہ پڑھی۔ پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا: ''تو نے ٹھیک کیا۔'' ایک اور آدمی جنبی ہو گیا تو اس نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی۔ وہ آپ کے پاس آیا تو اسے بھی آپ نے وہی کہا جو دوسرے کو کہا تھا' یعنی تو نے ٹھیک کیا۔

٣٢٥- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٣١٥ من حديث شعبة عن مخارق بن عبدالله الأحمسي عن طارق بن شهاب به.

فوائد ومسائل: ① ’’نماز نہ پڑھی‘‘ اسے تیمّم کا حکم معلوم نہ ہوگا‘ یا اس کا یہ عمل تیمّم کی مشروعیت سے پہلے کا ہے کیونکہ حدیث: ۳۲۱ میں گزرا ہے کہ ایک آدمی جنابت کی حالت میں تھا اور لوگوں سے الگ ہو کر بیٹھا تھا تو آپ ﷺ نے اسے پانی نہ ہونے کی وجہ سے مٹی سے تیمّم کرنے کا حکم دیا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحیح شرعی مسئلہ یہی ہے کہ پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کر لیا جائے جیسا کہ دوسرے آدمی نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی تھی اور آپ نے اسے درست قرار دیا ہے۔ رہا پہلا آدمی تو اسے بھی یہی چاہیے تھا لیکن چونکہ اسے علم نہ تھا یا ابھی تک تیمّم کی مشروعیت نازل نہیں ہوئی تھی تو اسے چاہیے تھا کہ ایسی حالت میں نماز پڑھ لیتا جیسا کہ گزشتہ حدیث میں آیا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بلا وضو اور بلا تیمّم نماز پڑھی اور آپ ﷺ نے انھیں برقرار بھی رکھا‘ لہٰذا ایسی حالت میں نماز نہ پڑھنا اس کا ذاتی اجتہاد تھا جس کی وجہ سے نبیٔ اکرم ﷺ نے أَصَبْتَ کہہ کر اس کی حوصلہ افزائی فرما دی‘ مراد یہ ہے کہ تجھے اس اجتہاد کا ایک اجر ملے گا۔ یہ قطعاً مراد نہیں کہ تم دونوں ہی حق پر ہو کیونکہ حقیقت میں حق پر وہی ہوگا جو اصل شرعی رخصت یا حکم کے مطابق عمل کرے گا۔ اور یہ حقیقت اس وقت بالکل واضح ہوگی جب صحیح دلیل موجود ہو‘ لہٰذا دو اختلاف کرنے والے مجتہدوں کو بیک وقت حق پر نہیں کہا جا سکتا‘ یقیناً ایک خطاکار ہوگا۔ ② امام نسائی رحمہ اللہ کا اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے بعد ذکر کرنے کا مقصد یہ لگتا ہے کہ یہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے‘ لہٰذا حدیث عائشہ اور اس حدیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں بنتا۔ واللہ أعلم۔ یعنی آدمی کو اسی حالت میں نماز پڑھ لینی چاہیے اگرچہ پانی اور تیمّم کے لیے مٹی نہ بھی ملے‘ لیکن دلائل کی رو سے یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے۔ ③ اس حدیث سے پتا چلا کہ عہد نبوی میں بھی اجتہاد ہوتا رہا ہے لیکن ضروری ہے کہ اس کے بعد نصوص کی تلاش بھی جاری رکھی جائے اور جب مجتہد کے لیے حق ثابت ہو جائے اور صحیح دلیل مل جائے تو اسے اپنے سابقہ اجتہاد اور موقف کو ترک کر دینا چاہیے۔

پانی سے متعلق احکام ومسائل

امام نسائی رحمہ اللہ طہارت سے متعلق احکام ومسائل بیان کرتے ہوئے یہاں پانی کی مختلف اقسام سے متعلق احکام ومسائل بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کون سا پانی پاک ہے' کس پانی سے حدث اور نجاست دور ہوسکتی ہے' کس جانور کا جوٹھا پانی پاک ہے اور کس کا ناپاک' غسل جنابت میں میاں بیوی ایک دوسرے کا بچا ہوا پانی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں' کس قدر پانی غسل اور وضو کے لیے کفایت کر سکتا ہے' کنویں کا پانی پاک ہے یا ناپاک' قلیل اور کثیر پانی کی تحدید' برف اور اولوں کے پانی سے وضو کا حکم اور حائضہ عورت کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ہم نے قارئین کی سہولت کے پیش نظر انھی مسائل کو یکجا کر کے ذیل میں قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں انسانی فطرت سلیمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی انسان کو مکلّف بنایا گیا ہے۔ دین اسلام کا امتیازی وصف طہارت ونظافت اور صفائی ستھرائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم اور اس کی ترغیب دی ہے اور اسے اپنانے والوں سے محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (البقرة ۲:۲۲۲) ''اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (المدثر ۷۴:۴، ۵) ”(اے نبی!) اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے اور گندگی سے دور رہیے۔“ نیز ایک دوسرے مقام پر طہارت و نظافت اور پاکی اختیار کرنے والوں کی تعریف اور مدح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ (التوبة ۹:۱۰۸) ”اس (بستیٔ قباء) میں ایسے آدمی ہیں جو خوب طہارت حاصل کرنا پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اچھی طرح پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا حکم اور اس کی ترغیب دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ] (صحیح مسلم، الإیمان، حدیث:۹۱) ”اللہ تعالیٰ انتہائی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔“ نیز آپ نے فرمایا: [اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ] (صحیح مسلم، الطهارة، حدیث:۲۲۳) ”طہارت اور پاکیزگی نصف ایمان (یا ایمان کا ایک حصہ) ہے۔“

دین اسلام کے نزدیک انتہائی اہمیت کی حامل شئی...... طہارت و پاکیزگی...... صرف اور صرف پانی سے یا پانی کی عدم موجودگی یا پانی کے استعمال پر عدم قدرت کی صورت میں مٹی سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهِ﴾ (الأنفال ۸:۱۱) ”اور آسمان سے تمھارے لیے پانی نازل فرمایا تاکہ تمھیں اس کے ذریعے سے پاک کر دے۔“ نیز فرمایا: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (النسآء ۴:۴۳) ”اگر تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔“ بنابریں ان دلائل کی رو سے طہارت اور پاکیزگی عموماً پانی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ تو جہاں شریعت اسلامیہ نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ طہارت اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ پانی ہے، وہاں اس کے استعمال کرنے کا طریقہ بھی بیان کیا ہے۔ اور دیگر امور کی طرح اس کے احکام و مسائل بھی مکمل طور پر بیان فرمائے ہیں اور اس کے استعمال میں افراط و تفریط سے منع فرمایا ہے۔

ہمارے ہاں وضو اور غسل یا دیگر کاموں میں پانی استعمال کرتے ہوئے بے جا اسراف کیا جاتا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کی بابت صحابۂ کرام ﷢ بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک مُد یعنی تقریباً آدھا کلو پانی سے وضو اور ایک صاع، یعنی تقریباً دو ڈھائی کلو پانی سے غسل جنابت فرما لیا کرتے تھے۔ دیکھیے:

(صحيح مسلم' الحيض' حديث: ۳۲۶) نیز ایک دوسری روایت میں جب صحابی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مد سے وضو اور ایک صاع سے غسل کرلیا کرتے تھے تو ایک آدمی نے کہا: پانی کی اتنی مقدار ہمارے لیے کافی نہیں۔ تو صحابیٔ رسول نے کہا: اتنا پانی ان کو تو کافی ہوتا تھا جو تجھ سے افضل تھے اور ان کے بال بھی تجھ سے زیادہ تھے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه' الطهارة' حديث: ۲۷۰) یہ الگ بات ہے کہ اس سے زیادہ پانی بھی ضرورت کے پیش نظر استعمال کرنا جائز ہے لیکن کوشش یہی ہونی چاہیے کہ پانی کا ضیاع نہ ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے واضح ہے۔

طہارت و نظافت اگرچہ اسلام کا امتیازی وصف ہے لیکن اسے اختیار کرتے ہوئے بھی دیگر مسائل کی طرح افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ ان فرمودات پر عمل پیرا ہونے سے ایک تو ہمارے معاشرتی مسائل کم ہوں گے' مثلاً: واسا کے مسائل کہ آئے دن پانی کی نکاسی ہمارے لیے مسئلہ بنی ہوتی ہے اور دوسری بات یہ کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے طریقے پر عمل بھی ہو جائے گا۔ ذیل میں اسی پانی سے متعلق دیگر اہم احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں تاکہ قارئین طہارت و پاکیزگی حاصل کرتے ہوئے انھیں مد نظر رکھیں۔

* **پانی کی لغوی و اصطلاحی تعریف:** **لغوی تعریف:** ماء کی جمع مِیَاہٌ اور أَمْوَاہٌ آتی ہے اور اس کی تصغیر مُوَیه آتی ہے۔ بدوی عربوں نے اس کی صورت بگاڑ کر مُویَہ کر دی ہے۔ **اصطلاحی تعریف:** [اَلْمَاءُ جِسْمٌ لَّطِيفٌ سَيَّالٌ بِهِ حَيَاةُ كُلِّ نَامٍ] ''پانی ایک ایسا سیال مادہ ہے جس پر ہر نشوونما پانے اور بڑھنے والی چیز کی زندگی کا دارومدار اور انحصار ہے۔ دیکھیے: (الموسوعة الفقهية: ۳۵۲/۳۹)

* **پانی کی اقسام:** پانی کی چار اقسام ہیں: ① ماء مطلق ② ماء مستعمل ③ ماء مسخن (گرم پانی) ④ ماء مختلط۔

① **ماء مطلق:** اس سے مراد عام پانی ہے جو اپنے قدرتی اور پیدائشی وصف پر برقرار ہو' اس میں کسی چیز کی ملاوٹ اور آمیزش نہ ہو۔ اس پانی کی بابت فقہاء کا اجماع ہے کہ یہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ دیکھیے: (المغني لابن قدامة: ۷/۱' والمجموع: ۸۴/۱) اس کی کئی اقسام ہیں' مثلاً: بارش کا پانی' برف کا پانی' سمندر اور دریا کا پانی' نہروں اور کنوؤں کا پانی' چشموں کا پانی' سیلاب کا پانی اور زم زم کا پانی وغیرہ۔

❁ **بارش کا پانی:** یہ خود بھی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُورًا﴾ (الفرقان ۲۵:۴۸) ”اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔“ نیز فرمایا: ﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ﴾ (الأنفال ۸:۱۱) ”اور آسمان سے تم پر بارش نازل فرمارہا تھا تاکہ تمھیں اس کے ذریعے سے پاک کردے۔“

❁ **برف اور اولوں کا پانی:** ان کے پانی کا بھی وہی حکم ہے جو بارش کے پانی کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ قراءت سے پہلے ایک دعا پڑھا کرتے تھے‘ اس میں فرماتے: [...... اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ] ”......اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی‘ برف اور اولوں سے دھوڈال۔“ (صحیح البخاري‘ الأذان‘ حدیث: ۷۴۴)

❁ **سمندر‘ دریا اور نہر کا پانی:** ان کے پانی کا بھی وہی حکم ہے جو پیچھے گزر چکا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں‘ اگر ہم اس سے وضو کریں تو (پینے کے لیے پانی ختم ہو جائے گا اور) ہم پیاسے رہ جائیں گے‘ کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں؟ آپ نے فرمایا: [هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ] ”سمندر کا پانی پاک ہے (اور) اس کا مردار حلال ہے۔“ (سنن أبي داود‘ الطهارة‘ حدیث: ۸۳) نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں باب باندھا ہے: [شُرْبُ النَّاسِ وَسَقْيُ الدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ] یعنی ”نہروں سے انسانوں اور چوپایوں کا پانی پینا درست ہے۔“ اس مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث بیان کی ہے جس کا ایک حصہ کچھ اس طرح ہے کہ نبی ٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”گھوڑا بعض لوگوں کے لیے باعث ثواب اور بعض کے لیے موجب پردہ پوشی اور بعض کے لیے وجہ وبال ہے‘ باعث اجر وثواب کس کے لیے ہوگا؟“ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: [...... وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ‘ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ‘ فَهِيَ لِذٰلِكَ أَجْرٌ] ”اگر اس گھوڑے کا گزر کسی نہر سے ہوا اور اس نے وہاں سے پانی پیا گو اس کے مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا‘ تب بھی نیکیاں لکھ دی جائیں گی‘ چنانچہ اس قسم کا گھوڑا مالک کے لیے باعث

اجروثواب ہوگا......'' (صحیح البخاري، المساقاۃ، حدیث:۲۳۷۱) بنابریں ان دلائل کی رو سے سمندر، دریا اور نہر کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، اس لیے اس کی موجودگی میں تیمّم کرنا جائز نہیں۔

۞ چشموں اور کنوؤں کا پانی: ان کا بھی وہی حکم ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔ اس کی بابت ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ﴾ (البقرۃ ۲:۶۰) ''اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا: اپنی لاٹھی پتھر پر مار، چنانچہ اس (پتھر) سے بارہ چشمے بہہ نکلے، ہر قبیلے نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے کنویں کے پانی کی بابت فرمایا: ﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ﴾ (القصص ۲۸:۲۳) ''اور جب موسیٰ علیہ السلام مدین کے پانی (کنویں) پر پہنچے تو اس (کنویں) پر انھوں نے لوگوں کا ایک گروہ پایا، وہ (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہے تھے۔'' علاوہ ازیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے کنویں کے پانی کی بابت پوچھا گیا جس میں حیض کے چیتھڑے، کتوں کا گوشت اور گندگی گر جاتی تھی، آپ نے فرمایا: [اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَّا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ] ''اس کا پانی پاک کرنے والا ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' (سنن أبي داود، الطهارۃ، حدیث:۶۶) مذکورہ حدیث صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب پانی اتنی کثیر مقدار میں ہو تو محض نجاست کا اس میں گر جانا اسے ناپاک نہیں کرتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مطلق پانی میں نجاست گرنے سے وہ ناپاک نہیں ہوتا، یعنی یہ حدیث کثیر پانی کے متعلق ہے، قلیل کے بارے میں نہیں۔ کثیر اور قلیل پانی کی تحدید کی بابت تفصیل آگے آرہی ہے۔

۞ زم زم کا پانی: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ کیا، پھر زم زم کے پانی کا ڈول منگوایا، اس سے آپ نے پیا اور وضو بھی کیا۔ (زوائد مسند أحمد:۷۶/۱، وإرواء الغلیل، رقم:۱۳) نیز معراج والی رات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک چاک کر کے آبِ زم زم سے دھویا گیا۔ (صحیح البخاري، الصلاۃ، حدیث:۳۴۹) بنابریں آبِ زم زم سے وضو اور غسل

وغیرہ کرنا جائز ہے کیونکہ ممانعت کی کوئی دلیل نہیں' البتہ بعض علماء اور ائمہ آب زم زم سے' اس کے متبرک ہونے کی وجہ سے' نجاست وغیرہ دور کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور بعض مطلقاً جائز سمجھتے ہیں' یعنی آب زم زم وضوء غسل اور نجاست وغیرہ زائل کرنے میں استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصول شفا اور تبرک کی غرض سے جسم کے کسی بھی حصے پر اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی موقف راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ أعلم. دیکھیے:
(فتاویٰ الدين الخالص: ۲/ ۳۲۰' والموسوعة الفقهية: ۳۹/ ۳۵۷' ۳۵۸)

② **ماء مستعمل:** اس سے مراد وہ پانی ہے جو کسی وضو یا غسل کرنے والے کے اعضاء سے گرتا ہے' تو ایسا استعمال شدہ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے جبکہ مجھے کوئی ہوش نہ تھا۔ آپ نے وضو کیا اور وضو کا استعمال شدہ پانی مجھ پر چھڑکا تو مجھے ہوش آ گیا۔ (صحيح البخاري' الوضوء' حديث: ۱۹۴) نیز اسی مسئلے سے متعلق ایک روایت حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئی' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا بھانجا بیماری کی وجہ سے بے چین ہے' آپ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی' پھر آپ نے وضو کیا' بعد ازاں میں نے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا۔ (صحيح البخاري' الوضوء' حديث: ۱۹۰) اسی طرح حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' وہ کہتے ہیں: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ کو وضو کے لیے پانی دیا گیا۔ آپ نے وضو کیا تو لوگ آپ کے وضو کا استعمال شدہ پانی لے کر اپنے جسموں پر ملنے لگے۔ (صحيح البخاري' الوضوء' حديث: ۱۸۷) ان دلائل سے ثابت ہوا کہ ایسا استعمال شدہ پانی بذات خود پاک ہے۔ رہی یہ بات کہ استعمال شدہ پانی دوسری چیز کو پاک کر سکتا ہے یا نہیں تو اس کی بابت حضرت رُبَیِّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا مسح اپنے ہاتھ میں بچے ہوئے پانی سے کیا۔ (سنن أبي داود' الطهارة' حديث: ۱۳۰) اس روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے سنداً حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني' الطهارة' حديث: ۱۲۱)

٭ **حائضہ اور جنبی کے بچے ہوئے پانی کا حکم:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں کسی ہڈی سے گوشت نوچتی تو اللہ کے رسول ﷺ اس جگہ اپنا منہ مبارک رکھتے جہاں میں نے رکھا تھا، حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ اور میں برتن سے پانی پیتی تو رسول اللہ ﷺ اس جگہ اپنا منہ رکھتے تھے جہاں میں نے لگایا تھا، حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ دیکھیے: (صحيح مسلم، الحيض، حديث: ۳۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کھانے پینے کی چیزیں حائضہ کی وجہ سے پلید نہیں ہوتیں تو حائضہ کے غسل سے بچا ہوا پانی جبکہ اس نے اسے احتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہو، بالاولیٰ پلید نہیں ہوگا، نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ایک زوجۂ محترمہ رضی اللہ عنہا نے ایک ٹب میں پانی لے کر غسل کیا۔ اس کے بعد نبی ﷺ غسل یا وضو کرنے کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جنبی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: ''پانی ناپاک نہیں ہوتا۔'' (سنن أبي داود، الطهارة، حديث: ۶۸۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔) نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے، فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے، جو ہم دونوں کے درمیان ہوتا تھا، غسل کرلیا کرتے تھے، آپ (برتن سے پانی لینے میں) مجھ سے جلدی فرما لیتے حتی کہ میں کہتی: میرے لیے چھوڑیے، میرے لیے چھوڑیے، نیز فرماتی ہیں کہ ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الغسل، حديث: ۲۶۱، و صحيح مسلم، الحيض، حديث: ۳۲۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ اور جنبی کا مستعمل بقیہ پانی پاک اور قابل استعمال رہتا ہے، نیز جب میاں بیوی جنبی ہونے کی صورت میں اکٹھے ایک برتن میں پانی لے کر یا ایک دوسرے کے بقیہ پانی سے یکے بعد دیگرے غسل کر سکتے ہیں تو جنابت کے علاوہ تو بالاولیٰ کر سکتے ہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل فرما لیا کرتے تھے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم، الحيض، حديث: ۳۲۳)

③ **ماء مسخن (گرم پانی):** یہ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابت مروی ہے کہ ان کے لیے تانبے کے برتن میں پانی گرم کیا جاتا اور وہ اس سے غسل فرماتے۔ دیکھیے: (السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۶/۱، وإرواء الغليل: ۱/ ۴۸-۵۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابت ہی ایک اور

روایت بھی مروی ہے' اس میں بھی اسی بات کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گرم پانی سے غسل کرتے تھے۔ دیکھیے: (مصنف ابن أبي شیبة:۱/۳۳) ان آثار سے ثابت ہوا کہ گرم پانی پاک ہے' اسے طہارت کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی حدیث سے گرم پانی استعمال کرنے کی ممانعت بھی ثابت نہیں ہے۔ اور جس کام کی ممانعت ثابت نہ ہو تو اسے کرنا جائز ہوتا ہے بشرطیکہ شریعت کی کسی اصل سے اس کا ٹکراؤ نہ ہو۔

④ **ماء مختلط:** اس کی دو قسمیں ہیں: ① پہلی قسم اس پانی کی ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو' مثلاً: صابن' کافور' زعفران اور آٹا وغیرہ۔ تو ایسا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' وہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ نے فرمایا: ''اسے تین' پانچ' سات بار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخری بار پانی میں کچھ کافور بھی ملا لو۔'' (صحیح البخاري' الجنائز' حدیث:۱۲۵۳' وصحیح مسلم' الجنائز' حدیث:۹۳۹) نیز حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک ٹب میں غسل کیا جبکہ اس میں گندھے ہوئے آٹے کا اثر تھا۔ (سنن ابن ماجه' الطهارة' حدیث:۳۷۸) بنابریں مذکورہ احادیث میں ایسے پانی کے استعمال کی اجازت ہے جس میں پاک چیز مل گئی ہو کیونکہ پانی میں کافور اور آٹے کا اثر اس حد تک غالب نہ تھا کہ اسے مطلق پانی ہونے کی صفت سے خارج کر دیتا۔ تو اس طرح کے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔

② دوسری قسم اس پانی کی ہے جس میں نجاست اور پلید چیز گر گئی ہو۔ اس قسم کا پانی تھوڑا ہو یا زیادہ جب اس کا ذائقہ' رنگ یا بو بدل جائے تو وہ پلید ہوتا ہے اور اس سے پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی۔ امام ابن منذر رحمہ اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ جب اس میں نجاست گر جائے اور اس کا ذائقہ' رنگ یا بو بدل جائے تو جب تک ایسا رہے پلید ہوتا ہے۔ دیکھیے: (الإجماع لابن المنذر' ص:۳۳' والمغني لابن قدامة:۱/۵۳' والمجموع:۱/۱۱۰) امام ابن رشد اس کی بابت فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ ایسا پانی جو نجاست کی وجہ سے اپنا ذائقہ' رنگ یا بو میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد وصف بدل لے تو اس سے وضو یا طہارت جائز نہیں۔ دیکھیے: (بدایة المجتهد:۱/۱۷)

✵ کثیر اور قلیل پانی کی تحدید: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب پانی کی مقدار دو (قلے) بڑے مٹکوں کے برابر ہوتو وہ نجاست کو قبول نہیں کرتا۔'' اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں: ''تو وہ پانی نجس (ناپاک) نہیں ہوتا۔'' دیکھیے: (سنن أبي داود' الطهارة' حديث: ٦٣' و جامع الترمذي' الطهارة' حديث: ٦٧' و سنن ابن ماجه' الطهارة' حديث: ٥١٧) یہ حدیث پانی کی قلیل اور کثیر مقدار کے درمیان فرق اور حد بندی میں بالکل واضح اور صریح ہے۔ اس مفہوم کی تمام احادیث سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب پانی کی مقدار دو قلوں سے کم ہوتو وہ محض نجاست کے گرنے ہی سے ناپاک ہو جائے گا' خواہ اوصاف ثلاثہ میں سے کسی وصف میں تغیر واقع ہوا ہو یا نہ۔ اور اگر اس کی مقدار (قلتین) دو مٹکوں کے برابر یا اس سے زیادہ ہوگی تو محض نجاست سے وہ ناپاک نہیں ہوگا بلکہ وہ خود بھی پاک ہی رہے گا اور دوسری چیز کو بھی پاک کرے گا' البتہ جب اس نجاست کی وجہ سے ان اوصاف ثلاثہ (بو' ذائقہ' رنگ) میں سے کوئی وصف تبدیل ہو جائے تو پھر وہ پانی ناپاک شمار ہوگا جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث: [إِنَّ الْمَاءَ لَايُنَجِّسُهُ شَيْءٌ إِلَّا مَاغَلَبَ عَلٰى رِيحِهِ وَ طَعْمِهِ وَلَوْنِهِ] (سنن ابن ماجه' الطهارة' حديث: ٥٢١) اس پر دلالت کرتی ہے۔ جہاں تک بئر بضاعہ والی حدیث کا تعلق ہے تو اس کی بابت راجح اور درست بات یہی ہے کہ اس میں پانی دو قلے یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ شیخ صفی الرحمان مبارک پوری رحمہ اللہ قلتین کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''قلہ'' مٹی کے پکے ہوئے بڑے مٹکے کو کہتے ہیں۔ اس کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی وجہ سے اس کی مقدار میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن عرب میں ہجر (ایک بستی کا نام) کے مٹکے مشہور و معروف تھے' نیز عرب کے اشعار اور امثال میں بھی بکثرت اس کا استعمال ہوا ہے' اس وجہ سے یہ متعین ہو جاتا ہے کہ حدیث میں بیان شدہ مٹکے سے مراد ہجر بستی کا مٹکا ہے' کوئی اور مٹکا نہیں۔ اور ان کے مٹکے میں اڑھائی سو رطل پانی سمانے کی گنجائش تھی' لہٰذا دو قلوں کے پانی کی مقدار پانچ سو رطل ہوئی جو موجودہ پیمانے کے مطابق تقریباً دو سو ستائیس کلوگرام' یعنی پانچ من ستائیس کلو گرام بنتی ہے۔ دیکھیے: (اتحاف الكرام شرح بلوغ المرام' حديث: ٤ کی لغوی تشریح) بنابریں دو قلوں سے کم پانی' کثیر کے زمرے میں نہیں آتا اور دو قلوں یا اس سے زیادہ پانی کی مقدار کثیر ہے۔

بعض علماء نے قلتین والی روایت کوضعیف قرار دیا ہے جبکہ مولانا تقی عثمانی درس ترمذی کی جلد اوّل' صفحہ: ۳۷۵ پر یوں رقمطراز ہیں کہ محدثین کے ایک بڑے طائفہ نے اس حدیث کوصحیح قرار دیا ہے۔امام شافعی' امام احمد' حافظ ابن منده اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ اس کو صحیح کہتے ہیں۔امام ترمذی رحمہ اللہ کا صنیع بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔احناف میں سے شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کا رجحان بھی عدم تضعیف کی طرف ہے۔امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند پر کوئی کلام نہیں کیا۔صاحب سعایہ بھی عدم تضعیف کی طرف مائل ہیں' اسی لیے حضرت گنگوہی نے الکوکب الدری میں فرمایا ہے کہ حدیث قلتین کی تضعیف مشکل ہے۔آخر میں مولانا تقی عثمانی نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے لیکن اس کے باوجود اس حدیث کی بے جا توجیہات بیان کر کے اس کے ظاہر معنی پر عمل کو ناجائز قرار دیا ہے تاکہ اپنے امام کا موقف غلط نہ ٹھہرے۔امام بغوی رحمہ اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ بعض اصحاب الرائے نے ماءِ کثیر' جو پلید نہیں ہوتا ہے' کی مقدار دہ در دہ (10x10) یعنی دس ہاتھ لمبائی اور دس ہاتھ چوڑائی بیان کی ہے جبکہ یہ تحدید کسی شرعی اصل سے ثابت نہیں۔دیکھیے: (شرح السنة للبغوي: ۲/۵۹) مزید لکھتے ہیں کہ بعض نے اس کی مقدار یہ بتلائی ہے کہ ایک بڑا حوض ہو اور اس کی ایک جانب حرکت دی جائے تو دوسری جانب اس حرکت کا اثر نہ پہنچے۔لیکن یہ انتہائی جہالت کی بات ہے کیونکہ حرکت دینے والوں کی حرکت قوت اور ضعف کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔دیکھیے: (شرح السنة للبغوي: ۲/۶۰) بہرحال اس کے علاوہ بھی قلتین والی روایت کی کئی ایک توجیہات بیان کی گئی ہیں لیکن صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے اس کے مقابلے میں خود ساختہ توجیہات کی کوئی حیثیت نہیں۔

بنابریں معلوم ہوا کہ اگر پانی دو قلوں سے کم ہے تو اس میں صرف گندگی اور پلیدی کا گرنا ہی اسے ناپاک اور پلید بنا دے گا لیکن اگر پانی دو قلوں سے زیادہ ہے تو اوصاف ثلاثہ (رنگ' بُو' ذائقہ) کو مدنظر رکھا جائے گا۔اگر ان تینوں میں سے ایک وصف یا ایک سے زائد وصف پانی میں پایا جائے تو وہ پانی ناپاک ہے' اسے طہارت کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔اس ضمن میں بے جا توجیہات وتاویلات کا سہارا بھی نہیں لینا چاہیے۔

* **بلی' گدھے اور کتے وغیرہ کے جوٹھے پانی کا حکم:** بلی کے جوٹھے پانی کی بابت حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے وضو کر لیا کرتے تھے جب کہ اس میں سے پہلے بلی نے پانی پیا ہوتا تھا۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه، الطهارة، حديث:٣٦٨) نیز ایک دوسری روایت سے اس مسئلے کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ داود بن صالح بن دینار اپنی والدہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کی مالکہ نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہریسہ (ایک قسم کا کھانا) دے کر بھیجا تو اس نے انھیں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ انھوں نے (اثنائے نماز ہی میں) اشارہ کیا کہ رکھ دے، چنانچہ ایک بلی آئی اور اس میں سے کچھ کھا گئی، جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو انھوں نے وہیں سے کھانا شروع کر دیا جہاں سے بلی نے کھایا تھا اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ نجس نہیں ہے یہ تو (گھروں میں) گھومنے پھرنے والے جانوروں میں سے ہے۔“ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ اس کے جوٹھے پانی سے وضو کر لیا کرتے تھے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الطهارة، حديث:٧٦) مذکورہ دونوں روایتوں کو محقق عصر شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود للألباني (مفصل)، رقم:٦٩، و إرواء الغليل: رقم:٧٥) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ] (سنن أبي داود، الطهارة، حديث:٧٥) ”بلی نجس نہیں ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے دشواری اور دقت کے پیش نظر بلی کو غیر نجس قرار دیا ہے۔ اس کے غیر نجس ہونے سے ثابت ہوا کہ اس کا جوٹھا پاک ہے جیسا کہ آپ اس کے جوٹھے سے وضو فرما لیا کرتے تھے۔ بنابریں صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے کسی امام یا مفتی کا اس کے جوٹھے کو مکروہ کہنا سمجھ سے بالاتر ہے، نیز جمہور علماء نے بھی بلی کے جوٹھے کو پاک قرار دیا ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبیٰ شرح سنن النسائي:٢/١٠٦-١١٤)

گدھے، گھوڑے اور خچر کے جوٹھے پانی کی بابت خاصا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن دلائل کی رو سے راجح موقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا جوٹھا بھی پاک ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اکثر گھوڑے، گدھے اور خچر کو بطور سواری استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا لعاب اور پسینہ وغیرہ کپڑوں کو لگتا ہوگا اور آپ نے کبھی بھی ان کے لعاب اور پسینے وغیرہ سے پرہیز کا حکم نہیں دیا۔ امام نووی اور امام ابن قدامہ رحمہما اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ اگر ان کا لعاب وغیرہ نجس (پلید) ہوتا تو

رسول اللہ ﷺ اس کی طرف ضرور اشارہ فرماتے جیسا کہ آپ نے دیگر جانوروں کی بابت فرمایا ہے' لہٰذا آپ کا ان کی بابت ذکر نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا جوٹھا پاک ہے اور امت کے حق میں بھی یہی بہتر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ تنگی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور ہمیشہ یَسِّرُوا وَلَاتُعَسِّرُوا کی تلقین فرمائی ہے۔ مزید یہ کہ عملی طور پر ان سے بچنا بھی ناممکن ہے۔ بنابریں راجح اور حق بات یہی ہے کہ ان جانوروں کا جوٹھا پانی پاک ہے' اس سے وضو وغیرہ کیا جا سکتا ہے۔ واللہ أعلم بالصواب. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني لابن قدامة:۱/۴۸' ۴۹ والمجموع للنووي:۱/۱۷۳' ۱۷۴' وذخيرة العقبٰى شرح سنن النسائي:۲/۱۱۵-۱۲۰)

کتے کے جھوٹے پانی کی بابت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کتا کسی برتن میں سے پانی وغیرہ پی لے تو برتن کو سات بار دھوؤ اور پہلی بار مٹی سے مانجو۔'' (صحيح مسلم' الطهارة' حديث:۲۷۹) یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کتے کا منہ' اس کا لعاب دہن اور اس کا جوٹھا نجس و ناپاک ہے اور یہی اس کے سارے بدن کے نجس و ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے' نیز صحیح ابن خزیمہ میں مزید صراحت ہے کہ جس برتن میں کتے نے منہ مارا ہو تو اگر اس میں پانی وغیرہ ہو تو اس کو بہا دینا چاہیے۔ دیکھیے: (صحيح ابن خزيمة:۱/۵۱' رقم الباب:۷۵' حديث:۹۸) رسول اللہ ﷺ نے کتوں کی قباحت اور شناعت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''کتوں کو قتل کر دو۔'' پھر آپ نے قتل کرنے سے روک دیا اور شکار اور رکھوالی وغیرہ کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی۔ بنابریں ان مقاصد کے سوا کسی اور مقصد کے لیے' مثلاً: شوق کے طور پر یا کسی اور وجہ سے کتا رکھنا جائز نہیں کیونکہ احادیث میں اس کی ممانعت اور وعید آئی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مال مویشی کے تحفظ' شکار یا کھیتی کی دیکھ بھال کے سوا کتا رکھتا ہے تو اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط ثواب کم ہو جاتا ہے۔'' (صحيح البخاري' الحرث والمزارعة' حديث:۲۳۲۲)

شریعت اسلامیہ نے انسان کی بہتری کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ انسان ہر قسم کی آفات' مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ رہے لیکن آج کا مسلمان مغربی تہذیب کا اس قدر دلدادہ ہو چکا ہے کہ وہ نہیں دیکھتا کہ کتا رکھنے میں میرا دینی اور جسمانی کیا نقصان ہے' وہ تو کتے کو وہی مقام دینا چاہتا ہے اور اسی

طرح دیکھنا چاہتا ہے جیسے غیر مسلموں نے کتوں کو فرد خانہ کا مقام دے رکھا ہے اور اس کے ساتھ کھیل کود ہی نہیں بلکہ اپنا ہم مشرب بھی بنایا ہوا ہے۔أعاذنا الله منه.

کتے کے منہ میں بے شمار جراثیم ہوتے ہیں۔ اس کی وضاحت علماء اور دور حاضر کے ماہر اطباء اس طرح کرتے ہیں کہ اکثر کتوں کی آنتوں میں بہت چھوٹے چھوٹے جرثومے پائے جاتے ہیں جو کہ چار ملی میٹر لمبے ہوتے ہیں۔ جب کتا اپنا فضلہ خارج کرتا ہے تو اس فضلے سے انڈے خارج ہوتے ہیں اور فضلہ خارج ہونے کی جگہ (دبر) کے اردگرد بالوں سے کثرت سے چمٹ جاتے ہیں' پھر جب کتا اپنی زبان سے اپنا جسم صاف کرتا ہے تو یہ انڈے اس کی زبان اور منہ کے ساتھ لگ جاتے ہیں' پھر جب کتا کسی برتن میں منہ ڈالتا ہے یا پانی پیتا ہے یا انسان اس کا منہ چومتا ہے جیسا کہ آج کل مغرب میں غیر مسلم کرتے ہیں تو یہ انڈے ان اشیاء کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور خورونوش کے وقت آسانی سے انسان کے منہ تک پہنچ جاتے ہیں' منہ میں رسائی حاصل کرنے کے بعد اس کے معدے میں پہنچ جاتے ہیں' پھر اس سے جرثومے نکل کر معدے کی دیواروں میں سوراخ کر کے خون کی نالیوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس طرح دل' دماغ اور پھیپھڑوں کی بے شمار بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ پھر مزید لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا تمام چیزوں کا یورپین اطباء اپنے شہروں میں مشاہدہ کر چکے ہیں۔ ان جراثیم زدہ کتوں کی پہچان اور امتیاز چونکہ ایک مشکل کام ہے' اس کے لیے کافی وقت درکار ہے اور ایسے آلات کے ذریعے سے انتہائی دقیق بحث مطلوب ہے جن کا استعمال بہت کم لوگ جانتے ہیں' اس لیے شریعت نے عوام کو ان بکھیڑوں میں ڈالنے کی بجائے اس کو ناپاک قرار دے کر برتن کو سات مرتبہ صاف کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ برتن وغیرہ کی صفائی اور نظافت ہو سکے اور جراثیم برتن کے ساتھ نہ لگے رہیں۔ دیکھیے: (حاشية إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام لابن دقيق العيد:١/ ٢٧) بنابریں ہم میں سے ہر ایک کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہم اللہ کے نبی ﷺ کی بتلائی ہوئی وعید سے بچیں اور جسمانی بیماریوں سے بھی محفوظ رہیں۔ علاوہ ازیں شکار اور رکھوالی وغیرہ کے لیے رکھے گئے کتے کے جوٹھے اور برتن وغیرہ کا بھی وہی حکم ہے جو ایک عام کتے کا ہے' لہٰذا اس قدر غلیظ جانور کو گھر میں شوقیہ طور پر رکھنے سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ اس کے جوٹھے پن میں تمام ائمہ اور تمام مکاتب فکر کا اجماع ہے کہ کتے کا جوٹھا ناپاک

ہے۔اسی طرح ان جانوروں کا جوٹھا بھی ناپاک ہے جونجس العین ہیں' مثلاً: خنزیر وغیرہ۔

* **مکھی اور دیگر حشرات الارض کے جوٹھے پانی کا حکم:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے پانی میں مکھی گر جائے تو اسے اس میں ڈبکی دے کر نکالنا چاہیے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔'' (صحيح البخاري' بدء الخلق' حديث:۳۳۲۰) اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر مکھی سیال (بہنے والی) چیز میں گر جائے یا گر کر مر جائے تو وہ چیز نجس نہیں ہو جاتی۔اسی پر قیاس کرتے ہوئے علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جس جاندار کے جسم میں بہنے والا خون ہی موجود نہ ہو' مثلاً: شہد کی مکھی' مکڑی' بھڑ وغیرہ اور انھی سے ملتے جلتے دیگر حشرات' اگر یہ پانی میں گر کر مر جائیں تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ نجاست زدہ ہونے کا سبب تو جانور میں خون ہے جو اس کی موت کی وجہ سے رک جاتا ہے۔جن حیوانات میں خون گردش نہیں کرتا ان میں خون رکنے کا سبب موجود نہیں' اس لیے ایسے جانوروں کے مائع چیز میں گرنے سے چیز ناپاک نہیں ہوگی۔علاوہ ازیں امام ابن منذر نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ مکھی اور اسی طرح کے دیگر حشرات الارض ناپاک نہیں ہوتے۔بنا بریں مکھی اور دیگر حشرات الارض کے گرنے یا ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (المجموع للنووي:۱/ ۱۲۹' والمغني لابن قدامة:۱/ ٦٨)

* **حلال جانور کے چمڑے یا مشکیزے وغیرہ میں پڑے پانی کا حکم:** حلال جانور کا چمڑا رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے' خواہ جانور کو ذبح کیا گیا ہو یا ذبح نہ کیا گیا ہو' یعنی مردار ہو۔تو ایسے جانور کے چمڑے میں پڑا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے چمڑے کے مشکیزے کے پانی سے وضو کا ارادہ فرمایا تو آپ کو کہا گیا کہ اس مشکیزے کا چمڑا تو مردار کا ہے۔آپ نے فرمایا: ''اس کو رنگنا چمڑے کی نجاست کو زائل کر دیتا ہے۔'' (صحيح ابن خزيمة' باب الرخصة في الوضوء من الماء يكون في جلود الميتة إذا دبغت' حديث:۱۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کچے چمڑے کو رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔'' (صحيح مسلم' الحيض' حديث:٣٦٦) نیز حضرت سلمہ

بن محبق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردہ جانوروں کے چمڑوں کو رنگنا ہی ان کی طہارت اور پاکیزگی ہے۔'' (صحیح ابن حبان (موارد الظمآن)، حدیث: ۱۲۴) نیز ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو چمڑا بھی رنگا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجه، اللباس، حدیث: ۳۶۰۹) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دباغت (رنگائی) کے بعد ہر قسم کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے، وہ چمڑا خواہ حلال جانور کا ہو یا حرام کا، جانور خواہ شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو یا خود اپنی طبعی موت مرا ہو۔ اس عمومی اصول کے باوجود بعض جانور ایسے ہیں جن کے چمڑے کو دباغت کے باوجود پاک قرار نہیں دیا گیا، مثلاً: خنزیر کا چمڑا، اسے نجس العین ہونے کی بنا پر پاک قرار نہیں دیا گیا۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ خنزیر اور کتے پر اگر تکبیر پڑھ کر انھیں ذبح کیا جائے تو اس صورت میں وہ بھی پاک ہو جاتا ہے لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے، اسی طرح احناف کا کتے کے چمڑے کو دباغت کے بعد پاک قرار دینا بھی درست اور صحیح رائے پر مبنی نہیں ہے۔ صحیح اور راجح موقف یہی ہے کہ صرف حلال جانور کا چمڑا ہی دباغت کے بعد پاک ہوتا ہے، خواہ جانور کو ذبح کیا گیا ہو یا مردار ہو جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک (مردہ) بکری کے پاس سے ہوا جسے لوگ گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ''کاش تم اس کی کھال اتار لیتے۔'' انھوں نے کہا: یہ تو مری ہوئی ہے، آپ نے فرمایا: ''اس (چمڑے) کو پانی اور کیکر کی چھال پاک کر دے گی۔'' (سنن أبي داود، اللباس، حدیث: ۴۱۲۶، وسنن النسائي، الفرع والعتيرة، ۴۲۵۳) بنابریں معلوم ہوا کہ حلال جانور کے چمڑے سے بنے ہوئے برتن یا مشکیزے سے پانی لے کر وضو اور غسل وغیرہ کرنا جائز ہے اور اس میں پڑا ہوا پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔

* **کھڑے پانی کا حکم**: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں کھڑے پانی میں غسل نہ کرے۔'' (صحیح مسلم، الطهارة، حدیث: ۲۸۳) اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ، الَّذِي لَا يَجْرِي، ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ] ''تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں، جو جاری نہ ہو، پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کرے۔'' (صحیح البخاري، الوضوء، حدیث: ۲۳۹) اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں: [لَا تَبُلْ فِي الْمَاءِ

الدَّائِمِ، الَّذِي لَايَجْرِي، ثُمَّ تَغْتَسِلُ مِنْهُ] (صحيح مسلم، الطهارة، حديث:۲۸۲) یعنی تو کھڑے پانی میں جو جاری نہ ہو پیشاب نہ کر کہ پھر اس سے غسل کرے۔ اور سنن ابی داود میں یہ الفاظ ہیں: [لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ، وَلَا يَغْتَسِلُ فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ] ''تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ اس میں غسل جنابت ہی کرے۔'' (سنن أبي داود، الطهارة، حديث:۷۰) صحیح مسلم کی پہلی روایت سے صرف غسل کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں اس میں پیشاب کرنے اور اس میں غسل کرنے، دونوں کے جمع کرنے کی ممانعت ہے، نیز ابوداود اور صحیح مسلم کی دوسری روایت کی رو سے دونوں کی انفرادی طور پر بھی ممانعت ہے۔ مذکورہ تمام روایات کا ماحصل (خلاصہ) یہ ہے کہ یہ تمام عمل ہی ممنوع ہیں کیونکہ کھڑا پانی اگر مقدار میں کم ہے تو پھر وہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر کثیر مقدار میں ہے تو یکے بعد دیگرے پیشاب اور غسل کرنا پانی کے اوصاف میں تغیر وتبدل کا موجب ہوگا، چنانچہ اگر پانی کم مقدار میں ہے تو احادیث میں مذکور نہی تحریم کے لیے ہے اور اگر پانی کثیر مقدار میں ہے تو پھر نہی تنزیہی ہے کیونکہ کثیر مقدار والا پانی رواں اور جاری کے حکم میں ہوتا ہے اور وہ ناپاک اور نجس نہیں ہوتا۔

* **یہود ونصاریٰ اور دیگر غیر مسلموں کے برتنوں میں موجود پانی کا حکم:** مسلمانوں کو حتی الوسع کوشش کرنی چاہیے کہ یہود ونصاریٰ، مشرکین اور دیگر غیر مسلموں کے برتنوں کو استعمال نہ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے اہل کتاب کے برتنوں کے استعمال کرنے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا، وَ إِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَاغْسِلُوهَا ثُمَّ كُلُوا فِيهَا] ''تم ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ، لیکن اگر تم ان کے برتنوں کے علاوہ کوئی اور برتن نہ پاؤ تو انھیں دھو کر پھر ان میں کھا سکتے ہو۔'' (صحيح البخاري، الذبائح والصيد، حديث:۵۴۸۸) تاہم غیر مسلموں کے برتنوں میں موجود پانی سے وضو اور غسل وغیرہ کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے ایک مشرکہ عورت کے مشکیزے سے وضو کیا۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، التيمم، حديث:۳۴۴) نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابت مروی ہے کہ انھوں نے نصرانیہ عورت کے گھر سے وضو کیا۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الوضوء، قبل الحديث:۱۹۳) بنابریں معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے ایسے

برتن جن میں نجاست وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو ان میں سے پانی لے کر وضو اور غسل کرنا جائز اور درست ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ صرف عذر کی بنا پر ہے۔ واللہ أعلم.

* **ایسے پانی کا حکم جو خود تو پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں:** اس سے مراد نبیذ ہے۔ نبیذ عرب کا خاص مشروب ہے جو وہ خشک کھجور یا منقیٰ وغیرہ کو پانی میں بھگوئے رکھنے سے تیار کرتے تھے، جیسے ہمارے ہاں املی اور آلو بخارے کا شربت تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں پانی، کھجور اور منقیٰ تینوں چیزیں پاک ہیں لیکن پانی اپنی اصلی حالت میں نہیں رہا، اس لیے وہ خود تو پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں باب باندھا ہے کہ نبیذ سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں: حضرت حسن بصری اور حضرت ابو العالیہ رحمہما اللہ نبیذ سے وضو کرنا ناپسند کرتے تھے اور حضرت عطاء رحمہ اللہ کی بابت لکھتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے دودھ اور نبیذ سے وضو کرنے کی بہ نسبت تیمم کرنا زیادہ پسند ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الوضوء، قبل الحدیث:۲۴۲) اسی طرح سنن ابی داود میں موجود ہے کہ ابو خلدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو العالیہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص جسے جنابت لاحق ہوئی ہو اور اس کے پاس پانی نہ ہو مگر نبیذ موجود ہو تو کیا وہ اس سے غسل کر لے؟ تو انھوں نے فرمایا: نہیں۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الطھارۃ، حدیث:۸۶، ۸۷) امام ترمذی رحمہ اللہ نبیذ سے وضو کرنے کی بابت فقہاء کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: جو لوگ کہتے ہیں کہ نبیذ سے وضو نہ کیا جائے ان کی رائے ہی کتاب اللہ کے زیادہ قریب اور مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (النسآء ۴:۴۳) ''اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔'' دیکھیے: (جامع الترمذي، الطھارۃ، حدیث:۸۸) جبکہ بعض حضرات نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبیذ سے وضو کرنے کا ذکر ہے، سے استدلال کرتے ہوئے نبیذ سے وضو کرنے کو جائز قرار دیا ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اور اس موضوع کی دیگر تمام روایات ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو محقق عصر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوزرعہ، امام ابن عدی اور امام ابن منذر رحمہم اللہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ

وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ضعیف سنن أبي داود للألباني (مفصل) رقم: ١١) نیز امام طحاوی حنفی ؒ نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی حدیث کی تمام سندوں کو ضعیف قرار دے کر یہ فیصلہ دیا ہے کہ نبیذ سے کسی حال میں وضو جائز نہیں۔ مزید دیکھیے: (شرح معاني الآثار: ١/ ٥٧، ٥٨، وجامع الترمذي، بتحقيق أحمد محمد شاكر، حديث: ٨٨) بنابریں ان تمام دلائل اور بحث سے راجح اور صحیح موقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبیذ اور اس کے علاوہ ہر وہ پانی جس میں پاک چیز مل جائے اور پانی کی اصل حالت برقرار نہ رہے، وہ خود تو پاک ہے لیکن اس سے طہارت اور پاکی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ والله أعلم.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(المعجم ٢) - **كِتَابُ الْمِيَاهِ** (التحفة . . .)

مِنَ الْمُجْتَبىٰ

پانی کی مختلف اقسام سے متعلق احکام ومسائل

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُورًا﴾ [الفرقان: ٤٨] وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِۦ﴾ [الأنفال: ١١] وَقَالَ تَعالَى: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [المائدة: ٦] (التحفة ٢٠٦)

اللہ عز وجل نے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔'' اور فرمایا: ﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ﴾ ''اور اس نے تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ تمھیں اس کے ذریعے سے پاک کرے۔'' اللہ تعالیٰ نے (مزید) فرمایا: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ ''چنانچہ اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔''

فائدہ: مذکورہ دو آیات میں پانی کے آسمان سے اترنے کا ذکر ہے' اس سے واضح ہے کہ بارش اللہ کے حکم سے آسمان ہی سے نازل ہوتی ہے' تاہم بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمین ہی سے بخارات اڑ کر آسمان کی طرف جاتے ہیں جو بارش کی شکل میں زمین پر برستے ہیں' اس لیے وہ ان آیات کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ''آسمان سے'' کا مطلب ہے آسمان کی طرف سے' یعنی اوپر سے۔ یا پانی کی نسبت آسمان کی طرف اس لیے ہے کہ بارش کے اسباب آسمانی امور ہیں۔ یا ابتدا (ابتداءِ آفرینش) میں پانی آسمان سے اتارا گیا ہوگا۔ لیکن یہ تاویلات قرآن کے الفاظ سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ واللہ أعلم۔

٣٢٦- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا

٣٢٦- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول

٣٢٦ـ[إسناده ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الطهارة، باب الرخصة بفضل وضوء المرأة، ح: ٣٧١ من حديث سفيان الثوري، وأبوداود، ح: ٦٨، والترمذي، ح: ٦٥ من حديث سماك به، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي. * رواية سماك عن عكرمة ضعيفة كما حققته في نيل المقصود، ح: ٦٨، وحديث مسلم: ٣٢٣ يغني عنه.

عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اغْتَسَلَتْ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَتَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ بِفَضْلِهَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ».

ہے' نبی ﷺ کی کسی زوجۂ مطہرہ نے غسل جنابت کیا۔ نبی ﷺ نے ان کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا چاہا' تو انھوں نے یہ بات آپ کو بتائی۔ آپ نے فرمایا: ''تحقیق پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔''

فائدہ: مذکور روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے لیکن دیگر شواہد کی بنا پر صحیح ہے' خصوصاً یہی روایت مفہوماً ابن عباس ؓ ہی سے صحیح مسلم میں موجود ہے' محقق کتاب نے بھی تحقیق میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الحیض' حدیث:۳۲۳)

(المعجم ١) - **بَابُ ذِكْرِ بِئْرِ بُضَاعَةَ** (التحفة ٢٠٧)

باب:١- بضاعہ کے کنویں کا ذکر

٣٢٧- أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قِيلَ يَارَسُولَ اللّٰهِ! أَتَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُطْرَحُ فِيهَا لُحُومُ الْكِلَابِ وَالْحِيَضُ وَالنَّتْنُ؟ فَقَالَ: «اَلْمَاءُ طَهُورٌ لَّا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ».

۳۲۷- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے منقول ہے کہ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ بضاعہ کے کنویں سے وضو کرتے ہیں جب کہ اس کنویں میں کتوں کا گوشت' حیض والے کپڑے اور گندگی گر پڑتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''پانی پاک اور پاک کرنے والا ہوتا ہے۔ کوئی چیز اس کو پلید نہیں کرتی۔''

فائدہ: دیکھیے' حدیث:۵۳ اور اس کے فوائد ومسائل۔

٣٢٧- [إسناد حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة، ح: ٦٦، ٦٧، والترمذي، الطهارة، باب ماجاء: أن الماء لا ينجسه شيء، ح: ٦٦ من حديث أبي أسامة به، وقال الترمذي: "حسن"، وصححه أحمد، ويحيى بن معين، والحاكم وغيرهم (التلخيص الحبير: ١/ ١٣، ١٤).

٣٢٨- أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ - وَكَانَ مِنَ الْعَابِدِينَ - عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ طَرِيفٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي نَوْفٍ، عَنْ سَلِيطٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَرَرْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ فَقُلْتُ: أَتَتَوَضَّأُ مِنْهَا وَهِيَ يُطْرَحُ فِيهَا مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّتْنِ؟ فَقَالَ: «اَلْمَاءُ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ».

٣٢٨- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس سے گزرا جب کہ آپ بضاعہ کے کنویں کے پانی سے وضوفرمارہے تھے۔ میں نے کہا: کیا آپ اس پانی سے وضو کرتے ہیں؟ حالانکہ اس میں بعض ناپسندیدہ گندی چیزیں گرتی رہتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔''

(المعجم ٢) - بَابُ التَّوْقِيتِ فِي الْمَاءِ (التحفة ٢٠٨)

باب:٢-(قلیل اور کثیر) پانی کی تحدید

٣٢٩- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْمَرْوَزِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَنُوبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ: «إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ».

٣٢٩- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے اس پانی کے بارے میں پوچھا گیا جس پر جانور (اور خصوصاً) درندے (پینے کے لیے) آتے جاتے رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''جب پانی دو مٹکے ہو تو وہ پلید نہیں ہوتا۔''

فائدہ: دیکھیے، حدیث: ۵۲ اور اس کے فوائد و مسائل اور کتاب المیاہ کا ابتدائیہ۔

٣٢٨ـ [صحيح] أخرجه أحمد والبيهقي: ١/ ٢٥٧، ٢٥٨ من حديث عبدالعزيز بن مسلم به. * ابن أبي سعيد اسمه عبدالرحمٰن كما رواه ابن منده في الطهارة(النكت الظراف: ٤١٢٥)، وللحديث شواهد.

٣٢٩ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما ينجس الماء، ح: ٦٤، ٦٥ من حديث أبي أسامة به، والترمذي، ح: ٦٧، وابن ماجه، ح: ٥١٧، ٥١٨ من حديث محمد بن جعفر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٠ وصححه ابن خزيمة: ١/ ٤٩، ح: ٩٢.

٣٣٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُزْرِمُوهُ». فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ.

۳۳۰- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگ اس کی جانب اٹھے تو آپ نے فرمایا: ''اس کا پیشاب نہ روکو۔'' جب وہ فارغ ہو گیا تو آپ نے پانی کا ایک ڈول منگوایا اور پیشاب پر بہا دیا۔

فائدہ: دیکھیے حدیث: ۵۴، ۵۶، ۵۷ اور ان کے فوائد ومسائل۔

٣٣١- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالْوَاحِدِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْوَلِيدِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دَعُوهُ، وَأَهْرِيقُوا عَلٰى بَوْلِهِ دَلْوًا مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ».

۳۳۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی اٹھا اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اس کو ڈانٹا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اس کو رہنے دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو۔ تمھیں آسانی کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے نہ کہ تنگی کرنے کے لیے۔''

فائدہ: دیکھیے حدیث: ۵۶ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٣) - اَلنَّهْيُ عَنِ اغْتِسَالِ الْجُنُبِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ (التحفة ٢٠٩)

باب: ۳- ٹھہرے پانی میں جنبی کو غسل کرنے کی ممانعت

٣٣٢- أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو - وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ - عَنْ بُكَيْرٍ، أَنَّ أَبَا السَّائِبِ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

۳۳۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی آدمی جب کہ وہ جنبی ہو ٹھہرے پانی میں نہ نہائے۔''

٣٣٠- [صحيح] تقدم، ح: ٥٣، وهو في الكبرٰى، ح: ٥١.

٣٣١- [صحيح] تقدم، ح: ٥٦، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٤.

٣٣٢- [صحيح] تقدم، ح: ٢٢١.

يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغْتَسِلْ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ».

فائدہ: دیکھیے' حدیث: ۳۵، ۲۲۱، ۲۲۲ اوران کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٤) - اَلْوُضُوءُ بِمَاءِ الْبَحْرِ (التحفة ٢١٠)

باب:۴-سمندری پانی سے وضو

٣٣٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، اَلْحِلُّ مَيْتَتُهُ».

۳۳۳- حضرت ابوہریرہ ؓ سے منقول ہے' فرماتے ہیں: ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! تحقیق ہم سمندری سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا بہت پانی لے کر جاتے ہیں۔ اب اگر ہم اس سے وضو کریں تو ہم پیاسے رہیں گے۔ تو کیا ہم سمندری پانی سے وضو کرلیا کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سمندر کا پانی پاک اور پاک کرنے والا ہوتا ہے اور اس کا مرنے والا جانور حلال ہوتا ہے۔''

فائدہ: دیکھیے' حدیث: ۵۹ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٥) - بَابُ الْوُضُوءِ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ (التحفة ٢١١)

باب:۵- برف اور اولوں کے پانی سے وضو کرنا

٣٣٤- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ [بِمَاءِ الثَّلْجِ] وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ».

۳۳۴- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! میری غلطیاں برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے۔ اور میرے دل کو غلطیوں سے اس طرح پاک صاف فرما دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک صاف رکھا ہے۔''

٣٣٣ـ [إسناده صحيح] تقدم، ح: ٥٩، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٨.

٣٣٤ـ [صحيح] تقدم، ح: ٦١، وهو في الكبرٰى، ح: ٥٩.

٣٣٥- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ».

٣٣٥- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! مجھے برف، پانی اور اولوں کے ساتھ دھو کر غلطیوں سے صاف فرما دے۔''

فائدہ: دیکھیے، حدیث: ٦٠ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٦) - **بَابُ سُؤْرِ الْكَلْبِ** (التحفة ٢١٢)

باب: ٦- کتے کا جوٹھا (پانی)

٣٣٦- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ، ثُمَّ لْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ».

٣٣٦- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال کر پیے تو اسے چاہیے کہ مشروب کو گرا دے اور برتن کو سات دفعہ دھوئے۔''

فائدہ: دیکھیے، حدیث: ٦٣، ٦٦ اور ان کے فوائد ومسائل، مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ٧) - **بَابُ تَعْفِيرِ الْإِنَاءِ بِالتُّرَابِ مِنْ وُلُوغِ الْكَلْبِ فِيهِ** (التحفة ٢١٣)

باب: ٧- کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن کو مٹی کے ساتھ صاف کرنا

٣٣٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ - يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ - عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: أَنَّ رَسُولَ

٣٣٧- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور شکار اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی اور فرمایا: ''جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے

٣٣٥- [صحيح] تقدم، ح: ٦٠، وهو في الكبرى، ح: ٦٠.
٣٣٦- [صحيح] تقدم، ح: ٦٦، وهو في الكبرى، ح: ٦٥.
٣٣٧- [صحيح] تقدم، ح: ٦٧، وهو في الكبرى، ح: ٧٠.

اللهِ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَالْغَنَمِ وَقَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ».

سات دفعہ دھوو اور آٹھویں دفعہ اسے مٹی سے مانجو۔

٣٣٨- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ يَزِيدَ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقَتْلِ الْكِلَابِ قَالَ: «مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ؟ قَالَ: وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوا الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ»، خَالَفَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَ: «إِحْدَاهُنَّ بِالتُّرَابِ».

٣٣٨- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا، فرمایا: ''لوگوں کا کتوں سے کیا تعلق؟'' اور آپ نے شکار اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی اور فرمایا: ''جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس (برتن) کو سات دفعہ دھوو اور آٹھویں بار مٹی سے مانجو۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل کی مخالفت کی اور کہا: ''ایک دفعہ مٹی کے ساتھ (دھوو)۔''

فائدہ: فوائد ومسائل کے لیے دیکھیے، حدیث: ٦٧۔

٣٣٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ خِلَاسٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ».

٣٣٩- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کتا کسی کے برتن میں چاٹ جائے تو وہ اسے سات دفعہ دھوئے۔ ان میں سے پہلی دفعہ مٹی کے ساتھ (دھوئے)۔''

٣٤٠- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

٣٤٠- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی

٣٣٨- **[صحيح]** تقدم، ح: ٦٧.

٣٣٩- **[صحيح]** وهو في الكبرى، ح: ٦٩، وللحديث شواهد كثيرة.

٣٤٠- **[صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء بسؤر الكلب، ح: ٧٣ من حديث قتادة به، وهو في ◀◀

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ».

ﷺ نے فرمایا: ''جب کتا کسی کے برتن سے پی جائے تو وہ اسے سات دفعہ دھوئے۔ ان میں سے پہلی دفعہ مٹی کے ساتھ (دھوئے)۔''

فائدہ: ان روایات سے واضح ہے کہ ایسے برتن کو، جس کو کتا چاٹ جائے، سات مرتبہ دھویا جائے اور ایک مرتبہ مٹی سے بھی دھویا جائے۔ اس میں گنجائش ہے کہ مٹی سے آٹھویں مرتبہ دھویا جائے۔ یا سات مرتبہ میں ایک مرتبہ مٹی سے۔ اسی طرح پہلے مٹی سے دھو لے یا آخر میں، دونوں طرح جائز ہے۔

(المعجم ٨) - بَابُ سُؤْرِ الْهِرَّةِ (التحفة ٢١٤)

باب:٨- بلی کا جوٹھا

٣٤١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا ثُمَّ ذَكَرَ كَلِمَةً، مَعْنَاهَا، فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوءًا، فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَتَعْجَبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ».

٣٤١- حضرت کبشہ بنت کعب بن مالک سے مروی ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ میں نے ان کے لیے وضو کا پانی ڈالا۔ اتنے میں ایک بلی آئی اور اس سے پینے لگی۔ انھوں نے اس کے لیے برتن جھکا دیا (تاکہ وہ اچھی طرح پی سکے۔) کبشہ نے کہا: چنانچہ انھوں نے مجھے دیکھا کہ میں (تعجب سے) دیکھ رہی ہوں تو وہ کہنے لگے: اے بھتیجی! تعجب کرتی ہے؟ میں نے کہا: ہاں! وہ کہنے لگے: تحقیق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ''بلاشبہ یہ (بلی) پلید نہیں ہے۔ یہ تو تم پر آنے جانے والے (نوکروں اور نوکرانیوں) کی طرح ہے۔

فائدہ: دیکھیے حدیث: ٦٨ کے فوائد ومسائل۔

◀◀ الكبرٰى، ح: ٦٨، وصححه الدارقطني: ١/ ٦٤، وللحديث شواهد.

٣٤١ـ [إسناده صحيح] تقدم، ح: ٦٨، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٣.

(المعجم ٩) - **بَابُ سُؤْرِ الْحَائِضِ** (التحفة ٢١٥)

٣٤٢- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ فَيَضَعُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاهُ حَيْثُ وَضَعْتُهُ وَأَنَا حَائِضٌ، وَكُنْتُ أَشْرَبُ مِنَ الْإِنَاءِ فَيَضَعُ فَاهُ حَيْثُ وَضَعْتُ وَأَنَا حَائِضٌ.

باب:۹-حیض والی عورت کا جوٹھا

۳۴۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' فرماتی ہیں: بسا اوقات میں ایک ہڈی سے گوشت نوچتی تو رسول اللہ ﷺ اپنا دہن مبارک وہیں رکھتے جہاں میں نے رکھا تھا' حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ اسی طرح میں برتن سے پانی پیتی تو آپ اپنا منہ مبارک وہیں رکھتے جہاں میں نے اپنا منہ رکھا تھا' حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

فائدہ: دیکھیے' حدیث:۷۰ اوراس کے فوائدومسائل۔

(المعجم ١٠) - **بَابُ الرُّخْصَةِ فِي فَضْلِ الْمَرْأَةِ** (التحفة ٢١٦)

٣٤٣- أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّؤُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ جَمِيعًا.

باب:۱۰-عورت (کے وضو یا غسل) سے بچا ہوا پانی استعمال کرنے کی رخصت

۳۴۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں (نزول حجاب سے قبل یا محرم) مرد اور عورتیں اکٹھے وضو کر لیا کرتے تھے۔

فائدہ: دیکھیے' حدیث:۷۱ اوراس کے فوائدومسائل۔

(المعجم ١١) - **بَابُ النَّهْيِ عَنْ فَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ** (التحفة ٢١٧)

٣٤٤- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ:

باب:۱۱-عورت (کے وضو یا غسل) سے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنے کی ممانعت

۳۴۴-حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

٣٤٢_[صحيح] تقدم، ح: ٧٠، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٢.

٣٤٣_[صحيح] تقدم، ح: ٧١.

٣٤٤_[إسناده حسن] أخرجه أبوداود السجستاني، الطهارة، باب النهي عن ذلك، ح: ٨٢، والترمذي، الطهارة، باب ماجاء في كراهية فضل طهور المرأة، ح: ٦٣، ٦٤، وابن ماجه، الطهارة، باب النهي عن ذلك، ح: ٣٧٣ من ◀◀

حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَاجِبٍ، قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَاسْمُهُ سَوَادَةُ بْنُ عَاصِمٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ.

رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ مرد عورت کے وضو (یا غسل) سے بچے ہوئے پانی کے ساتھ وضو کرے۔

فائدہ: دیکھیے' حدیث: ۷۲، ۲۳۳، ۲۳۹ اوران کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ١٢) - **اَلرُّخْصَةُ فِي فَضْلِ الْجُنُبِ** (التحفة ٢١٨)

باب: ۱۲- جنبی (کے غسل اور وضو) سے بچا ہوا پانی استعمال کرنے کی رخصت

٣٤٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ.

۳۴۵- حضرت عائشہ ؓ سے منقول ہے' فرماتی ہیں: بلاشبہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایک برتن میں غسل کیا کرتی تھیں۔

(المعجم ١٣) - **بَابُ الْقَدْرِ الَّذِي يَكْتَفِي بِهِ الْإِنْسَانُ مِنَ الْمَاءِ لِلْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ** (التحفة ٢١٩)

باب: ۱۳- وضو اور غسل کے لیے انسان کو کتنا پانی کافی ہے؟

٣٤٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِمَكُّوكٍ وَيَغْتَسِلُ [بِخَمْسَةِ] مَكَاكِيَّ.

۳۴۶- حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ وضو ایک مد سے اور غسل پانچ مد سے فرمالیا کرتے تھے۔

◀◀ حديث أبي داود الطيالسي به، وهو في مسنده، ح: ١٢٥٢، وقال الترمذي: "حسن"، وصححه ابن حبان.

٣٤٥ـ [صحيح] تقدم، ح: ٧٢، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٣.

٣٤٦ـ [صحيح] تقدم، ح: ٧٣، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٤.

٣٤٧- أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ - يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ - عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِمُدٍّ وَيَغْتَسِلُ بِنَحْوِ الصَّاعِ.

۳۴۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، فرماتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایک مد کے ساتھ وضو کر لیا کرتے تھے اور تقریباً ایک صاع کے ساتھ غسل فرما لیا کرتے تھے۔

٣٤٨- أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

۳۴۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ وضو ایک مد کے ساتھ اور غسل ایک صاع سے فرما لیا کرتے تھے۔

فائدہ: صاع چار مد کا ہوتا ہے۔ غسل کے لیے کہیں صاع، کہیں تقریباً صاع، کہیں پانچ رطل اور کہیں آٹھ رطل کا ذکر ہے۔ مفہوم اتنا مختلف نہیں۔ ''تقریباً صاع'' کے لفظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ صاع تقریباً ڈھائی کلو کا ہوتا ہے، گویا نبی ﷺ ڈھائی، تین کلو پانی سے بھی غسل فرما لیا کرتے تھے۔

٣٤٧_ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما يجزئ من الماء في الوضوء، ح: ٩٢، وابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في مقدار الماء للوضوء والغسل من الجنابة، ح: ٢٦٨ من حديث قتادة به، وله شواهد عند البخاري ومسلم وغيرهما.

٣٤٨_ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٢٨٠، ح: ٢٦٩٢٥ عن حسن بن موسى به، والحديث السابق شاهد له.

حیض، استحاضہ اور نفاس سے متعلق احکام ومسائل

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو الگ الگ مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے' اسی لیے ان کو صلاحیتیں بھی ایک دوسرے سے مختلف دی گئی ہیں جس کی تفصیل ہماری کتاب ''عورتوں کے امتیازی مسائل'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

مقاصد تخلیق اور صلاحیت کار کے علاوہ جسمانی ساخت میں بھی مرد و عورت ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے جسم کے اندر بعض چیزیں ایسی رکھی ہیں جو مرد کے اندر نہیں ہیں' جیسے حیض اور نفاس کا خون۔ یہ خون طبعی ہے' یعنی بیماری کی وجہ سے نہیں آتا بلکہ عورت کے ایک خاص وظیفۂ حیات سے اس کا تعلق ہے اور وہ ہے بچے کی پیدائش۔ یہ ہر عورت کو ہر مہینے چند دن تک آتا ہے۔ اسی میں عورت کی صحت اور افزائش نسل کا راز مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس عورت کو یہ ماہانہ خون' جسے حیض کہا جاتا ہے' نہیں آتا وہ بچے پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ یوں ایک بہت بڑا نقص یا خلا اس کی زندگی میں واقع ہو جاتا ہے اور کوئی مرد ایسی عورت کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونا پسند نہیں کرتا۔

اس خون کے اخراج سے عورت بالعموم کمزور نہیں ہوتی بشرطیکہ حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ یہی خون جب عورت کو حمل قرار پا جاتا ہے تو رحم مادر میں زیر پرورش بچے (جنین) کی خوراک کا کام دیتا ہے' اسی لیے حمل قرار پاتے ہی خون حیض بند ہو جاتا ہے۔ ولادت کے بعد یہی خون بالعموم دودھ بن کر اس کی

چھاتی کے ذریعے سے باہر آتا ہے جسے بچہ دو سال تک‘ جب کہ وہ اور کوئی چیز کھانے کے قابل نہیں ہوتا‘ ماں کی چھاتی سے منہ لگا کر پیتا ہے۔ دو سال تک بچے کی یہی واحد خوراک ہوتی ہے جسے وہ نہایت آسانی سے پی کر شکم سیر ہو جاتا ہے اور اسے مزید کچھ کھانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہتی۔ جب اس رضاعت (شیر خوارگی) کا دور ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس خون کا بھی مصرف باقی نہیں رہتا اور یہ پھر حسب سابق ماہواری کی شکل میں خارج ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی خون کو حیض کہا جاتا ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہی سیلان‘ یعنی بہنے کے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں اس خون کو حیض کہتے ہیں جو عورت کے رحم سے متعین اوقات میں چند دن کے لیے بغیر کسی بیماری یا زخم کے نکلتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے‘ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ] ”یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے لکھ دیا ہے۔“ (صحيح مسلم‘ الحج‘ باب بيان وجوه الإحرام...... حديث: ۱۲۱۳)

حیض کا آغاز کب ہوتا ہے اور کب تک جاری رہتا ہے؟ ان دونوں باتوں کے لیے عمر کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ بعض لوگوں نے آغاز کی عمر نو یا بارہ سال اور اختتام کی عمر پچاس سال بتلائی ہے لیکن یہ حتمی اور قطعی نہیں ہے۔ ماحول‘ آب و ہوا یا جسمانی صحت وضعف کے حساب سے ہر بچی اور ہر عورت کا معاملہ مختلف ہے ۹‘ ۱۰ سال سے لے کر ۱۴‘ ۱۵ سال تک حیض کا آغاز ... ہے۔ اسی طرح پچاس سال یا اس سے کم وبیش عمر میں حیض آنا بند ہو سکتا ہے۔

جس عورت کو حیض آنا بند ہو جائے اس کو آئسہ (ناامید) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس نابالغ بچی کو بھی آئسہ کہا جاتا ہے جس کو ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا۔ تولید (نسل کشی) کا سلسلہ حیض سے وابستہ ہے۔ ان دونوں کو آئسہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب حیض آنا بند ہو جاتا ہے تو تولیدی سلسلہ بالعموم ختم ہو جاتا ہے‘ اسی طرح جب تک بچی کو حیض نہیں آتا وہ ماں بننے کی صلاحیت سے محروم رہتی ہے۔

عورت پر حیض کے احکام‘ سن وسال کے حساب سے شروع یا ختم نہیں ہوں گے بلکہ حیض کے وجود پر لاگو یا ختم ہوں گے‘ اس کا آغاز کسی بھی عمر میں ہو جائے یا کسی بھی عمر میں ختم ہو جائے۔

* حیض کی مدت یا ایام حیض: کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ حیض کتنے دن آتا ہے؟ اس کی کوئی حد متعین ہے نہ اس کا کوئی تعین ہی کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ حکم دیا ہے کہ ایام حیض میں عورتوں

سے کنارہ کش رہو یعنی ان سے ہم بستری مت کرو۔ ﴿فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الۡمَحِیۡضِ﴾ یہ کنارہ کشی کتنے دن کرنی ہے؟ اللہ نے اس کی حد بندی نہیں کی بلکہ یہ فرمایا: ﴿وَلَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰی یَطۡهُرۡنَ﴾ (البقرۃ ۲:۲۲۲) ''پاک ہونے تک ان کے قریب مت جاؤ۔'' یعنی تعلق زوجیت قائم مت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت کی حد متعین (۶'۷'۸) ایام نہیں بلکہ طُہر ہے۔ عورت حیض سے جب بھی پاک ہو جائے گی خاوند کا اس سے تعلق زن و شو قائم کرنا صحیح ہوگا اور اس سے پہلے ناجائز اور حرام۔ اس لیے اس کا فیصلہ ہر عورت اپنی عادت کے مطابق کرے گی کہ اس کو کتنے دن ماہواری آتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری نہیں کہ اگر ایک عورت کو چھ دن ماہواری کا خون آتا ہے تو ہمیشہ چھ دن ہی آئے گا بلکہ اس کے ایام بھی کم و بیش ہو سکتے ہیں' اس لیے اصل فیصلہ حیض کے وجود یا عدم ہی پر ہوگا۔

* **حالتِ حمل میں حیض اور اس کا حکم:** حمل کی حالت میں حیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے یا بند ہو جاتا ہے؟ اس میں علماء کی دو رائے ہیں۔ علماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حمل کی حالت میں حیض بند ہو جاتا ہے اور یہی خون جنین (پیٹ میں بچے) کی نشو و نما کے کام آتا ہے۔ دوسرے علماء کی رائے ہے کہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ حمل ٹھہرتے ہی حیض کا خون آنا بند ہو جاتا ہے اور خون کی یہ بندش حمل کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ خلافِ عادت بعض عورتوں کو حمل میں بھی خون آ جاتا ہے۔ اس کا بالکلیہ انکار نہیں کیا جا سکتا' اس لیے اس کی بابت بھی مسئلہ سمجھ لینا ضروری ہے۔

حمل کی حالت بالعموم ۹ مہینے ہوتی ہے' تاہم بعض حالات میں اس سے کم و بیش بھی ہو جاتی ہے۔ اگر خون حمل کے آخری ایام میں ولادت سے دو تین روز قبل آئے اور اس کے ساتھ دردِ زہ بھی ہو تو یہ خون حیض کا نہیں' نفاس (وضع حمل) کا ہے۔ اور اگر یہ خون وضع حمل کی مدت سے بہت پہلے آئے یا چند روز پہلے آئے لیکن اس کے ساتھ دردِ زہ نہ ہو تو اس صورت میں یہ حیض کا خون ہوگا کہ جس سے حیض کے احکام اس کے لیے ثابت ہوں گے یا یہ فاسد خون سمجھا جائے گا جس سے حیض کے احکام ثابت نہیں ہوں گے؟ اس کی بابت اختلاف ہے۔

جو علماء حالتِ حمل میں حیض آنے کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ حیض کا خون ہے بشرطیکہ یہ خون اپنی رنگت وغیرہ میں اس عادت کے مطابق ہو جو حیض کی حالت میں اس عورت کی ہوتی ہے' اس لیے کہ

اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ حالت حمل میں حیض نہیں آ سکتا۔ امام مالک' امام شافعی اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور عصر حاضر کے علماء میں سے شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ اسی رائے کے قائل ہیں۔

ایسی عورت پر حیض کے تمام احکام لاگو ہوں گے سوائے دو مسئلوں کے۔ اور وہ دو مسئلے ہیں: مسئلۂ طلاق اور مسئلۂ عدت۔ حائضہ عورت کو طلاق دینا ممنوع ہے' اس لیے کہ حکم یہ ہے: ﴿فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ (الطلاق ۱:۶۵) ''تم ان کو طلاق ان کی عدت کے آغاز میں دو۔'' عدت کا آغاز کب ہوتا ہے؟ جب عورت حیض سے پاک ہو جاتی ہے' یعنی طلاق دینی ہو تو پاک ہونے کے بعد ان سے ہم بستری کیے بغیر طلاق دو۔ نبی ﷺ نے بھی حالت حیض میں طلاق دینے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن حاملہ حائضہ کو طلاق دینا جائز ہوگا' اس لیے کہ اس کو طلاق دینا اس آیت کے خلاف نہیں ہوگا کیونکہ اس کی عدت کا آغاز طہر سے نہیں ہوتا، کہ اس کے شروع ہونے کا انتظار کیا جائے' بلکہ دوران حمل میں جب بھی طلاق دے دی جائے وہی اس کی عدت کا آغاز ہوتا ہے' لہٰذا اگر خاوند اس حالت میں اس کو طلاق دینا چاہے تو اس کے لیے طلاق دینا جائز ہوگا۔

دوسرا مسئلہ عدت کا ہے۔ اس عورت کی عدت تین حیض یا تین مہینے نہیں ہوگی بلکہ وضع حمل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق ۴:۶۵) ''حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔''

* **حیض کی مختلف صورتوں اور حالتوں کا حکم:** اکثر عورتوں کو اگرچہ حیض کا خون عادت کے مطابق آتا اور بند ہوتا ہے لیکن بہت سی عورتوں کی عادت میں معمولی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں' مثلاً:

- یہ تبدیلی بعض دفعہ زیادتی یا کمی کی شکل میں ہوتی ہے' جیسے کسی عورت کی عادت تو چھ دن کی ہے لیکن ساتویں دن بھی خون جاری رہتا ہے۔ یا کسی عورت کی عادت تو سات دن کی ہے لیکن بعض دفعہ وہ چھٹے دن ہی میں پاک ہو جاتی ہے۔
- بعض دفعہ یہ تبدیلی آگے پیچھے ہونے کی صورت میں ہوتی ہے' مثال کے طور پر ایک عورت کی عادت ہے کہ اس کو مہینے کے آخر میں حیض آتا ہے لیکن کسی وقت مہینے کے آغاز میں حیض آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یا اس کی عادت تو مہینے کے شروع کی ہے لیکن کسی وقت اس کو مہینے کے آخر میں حیض آتا ہے۔

○ دونوں صورتوں کا حکم یہ ہے کہ وہ جب بھی حیض دیکھے گی' حائضہ متصور ہوگی اور جب بھی حیض کا خون بند ہوجائے گا تو پاک سمجھی جائے گی' چاہے عادت سے ایک دو دن کم آئے یا زیادہ' مہینے کے آخر میں آنے کے بجائے آغاز میں آجائے یا آغاز میں آنے کے بجائے آخر میں آجائے' حکم کا مدار حیض کے وجود یا عدم وجود پر ہے' کمی بیشی یا آگے پیچھے ہونے سے حیض کے احکام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

○ مذکورہ دو صورتوں کے علاوہ ایک تیسری صورت بعض دفعہ یہ ہوتی ہے کہ عورت سرخ رنگ کے بجائے خون کا رنگ زرد دیکھتی ہے' جیسے زخموں کا پانی ہوتا ہے یا گدلا (مٹیالہ) رنگ دیکھتی ہے جو زردی اور سیاہی کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر رنگت کی یہ تبدیلی اس کے ایام حیض کے دوران میں ہوتی ہے یا طُہر سے کچھ پہلے حیض کے اختتام پر ہوتی ہے تو یہ حیض ہی کا خون شمار ہوگا اور حیض کے احکام اس پر لاگو رہیں گے۔ اور اگر یہ کیفیت طُہر کے بعد ہوگی تو اس کو حیض شمار نہیں کیا جائے گا۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: [كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا] ''طُہر کے بعد ہم مٹیالے یا زرد رنگ کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں۔'' (سنن أبي داود' الطهارة' باب في المرأة ترى الصفرة والكدرة بعد الطهر' حديث:٣٠٧)

○ ایک چوتھی شکل یہ ہوتی ہے کہ حیض کا خون تسلسل کے ساتھ جاری نہیں رہتا' ایک روز آتا ہے دوسرے روز نہیں آتا۔ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کی حالت مستقل طور پر ایسی رہے۔ تو یہ استحاضے کا خون شمار ہوگا اور استحاضے کے احکام اس پر لاگو ہوں گے۔ (جس کی تفصیل استحاضے کے احکام میں آئے گی۔)

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی وقت خون آتا ہے اور کسی وقت نہیں آتا' کسی وقت حیض کی حالت ہوتی ہے اور کسی وقت طُہر کی۔ اس میں راجح مسلک یہ ہے کہ اسے حیض شمار کیا جائے گا اور حیض کے احکام اس پر لاگو ہوں گے' اس لیے کہ اگر اسے طُہر شمار کیا جائے تو اس میں عورت کے لیے مشقت ہے۔ اسے بار بار غسل کرنا پڑے گا جب کہ دین میں تنگی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج ٢٢:٧٨) ''اللہ نے تم پر دین میں تنگی نہیں کی

ہے۔'' نیز ارشاد ہے:﴿ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ (البقرة۲:۱۸۵)''اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے' تمھارے ساتھ تنگی کرنا نہیں چاہتا۔'' رسول اللہ ﷺ کا بھی فرمان ہے:[إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ] ''بلاشبہ دین آسان ہے۔'' (صحيح البخاري' الإيمان' حديث:۳۹)

- ایک پانچویں شکل یہ ہوتی ہے کہ حیض کا خون خشک ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ عورت صرف رطوبت ہی دیکھتی ہے۔ یہ صورت اگر حیض کے دوران میں ہوتی ہے یا طُہر سے کچھ پہلے تو یہ حیض ہوگا۔ اور یہ کیفیت اگر طُہر کے بعد ہو تو پھر یہ حیض نہیں ہوگا' اس لیے کہ اس صورت کو زیادہ سے زیادہ صفرہ (زرد رنگ) یا کدرہ (مٹیالہ رنگ) کے ساتھ ہی ملحق کیا جا سکتا ہے۔ اور طہر کے بعد یہ رنگت حیض میں شمار نہیں ہوتی۔
- ایک چھٹی شکل یہ ہوتی ہے کہ مثال کے طور پر پہلے چار دن مسلسل خون آئے' اس کے بعد بند ہو جائے' ساتویں دن پھر خون شروع ہو جائے اور پھر بارہویں دن تک مٹیالے رنگ کا خون آتا رہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اس کا حکم یہ بتایا ہے کہ پہلے چار دن اور دوسرے چھ دن یہ حیض کے دن شمار ہوں گے۔ درمیان کے دو دن حیض کے دن شمار نہیں ہوں گے۔ ان میں وہ غسل کر کے نماز پڑھے گی اور خاوند کے ساتھ تعلق قائم کرنا بھی جائز ہوگا۔ اس صورت میں یہ معلوم ہوا کہ حیض کے ایام اگرچہ زیادہ تر مسلسل ہی ہوتے ہیں لیکن بعض دفعہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر الگ الگ بھی آ سکتے ہیں۔
- ساتویں شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ عورت اپنی عادت کے مطابق ۵ یا ٦ دن حیض کے گزار کے پاک ہو جاتی ہے لیکن غسل کے فوراً بعد انتہائی قلیل مقدار میں خون آ جاتا ہے اور پھر بند ہو جاتا ہے۔ اس کو کیا شمار کیا جائے گا؟ طہارت' یعنی غسل کے بعد آنے والا خون اگر زرد یا مٹیالے رنگ کا ہو تو وہ غیر معتبر ہوگا' یعنی اسے پیشاب کی طرح سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر وہ حیض کے خون کی طرح خالص سرخ رنگ کا خون ہے تو وہ حیض ہی کا خون سمجھا جائے گا اور حیض کے احکام اس پر عائد ہوں گے۔ اسی طرح عادت سے ایک دو روز قبل سیاہی مائل خون آئے' اس میں حیض کے خون کی طرح کی کیفیت اور درد ہو تو وہ حیض ہی کا خون ہوگا۔

○ آٹھویں شکل: ایک عورت پچاس سال سے زیادہ عمر کی ہے۔ اسے ہر مہینے یا دو تین مہینے کے بعد دو تین دن شدت سے خون آتا ہے' باقی ایام میں کم۔ کیا یہ خون حیض کا ہوگا؟ کبر سنی (بڑی عمر) یا بے قاعدگی کی وجہ سے یہ حیض کا خون نہیں بلکہ فاسد خون شمار ہوگا۔ جب عورت مذکورہ عمر کو پہنچ جائے یا اس کی ماہانہ عادت بے قاعدہ ہو جائے تو اس سے حیض اور حمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' لہٰذا ایسی عورت سے مذکورہ طریقے سے آنے والا خون حیض کا نہیں استحاضے کا خون شمار ہوگا جس کے احکام استحاضے کے بیان میں درج ہوں گے۔

* حیض ختم ہونے کی علامت اور پہچان: حیض ختم ہونے کا علم ویسے تو ہر عورت کو اپنی عادت کے مطابق ہو جاتا ہے' تاہم اشتباہ کی صورت میں دو علامتوں سے بھی اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

پہلی علامت' سفید پانی کا خارج ہونا ہے۔ اگرچہ عورتوں کے حالات کے اختلاف سے اس پانی کا رنگ مختلف ہو سکتا ہے' تاہم اکثریت اور عمومیت کے اعتبار سے یہ چونے کی طرح سفید رنگ کا پانی ہوتا ہے۔

دوسری علامت' خشکی ہے' یعنی شرم گاہ میں کپڑے کا ٹکڑا یا روئی یا ٹشو پیپر ڈال کر نکالے تو وہ خشک نکلے' اس پر نہ خون کا اثر ہو اور نہ زرد یا مٹیالے رنگ کے مادے ہی کا۔

* حیض کے ضروری احکام: ○ حیض کا خون بند ہونے کے بعد غسل کرنا ضروری ہے۔ یہ غسل اسی طرح کرے جس طرح جنابت کا غسل ہوتا ہے' البتہ صرف اتنا فرق ہے کہ غسل حیض کرتے وقت اگر سر کے بال چوٹی کی شکل میں بندھے ہوئے ہوں تو ان کو کھولنا ضروری ہے کیونکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچانا لازم ہے۔ بال خشک نہیں رہنے چاہئیں اگر کچھ بال خشک رہ جائیں تو غسل نامکمل ہوگا۔ بعض علماء غسل حیض میں چوٹی کے بال نہ کھولنے کے قائل ہیں لیکن دلائل کی رو سے راجح اور درست موقف یہی ہے کہ غسل حیض میں بالوں کو کھولا جائے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: کتاب الغسل والتیمم کا ابتدائیہ۔

○ اگر مرد نے عورت کے ساتھ ہم بستری کی اور ابھی عورت نے جنابت کا غسل نہیں کیا کہ اس کو حیض آنا شروع ہو گیا۔ اب اس کے لیے جنابت کا غسل ضروری ہے یا نہیں؟

غسل کا مقصد طہارت حاصل کرنا ہے۔ جب وہ حائضہ ہو گئی ہے تو ظاہر بات ہے کہ غسل جنابت

سے اس کو طہارت تو حاصل نہیں ہوگی، غسل کے بعد بھی وہ حیض کی وجہ سے ناپاک ہی رہے گی، اس لیے اگر وہ ایام حیض گزار کر غسل کرے گی تو یہ غسل حیض اور جنابت دونوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کافی ہوگا، دونا پاکیوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے ایک غسل کافی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص اپنی ایک بیوی سے ہم بستری کرے اور غسل جنابت سے پہلے دوسری بیوی سے ہم بستری کر کے بعد میں دونوں جنابتوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے ایک ہی غسل کر لے۔ ایسا کرنا جائز ہے اور اس سے وہ یقیناً پاک ہو جائے گا۔ خود نبی ﷺ کا یہ عمل ثابت ہے کہ تمام بیویوں سے صحبت کرنے کے بعد ایک ہی غسل کیا۔

- زیادہ صفائی اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے مستحب ہے کہ پانی میں بیری کے پتے ڈال کر پانی گرم کر لیا جائے۔ لیکن اب اس کی جگہ صابن کفایت کر سکتا ہے۔ مقصد اچھی طرح صفائی حاصل کرنا ہے۔
- یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عورت حیض سے پاک ہو جائے لیکن غسل کرنے کے لیے پانی دستیاب نہ ہو یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے پانی کے استعمال میں نقصان کا خطرہ ہو تو اس صورت میں عورت تیمّم کر کے بھی پاک ہو سکتی ہے اور مرد کا اس کے ساتھ تعلق زوجیت قائم کرنا بھی صحیح ہوگا۔
- غسل حیض کے بعد خوشبو کا استعمال بھی مستحب ہے تا کہ حیض کی بو کے اثرات ختم ہو جائیں۔
- حیض سے پاک ہونے کے بعد غسل طہارت میں تاخیر نہ کرے، اگر نماز کے وقت کے دوران میں پاک ہوگئی ہے تو فوراً غسل کر کے وہ نماز پڑھے۔ اگر سفر میں ہو اور وہاں پانی دستیاب نہ ہو یا پانی تو ہو لیکن بیماری وغیرہ کی وجہ سے پانی کا استعمال اس کے لیے نقصان کا باعث ہو تو غسل کے بجائے تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔
- حیض کے شروع ہوتے ہی عورت کے لیے نماز معاف ہے، جب تک حیض بند نہیں ہوگا اس وقت تک اس کو یہ معافی حاصل ہے۔ فرض نماز کے علاوہ نفل نماز بھی پڑھنا اس کے لیے جائز نہیں۔ ہاں، پاک ہوتے ہی نماز اس پر پھر بلا تاخیر فرض ہو جائے گی، چاہے وہ نماز کے اول وقت میں پاک ہو یا آخر وقت میں۔ دورانِ حیض میں فوت ہو جانے والی نمازوں کی قضا نہیں ہے۔
- حیض کے ایام میں عورت کو روزہ رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے، حتی کہ اگر روزے کی حالت میں اس

کو حیض کا خون آنا شروع ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا چاہے وقت افطار سے چند لمحے قبل ہی اس کو حیض شروع ہو۔ اور اگر چھوٹنے والے روزے رمضان کے فرض روزے ہوں تو ان کی قضا ضروری ہے' تاہم نفلی روزہ اگر اس حالت میں ٹوٹ جائے تو اس کی قضا ضروری نہیں ہے، البتہ اگر کوئی اس کی قضا دینا چاہے تو جائز ہے۔

حیض کی حالت میں نماز روزے کی ممانعت درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ فَذٰلِكَ نُقْصَانُ دِيْنِهَا] ''کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت جب حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے' پس یہ اس کے دین کی کمی (کی دلیل) ہے۔'' (صحيح البخاري' الصوم' باب الحائض تترك الصوم والصلاة' حديث:١٩٥١)

اور نماز کی قضا نہیں صرف روزوں کی قضا ہے۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: [فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ] ''ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا' نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔'' (سنن أبي داود' الطهارة' باب في الحائض لاتقضي الصلاة' حديث:٢٦٣)

347

- حیض کی حالت میں خاوند بیوی کے ساتھ ایک ہی لحاف میں لیٹ سکتا ہے اور اس کے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے۔ مباشرت کا مطلب اس کے ساتھ بغل گیر ہونا' معانقہ کرنا اور بوس و کنار کرنا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ النِّكَاحِ] ''جماع کے علاوہ ہر کام تمھارے لیے جائز ہے۔'' (سنن أبي داود' الطهارة' باب مؤاكلة الحائض و مجامعتها' حديث:٢٥٨) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ (البقرة٢:٢٢٢) ''حیض کی حالت میں عورتوں سے کنارہ کش رہو۔'' یہ کنارہ کشی صرف جماع (ہم بستری) سے ہے۔ اس کے علاوہ عورت کے ساتھ ہر معاملہ جائز ہے اور ہر طرح کا تعلق قائم کرنا حلال ہے' اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا صحیح ہے اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا جائز ہے۔
- خاوند کا حائضہ بیوی سے اس وقت تک ہم بستری کرنا جائز نہیں ہے جب تک وہ حیض سے پاک نہیں ہو جاتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ (البقرۃ ۲:۲۲۲) ''تم ان عورتوں کے قریب مت جاؤ (یعنی ان سے ہم بستری مت کرو) یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں' جب وہ پاک ہو جائیں تو تم ان کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے آنے کا تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے۔''

پاک ہونے کا مطلب ہے کہ جب حیض کا خون بند ہو جائے اور اس کے بعد وہ غسل کر لے، یعنی خون بند ہونے کے بعد غسل کرنا بھی ضروری ہے' پھر وہ پاک متصور ہو گی اور خاوند کا اس کے ساتھ تعلق قائم کرنا جائز ہو گا۔

بعض علماء کے نزدیک غسل ضروری نہیں ہے' انقطاعِ دم کے ساتھ ہی عورت پاک ہو جائے گی اور غسل سے قبل بھی خاوند کا اس کے ساتھ تعلق قائم کرنا جائز ہو گا۔ عورت صرف موضع دم (شرم گاہ) دھو لے یا وضو کر لے' ان دونوں سے بھی اسے اسی طرح طہارت حاصل ہو جائے گی جیسے غسل سے حاصل ہوتی ہے۔ امام ابن حزم' شیخ البانی اور دیگر بعض ائمہ اس کے قائل ہیں۔ دیکھیے: (المحلّی: ۱۷۱/۲' و آداب الزفاف' ص:۲۶-۲۸) لیکن جمہور علماء کے نزدیک غسل کے بغیر خاوند کا اس سے تعلق قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی رائے زیادہ محتاط اور راجح ہے۔ واللہ أعلم. البتہ پانی کے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں یا پانی کے استعمال کی قدرت نہ رکھنے کی صورت میں تیمّم بھی طہارت کے لیے کافی ہو گا جیسا کہ پہلے اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔

- عورت جس لباس میں حائضہ ہوئی ہو' پاک ہونے کے بعد اس لباس میں اس کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں حیض کا خون نہ لگا ہوا ہو' اگر لگا ہوا ہو تو متعلقہ حصہ دھو لیا جائے اور باقی پر چھینٹے مار لیے جائیں۔ (صحیح البخاري' الحیض' باب غسل دم المحیض' حدیث:۳۰۷' ۳۰۸)
- حاجی کے لیے ضروری ہے کہ حج سے فراغت کے بعد واپسی سے پہلے طواف وداع بھی کرے لیکن عورت نے اگر (۱۰ ذوالحجہ کو) طواف افاضہ کر لیا ہو اور اس کے بعد اس کو ایام حیض شروع ہو گئے ہوں تو اس کے لیے طواف وداع ضروری نہیں' وہ اس کے بغیر بھی واپس آ سکتی ہے' اس کا حج مکمل ہی ہے۔
- عورت رمضان المبارک میں فجر سے پہلے اگر پاک ہو جائے تو وہ غسل کیے بغیر سحری کھا کر روزہ رکھ

سکتی ہے' تاہم نماز کے لیے غسل ضروری ہوگا۔ یہ مسئلہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔

- کسی عورت کو کسی نماز کے اول وقت یا آخری وقت میں حیض یا نفاس کا خون شروع ہو گیا جب کہ اس نے وہ نماز نہیں پڑھی تو بعض علماء کہتے ہیں کہ پاک ہونے کے بعد وہ اس نماز کی قضا دے گی۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس پر کوئی قضا نہیں' اس لیے کہ نبی ﷺ نے کسی عورت کو اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا۔
- اگر کوئی عورت کسی نماز کے آخری وقت میں پاک ہوئی کہ اس وقت میں ایک رکعت کی ادائیگی بھی ناممکن تھی اور غسل کرتے کرتے اس نماز کا وقت ختم ہو گیا تو اس پر بھی اس نماز کی قضا نہیں۔ مثال کے طور پر ایک عورت ظہر کے آخری وقت میں عصر کا وقت شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے پاک ہوئی' غسل کرتے ہوئے ظہر کا وقت ختم اور عصر کا وقت شروع ہو گیا تو اس کے لیے صرف عصر کی نماز پڑھ لینا کافی ہے۔ ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھنی ضروری نہیں جیسا کہ جمہور اہل علم کہتے ہیں۔
- اسی طرح بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی عورت سورج غروب ہونے سے پہلے حیض یا نفاس کے خون سے پاک ہو جائے تو اس کے لیے ظہر اور عصر دونوں نمازوں کا پڑھنا ضروری ہوگا۔ اور اگر رات کو طلوع فجر سے قبل پاک ہو تو اس کے لیے مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کا پڑھنا لازمی ہوگا۔ لیکن یہ مسئلہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ شرعی دلائل سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس نماز کے وقت عورت پاک ہو' اسی نماز کا پڑھنا اس کے لیے ضروری ہے۔ اس سے متصل نماز کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔
- حیض کی حالت میں اگر خاوند بیوی سے ہم بستری (جماع) کرنا چاہے تو بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی خواہش پوری کرنے سے سختی کے ساتھ انکار کر دے' اس لیے کہ جہاں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو وہاں مخلوق کی اطاعت ضروری نہیں بلکہ انکار ضروری ہے۔
- خاوند اس حالت میں اپنی جنسی خواہش پوری کرنے میں زبردستی کرے گا تو وہ سخت گناہ گار ہوگا' تاہم عورت مجبور ہونے کی وجہ سے معذور ہوگی' اس کے لیے توبہ واستغفار کافی ہے۔
- حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنے کا کفارہ ایک حدیث میں ایک دینار یا نصف دینار بتلایا گیا

ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود' الطهارة' باب في إتيان الحائض' حديث: ۲۶۴) حدیث میں دینار یا آدھے دینار کا جو اختیار دیا گیا ہے اس کی بابت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے صراحت فرمائی ہے کہ دینار اس وقت جب وہ ابتدائے حیض میں جماع کرے اور نصف دینار اس وقت جب وہ حیض کے آخری دنوں میں جماع کرے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود' الطهارة' حديث: ۲۶۵) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے موقوفاً صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود (مفصل) الطهارة' رقم: ۲۵۸) جبکہ بعض علماء اس کی بابت فرماتے ہیں کہ دینار اور نصف دینار کا اختیار غالباً مالی حیثیت کے پیش نظر ہے۔ زیادہ حیثیت والا ایک دینار اور کم حیثیت والا نصف دینار دے۔ واللہ أعلم. اس صدقے کی وجہ یہ ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (ھود ۱۱:۱۱۴) ''نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔'' ایک دینار کا وزن کم و بیش ساڑھے چار ماشے سونا ہے جو جدید اعشاری نظام کے مطابق ۴ گرام ۳۷۴ ملی گرام سونا بنتا ہے۔ اتنے سونے کی قیمت فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا ہے۔

○ اگر کوئی عورت حج پر گئی ہے اور وہاں اس نے طواف کر لیا ہے' طواف کے بعد وہ حائضہ ہو گئی تو وہ حج کے بقیہ ارکان و مناسک ادا کرے۔ لیکن اگر وہاں پہنچتے ہی حائضہ ہو گئی تو اس کے لیے طواف کرنا جائز نہیں ہے۔ طواف کے علاوہ باقی مناسک حج ادا کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: [اِفْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِي] ''تم وہ سارے کام کرو جو حاجی کرتے ہیں سوائے بیت اللہ کے طواف کے' یہاں تک کہ تم پاک ہو جاؤ۔'' (صحيح البخاري' الحج' باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت...... ' حديث: ۱۶۵۰)

بعد میں وہ طواف اس وقت کرے گی جب وہ پاک ہو جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی طواف پاک ہونے کے بعد کیا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: [وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ' فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ] ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں تو انھوں نے حج کے تمام افعال ادا کیے سوائے بیت اللہ کے طواف

کے پھر جب وہ پاک ہو گئیں تو بیت اللہ کا طواف کیا۔'' (صحیح البخاري' الحج' حدیث:١٦٥١)

یعنی اس صورت میں عورت کے لیے حج کی ترتیب الٹی ہو جائے گی۔ عام لوگ پہلے عمرہ کرتے' پھر حج کرتے ہیں' حائضہ پہلے حج کے ارکان ادا کرے گی اور پاک ہونے کے بعد طواف اور سعی کر کے عمرہ کرے گی' یعنی اس کا یہ حج تمتع کے بجائے حج قران ہو گا۔

- ١٠ ذوالحجہ کو طواف افاضہ کرنا' جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں' حج کی تکمیل کے لیے ضروری ہے' اگر حائضہ ١٠ ذوالحجہ تک پاک نہ ہو اور اس وجہ سے طواف افاضہ نہ کر سکے تو اس کا حج مکمل نہیں ہو گا' طواف افاضہ کے لیے اسے رکنا پڑے گا یا دوبارہ مکہ آنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں وہ جب تک دوبارہ آ کر طواف افاضہ نہیں کر لے گی' وہ حالت احرام ہی میں رہے گی اور احرام کی پابندیاں اس پر عائد رہیں گی' جیسے خاوند کے ساتھ ہم بستری وغیرہ کرنا اس کے لیے ممنوع ہو گا۔
- حیض کی وجہ سے عورت طواف وداع نہ کر سکے تو اس کی اس کو رخصت ہے' البتہ طواف افاضہ کے لیے دوبارہ آئے تو طواف افاضہ کے ساتھ طواف وداع کی بھی نیت کر لے۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ میقات کے قریب یا میقات پر آ کر عمرے کی نیت کر کے احرام باندھے اور مکہ آ کر عمرہ کر لے اور اس کے بعد باقی ماندہ طواف افاضہ کر لے' اس کے بعد ہی اس کا حج مکمل ہو گا' البتہ طواف افاضہ کے بغیر سفر کرنے اور دوبارہ پلٹ کر آنے میں اس پر کوئی فدیہ نہیں پڑے گا۔ (فتاویٰ و رسائل الشیخ محمد بن ابراھیم رحمہ اللہ:٦/٦١' ٦٢)
- سفر حج کے آغاز ہی میں اگر عورت حائضہ ہو جائے تو وہ اسی حالت میں غسل کر کے احرام باندھ سکتی ہے' البتہ اس موقع پر وہ دو رکعت نماز نہیں پڑھ سکتی جسے لوگ احرام باندھتے وقت ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دو رکعتیں اس موقع پر شرعاً ضروری نہیں ہیں' اس کے بغیر بھی احرام باندھنا بالکل صحیح ہے۔
- حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا قرآن و حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ پہلے اس کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے' البتہ طلاق خلع ہر حالت میں جائز ہے چاہے عورت حائضہ ہو یا پاک۔
- حالتِ حیض میں عقد نکاح جائز ہے' اس لیے کہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں' البتہ خاوند کے لیے پاک ہونے تک اس سے میاں بیوی والا خاص تعلق قائم کرنا جائز نہیں ہے' صرف بوس و کنار اور

معانقہ وغیرہ کرسکتا ہے۔

- حائضہ عورت مردہ عورت کو غسل دے سکتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک مسجد میں کھڑے ہوکر باہر نکالتے جب کہ آپ اعتکاف میں بیٹھے ہوتے۔ میں آپ کا سر دھودیا کرتی تھی درآں حالیکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی۔ (صحیح البخاري' الحیض' باب مباشرة الحائض' حدیث:۲۹۶'۳۰۱) ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے مسجد سے چٹائی پکڑا دو۔'' میں نے کہا: میں تو حیض سے ہوں' آپ نے فرمایا: [فَنَاوِلِینِیهَا فَإِنَّ الْحَیْضَةَ لَیْسَتْ فِي یَدِكِ] ''مجھے پکڑا دو! اس لیے کہ حیض تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم' الحیض' باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجیله و طهارة سؤرها' والإتکاء في حجرها و قراءة القرآن فیه' حدیث: ۲۹۸) اسی طرح حدیث: [إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا یَنْجَسُ] ''مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔'' (صحیح مسلم' الحیض' باب الدلیل علی أن المسلم لا ینجس' حدیث:۳۷۱) سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ حائضہ مردے کو غسل دے سکتی ہے۔

- حائضہ عورت ایام حج میں اپنا حیض ختم کرنے کے لیے اگر ایسی دوائی استعمال کرے جس سے اس کا حیض بند ہو جائے تو ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ صحت اور جان کے لیے کسی خطرے کا باعث نہ ہو' جیسے ایک عورت ۱۰ ذوالحجہ تک پاک نہ ہوسکے جب کہ اس نے اس سے قبل کے مناسک حج ادا کر لیے ہیں۔ اب ۱۰ ذوالحجہ کو اس کے لیے طواف افاضہ ضروری ہے' اس کے بغیر اس کا حج مکمل نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں وہ پاک ہونے کا انتظار کرتی ہے تو اس کے لیے سفری مشکلات پیش آسکتی ہیں کیونکہ آج کل واپسی کی تاریخیں بھی مقرر ہوتی ہیں۔ اس صورت میں وہ دوائی کھالے' خون بند ہونے کے بعد وہ غسل کر کے پاک ہو جائے اور طواف افاضہ کر لے اور نمازیں وغیرہ بھی ادا کر لے۔
- اسی طرح سفر حج کے آغاز میں وہ اس قسم کی مانع حیض دوائی کھالے تاکہ دوران حج میں حیض اس

کے لیے رکاوٹ نہ بنے تو مذکورہ شرط کے ساتھ یہ بھی جائز ہے۔

○ رمضان المبارک میں بھی بعض سعودی علماء نے مانع حیض دوائی کھانے کی اجازت دی ہے تاکہ رمضان کے روزے مکمل رکھے جاسکیں۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ فتویٰ صحیح نہیں ہے' اسے حج پر قیاس کر کے اس کے جواز کا فتویٰ دینا محل نظر ہے' اس لیے کہ حج میں تو معاملہ اضطرار کی حد تک پہنچ جاتا ہے' بنابریں وہاں حیض کو بند کرنے یا روکنے کا جواز قابل فہم ہے۔ لیکن رمضان میں اضطرار کی کوئی صورت نہیں' محض تکمیل صیام کی خواہش اور اس کا شوق ہے۔ لیکن چونکہ اس میں تغییر خلق [فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ] کا مفہوم پایا جاتا ہے' لٰہذا محض شوق تکمیل صیام اس کے جواز کے لیے کوئی معقول دلیل نہیں۔ رمضان کے روزوں کا جو فطری طریق ہے جس میں عورت کو چند روزے ضرور چھوڑنے پڑتے ہیں' وہی عورت کے لیے شرعی طریقہ ہے' اس میں بلاوجہ دوائیوں کے ذریعے سے تبدیلی کرنا شرعی لحاظ سے محل نظر ہے۔

علاوہ ازیں طبی نقطۂ نظر سے بھی مانع حیض گولیاں اور دوائیاں رحم اور حیض معتاد کے لیے نقصان دہ ہیں۔ ان سے رحم میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور بعض دفعہ عورت بانجھ تک بھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حیض کی عادت میں بھی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے جس سے صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اس اعتبار سے مانع حیض گولیوں کا استعمال شرعی اور طبی دونوں لحاظ سے یکسر غلط ہے اور انھیں بوقت ضرورت حج کے علاوہ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

* **مانع حمل گولیوں کا استعمال:** اسی طرح مانع حمل گولیوں کا استعمال ہے' یہ بھی نہ مطلقاً جائز ہے اور نہ مطلقاً ممنوع بلکہ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ بعض بالکل ممنوع ہیں اور بعض صورتوں میں چند شرائط کے ساتھ اس کا جواز ہے' مثلاً: کوئی عورت اس لیے یہ گولیاں استعمال کرے کہ مستقل طور پر اس کے حمل کا مسئلہ ختم ہو جائے' اسے کبھی بھی حمل نہ ٹھہرے۔ ایسا کرنا بالکل ناجائز ہے' اس لیے کہ نبی ﷺ نے تکثیر امت کی ترغیب دی ہے اور یہ عمل تقلیل امت کا باعث ہے۔ یہ برتھ کنٹرول (ضبط ولادت یا خاندانی منصوبہ بندی) کی وہ صورت ہے جس کا اسلام میں قطعاً کوئی جواز نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عارضی طور پر حمل روکنے کے لیے مانع حمل گولیاں استعمال کی جائیں' یہ بعض

صورتوں میں جائز ہیں بشرطیکہ ان کا استعمال صحت اور جان کے لیے خطرے کا باعث نہ ہو' مثلاً: کسی عورت کو بہت جلدی جلدی حمل ٹھہر جاتا ہے' اس کا دو بچوں کے درمیان وقفہ بہت کم ہوتا ہے جس کی وجہ سے بچوں کی رضاعت ونگہبانی بھی خاطر خواہ نہیں ہو پاتی۔ دوسرے' خود عورت کی صحت بھی کثرت حمل کی متحمل نہیں ہوتی بلکہ چند بچوں کی پیدائش کے بعد مناسب وقفے کے بغیر حمل کا یہ تسلسل اس کی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔ ایسی عورت کے لیے دو شرطوں کے ساتھ مناسب وقفے کے لیے مانع حمل گولیوں کا استعمال جائز ہے۔ وہ دو شرطیں حسب ذیل ہیں: ① خاوند کی اجازت اسے حاصل ہو۔ ② اس کی صحت اور جان کو خطرہ نہ ہو۔

اس کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے عزل کرتے تھے لیکن نبی ﷺ نے باوجود علم کے اور پوچھے جانے کے' منع نہیں فرمایا۔ اور عزل کا مطلب یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال کے وقت اس سے علیحدہ ہو جائے تاکہ منی اس کے رحم کے اندر نہ جائے اور اسے حمل نہ ٹھہرے۔ لیکن اُن عورتوں کے لیے مانع حمل گولیوں کے استعمال کا کوئی جواز نہیں ہے جو مذکورہ صورت حال سے دوچار نہیں ہیں' بلکہ وہ حمل سے صرف اس لیے بچنا چاہتی ہیں کہ

- ان کے حسن وجمال پر کوئی اثر نہ پڑے۔
- چلتے ہوئے نعرے اور فیشن کے مطابق دو تین بچوں سے زیادہ بچے پیدا کرنا پسند نہیں کرتیں۔
- زیادہ بچوں کی پیدائش پر فکر مند ہوتی ہیں کہ ان کو کہاں سے کھلائیں پلائیں گی اور ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیسے کریں گی؟ یہ سوچ توکل علی اللہ کے منافی ہے جو مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔

یہ اور اس قسم کے تصورات کے تحت حمل سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

✱ **حائضہ کا قرآن کریم کی تلاوت کرنا:** اس مسئلے کی بابت علماء کی مختلف آراء ہیں لیکن دلائل کی رو سے راجح اور درست بات یہ ہے کہ حیض وجنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا کراہت تحریمی نہیں' کراہت تنزیہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اُن حالتوں میں قرآن پڑھنے اور چھونے سے اجتناب بہتر ہے' تاہم پڑھ اور چھو لیا جائے تو جائز ہے۔ یہ رائے دو لحاظ سے راجح ہے۔ اول یہ کہ جمہور علماء جو

مطلقاً ممانعت کے قائل ہیں ان کے پاس اپنے موقف کے اثبات کے لیے کوئی صحیح حدیث اور واضح نص نہیں ہے۔ جن احادیث سے استدلال کیا گیا ہے وہ سب ضعیف ہیں۔ اور ایک آدھ حدیث جو صحیح ہے وہ محتمل المعنی ہے' اس لیے وہ بھی نص صریح یا دلیل قاطع نہیں بن سکتی۔ اسی طرح امام بخاری' امام ابن حزم اور دیگر ائمہ جو مطلقاً جواز کے قائل ہیں ان کے پاس بھی کوئی واضح دلیل نہیں ہے' ان کا استدلال صرف عموم الفاظ پر مبنی ہے' اس لیے اس سے مطلقاً جواز کا مفہوم لینا محل نظر ہے کیونکہ عموم کے باوجود حدیث میں ملتا ہے کہ نبی ﷺ نے قضائے حاجت سے فراغت کے بعد جب تک وضو نہیں کر لیا' سلام کا جواب دینا پسند نہیں فرمایا۔ دیکھیے: (سنن أبي داود' الطهارة' حديث:١٧) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ [يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ] کے عموم کے باوجود نبی ﷺ نے بعض حالتوں میں محتاط رویہ اختیار کیا ہے' اس سے یقیناً کراہت تنزیہی کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ کراہت جواز کے منافی نہیں' چنانچہ شیخ البانی رحمہ اللہ ابوداود کی مذکورہ حدیث کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں: ''پیشاب سے فراغت کے بعد نبی ﷺ کا سلام کرنے والے کو یہ جواب دینا کہ ''میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ بغیر طہارت کے اللہ کا ذکر کروں۔'' یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ جنبی کے لیے قراءت قرآن مکروہ ہے' اس لیے کہ حدیث میں یہ بات سلام کا جواب دینے کے ضمن میں آئی ہے جیسا کہ ابوداود وغیرہ میں صحیح سند سے مروی ہے۔ چنانچہ قرآن تو سلام سے اولیٰ ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور کراہت' جواز کے منافی نہیں جیسا کہ معروف ہے' اس لیے اس حدیث صحیح کی وجہ سے کراہت والی رائے کا اختیار کرنا ضروری ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو یہ سب اقوال میں سے سب سے زیادہ انصاف پر مبنی رائے ہے۔'' دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني:٢/٤٨٩' رقم:٨٣٤)

آج کل ہر جگہ مدرسۃ البنات (بچیوں کے تعلیمی مدارس) عام ہو گئے ہیں' حفظ قرآن کے بھی اور دینی علوم کی تدریس کے بھی۔ مطلقاً ممانعت اور عدم جواز کے فتویٰ پر عمل سے ان مدارس میں پڑھنے والی طالبات اور پڑھانے والی استانیوں کو جو مشکلات پیش آ سکتی ہیں وہ محتاج وضاحت نہیں۔ یہ فقہی اصطلاح میں گویا عموم بلویٰ کی صورت پیدا ہو گئی ہے جس میں فقہاء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ غالباً اسی لیے عصر حاضر کے بعض ان کبار علماء نے بھی' جو عدم جواز کے قائل ہیں' مدارس دینیہ میں زیر تعلیم طالبات

اور ان میں پڑھانے والی استانیوں کے لیے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''اس مسئلے میں علماء کا اختلاف جاننے کے بعد یہی بات زیادہ شایان ہے کہ یہ کہا جائے کہ حائضہ کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ قرآن کریم زبان سے نہ پڑھے' سوائے ضرورت و حاجت کے' جیسے کوئی استانی (معلّمہ) ہے' اس کے لیے طالبات کو پڑھانا اس کی ضرورت ہے یا امتحان کے موقع پر خود طالبات کی بھی' امتحان دینے کے لیے قرآن کریم کا پڑھنا' ایک ضرورت ہے یا اس قسم کی کوئی اور ضرورت ہو (تو حائضہ کے لیے قرآن کریم کا پڑھنا جائز ہے۔) (مجموع فتاوی و رسائل شیخ محمد بن صالح العثیمین:۱۱/۳۱۱)

بنابریں یہ حالات اور ضروریات اس بات کی متقاضی ہیں کہ جواز کے فتویٰ کو تسلیم کیا جائے' بالخصوص جب کہ دلائل کے عموم سے اس کی تائید ہوتی ہے نہ کہ تردید۔ علاوہ ازیں جب کہ ممانعت کے دلائل بھی صحت و استناد کے اعتبار سے محل نظر ہیں' اس لیے زیادہ سے زیادہ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ حائضہ اور جنبی اگر اجتناب کر سکیں تو بہتر ہے' بصورت دیگر جواز سے مفر نہیں۔ واللہ أعلم۔

استحاضہ اور اس سے متعلق احکام ومسائل

بالغ ہونے کے بعد ہر عورت کو ہر مہینے چند دن خون آتا ہے جسے حیض کہا جاتا ہے۔ اس کے ضروری مسائل گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکے ہیں۔ بعض دفعہ بعض عورتوں کو اس کے علاوہ بھی خون آتا ہے جو حیض کا خون نہیں ہوتا۔ رحم کے اندر ایک عازل نامی رگ ہوتی ہے' اس سے یہ خون کسی خرابی کی وجہ سے آتا ہے۔ یہ خون بالکل حیض کی طرح نہیں ہوتا' تاہم اس سے ملتا جلتا ہوتا ہے۔ اسی مشابہت کی وجہ سے اس کا پہچاننا بھی مشکل ہوتا ہے اور کئی پیچیدگیوں کا باعث بھی ہوتا ہے' اسی لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی بابت لکھا ہے: [فَإِنَّ مَسَائِلَ الِاسْتِحَاضَةِ مِنْ أَشْكَلِ أَبْوَابِ الطَّهَارَةِ] ''استحاضہ کے مسائل طہارت کے مشکل ترین ابواب میں سے ہیں۔'' (مجموع فتاوی:۲۱/۲۲)

احادیث میں بھی مختلف عورتوں کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کی بابت جو احکام بیان ہوئے ہیں' ان میں بظاہر کچھ اختلاف سا نظر آتا ہے لیکن محدثین نے جمع و تطبیق کے ذریعے سے ان

کی اس طرح وضاحت فرمادی ہے کہ وہ اختلاف دور ہو جاتا ہے' جیسے بعض روایات میں ہے کہ مستحاضہ ہرنماز کے وقت وضو کرلیا کرے اور بعض میں ہے کہ ہرنماز کے وقت غسل کیا کرے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل کرے اور ان کے درمیان جمع صوری کرلے اور مغرب اور عشاء کے لیے ایک غسل کرے اور ان کو جمع کرلے اور صبح کی نماز کے لیے ایک غسل کرے اور ظہر اور عصر کے درمیان اور مغرب اور عشاء کے درمیان وضو کرلے۔ جب کہ دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی عورت جب حیض سے پاک ہو تو صرف ایک مرتبہ غسل کرلیا کرے اور پھر ہرنماز کے لیے وضو کرلیا کرے۔ (اور مستحاضہ عورت کے لیے یہی حکم ہے) اس لیے جس حدیث میں ہرنماز کے لیے غسل کرنے کا حکم ہے' اس سے مراد پورے جسم کا غسل نہیں بلکہ صرف غسل فرج ہے' یعنی ہرنماز کے وقت شرم گاہ کو دھو کر وضو کرلیا جائے۔ یا ہرنماز یا دو نمازوں کے لیے غسل کا حکم استحباب پر محمول ہے' یعنی واجب نہیں ہے' واجب تو صرف ایک مرتبہ ہی ہے جب وہ حیض کے خون سے پاک ہوگی' البتہ اگر وہ ہرنماز کے وقت یا دو نمازوں کے لیے غسل کرسکتی ہے تو بہتر ہے' فرض و واجب نہیں ہے۔ اس طرح روایات کا ظاہری تعارض دور ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں انھی مختلف روایات میں تطبیق دینے کے نقطۂ نظر سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مستحاضہ عورت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

① ایک وہ عورت جس کو اپنی عادت کا اچھی طرح پتہ ہے کہ اسے اتنے دن حیض کا خون آتا ہے اور پھر بند ہو جاتا ہے۔ اس کو معتادہ کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی عادت کے مطابق مقررہ ایام میں (۶ یا ۷ دن) نماز روزے سے اجتناب کرے' پھر غسل کر کے نماز روزے کا آغاز کردے۔

② دوسری وہ عورت ہے جسے اپنے ایام حیض کا اچھی طرح علم نہیں ہے بلوغت کے ساتھ ہی اسے بالاستمرار خون آرہا ہے' تاہم اسے حیض کے خون کی اچھی طرح پہچان ہے' وہ حیض کے خون اور استحاضے کے خون کے درمیان تمیز کرسکتی ہے' ایسی عورت کو مُتَمَيِّزَہ کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ تمیز اور پہچان کر کے حیض کے ایام میں نماز روزے سے اجتناب کرے اور اس کے بعد غسل کر کے ان کا آغاز کردے۔

③ تیسری قسم اس عورت کی ہے جو نہ معتادہ ہے اور نہ متمیزہ بلکہ مُتَحَيِّـرَہ ہے' یعنی نہ اس کی کوئی

مقررہ عادت ہے اور نہ وہ حیض اور استحاضے کے خون کے درمیان تمیز ہی کر سکتی ہے۔ حیض کا خون بالعموم سیاہی مائل، گاڑھا اور بد بودار ہوتا ہے جب کہ استحاضے کا خون سرخ، غیر بد بودار اور پتلا ہوتا ہے لیکن وہ عورت ان کے درمیان تمیز کر کے حیض یا استحاضے کا فیصلہ نہیں کر سکتی، اس لیے کہ اسے خون یا تو ایک ہی طرح کا آتا ہے یا مختلف انداز کا آتا ہے جس کی اس کو پہچان نہیں ہے۔ اس کا حکم عام عورتوں کی عادات والا ہوگا، یعنی عورتوں کی غالب اکثریت کو جتنے دن ماہواری آتی ہے، اتنے دن یہ حیض کے اور باقی استحاضے کے شمار کرے گی اور اس حساب سے غسل کر کے پاک ہو جائے گی۔

(ملخص از مجموع فتاویٰ شیخ الإسلام ابن تیمیه:۲۱/۲۲و۶۲۸-۶۳۱)

* **استحاضہ کے احکام:** حیض کے ایام کو چھوڑ کر باقی ایام جو استحاضے کے شمار ہوں گے، ان میں خون چاہے تھوڑا آئے یا زیادہ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، زیادہ خون آنے کی صورت میں وہ کس کر لگام (کپڑا) باندھ لے یا روئی کی موٹی تہ رکھ لے یا آج کل اس کے لیے جو چیزیں نکلی ہوئی ہیں وہ استعمال کر لے۔ ان ایام استحاضہ میں وہ پاک سمجھی جائے گی۔ اس کے لیے نماز پڑھنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا ضروری ہوں گے۔ اسی طرح دیگر تمام احکام میں وہ پاک عورتوں کی طرح ہوگی۔ خاوند کے ساتھ ہم بستری بھی جائز ہوگی۔ صرف حیض کے ایام میں مذکورہ تمام چیزیں ممنوع ہوں گی۔

مستحاضہ کے لیے صرف ایک مسئلہ دوسری پاک عورتوں سے مختلف ہوگا اور وہ یہ ہے کہ وہ حیض سے فارغ ہو کر غسل کر کے جب پاک ہو جائے گی تو ہر نماز کے وقت پہلے شرم گاہ دھوئے گی، خون زیادہ آتا ہو تو اس کی روک تھام کے لیے لنگوٹ وغیرہ باندھے گی، پھر وضو کر کے ایک وقت کی مکمل نماز پڑھے گی۔ ہر نماز کے وقت اس کے لیے اس طریقے سے وضو کرنا ضروری ہوگا۔

* **لیکوریے، جریان اور سلسل البول کا حکم:** جس عورت کو لیکوریے یا جریان کی زیادہ شکایت ہو حتی کہ ایک نماز پڑھنا بھی اس کے لیے مشکل ہو یا بار بار ہوا خارج ہونے کی بیماری ہو۔ ایسی عورتیں بھی مستحاضہ کے حکم میں ہیں، یعنی ہر نماز کے وقت ایک مرتبہ وضو کر لیا کریں اور اس سے ایک وقت کی پوری نماز پڑھ لیا کریں۔ سلسل البول، جریان یا بار بار ہوا خارج ہونے کی بیماری میں مبتلا شخص کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

نفاس اور اس سے متعلق احکام ومسائل

نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بچے کی ولادت کی وجہ سے رحم مادر سے نکلتا ہے۔ یہ خون ولادت (زچگی) کے ساتھ ہی نکلتا ہے یا اس کے فوراً بعد یا ولادت سے دو تین دن پہلے دردِ زہ کے ساتھ' اگر خون کے ساتھ دردزہ نہیں ہوگا تو یہ خون بھی نفاس کا نہیں ہوگا۔ نفاس کا یہ خون دراصل وہی خون ہوتا ہے جو حمل کے ٹھہرتے ہی بالعموم بند ہو جاتا ہے اور بچے کی خوراک کے کام آتا ہے' ولادت کے وقت یا اس سے کچھ قبل و بعد خون پیٹ میں بچا ہوا ہوتا ہے وہ باہر نکل آتا ہے۔

- اس خون (نفاس) کا تعلق چونکہ ولادت کے ساتھ ہے تو اس کی ابتدا ولادت ہی سے ہوگی۔ علاوہ ازیں اسی ولادت کا اعتبار ہوگا جس میں انسان کی تخلیق نمایاں ہو جاتی ہے۔ یہ مدت حمل کے ٹھہرنے کے بعد کم سے کم اَسّی (۸۰) دن اور زیادہ سے زیادہ نوے (۹۰) دن ہے جس میں حمل ایک کامل شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر کامل شکل اختیار کرنے سے قبل' یعنی ۸۰ دن سے پہلے حمل ساقط ہو جائے یا کر دیا جائے تو وہ نفاس کا خون نہیں بلکہ اسے دم فساد اور استحاضہ سمجھا جائے گا اور نماز روزے کی پابندی اس کے لیے ضروری ہوگی' البتہ اگر ۸۰' ۹۰ دن کے بعد اس کا حمل ساقط ہو جب کہ اس وقت حمل ایک کامل شکل اختیار کر چکا ہوتا ہے' تو پھر نکلنے والا خون نفاس کا ہوگا اور وہ حیض ونفاس والے احکام کی پابند ہوگی' یعنی خون کے جاری رہنے تک وہ نماز روزے سے اور خاوند کے ساتھ ہم بستری کرنے سے اجتناب کرے گی۔
- نفاس کا خون کتنے دن جاری رہتا ہے؟ اس کی کم سے کم کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ نفاس کا یہ خون جب بھی بند ہو جائے عورت غسل کر کے پاک ہو جائے اور نماز روزے کا آغاز کر دے' چاہے ۱۰' ۲۰ دن یا اس سے بھی کم دن میں بند ہو جائے' البتہ یہ خون جاری رہے تو اس کی زیادہ سے زیادہ حد چالیس دن ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ ﷺ فرماتی ہیں: [كَانَتِ النُّفَسَاءُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَقْعُدُ بَعْدَ نِفَاسِهَا أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً] ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاس والی عورتیں چالیس دن یا چالیس راتیں بیٹھی رہتی تھیں۔'' (سنن أبي داود'

الطهارة، باب ماجاء في وقت النفساء، حديث:۳۱۱) یعنی نماز وغیرہ نہیں پڑھتی تھیں۔

- اگر چالیس دن مکمل ہونے کے بعد بھی خون بند نہ ہو تو پھر عورت یہ دیکھے گی کہ یہ خون اس کی سابقہ عادت کے مطابق حیض کا خون تو نہیں؟ اگر رنگت اور عادت کی رُو سے وہ حیض کا خون ہوگا تو وہ حیض کا خون ہے، بصورت دیگر چالیس دن کے بعد جاری رہنے والا خون استحاضہ متصور ہوگا اور وہ غسل کر کے عبادات کی ادائیگی کا اہتمام کرے گی۔

٭ نفاس کے احکام: جب تک عورت نفاس میں رہے گی اس وقت تک حیض والی عورت کی طرح:

- اسے نماز معاف ہوگی اور رمضان المبارک کے روزے رکھنے ممنوع ہوں گے، البتہ رمضان کے بعد روزوں کی قضا اس کے لیے ضروری ہے۔
- حائضہ عورت کی طرح یہ بھی قرآن کریم کی تلاوت اور دیگر اذکار کر سکتی ہے۔
- خانۂ کعبہ کا طواف نہیں کر سکتی۔
- خاونداس کے ساتھ ہم بستری (جماع) نہیں کر سکتا، البتہ مباشرت اور بوس وکنار کر سکتا ہے۔
- حائضہ کی طرح نفاس والی عورت بھی غسل کر کے حج اور عمرے کا احرام باندھ سکتی ہے، یہ غسل صرف صفائی کے لیے ہے، طہارت کے لیے نہیں۔
- خون بند ہونے کے بعد غسل کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ پاک نہیں ہوگی۔
- نفاس کا خون چالیس دن سے پہلے بند ہو جائے اور عورت غسل کر کے نماز روزہ شروع کر دے، لیکن چالیس دن کے اندر اسے پھر خون آنا شروع ہو جائے تو اکثر علماء کے نزدیک یہ نفاس ہی کا خون ہو گا، وہ پھر نماز روزہ چھوڑ دے گی اور اس نے درمیان میں طُہر کی حالت سمجھ کر جو نمازیں پڑھیں یا روزے رکھے وہ صحیح سمجھے جائیں گے، ان کی قضا کی ضرورت نہیں ہوگی۔ چالیس دن پورے ہونے کے بعد وہ کیا کرے؟ اس کی وضاحت گزر چکی ہے کہ جاری رہنے والا خون حیض کا ہوگا یا استحاضے کا، اس کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔
- اگر کسی عورت کو وضع حمل کے وقت اور اس کے بعد خون نہ آئے تو وہ پاک ہوگی یا ناپاک؟ حمل کے ساتھ زیادہ نہیں تو کچھ نہ کچھ خون تو ضرور ہی آتا ہے، اس لیے جب تک وہ غسل نہیں کرلے گی پاک

نہیں ہوگی' البتہ ایسی عورت جس کو نفاس کا خون نہ آئے تو وہ فوراً غسل کر کے پاک ہو جائے اور نماز روزہ شروع کر دے' خاوند کا اس کے ساتھ ہم بستری کرنا بھی جائز ہوگا۔

- اگر بچہ بڑے آپریشن کے ذریعے سے ہو جس میں پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا جاتا ہے۔ اس صورت میں نہ بچہ شرم گاہ کے راستے سے باہر آتا ہے اور نہ نفاس کا خون ہی آتا ہے۔ اس عورت کا حکم بھی نفاس والی عورت ہی کا ہے' یعنی اگر خون شرم گاہ سے آتا ہے تو وہ نفاس ہی کا خون ہوگا اور اگر خون نہیں آتا تو وہ پاک ہی سمجھی جائے گی اور پاک عورتوں کی طرح نماز روزے کی ادائیگی اس کے لیے ضروری ہوگی۔ (فتاویٰ اللجنة الدائمة:۱۲/۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(المعجم ٣) - كِتَابُ الْحَيْضِ وَالْاِسْتِحَاضَةِ (التحفة . . .)

مِنَ الْمُجْتَبٰى

حیض اور استحاضے سے متعلق احکام و مسائل

362

(المعجم ١) - بَابُ بَدْءِ الْحَيْضِ، وَهَلْ يُسَمَّى الْحَيْضُ نِفَاسًا (التحفة ٢٢٠)

باب:۱- حیض کی ابتدا (کا بیان) اور کیا حیض کو نفاس کہا جا سکتا ہے؟

٣٤٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا نُرٰى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: «مَا لَكِ أَنَفِسْتِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ».

۳۴۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نکلے۔ ہم صرف حج ہی کی نیت رکھتے تھے۔ جب ہم سرف مقام میں پہنچے تو مجھے حیض شروع ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: ”تمھیں کیا ہوا؟ حیض شروع ہو گیا؟“ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”یہ ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے۔ تم وہی کرو جو حاجی کریں مگر طواف نہ کرنا۔“

فوائد و مسائل: ① ”بنات آدم“ سے استدلال ہے کہ حیض شروع ہی سے عورتوں پر مقرر ہے جب کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً (ان کا قول) منقول ہے کہ حیض بنی اسرائیل کی عورتوں پر مسلط کیا گیا تھا۔ دیکھیے: (فتح الباري:۱/۵۱۹) ان کے مابین تطبیق یوں ممکن ہے کہ ابتدا تو حضرت حوا علیہا السلام ہی سے ہوئی مگر بنی اسرائیل کے دور میں کچھ اضافہ کر دیا گیا اور یہ کوئی بعید نہیں۔ واللہ أعلم۔ ② [أَنَفِسْتِ] اس جملے میں

٣٤٩- [صحيح] تقدم، ح: ٢٩١.

نفاس سے حیض مراد ہے۔ تشبیہاً نفاس کہا گیا۔ باب کا دوسرا جزو یہاں سے ثابت ہوا۔

(المعجم ٢) - **ذِكْرُ الْاِسْتِحَاضَةِ وَ إِقْبَالِ الدَّمِ وَ إِدْبَارِهِ** (التحفة ٢٢١)

باب:٢-استحاضے کا ذکر اور خون حیض کی ابتدا اور انتہا کا بیان

٣٥٠- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ - وَهُوَ ابْنُ سَمَاعَةَ - قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ مِنْ بَنِي أَسَدِ قُرَيْشٍ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرَتْ أَنَّهَا تُسْتَحَاضُ، فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ لَهَا: «إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي».

٣٥٠-حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا' جو کہ قریش کی شاخ بنو اسد سے تعلق رکھتی تھیں' اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئیں اور بتایا کہ اس (فاطمہ) کو استحاضے کا خون آتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''یہ تو ایک رگ کا خون ہے۔ جب حیض کا خون آنے لگے تو نماز چھوڑ دو اور جب ختم ہو جائے تو اپنے (جسم) سے خون دھو لو اور نہا کر نماز پڑھ لیا کرو۔''

٣٥١- أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي».

٣٥١-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' فرماتی ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب حیض کا خون آنے لگے تو نماز چھوڑ دو اور جب رک جائے تو غسل کرو۔''

٣٥٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِسْتَفْتَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ

٣٥٢-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' فرماتی ہیں: ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا: اے اللہ کے رسول! تحقیق مجھے استحاضے کا

٣٥٠_[صحيح] تقدم، ح: ٢٠١.
٣٥١_[صحيح] تقدم، ح: ٢٠٢.
٣٥٢_[صحيح] تقدم، ح: ٢٠٦.

رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُسْتَحَاضُ؟ فَقَالَ: «إِنَّ ذٰلِكِ عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي، ثُمَّ صَلِّي» فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ.

خون آتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''یہ ایک رگ ہے' لہٰذا حیض ختم ہونے کے بعد غسل کر کے نماز پڑھا کرو۔'' تو وہ ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتی تھیں۔

(المعجم ٣) - اَلْمَرْأَةُ تَكُونُ لَهَا أَيَّامٌ مَعْلُومَةٌ تَحِيضُهَا كُلَّ شَهْرٍ (التحفة ٢٢٢)

باب:٣- جس مستحاضہ عورت کو اپنے حیض کے دن معلوم ہوں' وہ ہر مہینے اُنھی کو حیض سمجھے

٣٥٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الدَّمِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: رَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اُمْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي».

وَأَخْبَرَنَا بِهِ قُتَيْبَةُ مَرَّةً أُخْرٰى، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ جَعْفَرَ بْنَ رَبِيعَةَ.

٣٥٣- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ ام حبیبہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے استحاضے کے خون کے بارے میں پوچھا۔ اور حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ان کا ٹب خون آلود پانی سے بھرا دیکھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جتنے دن تمھیں پہلے حیض آیا کرتا تھا اتنے دن نماز وغیرہ سے رک جاؤ' پھر غسل کر کے نماز پڑھو۔''

(امام نسائی ؒ فرماتے ہیں:) ہمیں قتیبہ نے دوبارہ یہ حدیث بیان کی تو (یزید بن ابی حبیب اور عراک بن مالک کے درمیان) جعفر بن ربیعہ کا ذکر نہیں کیا۔

فائدہ: فوائد و مسائل کے لیے دیکھیے اسی کتاب کا ابتدائیہ۔

٣٥٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ

٣٥٤- حضرت ام سلمہ ؓ سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا: تحقیق مجھے خون آتا رہتا ہے' اس لیے میں کبھی پاک نہیں ہوتی' تو کیا میں مستقل نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'

٣٥٣_[صحيح] تقدم، ح: ٢٠٧.

٣٥٤_[صحيح] تقدم، ح: ٢٠٩.

قَالَتْ: سَأَلَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا وَلَكِنْ دَعِي قَدْرَ تِلْكَ الْأَيَّامِ وَاللَّيَالِي الَّتِي كُنْتِ تَحِيضِينَ فِيهَا ثُمَّ اغْتَسِلِي وَاسْتَثْفِرِي وَصَلِّي».

بلکہ تم صرف اتنے دن رات نماز چھوڑ و جن دنوں میں تمھیں حیض آیا کرتا تھا‘ پھر غسل کر کے لنگوٹ باندھ لو اور نماز شروع کر دو۔“

فائدہ: دیکھیے‘ حدیث:۲۰۹ اور اس کے فوائد ومسائل۔

٣٥٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ الدَّمَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ اِسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «لِتَنْظُرْ عَدَدَ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا، فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَإِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ، ثُمَّ لْتَسْتَثْفِرْ بِالثَّوْبِ ثُمَّ لْتُصَلِّ».

۳۵۵- حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت کو رسول اللہ ﷺ کے دور میں بہت خون آتا تھا۔ تو ام سلمہ ؓ نے اس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”بیماری لگنے سے پہلے اس کو جن شب و روز میں ہر ماہ حیض آیا کرتا تھا‘ ان کا حساب لگائے اور ہر مہینے ان دنوں میں نماز چھوڑ دے۔ اور جب وہ دن گزر جائیں تو وہ غسل کرے‘ لنگوٹ باندھے‘ پھر نماز شروع کر دے۔“

(المعجم ٤) - ذِكْرُ الْأَقْرَاءِ (التحفة ٢٢٣)

باب:۴- حیض کے لیے لفظ قرء کا استعمال

٣٥٦- أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ - وَهُوَ ابْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ - قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَزِيدَ - وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ ابْنُ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ - عَنْ أَبِي بَكْرٍ - وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ - عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ

۳۵۶- حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش ؓ‘ جو عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے نکاح میں تھیں‘ ان کو استحاضے کا خون آتا رہتا تھا۔ وہ پاک نہیں ہوتی تھیں۔ ان کا مسئلہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ حیض نہیں بلکہ یہ تو رحم میں کوئی زخم ہے۔ وہ اپنے دنوں کو یاد کرے جن میں اسے حیض آیا کرتا تھا‘ چنانچہ ان دنوں میں نماز چھوڑ دے‘ پھر

٣٥٥_[صحيح] تقدم، ح: ٢٠٩.
٣٥٦_[إسناده صحيح] تقدم، ح: ٢١٠.

جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَأَنَّهَا اُسْتُحِيضَتْ لَا تَطْهُرُ، فَذُكِرَ شَأْنُهَا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنَّهَا رَكْضَةٌ مِنَ الرَّحِمِ لِتَنْظُرْ قَدْرَ قَرْئِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ لَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ ثُمَّ تَنْظُرْ مَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ».

اس کے بعد وہ ہر نماز کے لیے غسل کیا کرے۔"

فائدہ: دیکھیے، حدیث: ۲۱۰ اور اس کے فوائد و مسائل۔

٣٥٧- أَخْبَرَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ ابْنَةَ جَحْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ سَبْعَ سِنِينَ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: «لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ إِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ». فَأَمَرَهَا أَنْ تَتْرُكَ الصَّلَاةَ قَدْرَ أَقْرَائِهَا وَحَيْضَتِهَا وَتَغْتَسِلَ وَتُصَلِّيَ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ.

۳۵۷- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت جحش ؓ کو سات سال استحاضہ رہا، چنانچہ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ حیض نہیں بلکہ یہ تو رگ کا خون ہے۔" آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے گزشتہ حیض کے مطابق نماز چھوڑ دیں، پھر غسل کر کے نماز شروع کر دیں۔ تو وہ ہر نماز کے لیے غسل کر لیا کرتی تھیں۔

٣٥٨- أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَشَكَتْ إِلَيْهِ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ فَانْظُرِي إِذَا أَتَاكِ قَرْؤُكِ فَلَا تُصَلِّي،

۳۵۸- حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور (بے قاعدہ) خون کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "یہ ایک رگ کا خون ہے۔ تم حساب لگا لو۔ جب تمھارے حیض کے دن آئیں تو نماز نہ پڑھو اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو غسل کر کے اگلے حیض کے آنے تک نماز پڑھو۔"

۳۵۷۔ [صحيح] تقدم، ح: ٢١١.
۳۵۸۔ [حسن] تقدم، ح: ٢١٢.

وَ إِذَا مَرَّ قَرْؤُكِ فَلْتَطَهَّرِي ثُمَّ صَلِّي مَا بَيْنَ الْقَرْءِ إِلَى الْقَرْءِ».

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: قَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ مَا ذَكَرَ الْمُنْذِرُ.

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث کو حضرت عروہ سے ہشام بن عروہ نے بھی بیان کیا ہے' مگر وہ الفاظ ذکر نہیں کیے جو منذر بن مغیرہ نے ذکر کیے ہیں۔

وضاحت: ہشام بن عروہ کی روایت اس کے بعد والی ہے۔ ان دونوں روایتوں میں دو فرق ہیں: ایک یہ کہ ہشام بن عروہ کی روایت میں یہ صراحت نہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے حضرت عروہ کو یہ روایت بالمشافہ بیان کی ہے۔ دوسرا اس میں [مَابَيْنَ الْقَرْءِ إِلَى الْقَرْءِ] کے الفاظ مذکور نہیں۔

۳۵۹- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَوَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالُوا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا، إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَ إِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي».

۳۵۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: تحقیق مجھے استحاضہ آتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی' تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں' یہ تو ایک رگ کا خون ہے۔ یہ حیض نہیں۔ جب حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب ختم ہو جائے تو خون دھو کر نماز پڑھو۔''

(المعجم ٥) - جَمْعُ الْمُسْتَحَاضَةِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَغُسْلُهَا إِذَا جَمَعَتْ (التحفة ٢٢٤)

باب: ۵-استحاضہ والی عورت دو نمازیں جمع کر سکتی ہے' جمع کرے تو غسل بھی کرے

۳۶۰- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

۳۶۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت کو رسول اللہ ﷺ کے دور میں استحاضہ آتا تھا۔

٣٥٩_[صحيح] تقدم، ح: ٢١٣.
٣٦٠_[إسناده صحيح] تقدم، ح: ٢١٤.

ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ امْرَأَةً مُسْتَحَاضَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قِيلَ لَهَا: إِنَّهُ عِرْقٌ عَانِدٌ، وَأُمِرَتْ أَنْ تُؤَخِّرَ الظُّهْرَ وَتُعَجِّلَ الْعَصْرَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا وَاحِدًا، وَتُؤَخِّرَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلَ الْعِشَاءَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا وَاحِدًا، وَتَغْتَسِلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ غُسْلًا وَاحِدًا.

اسے کہا گیا: تحقیق یہ ایک سرکش رگ کا خون ہے۔ اور اسے حکم دیا گیا کہ وہ ظہر کو مؤخر کرے اور عصر کو جلدی کرے اور دونوں کے لیے ایک غسل کرے۔ اسی طرح مغرب کو مؤخر کرے اور عشاء کو جلدی کرے اور دونوں کے لیے ایک غسل کرے۔ اور صبح کی نماز کے لیے الگ غسل کرے۔

فائدہ: دیکھیے، حدیث: ۲۱۴ اور اس کے فوائد ومسائل۔

٣٦١- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ [قَالَتْ: قُلْتُ] لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّهَا مُسْتَحَاضَةٌ فَقَالَ: «تَجْلِسُ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَتُعَجِّلُ الْعَصْرَ وَتَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي، وَتُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلُ الْعِشَاءَ وَتَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيهِمَا جَمِيعًا، وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ».

۳۶۱- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے کہا: تحقیق میں استحاضہ والی عورت ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”اپنے حیض کے دنوں میں نماز سے رکی رہو، پھر غسل کرو اور ظہر کو مؤخر کرو اور عصر کو جلدی کرو اور غسل کر کے دونوں نمازیں پڑھو۔ اسی طرح مغرب کو مؤخر کرو اور عشاء کو جلدی کرو اور غسل کر کے دونوں نمازیں اکٹھی پڑھو۔ اور فجر کے لیے الگ غسل کرو۔“

فائدہ: دیکھیے، حدیث: ۲۱۴ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٦) - بَابُ الْفَرْقِ بَيْنَ دَمِ الْحَيْضِ وَالْاِسْتِحَاضَةِ (التحفة ٢٢٥)

باب: ۶- حیض اور استحاضہ کے خون کے درمیان فرق

٣٦٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

۳۶۲- حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھیں استحاضہ آتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان

٣٦١- [صحيح] وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث السابق.

٣٦٢- [صحيح] تقدم، ح: ٢٠١.

- وَهُوَ ابْنُ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ - عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ: أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ، فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ وَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي فَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ». قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ هٰذَا مِنْ كِتَابِهِ.

سے فرمایا: ''جب حیض کا خون آئے' اور یہ سیاہ خون ہوتا ہے اور پہچانا جاتا ہے' تو نماز سے رک جاؤ۔ اور جب دوسرا خون ہو تو وضو کر کے نماز پڑھتی رہو کیونکہ یہ ایک رگ کا خون ہے۔''

محمد بن مثنی نے فرمایا: ابن ابی عدی نے یہ حدیث ہمیں اپنی کتاب سے بیان فرمائی (جب کہ آئندہ حدیث: ۳۶۳ اپنے حافظے سے بیان فرمائی۔)

فائدہ: دونوں روایات کی سند میں کچھ فرق ہے۔ کتاب والی روایت میں عروہ براہ راست حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ سے بیان فرماتے ہیں جبکہ حفظ والی روایت میں حضرت عائشہ ؓ کا واسطہ ہے۔ حضرت عروہ نے دونوں سے روایت سنی ہے۔ حضرت فاطمہ سے بھی اور حضرت عائشہ ؓ سے بھی' کیونکہ ان کی دونوں سے ملاقات ثابت ہے۔ بعض محدثین نے اسے ابن ابی عدی کی غلطی قرار دے کر پہلی روایت کو منقطع قرار دیا ہے' لیکن پہلی بات درست ہے۔ واللہ أعلم۔ مزید دیکھیے' حدیث: ۲۱۶ اور اس کے فوائد ومسائل۔

٣٦٣- وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ مِنْ حِفْظِهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ دَمَ الْحَيْضِ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ وَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي».

۳۶۳- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ کو استحاضہ آتا تھا۔ تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے اور پہچانا جاتا ہے۔ جب یہ خون ہو تو نماز سے رک جاؤ۔ اور جب دوسرا خون (استحاضہ) ہو تو وضو کر کے نماز پڑھو۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: قَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) ؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث بہت سے راویوں نے بیان کی ہے لیکن کسی

٣٦٣_[صحيح] تقدم، ح: ٢١٧.

مَا ذَكَرَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

نے وہ لفظ بیان نہیں کیے جو ابن ابی عدی نے ذکر کیے ہیں۔

فائدہ: استحاضے والی عورت کے لیے ضروری ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے۔ ہر نماز کے لیے غسل ضروری نہیں البتہ مستحب ضرور ہے۔ مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

٣٦٤- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أُسْتُحِيضَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَ إِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَتَوَضَّئِي وَصَلِّي، فَإِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ». قِيلَ لَهُ: فَالْغُسْلُ؟ قَالَ: وَذٰلِكَ لَا يَشُكُّ فِيهِ أَحَدٌ.

۳۶۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ آتا تھا۔ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! مجھے استحاضہ (بے قاعدہ خون) آتا ہے اور میں کبھی پاک نہیں ہوتی، تو کیا نماز چھوڑ دوں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ایک رگ کا خون ہے، حیض نہیں۔ جب حیض آنے لگے تو نماز چھوڑ دو۔ اور جب رک جائے تو خون دھو کر وضو کرو اور نماز پڑھو کیونکہ یہ ایک رگ کا خون ہے، حیض نہیں ہے۔'' راوی سے کہا گیا: کیا حیض کے اختتام پر وہ غسل کرے گی؟ انھوں نے کہا: اس میں تو کسی کو شک ہی نہیں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: قَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: «وَتَوَضَّئِي» غَيْرُ حَمَّادٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے مگر حماد کے سوا کسی نے [تَوَضَّئِي] کے لفظ ذکر نہیں کیے۔ واللہ أعلم.

فائدہ: یعنی حماد [تَوَضَّئِي] ''وضو کر'' کے الفاظ کے بیان میں منفرد ہے جبکہ باقی تمام راوی صرف غسل اور نماز کے حکم کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں۔ لیکن راجح بات یہ ہے کہ [تَوَضَّئِي] الفاظ کے بیان میں حماد منفرد نہیں بلکہ ان الفاظ کے بیان میں ابومعاویہ بھی ان کی موافقت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: (صحیح البخاري، الوضوء، حدیث: ۲۲۸) معلوم ہوا کہ یہاں امام نسائی رحمہ اللہ کا موقف مرجوح ہے۔ واللہ أعلم.

٣٦٤ـ [صحيح] تقدم، ح: ٢١٨.

٣٦٥- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي».

٣٦٥- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے استحاضے کا خون آتا ہے اور میں خون سے پاک نہیں ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ایک رگ ہے، حیض نہیں۔ جب حیض آنے لگے تو نماز سے رک جاؤ اور جب حیض ختم ہو جائے تو خون دھو کر نماز پڑھو۔''

٣٦٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: لَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي».

٣٦٦- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں کبھی خون سے پاک نہیں ہوتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ایک رگ کا خون ہے، حیض نہیں۔ جب حیض آنے لگے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو خون دھو کر نماز پڑھو۔''

٣٦٧- أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي

٣٦٧- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں پاک نہیں ہوتی تو کیا نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، یہ تو ایک رگ ہے، حیض نہیں۔ جب حیض شروع

٣٦٥ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، ح:٢٢٨، ومسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح:٣٣٣ من حديث هشام به.

٣٦٦ـ [صحيح] تقدم، ح:٢١٩.

٣٦٧ـ [صحيح] تقدم، ح:٢٢٠.

لَا أَطْهُرُ أَفَأَتْرُكُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا، إِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ» قَالَ خَالِدٌ وَفِيمَا قَرَأْتُ عَلَيْهِ: «وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي».

ہو تو نماز چھوڑ دو اور جب ختم ہو جائے تو خون دھو کر نماز پڑھو۔"

(المعجم ٧) - بَابُ الصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ (التحفة ٢٢٦)

باب:٧-زرد اور مٹیالا پانی

٣٦٨- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: كُنَّا لَا نَعُدُّ الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ شَيْئًا.

٣٦٨- حضرت ام عطیہ ؓ فرماتی ہیں کہ ہم زرد اور مٹیالے پانی کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں۔ (حیض شمار نہیں کرتی تھیں۔)

فوائد ومسائل: ① مذکورہ حدیث سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ کدرہ اور صفرہ حیض نہیں، مگر یہ بات مطلقاً درست نہیں کیونکہ اس موضوع کی دیگر روایات کو جمع کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر زرد اور مٹیالا پانی حیض کے ساتھ ہوں تو سفید پانی آنے تک انھیں حیض ہی شمار کیا جائے گا، البتہ اگر حیض سے پاک ہو جائیں، غسل کر لیں، اس کے بعد مٹیالا یا زرد پانی شروع ہو جائے یا چند دن گزر جائیں پھر مٹیالا یا زرد پانی آئے تو وہ حیض نہ ہوں گے کیونکہ حیض کی ابتدا گاڑھے سیاہ خون سے ہوتی ہے، البتہ اختتام زرد یا مٹیالے پانی سے ہو سکتا ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے اور یہی درست ہے۔ ② استحاضے والی عورت ایام حیض ختم ہونے پر غسل کر لے پھر ہر نماز کے لیے وضو کرے۔ اس کا ایک وضو سے دو نمازیں پڑھنا درست نہیں۔

(المعجم ٨) - بَابُ مَا يَنَالُ مِنَ الْحَائِضِ وَتَأْوِيلِ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ﴾ الآية [البقرة: ٢٢٢] (التحفة ٢٢٧)

باب:٨-حیض والی عورت سے کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: "لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں......" کی تفسیر

٣٦٨- أخرجه البخاري، الحيض، باب الصفرة والكدرة في غير أيام الحيض، ح: ٣٢٦ من حديث إسماعيل ابن علية به.

٣٦٩- أَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتِ الْيَهُودُ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ مِنْهُمْ لَمْ يُؤَاكِلُوهُنَّ وَلَا يُشَارِبُوهُنَّ وَلَا يُجَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، فَسَأَلُوا النَّبِيَّ ﷺ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى﴾ الْآيَةَ، فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُؤَاكِلُوهُنَّ وَيُشَارِبُوهُنَّ وَيُجَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، وَأَنْ يَصْنَعُوا بِهِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مَا خَلَا الْجِمَاعَ، فَقَالَتِ الْيَهُودُ: مَا يَدَعُ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا، فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَأَخْبَرَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَا: أَنُجَامِعُهُنَّ فِي الْمَحِيضِ؟ فَتَمَعَّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَمَعُّرًا شَدِيدًا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ غَضِبَ، فَقَامَا فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَدِيَّةَ لَبَنٍ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمَا فَرَدَّهُمَا فَسَقَاهُمَا، فَعُرِفَ أَنَّهُ لَمْ يَغْضَبْ عَلَيْهِمَا.

٣٦٩- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کسی عورت کو حیض آتا تو وہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے نہ ان کے ساتھ گھروں میں رہتے۔ لوگوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿وَ يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ اَذًى......﴾ اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے: وہ پلید چیز ہے لہٰذا حیض کی حالت میں عورتوں (کے ساتھ جماع) سے دور رہو۔'' تو اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ ان کے ساتھ کھائیں پئیں اور گھروں میں انھیں ساتھ رکھیں اور جماع کے سوا سب کچھ کریں۔ یہودی کہنے لگے: یہ رسول تو ہر چیز میں ہماری مخالفت کرتا ہے۔ حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے آپ کو یہ بات بتائی اور کہنے لگے: کیا ہم حیض کی حالت میں جماع بھی کر لیا کریں؟ اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ سخت متغیر ہو گیا حتی کہ ہم نے سمجھا کہ آپ ناراض ہو گئے ہیں لہٰذا وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ کا تحفہ آ گیا تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا' وہ ان کو واپس لایا۔ اور آپ نے ان کو دودھ پلایا جس سے پتہ چل گیا کہ آپ ان پر ناراض نہیں ہیں۔

فائدہ: دیکھیے' حدیث: ٢٨٩ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٩) - **ذِكْرُ مَا يَجِبُ عَلَى مَنْ أَتَى حَلِيلَتَهُ فِي حَالِ حَيْضِهَا مَعَ عِلْمِهِ بِنَهْيِ اللهِ تَعَالَى** (التحفة ٢٢٨)

باب: ٩- جو آدمی ممانعت کے حکم کو جاننے کے باوجود بیوی سے حالت حیض میں جماع کرے تو اس پر کیا واجب ہوتا ہے؟

٣٦٩- [صحيح] تقدم، ح: ٢٨٩.

٣٧٠- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: فِي الرَّجُلِ يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ «يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ - أَوْ بِنِصْفِ دِينَارٍ».

٣٧٠- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے اس شخص کے بارے میں روایت بیان کرتے ہیں جو حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے کہ وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔

فائدہ: دیکھیے، حدیث: ٢٩٠ اور اس کے فوائد و مسائل۔

(المعجم ١٠) - مُضَاجَعَةُ الْحَائِضِ فِي ثِيَابِ حَيْضَتِهَا (التحفة ٢٢٩)

باب: ١٠-حیض والی عورت کے ساتھ حیض کے کپڑوں میں لیٹنا

٣٧١- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ ح: وَأَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي ح: وَأَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ - وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ -: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ: بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعَةٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ حِضْتُ، فَانسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «أَنَفِسْتِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ. وَاللَّفْظُ لِعُبَيْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدٍ.

٣٧١- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض شروع ہو گیا۔ میں آہستہ سے نکل گئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لیے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے حیض آ گیا؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے مجھے بلایا تو میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔ اس حدیث کے الفاظ عبید اللہ بن سعید کے ہیں۔

فائدہ: اس روایت میں امام نسائی رحمہ اللہ کے دو استاد ہیں: عبید اللہ بن سعید اور اسحاق بن ابراہیم۔ دونوں کی

٣٧٠_[إسناده صحيح] تقدم، ح: ٢٩٠.
٣٧١_[صحيح] تقدم، ح: ٢٨٤، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٥ من طريق إسحاق بن إبراهيم.

روایت کا مفہوم ایک ہے الفاظ میں کچھ فرق ہے۔ بیان کردہ الفاظ عبیداللہ بن سعید کے ہیں نہ کہ اسحاق کے۔ مزید دیکھیے حدیث:۲۸۴ کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ١١) - بَابُ نَوْمِ الرَّجُلِ مَعَ حَلِيلَتِهِ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ وَهِيَ حَائِضٌ (التحفة ٢٣٠)

باب:۱۱- حالت حیض میں خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ ایک کپڑے میں سونا

٣٧٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ جَابِرِ بْنِ صُبْحٍ قَالَ: سَمِعْتُ خِلَاسًا يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ نَبِيتُ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ وَأَنَا طَامِثٌ حَائِضٌ فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ لَمْ يَعْدُهُ وَصَلَّى فِيهِ.

۳۷۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور اللہ کے رسول ﷺ رات کو ایک چادر میں سوتے تھے حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ اگر آپ کو مجھ سے کچھ (خون وغیرہ) لگ جاتا تو آپ اس جگہ کو دھو لیتے اس سے زائد نہ دھوتے پھر اس میں نماز پڑھ لیتے۔

فائدہ: دیکھیے حدیث:۲۸۵، ۲۸۶ اور ان کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ١٢) - مُبَاشَرَةُ الْحَائِضِ (التحفة ٢٣١)

باب:۱۲- حیض والی عورت کے ساتھ ننگے جسم لیٹنا

٣٧٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَنْ تَشُدَّ إِزَارَهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا.

۳۷۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم (ازواج مطہرات) میں سے کوئی حیض والی حالت میں ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے حکم دیتے کہ وہ اپنا ازار باندھ لے پھر آپ اس کے ساتھ لیٹ جاتے۔

فائدہ: دیکھیے حدیث:۲۸۶ اور اس کے فوائد ومسائل۔

٣٧٤- أَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:

۳۷۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم

٣٧٢_[إسناده حسن] تقدم، ح: ٢٨٥.

٣٧٣_[إسناده صحيح] تقدم، ح: ٢٨٦، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٨.

٣٧٤_[صحيح] تقدم، ح: ٢٨٧، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٩.

أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا حَاضَتْ أَمَرَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تَتَّزِرَ ثُمَّ يُبَاشِرُهَا.

(ازواج مطہرات) میں سے کسی کو حیض آنے لگتا تو رسول اللہ ﷺ اسے حکم دیتے کہ وہ ازار باندھ لے' پھر آپ اس کے ساتھ لیٹ جاتے۔

(المعجم ١٣) - ذِكْرُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُهُ إِذَا حَاضَتْ إِحْدٰى نِسَائِهِ (التحفة ٢٣٢)

باب:١٣- رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی کو جب حیض آتا تو آپ کیا کرتے تھے؟

٣٧٥- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنِ ابْنِ عَيَّاشٍ - وَهُوَ أَبُو بَكْرٍ - عَنْ صَدَقَةَ بْنِ سَعِيدٍ ثُمَّ ذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا: حَدَّثَنَا جُمَيْعُ ابْنُ عُمَيْرٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ مَعَ أُمِّي وَخَالَتِي، فَسَأَلْنَاهَا كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ إِذَا حَاضَتْ إِحْدَاكُنَّ؟ قَالَتْ: كَانَ يَأْمُرُنَا إِذَا حَاضَتْ إِحْدَانَا أَنْ تَتَّزِرَ بِإِزَارٍ وَاسِعٍ ثُمَّ يَلْتَزِمُ صَدْرَهَا وَثَدْيَيْهَا.

٣٧٥- حضرت جُمَیع بن عمیر نے کہا کہ میں اپنی والدہ اور خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ ؓ کے پاس گیا۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ جب ازواج مطہرات میں سے کسی کو حیض آنے لگتا تو نبی ﷺ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: جب ہم میں سے کسی کو حیض آنے لگتا' تو آپ اسے حکم دیتے کہ ایک وسیع ازار باندھے' پھر اس کا سینہ اور پستان اپنے جسم سے لگا لیتے۔

٣٧٦- أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، وَاللَّيْثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَبِيبٍ مَوْلَى عُرْوَةَ، عَنْ بُدَيَّةَ - وَكَانَ اللَّيْثُ يَقُولُ: نَدَبَةَ - مَوْلَاةِ مَيْمُونَةَ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُبَاشِرُ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَائِهِ وَهِيَ حَائِضٌ، إِذَا كَانَ

٣٧٦- حضرت میمونہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی کے ساتھ لیٹ جایا کرتے تھے جب کہ اسے حیض آرہا ہوتا تھا۔ اور اس پر آدھی رانوں تک یا گھٹنوں تک کپڑا ہوتا۔ لیث کی حدیث میں ہے کہ وہ اس کپڑے سے اپنے جسم کو ڈھانپے ہوتی تھی۔

٣٧٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٦/ ١٢٣ من حديث صدقة بن سعيد به. * صدقة وجميع ضعيفان، ضعفهما الجمهور.

٣٧٦ـ [إسناده حسن] تقدم، ح: ٢٨٨.

عَلَيْهَا إِزَارٌ يَبْلُغُ أَنْصَافَ الْفَخِذَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ. فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ: تَحْتَجِزُ بِهِ.

(المعجم ١٤) - بَابُ مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَالشُّرْبِ مِنْ سُؤْرِهَا (التحفة ٢٣٣)

باب:١٤- حائضہ عورت کے ساتھ مل کر کھانا اور اس کا جوٹھا پینا

٣٧٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جَمِيلِ ابْنِ طَرِيفٍ [قَالَ]: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيءٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ شُرَيْحٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ: هَلْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ زَوْجِهَا وَهِيَ طَامِثٌ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْعُونِي فَآكُلُ مَعَهُ، وَأَنَا عَارِكٌ كَانَ يَأْخُذُ الْعَرْقَ فَيُقْسِمُ عَلَيَّ فِيهِ فَأَعْتَرِقُ مِنْهُ ثُمَّ أَضَعُهُ، فَيَأْخُذُهُ فَيَعْتَرِقُ مِنْهُ وَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ وَضَعْتُ فَمِي مِنَ الْعَرْقِ، وَيَدْعُو بِالشَّرَابِ فَيُقْسِمُ عَلَيَّ فِيهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَشْرَبَ مِنْهُ فَآخُذُهُ فَأَشْرَبُ مِنْهُ ثُمَّ أَضَعُهُ، فَيَأْخُذُهُ فَيَشْرَبُ مِنْهُ وَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ وَضَعْتُ فَمِي مِنَ الْقَدَحِ.

٣٧٧- حضرت شریح سے روایت ہے' انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا: کیا عورت حیض کی حالت میں اپنے خاوند کے ساتھ کھا سکتی ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں' رسول اللہ ﷺ مجھے بلاتے' میں حیض کی حالت میں آپ کے ساتھ کھاتی۔ آپ ایک (گوشت والی) ہڈی پکڑتے' پھر مجھے قسم دیتے' میں اس سے کچھ گوشت نوچتی' پھر اسے رکھ دیتی تو آپ اٹھا لیتے اور اسے نوچنا شروع کر دیتے اور اپنا منہ مبارک وہیں رکھتے جہاں میں نے رکھا تھا۔ اسی طرح پانی منگواتے اور پینے سے پہلے مجھے قسم دیتے (کہ میں پہلے پیوں۔) میں پکڑتی اور کچھ پانی پیتی' پھر میں رکھ دیتی تو آپ اٹھا لیتے اور اس سے پیتے اور اپنا منہ مبارک وہیں رکھتے جہاں میں نے رکھا تھا۔

فائدہ: دیکھیے' حدیث: ٢٨٠ اور اس کے فوائد ومسائل۔

٣٧٨- أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَزَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَضَعُ

٣٧٨- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنا منہ مبارک اس جگہ رکھتے جہاں سے میں نے پیا تھا اور میرے بچے ہوئے پانی سے پیتے تھے' حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

٣٧٧_[صحيح] تقدم، ح: ٧٠، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٢.

٣٧٨_[صحيح] تقدم، ح: ٧٠، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٣.

فَاهُ عَلَى الْمَوْضِعِ الَّذِي أَشْرَبُ مِنْهُ، وَيَشْرَبُ مِنْ فَضْلِ شَرَابِي وَأَنَا حَائِضٌ.

(المعجم ١٥) - اَلْاِنْتِفَاعُ بِفَضْلِ الْحَائِضِ (التحفة ٢٣٤)

باب:۱۵-حائضہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے فائدہ اٹھانا

٣٧٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُنَاوِلُنِي الْإِنَاءَ فَأَشْرَبُ مِنْهُ وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ أُعْطِيهِ فَيَتَحَرَّى مَوْضِعَ فَمِي فَيَضَعُهُ عَلَى فِيهِ.

۳۷۹-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے برتن پکڑاتے، میں اس سے پانی پیتی تھی جب کہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی، پھر میں برتن آپ کو دے دیتی تو آپ میرے منہ کی جگہ کا قصد کرتے اور اس پر اپنا منہ رکھتے۔

٣٨٠- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ وَسُفْيَانُ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَشْرَبُ مِنَ الْقَدَحِ وَأَنَا حَائِضٌ، فَأُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ مِنْهُ، وَأَتَعَرَّقُ مِنَ الْعَرْقِ وَأَنَا حَائِضٌ، وَأُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ.

۳۸۰-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حیض کی حالت میں پیالے سے پانی پیتی، پھر میں پیالہ نبی ﷺ کو پکڑا دیتی تو آپ اپنا منہ میرے منہ کی جگہ پر رکھ کر پانی پیتے۔ اسی طرح میں کوئی ہڈی نوچتی جب کہ میں حیض کی حالت میں ہوتی، پھر میں وہ نبی ﷺ کو پکڑا دیتی، تو آپ اپنا منہ مبارک میرے منہ والی جگہ پر رکھتے۔

(المعجم ١٦) - بَابُ الرَّجُلِ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ (التحفة ٢٣٥)

باب:۱۶-آدمی اپنی حائضہ عورت کی گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھ سکتا ہے

٣٨١- أَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

۳۸۱-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

٣٧٩_[صحيح] تقدم، ح: ٧٠.
٣٨٠_[صحيح] تقدم، ح: ٧٠.
٣٨١_[صحيح] تقدم، ح: ٢٧٥، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٦٨.

وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَأْسُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حِجْرِ إِحْدَانَا وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ.

ﷺ کا سر مبارک ہم (ازواج مطہرات) میں سے کسی کی گود میں ہوتا تھا جب کہ وہ حیض کی حالت میں ہوتی تھی اور آپ قرآن پڑھتے تھے۔

فائدہ: دیکھیے، حدیث: ۲۷۴ کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ١٧) - بَابُ سُقُوطِ الصَّلَاةِ عَنِ الْحَائِضِ (التحفة ٢٣٦)

باب: ۱۷- حائضہ عورت کو نماز معاف ہے (قضا دینے کی ضرورت نہیں)

٣٨٢- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ قَالَتْ: سَأَلَتِ امْرَأَةٌ عَائِشَةَ أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ قَدْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا نَقْضِي وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ.

۳۸۲- حضرت معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا کہ حیض والی عورت حیض کے دنوں کی نماز کی قضا ادا کرے؟ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: کیا تو خارجی عورت ہے؟ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں حیض آتا تھا۔ ہم تو نماز کی قضا ادا نہیں کرتی تھیں اور نہ ہمیں قضا کی ادائیگی کا حکم دیا جاتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ ؓ نے اس عورت کو خارجی اس لیے کہا کہ خوارج کے نزدیک حیض کے دنوں کی نماز کی قضا ادا کرنا ضروری ہے۔ ② عورت کو حیض کے دنوں کی نماز کی قضا ادا کرنا اس لیے معاف ہے کہ ہر ماہ تیس پینتیس نمازوں کی قضا کافی مشکل ہے جب کہ ساتھ ساتھ وقتی نمازوں کی ادائیگی بھی لازمی ہے۔ بخلاف اس کے گیارہ مہینوں میں چھ سات روزوں کی ادائیگی آسان ہے جب کہ ساتھ وقتی روزے بھی نہیں، اس لیے حائضہ کو روزوں کی قضا ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ گویا اس مسئلے میں تنگی دور کرنے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

(المعجم ١٨) - بَابُ اسْتِخْدَامِ الْحَائِضِ (التحفة ٢٣٧)

باب: ۱۸- حائضہ عورت سے کوئی خدمت لینا

٣٨٢ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب: لا تقضي الحائض الصلاة، ح: ٣٢١ من حديث معاذة به، ومسلم، الحيض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، ح: ٣٣٥ من حديث أيوب السختياني به، ورواه أحمد: ٦/ ٣٢ عن إسماعيل ابن علية به.

٣٨٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: بَيْنَا رَسُولُ اللهِ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ قَالَ: «يَاعَائِشَةُ! نَاوِلِينِي الثَّوْبَ» فَقَالَتْ: إِنِّي لَا أُصَلِّي، فَقَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ فِي يَدِكِ» فَنَاوَلَتْهُ.

٣٨٣- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے کہ آپ نے فرمایا: ”عائشہ! مجھے کپڑا پکڑاؤ۔“ انھوں نے کہا: میں ان دنوں نماز نہیں پڑھتی۔ آپ نے فرمایا: ”وہ (تیرا حیض) تیرے ہاتھ میں تو نہیں۔“ چنانچہ انھوں نے کپڑا پکڑا دیا۔

٣٨٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ عَبِيدَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح: وَأَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ» مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَتْ حَيْضَتُكِ فِي يَدِكِ».

٣٨٤- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے مسجد سے چٹائی پکڑاؤ۔“ میں نے کہا: مجھے حیض آ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمھارا حیض تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے۔“

قَالَ إِسْحٰقُ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

اسحاق بن ابراہیم نے کہا: ہمیں یہ حدیث ابومعاویہ نے بھی اعمش کی سند سے اسی طرح بیان کی ہے۔

فائدہ: امام اسحاق بن ابراہیم اس حدیث میں امام نسائی رحمہ اللہ کے دوسرے استاد ہیں اور انھوں نے یہ حدیث جریر سے بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت جریر کے علاوہ ابومعاویہ نے بھی اعمش سے اسی سند کے ساتھ اسی طرح بیان فرمائی ہے۔ مزید دیکھیے' حدیث: ٢٧٤ کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ١٩) - بَسْطُ الْحَائِضِ الْخُمْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ٢٣٨)

باب: ١٩- حائضہ عورت مسجد میں مصلّٰی بچھا سکتی ہے

٣٨٣- [صحيح] تقدم، ح: ٢٧١.

٣٨٤- [صحيح] تقدم، ح: ٢٧٢.

٣٨٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْبُوذٍ، عَنْ أُمِّهِ أَنَّ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي حِجْرِ إِحْدَانَا فَيَتْلُو الْقُرْآنَ وَهِيَ حَائِضٌ، وَتَقُومُ إِحْدَانَا بِخُمْرَتِهِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَتَبْسُطُهَا وَهِيَ حَائِضٌ.

٣٨٥- ام المومنین حضرت میمونہ ؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک ہم میں سے کسی کی گود میں رکھ کر قرآن مجید تلاوت فرماتے، حالانکہ وہ حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ اسی طرح ہم میں سے کوئی آپ ﷺ کی چٹائی لے جا کر مسجد میں بچھاتی تھی، حالانکہ وہ حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

فائدہ: ہمارے فاضل محقق نے اسی روایت کو، جو کہ اس سے قبل كتاب الطهارة، باب بسط الحائض الخمرة في المسجد میں بھی گزر چکی ہے، سنداً ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ یہاں پر اسے صحیح قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر شیخ کو وہم ہوا ہے کیونکہ یہ روایت دیگر محققین کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مزید دیکھیے، حدیث: ٢٧٤ کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٢٠) - **بَابُ تَرْجِيلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ** (التحفة ٢٣٩)

باب: ٢٠- حائضہ عورت اپنے خاوند کے سر کو کنگھی کر سکتی ہے جب کہ وہ مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہو

٣٨٦- أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَهِيَ حَائِضٌ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا.

٣٨٦- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ حیض کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے سر کو کنگھی کر دیا کرتی تھیں جب کہ آپ معتکف ہوتے تھے۔ آپ انھیں اپنا سر پکڑا دیتے تھے اور وہ اپنے حجرے ہی میں ہوتی تھیں۔

(المعجم ٢١) - **غَسْلُ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا** (التحفة ٢٤٠)

باب: ٢١- حائضہ عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے

٣٨٥ـ [صحيح] تقدم، ح: ٢٧٤.

٣٨٦ـ أخرجه البخاري، الاعتكاف، باب المعتكف يدخل رأسه البيت للغسل، ح: ٢٠٤٦ من حديث معمر، ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها . . . الخ، ح: ٢٩٧ من حديث عروة به.

٣٨٧- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيٰى : حَدَّثَنِي سُفْيَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

۳۸۷- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں: آپ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر میرے قریب فرما دیتے تھے، میں اس کو دھو ڈالتی تھی، حالانکہ میں حیض سے ہوتی تھی۔

٣٨٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ - وَهُوَ ابْنُ عِيَاضٍ - عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

۳۸۸- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مبارک مسجد سے (حجرے میں) نکال دیتے تھے اور میں باوجود حیض کی حالت کے آپ کا سر مبارک دھو دیا کرتی تھی۔

٣٨٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ.

۳۸۹- حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو باوجود حیض کی حالت کے کنگھی کر دیا کرتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① باب سر دھونے کا ہے، مگر اس حدیث میں کنگھی کا ذکر ہے اور بس، مگر اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ عموماً سر دھونے کے بعد ہی کنگھی کی جاتی ہے۔ ② باب کا مقصد یہ ہے کہ حائضہ عورت کے ہاتھ، بلکہ سارا جسم (سوائے نجاست کی جگہ کے) ظاہراً پاک ہوتا ہے۔ گیلا ہو یا خشک۔ پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پلید ہوتا ہے نہ ہاتھ۔ وہ گیلا ہاتھ یا جسم کسی سے لگ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(المعجم ٢٢) - بَابُ شُهُودِ الْحُيَّضِ الْعِيدَيْنِ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ (التحفة ٢٤١)

باب:۲۲- حیض والی خواتین کا عیدین میں جانا اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونا

٣٨٧- [صحيح] تقدم، ح: ٢٧٦، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٦٩.

٣٨٨- [صحيح] أخرجه الدارمي: ١/ ٢٤٧، ح: ١٠٧١ من حديث فضيل بن عياض به، والحديث السابق شاهد له.

٣٨٩- [صحيح] تقدم، ح: ٢٧٨، وهو في الكبرٰى، ح: ٢٧٠.

٣٩٠- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: كَانَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ لَا تَذْكُرُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِلَّا قَالَتْ: بِأَبَا، فَقُلْتُ: أَسَمِعْتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا، قَالَتْ: نَعَمْ، بِأَبَا، قَالَ: لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ وَالْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، وَتَعْتَزِلِ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى.

٣٩٠- حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ حضرت ام عطیہ ؓ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں تو ضرور کہتیں: میرا باپ آپ پر فدا ہو۔ میں نے ان سے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ایسے فرماتے سنا ہے؟ وہ کہنے لگیں: ہاں، میرا باپ آپ پر فدا ہو۔ آپ نے فرمایا: ''بالغ، پردہ نشین اور حیض والی عورتیں عید کے لیے نکلیں۔ وہ اس نیکی اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں، البتہ حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔''

فوائد ومسائل: ① [بِيَبَا] یا [بِأَبَا] دراصل [بِأَبِي] ہے جس کا ترجمہ متن میں لکھ دیا گیا ہے۔ یہ ان محترمہ کا نبی ﷺ سے اظہار عقیدت ومحبت ہے۔ عقیدے کے لحاظ سے بھی یہ بات ہمارے ایمان کا جزو ہے کہ ہماری ہر چیز آپ ﷺ پر فدا ہو جائے، چاہے جان ہو یا مال، والدین ہوں یا اولاد۔ ② ''ایسے ایسے فرماتے سنا ہے؟'' یعنی عورتوں کے عید میں حاضر ہونے کے بارے میں۔ ③ عید اہل اسلام کی خوشی، شان وشوکت، شکرانے اور عبادت کا عظیم دن ہے، اس لیے ہر مرد اور عورت کا جانا ضروری ہے۔ عورتیں پردے کے ساتھ جائیں تاکہ شان وشوکت کے ساتھ نیکی کے جذبات کا اظہار بھی ہو۔ حیض والی عورتوں کے لیے عبادت (نماز کی ادائیگی) تو منع ہے مگر ان کے جانے سے باقی مقاصد پورے ہوں گے۔

(المعجم ٢٣) - اَلْمَرْأَةُ تَحِيضُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ (التحفة ٢٤٢)

باب:٢٣-عورت کو طواف افاضہ کے بعد حیض شروع ہو جائے تو؟

٣٩١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ،

٣٩١- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ حضرت صفیہ بنت حیی ؓ (ام المومنین) کو حیض آنے لگا ہے۔ تو رسول اللہ

٣٩٠ـ أخرجه البخاري، الحج، باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت . . . الخ، ح: ١٦٥٢ من حديث إسماعيل ابن علية، ومسلم، صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء في العيدين إلى المصلى . . . الخ، ح: ٨٩٠ من حديث حفصة به.

٣٩١ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب المرأة تحيض بعد الإفاضة، ح: ٣٢٨، ومسلم، الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، ح: ٣٨٥ / ١٣٢٨ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١ / ٤١٢.

عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا، أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ بِالْبَيْتِ؟» قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: «فَاخْرُجْنَ».

ﷺ نے فرمایا: ''ہو سکتا ہے وہ ہمیں واپسی سے روک لے؟'' (پھر آپ نے پوچھا:) ''کیا اس نے تمھارے ساتھ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا؟'' حضرت عائشہ ؓ نے کہا: کیوں نہیں، بلکہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''پھر چلو نکلو۔''

فوائد و مسائل: ① طواف افاضہ سے مراد دس ذوالحجہ کا طواف ہے جو حاجی پر فرض ہے۔ افاضہ کے معنی واپسی کے ہیں۔ چونکہ یہ عرفات سے واپسی کے بعد ہوتا ہے' اس لیے اسے طواف افاضہ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کو طواف زیارت اور طواف فرض بھی کہا جاتا ہے۔ ② حج کی ادائیگی کے بعد گھر کو واپسی سے قبل بھی طواف کرنا ضروری ہے' اسے طواف وداع کہا جاتا ہے' مگر جو عورت طواف افاضہ کر چکی ہو' اس کے بعد اس کو حیض شروع ہو جائے اور گھر واپسی کی تاریخ آ جائے تو وہ معذور ہے' بغیر طواف وداع کیے گھر واپس جا سکتی ہے۔

(المعجم ٢٤) - مَا تَفْعَلُ النُّفَسَاءُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ (التحفة ٢٤٣)

باب:٢٤- نفاس والی عورت احرام کے وقت کیا کرے؟

٣٩٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ فِي حَدِيثِ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ حِينَ نُفِسَتْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: «مُرْهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ».

٣٩٢- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے حضرت اسماء بنت عمیس ؓ کی حدیث کے بارے میں روایت ہے' جب انھیں ذوالحلیفہ (مدینہ والوں کے احرام باندھنے کی جگہ) میں بچہ پیدا ہوا تھا' کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے فرمایا: ''اسے کہو کہ وہ غسل کرے اور احرام باندھے۔''

فائدہ: نفاس یا حیض والی عورت کا احرام کے وقت غسل کرنا طہارت کے لیے نہیں' کیونکہ وہ تو نفاس یا حیض ختم ہونے کے بعد ہوگا' بلکہ یہ غسل جسمانی صفائی کے لیے ہے' کیونکہ احرام کئی دن جاری رہ سکتا ہے۔ مزید فوائد کے لیے دیکھیے: حدیث: ٢٩٢۔

٣٩٢- [صحيح] تقدم، ح: ٢١٥.

(المعجم ٢٥) - **بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النُّفَسَاءِ** (التحفة ٢٤٤)

باب:٢٥-(عام عورت کی طرح) نفاس والی عورت کا جنازہ پڑھا جائے گا

٣٩٣- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ - يَعْنِي الْمُعَلِّمَ - عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى أُمِّ كَعْبٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الصَّلَاةِ فِي وَسَطِهَا.

٣٩٣- حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ام کعب رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھا جو کہ بچے کی پیدائش کے موقع پر فوت ہو گئی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ جنازے کے دوران میں ان کے درمیان کھڑے ہوئے۔

فوائد ومسائل: ① باب کا مقصد یہ ہے کہ نفاس کی حالت میں اگرچہ عورت خود نماز نہیں پڑھ سکتی مگر وہ فوت ہو جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس کا نفاس جنازے سے مانع نہیں، نیز وہ ظاہراً پلید نہیں، لہٰذا نمازی کے آگے رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مومن کا جسم ظاہراً پلید نہیں ہوتا، نہ جنابت سے، نہ حیض ونفاس سے اور نہ موت سے۔ نفاس سے جسم کی ناپاکی معنوی پلیدی ہے۔ ② عورت کے جنازے میں امام چارپائی کے وسط کے برابر کھڑا ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں صراحت ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الجنائز، حدیث: ١٣٣٢، وصحیح مسلم، الجنائز، حدیث: ٩٦٤) اس میں نفاس کا کوئی دخل نہیں۔

(المعجم ٢٦) - **بَابُ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ** (التحفة ٢٤٥)

باب:٢٦-حیض کا خون کپڑے کو لگ جائے تو؟

٣٩٤- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ - وَكَانَتْ تَكُونُ فِي حِجْرِهَا -: أَنَّ امْرَأَةً اسْتَفْتَتِ النَّبِيَّ ﷺ

٣٩٤- حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے حیض کے خون کے بارے میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے؟ تو آپ نے فرمایا: ''اس کو (کسی چیز سے) کھرچ دو اور پانی ڈال کر ناخنوں سے ملو اور پھر دھو کر اس میں نماز پڑھ لو۔''

٣٩٣- أخرجه البخاري، الجنائز، باب: أين يقوم من المرأة والرجل؟ ح: ١٣٣٢، ومسلم، الجنائز، باب أين يقوم الإمام من الميت للصلاة عليه، ح: ٩٦٤ من حديث عبدالوارث بن سعيد به.

٣٩٤- [صحيح] تقدم، ح: ٢٩٤.

عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ؟ فَقَالَ: «حُتِّيهِ وَاقْرُصِيهِ وَانْضِحِيهِ وَصَلِّي فِيهِ».

فائدہ: دیکھیے' حدیث: ۲۹۴ کے فوائد ومسائل۔

٣٩٥- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوالْمِقْدَامِ ثَابِتٌ الْحَدَّادُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ دَمِ الْحَيْضَةِ يُصِيبُ الثَّوْبَ؟ قَالَ: «حُكِّيهِ بِضِلَعٍ وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ».

۳۹۵- حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے خون کے بارے میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے؟ تو آپ نے فرمایا: ''اسے کسی لکڑی (یا ہڈی وغیرہ) سے کھرچ دو اور پانی اور بیری کے پتوں سے دھودو۔''

فائدہ: دیکھیے' حدیث: ۲۹۳ کے فوائد ومسائل۔

٣٩٥ـ [إسناده صحيح] تقدم، ح: ٢٩٣.

غسل اور تیمّم سے متعلق احکام ومسائل

امام نسائی رحمہ اللہ نے طہارت سے متعلق احکام و مسائل بیان کرتے ہوئے آخر میں غسل اور تیمّم کے مسائل بیان کیے ہیں۔ طہارت میں غسل بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی انسان (مردوعورت) جنبی ہو جائے یا کوئی عورت حیض یا نفاس سے فارغ ہو جائے تو شریعت کی رو سے وہ اس وقت تک نماز وغیرہ ادا نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ مسنون طریقے سے غسل نہ کر لیں۔ ذیل میں ہم نے غسل ہی سے متعلق احکام و مسائل قدرے تفصیل سے بیان کیے ہیں تا کہ قارئین غسل کے جملہ مسائل ایک ہی جگہ ملاحظہ فرما سکیں۔

* **غسل کی لغوی تعریف:** غسل باب غَسَلَ یَغْسِلُ بروزن ضَرَبَ یَضْرِبُ سے مصدر ہے لیکن یہ یاد رہے کہ غین پر زبر پڑھنے کی صورت میں مصدر ہوگا جس کے معنی ''دھونا ہیں'' اور غین پر پیش پڑھنے کی صورت میں علم ہوگا جس کے معنی ''غسل کرنا'' ہیں۔

* **غسل کی اصطلاحی تعریف:** مخصوص شرائط اور ارکان کے ساتھ پاک پانی سے پورے جسم کو دھونا۔ دیکھیے: (الموسوعة الفقهية:۳۱/۱۹۴)

* **غسل کن صورتوں میں واجب ہوتا ہے:** ① جنابت، یعنی سوتے یا جاگتے ہوئے مادۂ منویہ خارج ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق

دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''مذی سے وضو ہے اور منی سے غسل ہے۔'' دیکھیے: (جامع الترمذي' الطهارة' حديث:١١٤' وسنن ابن ماجه' الطهارة' حديث:٥٠٤) نیز حضرت ام سلمہ ؓ سے مروی ہے کہ ام سلیم ؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں فرماتا' میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ جب عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر بھی غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! جب وہ پانی (مادۂ منویہ) دیکھے۔'' تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحيح البخاري' العلم' حديث:١٣٠' و صحيح مسلم' الحيض' حديث:٣١٣) نیز حضرت خولہ بنت حکیم ؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر عورت خواب میں وہی دیکھے جو کچھ مرد دیکھتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''اس پر غسل فرض نہیں جب تک اسے انزال نہ ہو۔ جس طرح مرد پر غسل واجب نہیں جب تک اسے انزال نہ ہو۔'' دیکھیے: (مسند أحمد:٦/٤٠٩)

بنابریں معلوم ہوا کہ جنابت کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے' تاہم اگر کوئی خواب میں احتلام دیکھے لیکن نمی یا پانی محسوس نہ کرے تو اس پر غسل واجب نہیں۔ اور جو نمی اور پانی محسوس کرے' چاہے اسے احتلام کا ہونا یاد نہ رہے' اس پر غسل واجب ہے جیسا کہ حضرت خولہ بنت حکیم کی روایت سے واضح ہے۔

② مباشرت کی وجہ سے بھی غسل واجب ہے' خواہ انزال نہ ہو۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور اس سے مشغول ہو تو اس پر غسل واجب ہو گیا۔'' (صحيح البخاري' الغسل' حديث:٢٩١' وصحيح مسلم' الحيض' حديث: ٣٤٨) صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ ؓ کی حدیث میں یہ صراحت بھی ہے کہ خواہ انزال نہ بھی ہو صرف دخول ہی سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم' الحيض' حديث:٣٤٨) اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ختنہ (مرد کے آلۂ تناسل کا حشفہ) ختنے (عورت کی شرم گاہ) میں داخل ہو جائے تو غسل واجب ہو گیا۔'' (جامع الترمذي' الطهارة' حديث:١٠٩) ایک روایت میں [مَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ] کے الفاظ ہیں' یعنی جب ختنہ ختنے سے چھو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ختنہ ملنے سے مراد دخول ہے

اور یہ الفاظ جماع سے کنایہ ہیں۔ بنابریں جملہ احادیث کو جمع کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مباشرت کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے' چاہے انزال نہ بھی ہوا ہو۔ واللہ اعلم۔

③ حیض اور نفاس سے فارغ ہونے پر بھی غسل واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ (البقرة ٢:٢٢٢) ''(اے نبی!) لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے: وہ تو گندگی ہے۔ تم حیض (کی حالت) میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے ہم بستری نہ کرو یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں' پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔'' حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت ابوحبیش ؓ نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! مجھے استحاضے کا خون آتا ہے اور میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں' یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے' حیض نہیں۔ جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب ایام حیض ختم ہو جائیں تو خون کو دھو کر نماز پڑھا کرو۔'' (صحيح البخاري' الحيض' حديث:٣٠٦)

علامہ شیرازی ؒ خون نفاس کی بابت لکھتے ہیں کہ نفاس کا خون آنے سے غسل لازم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دراصل حیض ہی ہوتا ہے جو جمع شدہ ہوتا ہے' اسی وجہ سے اس میں روزہ بھی نہیں رکھا جا سکتا اور مباشرت بھی حرام ہے اور فرض نمازیں بھی اس میں ساقط ہیں۔ الغرض نفاس سے غسل اسی طرح واجب ہے جس طرح حیض سے۔ مزید دیکھیے: (المهذب: ١٦٧/٢)

امام نووی ؒ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس سے غسل واجب ہے۔ دیکھیے: (المجموع: ١٦٨/٢) حیض' نفاس اور استحاضے سے متعلق تفصیلی احکام و مسائل کتاب الحیض والاستحاضة کے ابتدائیہ میں گزر چکے ہیں۔

* **غسل جنابت کا طریقہ:** غسل جنابت کرتے ہوئے ارکان غسل اور سنن غسل کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

ارکان غسل: ① **نیت:** حضرت عمر بن خطاب ؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔'' (صحیح

البخاري، بدء الوحي، حديث:١) ④ پورے بدن پر پانی بہانا۔

غسل کی سنتیں: ① تین بار ہاتھ دھونا۔ ② شرم گاہ دھونا۔ ③ نماز کی طرح وضو کرنا سوائے پاؤں دھونے کے۔ لیکن اگر پانی غسل کرنے کی جگہ پر نہ ٹھہرتا ہو تو پاؤں ساتھ بھی دھوئے جا سکتے ہیں۔ ④ سر پر تین بار پانی ڈالنا اور بالوں کا خلال کرنا تاکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ ⑤ پورے جسم پر پانی بہاتے وقت، پہلے دائیں جانب پانی ڈالنا اس کے بعد بائیں جانب ڈالنا۔ اس کی دلیل اور غسل جنابت کا طریقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوتے تھے، پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالتے اور شرم گاہ دھوتے اور پھر نماز والا وضو کرتے۔ پھر پانی لے کر بالوں کی جڑوں میں انگلیاں پھیرتے حتی کہ جب آپ سمجھتے کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ گیا ہے تو پھر سر پر تین لپ پانی ڈالتے، اس کے بعد اپنے پورے جسم پر پانی بہاتے اور بعدازاں پاؤں دھو لیتے تھے۔ (صحيح البخاري، الغسل، حديث:٢٤٨) اسی طرح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر شرم گاہ کو دھویا، پھر بایاں ہاتھ جس سے شرم گاہ کو دھویا تھا زمین پر رگڑا، پھر اس کو دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرہ دھویا، پھر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے، پھر سر پر (تین لپ) پانی ڈالا اور بالوں کی جڑوں تک پہنچایا، اس کے بعد تمام بدن پر پانی بہایا۔ اور اس کے بعد جہاں آپ نے غسل کیا تھا اس جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوئے۔ (صحيح البخاري، الغسل، حديث:٢٥٧، ٢٥٩)

* مرد اور عورت کے غسل میں فرق: مرد اور عورت کے غسل کا طریقہ ایک ہی ہے کہ پہلے وضو کریں اور پھر پورے جسم پر پانی بہا دیں جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی ہے، تاہم غسل جنابت میں عورت کو اجازت ہے کہ اگر اس کے بال گندھے ہوئے ہوں یا مینڈھیاں بنائی ہوئی ہوں تو انھیں کھولے بغیر ہی تین چلو سر پر ڈال لے، البتہ حیض اور نفاس سے پاک ہو کر غسل کرنے کی صورت میں عورت کے لیے بال کھولنا ضروری ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بال کھولنے کا حکم دیا ہے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه، الطهارة، حديث:٦٤١) نیز اس بات پر اجماع بھی ہے کہ غسل میں بدن کے تمام اعضاء و اجزاء کو دھونا واجب ہے اور یہ حکم مرد و عورت ہر دو کے لیے ہے اور اس میں بالوں کا

دھونا بھی آتا ہے۔ اس حدیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عورت غسل حیض میں مینڈھیاں وغیرہ کھولے گی۔ رہی صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں غسل حیض میں بھی بال نہ کھولنے کی رخصت ہے تو محققین اس کی بابت لکھتے ہیں کہ غسل حیض میں مینڈھیاں اور بال نہ کھولنے والے الفاظ شاذ ہیں جیسا کہ صاحب عون المعبود اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (عون المعبود، وسلسلة الأحاديث الصحيحة، للألباني، حديث:١٨٨) نیز سعودی مفتیان عورت کے غسل حیض میں بال کھولنے کی بابت لکھتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ احتیاط کے طور پر عورت غسل حیض میں بالوں کو کھول لے۔ اس سے اختلاف بھی ختم ہو جائے گا اور تمام دلائل میں تطبیق بھی ہو جائے گی۔ دیکھیے: (فتاویٰ اسلامیہ (اُردو) جلد: اول، ص: 287، طبع دارالسلام) بنابریں راجح اور درست بات یہی ہے کہ عورت غسل حیض میں ضرور بال کھولے، تاہم غسل جنابت میں اسے رخصت ہے۔ واللہ أعلم.

غسل جنابت میں سر کا مسح نہیں ہے بلکہ تین چلو پانی ڈال کر اچھی طرح خلال کرنا ہے، نیز میاں بیوی اکٹھے اور ایک ہی برتن سے پانی لے کر غسل کر سکتے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے نہاتے اور دونوں اس سے چلو بھر بھر کر لیتے تھے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الغسل، حديث:٢٧٣) مزید تفصیل کے لیے سنن نسائی کی کتاب المیاہ کا ابتدائیہ دیکھیے جس میں غسل کے لیے پانی وغیرہ سے متعلق احکام بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں۔

* غسل جنابت کے دوران میں کیے جانے والے وضو کا حکم: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي، الطهارة، حديث:١٠٧) یعنی رسول اللہ ﷺ غسل کے شروع میں جو وضو کرتے تھے اسی کو کافی سمجھتے تھے اور نماز وغیرہ کے لیے دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ دوران غسل میں شرم گاہ کو (آگے پیچھے) ہاتھ نہ لگے ورنہ دوبارہ وضو کرنا ضروری ہوگا۔ واللہ أعلم.

④ اسلام قبول کرنے والے نو مسلم کے لیے بھی غسل واجب ہے۔ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اسلام قبول کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں غسل کروں اور پانی میں بیری کے پتے ملے ہوئے ہوں۔ (سنن أبي داود، الطهارة،

حدیث:۳۵۵) تفصیل کے لیے دیکھیے :(عون المعبود، شرح حدیث مذکور)

⑤ جمعہ کے لیے بھی غسل واجب ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے روز غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔'' (صحیح البخاري، الجمعة، حدیث:۸۹۵) نیز حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بالغ پر جمعہ کے لیے جانا لازم ہے اور ہر وہ شخص جس پر جمعہ کے لیے جانا لازم ہے اس پر غسل (بھی لازم) ہے۔'' (سنن النسائي، الجمعة، حدیث:۱۳۷۲) اہل علم کے ایک گروہ نے ان احادیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث سے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جمعہ کے لیے غسل واجب ہے۔ کسی بھی مسلمان بالغ مرد و عورت کو بغیر معقول عذر کے اس بارے میں غفلت نہیں کرنی چاہیے۔ اہل علم کا ایک دوسرا گروہ سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے وضو کیا اس نے سنت پر عمل کیا اور یہ بہت عمدہ سنت ہے اور جس نے غسل کیا تو یہ افضل ہے۔'' (جامع الترمذي، الجمعة، حدیث:۴۹۷) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول، جس میں انھوں نے جمعہ کے غسل کی ابتدا کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ اس وقت لوگ اونی کپڑے پہنتے تھے اور موسم بھی گرم ہوتا تھا اس وجہ سے انھیں پسینہ وغیرہ آتا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں غسل کا حکم دیا تھا۔ اب چونکہ یہ سب علتیں ختم ہو چکی ہیں، یعنی لوگ لباس موسم کے مطابق پہنتے ہیں اور مسجدیں بھی کشادہ ہو گئی ہیں، لہٰذا اب غسل کی چنداں ضرورت نہیں۔ (مسند أحمد:۱/ ۲۶۸) سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ غسل جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ مسنون، مستحب اور مؤکد ہے۔ لیکن راجح اور حق بات یہی ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث میں مذکور ہے، نیز ایک دوسری حدیث میں مروی ہے، حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انھیں خبر دی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دفعہ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی آیا تو حضرت عمر نے کہا: کیا تم لوگ نماز سے رکتے ہو (اور تاخیر سے آتے ہو؟) اس آدمی نے جواب دیا: اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ میں نے اذان سنی تو فوراً وضو کیا (اور حاضر ہو گیا۔) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: صرف وضو؟ کیا تم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا: ''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو وہ غسل کرے۔'' (صحیح البخاري، الجمعة، حدیث:۸۸۲) اس حدیث میں مذکور دوران خطبہ میں تاخیر

سے آنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ اور حضرت عمر کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کو برسر منبر اَجلہ صحابہ کی موجودگی میں اس طرح تنبیہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ بالعموم غسل جمعہ کو واجب سمجھتے تھے۔ اگر یہ مستحب محض ہوتا تو اس انداز میں ہرگز تنبیہ نہ کی جاتی۔

بلاشبہ ابتداءً غسل جمعہ کے حکم کی بنیادی وجہ وہی تھی جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی ہے۔ لیکن جب مسلمان اس کے قائل و فاعل ہو گئے تو انھیں اس کا شرعی اعتبار سے پابند کر دیا گیا جیسا کہ دیگر احادیث سے ثابت ہے۔ اب اگرچہ وہ بنیادی سبب موجود نہیں مگر حکم وجوب باقی ہے جیسا کہ مسئلہ حج میں طواف قدوم میں رمل کرنے (آہستہ آہستہ دوڑنے) کا بنیادی سبب موجود نہیں مگر حکم وجوب باقی ہے' اس لیے راجح یہی ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے۔ اس کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس میں غفلت بہت بڑی محرومی ہے۔ واللہ أعلم. غسل جمعہ کے بعد ان احوال کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں غسل کرنا مسنون یا مستحب ہے۔

٭ **عیدین کے لیے غسل:** نماز عید کے لیے جانے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔ (المغني لابن قدامة: ۳/۲۵۶) علاوہ ازیں امام مالک رحمہ اللہ حضرت نافع رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عیدالفطر کے دن عیدگاہ جانے سے قبل غسل کیا کرتے تھے۔ (الموطأ للإمام مالك' العيدين' باب العمل في غسل العيدين' حديث: ۴۳۶) امام عبدالرزاق رحمہ اللہ مذکورہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: [وَأَنَا أَفْعَلُهُ] ''اور میں بھی عید کے روز غسل کرتا ہوں۔'' دیکھیے: (مصنف عبدالرزاق: ۳/۳۰۹) نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بابت معروف ہے کہ وہ متبع سنت تھے' بنابریں وہ جو نماز عید سے قبل غسل کیا کرتے تھے ہوسکتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہو۔ اور بعد میں اس پر عمل شروع کر دیا ہو۔ واللہ أعلم.

رسول اللہ ﷺ سے غسل عیدین کی بابت صریحاً مرفوع کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ البتہ سنن ابن ماجہ کی روایت سے اس کا استحباب معلوم ہوتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً جمعہ کے دن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عید بنایا ہے' چنانچہ جو شخص جمعہ کے لیے آئے اس کو چاہیے کہ غسل

کرے اور اگر خوشبو میسر ہو تو استعمال کرے اور مسواک کرے۔'' (سنن ابن ماجه' إقامة الصلوات' حديث:١٠٩٨) مذکورہ حدیث میں جب جمعہ کے دن غسل' خوشبو اور مسواک کرنے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ جمعہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کے لیے عید بنایا ہے تو عید کے دن تو ان تینوں کاموں کا کرنا اور زیادہ ضروری اور پسندیدہ ہوگا۔ واللہ أعلم.

* احرام باندھنے سے قبل غسل : احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا مسنون اور مستحب ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں' میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لیے اپنے کپڑے اتار دیے اور غسل فرمایا۔ دیکھیے :(جامع الترمذي' الحج' حديث:٨٣٠)

* مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا غسل : مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا مسنون اور مستحب ہے۔ حضرت نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی مکہ مکرمہ آتے تھے تو وادئ ذی طویٰ میں رات گزارتے۔ صبح ہو جاتی تو غسل کرتے' پھر دن چڑھے مکہ میں داخل ہوتے اور فرمایا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔ دیکھیے :(صحيح مسلم' الحج' حديث:١٢٥٩)

* میت کو غسل دینے والے کا غسل : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی میت کو نہلائے تو وہ غسل کرے۔'' (سنن أبي داود' الجنائز' حديث:٣١٦٢) نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم پر میت کو غسل دینے سے کوئی غسل واجب نہیں کیونکہ تمھاری میت طاہر ہوتی ہے نجس نہیں' لہٰذا تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے ہاتھ دھولو۔'' (السنن الکبریٰ للبيهقي' حديث:٣/ ٣٩٨) مذکورہ دونوں احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جو شخص میت کو غسل دے' اس کے لیے نہانا مستحب ہے ضروری نہیں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم میت کو غسل دیتے تو ہم میں سے بعض لوگ غسل کرتے اور بعض نہ کرتے۔ (السنن الكبرى للبيهقي:١/ ٣٠٦) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : (أحكام الجنائز و بدعها' للألباني' مسئله:٣١)

* مستحاضہ کا غسل : وہ عورت جسے استحاضے کا عارضہ لاحق ہو اس کے لیے ہر نماز کے لیے غسل کرنا یا ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل کرنا اور مغرب اور عشاء کے لیے ایک غسل کرنا اور فجر کے لیے ایک غسل

کرنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! فاطمہ بنت ابوحبیش کو اتنے اتنے دنوں سے استحاضہ ہے اور اس نے نماز نہیں پڑھی تو آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اسے چاہیے کہ ٹب میں بیٹھے' اگر پانی پر زردی غالب ہو تو چاہیے کہ ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل کرے اور مغرب اور عشاء کے لیے ایک غسل کرے اور فجر کے لیے ایک غسل کرے اور ان کے مابین وضو کرے۔'' دیکھیے: (سنن أبي داود' الطهارة' حديث:٢٩٦) بنابریں اس حدیث اور اس کے ہم معنی دیگر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے لیے غسل یا دو نمازوں کے لیے غسل' استحباب کے معنی میں ہے' یعنی بہتر ہے' ضروری نہیں۔ نیز جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔ واللہ أعلم.

* **مشرک اور کافر کو دفن کرنے کے بعد غسل:** کسی مشرک اور کافر کو دفن کرنے کے بعد غسل کرنا مستحب اور مسنون ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو خبر دی کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور اپنے والد کو زمین میں دبا آؤ' پھر کوئی کام نہ کرنا حتی کہ میرے پاس آ جانا۔'' چنانچہ میں گیا اور اسے زمین میں دبا آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے غسل کیا۔ اور آپ نے میرے لیے دعا فرمائی۔ (سنن أبي داود' الجنائز' حديث: ٣٢١٤' وسنن النسائي' الجنائز' حديث:٢٠٠٨) بنابریں معلوم ہوا کہ مشرک اور کافر وغیرہ کو دفن کرنے کے بعد غسل کرنا مسنون اور مستحب ہے۔ واللہ أعلم.

* **ایک بیوی کے بعد دوسری بیوی سے مباشرت کرنے سے قبل غسل:** حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ ایک بار اپنی ازواج کے پاس آئے اور ہر ایک کے ہاں غسل کیا۔ ابورافع کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ (آخر میں) ایک ہی غسل نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ زیادہ پاکیزہ' عمدہ اور طہارت کا باعث ہے۔'' (سنن أبي داود' الطهارة' حديث:٢١٩' و سنن ابن ماجه' الطهارة' حديث:٥٩٠)

غسل کرتے وقت جہاں مذکورہ باتوں کا خیال اور لحاظ رکھنا ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ غسل کرتے وقت پردے کا بھی اہتمام کیا جائے۔ دلائل سے واضح ہے کہ عورت کا پورا جسم عورۃ ہے اور

مرد کا ناف سے لے کر گھٹنے تک۔ بنابریں غسل کرتے وقت پردے کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

آج کل ہمارے ہاں سیر و تفریح کے نام سے بعض تفریحی پارکوں میں عورتوں اور بچیوں کے نہانے کے لیے تالاب اور حوض وغیرہ بنائے گئے ہیں جو کہ سراسر بے حیائی پھیلانے کے مترادف ہے لہٰذا ان میں نہانے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ عورت اگر کپڑوں سمیت بھی ان میں نہائے تو اس کے جسم کے وہ خدوخال نظر آتے ہیں جنھیں شریعت میں ڈھانپنے اور پردے میں رکھنے کا حکم ہے، تاہم غسل خانے وغیرہ میں مرد و عورت اپنے کپڑے وغیرہ اتار سکتے ہیں کیونکہ وہاں بے پردگی کا خطرہ نہیں ہوتا۔ واللہ أعلم. غسل کے پانی کی بابت تفصیلی احکام ومسائل کے لیے دیکھیے سنن النسائی کی کتاب المیاہ کا ابتدائیہ۔

تیمّم سے متعلق احکام ومسائل

اسلامی شریعت کی بنیاد چونکہ آسانی اور سہولت پر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے عذر میں مبتلا لوگوں کے لیے عبادات کے ادا کرنے میں حسب عذر تخفیف کردی ہے تاکہ وہ کسی حرج اور مشقت کے بغیر عبادات کی ادائیگی کرسکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج ٢٢: ٧٨) ''اور اس (اللہ تعالیٰ) نے تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔'' نیز فرمایا: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة ٢: ١٨٥) ''اللہ تعالیٰ تمھارے حق میں آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔'' نیز رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا: ''دین آسان ہے۔'' (صحيح البخاري، الإيمان، حديث: ٣٩) اسی آسانی اور سہولت کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے پانی دستیاب نہ ہونے یا اس کے استعمال پر عدم قدرت کی صورت میں تیمّم کی سہولت بہم پہنچا کر امت مسلمہ کے لیے بہت بڑی آسانی فراہم کردی ہے۔

تیمّم کے لغوی معنی قصد اور ارادہ کرنے کے ہیں جبکہ شرعی اصطلاح میں نماز وغیرہ کو مباح کرنے کی غرض سے چہرے اور ہاتھوں پر ملنے کے لیے پاک مٹی کے قصد و ارادے کو تیمّم کہتے ہیں۔

* تیمّم کی مشروعیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ

اَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيكُم مِّنْهُ﴾ (المائدة ٥:٦) ''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی ضروری حاجت سے (فارغ ہوکر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو' پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو' پس اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلے' جب ہم بیداء یا ذات الجیش پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاش کے لیے قیام فرمایا تو دوسرے لوگ بھی آپ کے ہمراہ ٹھہر گئے۔ وہاں کہیں پانی نہ تھا لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ نہیں دیکھتے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟ رسول اللہ ﷺ اور سب لوگوں کو ٹھہرا لیا' اور یہاں پانی بھی نہیں ملتا اور نہ ان کے پاس ہی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھے محو استراحت تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تم نے رسول اللہ ﷺ اور سب لوگوں کو یہاں ٹھہرا لیا' حالانکہ ان کے پاس پانی نہیں ہے اور نہ اس جگہ دستیاب ہی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ پر سخت ناراض ہوئے اور جو اللہ کو منظور تھا (برا بھلا) کہا' نیز میری کوکھ میں ہاتھ سے کچوکے لگانے لگے۔ میں نے حرکت اس لیے نہ کی کہ میری ران پر رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک تھا۔ صبح کے وقت اس بے آب مقام پر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمّم نازل فرما دی' چنانچہ لوگوں نے تیمّم کرلیا۔ اس وقت حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بولے: اے آل ابوبکر! یہ کوئی تمھاری پہلی برکت نہیں ہے۔ (صحيح البخاري' التيمم' حديث:٣٣٤) مذکورہ آیت اور حدیث میں تیمّم کے آغاز کی صراحت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کی عدم موجودگی یا استعمال پر عدم قدرت کی صورت میں پاک مٹی سے تیمّم کرنا جائز ہے۔

* وہ اسباب جن کے باعث تیمّم کرنا جائز ہے: جب آدمی پانی استعمال کرنے سے قاصر ہو تو وہ تیمّم کرسکتا ہے' مثلاً: آس پاس کہیں پانی موجود ہی نہ ہو' یا کسی بیماری کے باعث استعمال نہ کرسکتا ہو کہ اس سے اذیت بڑھ جائے گی' یا بہت زیادہ سردی ہو جس میں پانی استعمال کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہو۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے

لوگوں کو نماز پڑھائی' بعد میں دیکھا کہ ایک آدمی الگ بیٹھا ہوا ہے' آپ نے پوچھا: ''کیا وجہ ہے کہ تم نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟'' اس نے کہا کہ میں جنابت سے ہوں اور یہاں پانی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تیرے لیے پاک مٹی سے تیمّم کرنا ہی کافی تھا۔'' (صحیح البخاري' التیمم' حدیث: ۳۴۴) اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نکلے تو ایک آدمی کو پتھر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا' پھر اسے احتلام بھی ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میرے لیے رخصت ہے؟ انھوں نے کہا: تم پانی استعمال کرنے پر قادر ہو اس لیے تمھارے لیے کوئی رخصت نہیں' چنانچہ اس نے غسل کر لیا جس کے نتیجے میں وہ فوت ہو گیا۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی وفات کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ''انھوں نے اس کو قتل کر ڈالا' اللہ انھیں ہلاک کرے۔ انھوں نے پوچھ کیوں نہ لیا جبکہ انھیں علم نہ تھا۔ بے شک عاجز (جاہل) کی شفا سوال کر لینے میں ہے۔'' (سنن أبي داود' الطهارة' حدیث: ۳۳۶' وسنن ابن ماجه' الطهارة' حدیث: ۵۷۲) نیز حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ ذات سلاسل میں مجھے ایک ٹھنڈی رات میں احتلام ہو گیا' مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا' چنانچہ میں نے تیمّم کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ انھوں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے پوچھا: ''اے عمرو! کیا تو نے جنبی ہوتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی جماعت کرائی تھی۔'' میں نے بتایا کہ کسی وجہ سے میں نے غسل نہیں کیا تھا اور میں نے یہ بھی کہا کہ میں نے اللہ کا فرمان سنا ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ (النسآء ۴:۲۹) ''اپنے آپ کو قتل نہ کرو' اللہ تم پر بہت ہی مہربان ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور کچھ نہ کہا۔ (مسند أحمد: ۴/۲۰۳' وسنن أبي داود' الطهارة' حدیث: ۳۳۴' ۳۳۵)

* تیمّم کن چیزوں سے کیا جا سکتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (المائدة ۵:۶) ''پاک مٹی سے تیمّم کر لو۔'' نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورُ الْمُسْلِمِ، وَإِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَآءَ عَشْرَ سِنِينَ] (جامع الترمذي' الطهارة' حدیث: ۱۲۴) ''پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے اگرچہ دس برس پانی نہ ملے۔'' مذکورہ آیت اور

حدیث میں صعید سے تیمّم کرنے کا کہا گیا ہے۔لغت عرب میں صعید سے مراد فقط مٹی نہیں بلکہ سطح زمین ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد پاک زمین ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر پاک مٹی کو صعید کہا جاتا ہے۔المصباح المنیر میں ہے: [اَلصَّعِيدُ وَجْهُ الْأَرْضِ تُرَابًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ] ''صعید سے مراد سطح زمین ہے چاہے وہ مٹی ہو یا کوئی اور چیز۔'' امام زجاج' جو کہ لغت کے امام مانے جاتے ہیں' فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس معنی میں اہل لغت میں اختلاف ہو۔ دیکھیے: (المصباح المنير:٣٣٩، ٣٤٠) امام ابن حزم رحمہ اللہ اس کی بابت فرماتے ہیں کہ جس لغت میں قرآن نازل ہوا ہے اس میں صعید سے مراد سطح زمین ہے۔ دیکھیے: (محلى ابن حزم: ٢/ ١٥٩) نیز امام ابواسحاق اس کی بابت لکھتے ہیں کہ صعید سے مراد سطح زمین ہے اور انسان کے ذمے یہی ہے کہ سطح زمین پر اپنے ہاتھ مارے' یہ خیال کیے بغیر کہ وہاں مٹی ہے یا نہیں کیونکہ صعید کے معنی مٹی نہیں ہیں بلکہ سطح زمین کو صعید کہتے ہیں' وہ مٹی ہو یا کچھ اور۔ بالفرض اگر زمین ساری کی ساری پتھر ہی ہو اور وہاں مٹی نہ ہو اور تیمّم کرنے والا اگر اپنے ہاتھ انھی پتھروں پر مار کر اپنے چہرے پر پھیر لے تو یہی اس کے لیے طہارت کا ذریعہ ہوگا۔ دیکھیے: (الروضة الندية: ١/ ١٧٤-١٧٦) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں باب باندھ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ صعید سے مراد صرف مٹی ہی نہیں بلکہ اس سے شوریلی زمین بھی مراد ہے۔ (صحيح ابن خزيمة: ١/ ١٣٣) امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس زمین سے تیمّم فرماتے تھے جس پر آپ نے نماز پڑھنی ہوتی تھی' وہ خود مٹی ہوتی یا شوریلی زمین یا ریتلی۔ نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جس جگہ میری امت کے کسی فرد کو نماز (کا وقت) پالے' وہیں اس کی مسجد اور اسے پاک کرنے والی چیز ہے۔'' (مسند أحمد: ٥/ ٢٤٨)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نص صریح ہے کہ جو شخص ریت میں ہو اور نماز کا وقت آ جائے تو اس کے لیے ریت باعث طہارت ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تبوک کا سفر کیا تو دوران سفر میں ان کا گزر ریتلے علاقے سے بھی ہوا اور ان کے پاس پانی انتہائی قلیل تھا اور آپ سے یہ بھی منقول نہیں کہ آپ نے اپنے ساتھ مٹی اٹھائی ہو یا اس کے اٹھانے کا حکم دیا ہو اور نہ صحابہ ہی میں سے کسی نے ایسا کیا۔ جبکہ قطعی طور پر معلوم تھا کہ اس راستے میں مٹی سے ریت کہیں زیادہ ہے۔ حجاز وغیرہ کی

زمین بھی اسی طرح کی ہے۔ جو اس بارے میں تدبر کرے وہ یقیناً اس بات کا قائل ہوگا کہ آپ ریت سے بھی تیمّم کر لیا کرتے تھے۔ واللہ أعلم. دیکھیے: (زادالمعاد: ۱/ ۱۹۹، ۲۰۰) علاوہ ازیں شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ اس مسئلے کی بابت فرماتے ہیں کہ راجح بات یہ ہے کہ اگر کوئی انسان زمین پر ہاتھ مار کر تیمّم کر لیتا ہے، چاہے زمین پر غبار وغیرہ ہو یا نہ ہو۔ اس کا تیمّم صحیح ہے۔ دیکھیے: (مجموع فتاویٰ شیخ ابن عثیمین: ۴/ ۲۳۸)

بعض حضرات نے صحیح مسلم کی روایت: [وَ جُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا] اور مسند احمد کی روایت: [وَ جُعِلَ التُّرَابُ لِي طَهُورًا] سے استدلال کرتے ہوئے صرف مٹی ہی سے تیمّم کرنے کو ضروری قرار دیا ہے لیکن ان کا یہ استدلال محل نظر معلوم ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر عام کے افراد میں سے کسی کی تخصیص کر لی جائے تو اس سے باقی افراد کا عموم ختم نہیں ہو جاتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ﴾ (الرحمٰن ۵۵:۶۸) ''ان جنتوں میں لذیذ پھل ہوں گے، اور کھجوریں اور انار بھی۔'' نیز ارشاد ہے: ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ......﴾ (البقرة ۲:۹۸) ''جو کوئی اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو بے شک اللہ بھی کافروں کا دشمن ہے۔'' پہلی آیت میں ﴿فَاكِهَةٌ﴾ ''پھل'' ذکر کرنے کے بعد ﴿نَخْلٌ﴾ ''کھجور'' اور ﴿رُمَّانٌ﴾ ''انار'' کا ذکر ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ نخل اور رمان پھل نہیں ہیں، اسی طرح دوسری آیت میں پہلے مطلق ملائکہ کا ذکر ہے اور بعد میں جبریل اور میکائیل کا ذکر ہے۔ اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ جبریل اور میکائیل فرشتوں میں سے نہیں ہیں۔ بالکل بعینہ یہی بات مذکورہ دونوں روایتوں سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے ان میں تراب (مٹی) کا لفظ بولا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس سے مراد صرف مٹی ہی ہے اور کوئی چیز نہیں۔ چونکہ مٹی عام ہے اس لیے اس کی تخصیص کر دی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (سبل السلام: ۱/ ۱۹۳، ۱۹۴، و نیل الأوطار: ۱/ ۳۲۸، وذخیرة العقبٰی شرح سنن النسائي: ۵/ ۳۸۱-۳۸۷) مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ راجح موقف یہی ہے کہ تیمّم صرف مٹی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سطح زمین پر جو کچھ بھی ہو اس سے تیمّم کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ مٹی ہو یا ریت وغیرہ۔ واللہ أعلم.

✴ **تیمّم کا طریقہ:** حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفر کی حالت میں جنبی ہوگیا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے خاک میں لوٹ پوٹ ہوگیا' پھر سفر سے آ کر یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تمھیں صرف اس طرح کر لینا کافی تھا۔'' پھر آپ نے ایک بار زمین پر اپنا ہاتھ مارا' پھر اس سے غبار کو جھاڑا' اس کے بعد اپنے ہاتھ کی پشت کا بائیں ہاتھ سے مسح فرمایا یا اپنے بائیں ہاتھ کی پشت کا اپنے ہاتھ سے مسح فرمایا' پھر ان سے اپنے چہرے پر مسح کیا۔ (صحیح البخاري' التیمم' حدیث:٣٤٧) مذکورہ روایت میں صرف ہاتھ کی پشت کا ذکر ہے۔ باطن کف' یعنی ہاتھ کے اندر کی جانب مسح کا ذکر نہیں ہے' تاہم دیگر روایات میں اس کی وضاحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ہاتھ مارا' پھر اسے جھاڑا' پھر بائیں ہاتھ سے دائیں کا اور دائیں سے بائیں کا مسح کیا' اس کے بعد چہرے کا مسح کیا۔ (سنن أبي داود' الطهارة' حديث:٣٢١) نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علامہ اسماعیلی کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ بہت ہی واضح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تجھے اتنا ہی کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتا' پھر انھیں جھاڑتا' پھر دائیں ہاتھ سے بائیں کا اور بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کا مسح کرتا' اس کے بعد اپنے چہرے کا مسح کرتا۔'' (فتح الباري:٥٩٢/١ تحت حديث:٣٤٧) ان روایات سے معلوم ہوا کہ ہاتھوں کو صرف ایک ہی دفعہ زمین پر مارنا چاہیے' یعنی ہاتھوں پر تیمّم کرنے کے بعد منہ کے لیے دوبارہ ہاتھ زمین پر مارنے کی ضرورت نہیں اور نہ کہنیوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرنے کی ضرورت ہے۔ جبکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے دوضربوں کے قائلین کے نام لیے ہیں' جن میں صحابہ بھی ہیں اور تابعین بھی اور ائمۂ فقہ بھی' نیز موطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تیمّم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرتے تھے۔ دیکھیے: (الموطأ للإمام مالك' باب العمل في التيمم' حديث:١٥٣)

امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ دو مرتبہ ہاتھ زمین پر مارنے والی تمام روایات میں مقال ہے۔ اگر یہ روایات صحیح ہوتیں تو ان پر عمل کرنا متعین ہوتا کیونکہ اس میں ایک بات زیادہ ہے جسے قبول کرنا ضروری ہوتا' اس لیے حق بات یہ ہے کہ صحیحین کی حضرت عمار کی روایت ہی کو کافی سمجھا جائے جس میں ایک مرتبہ ہاتھ زمین پر مارنے کا ذکر ہے' جب تک کہ دو مرتبہ والی روایت صحیح ثابت نہ ہو جائے۔ دیکھیے: (نیل

الأوطار: ۱/ ۲۶۴) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تیمّم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا یہ ان کا اپنا عمل ہے، رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ جس سے زیادہ سے زیادہ جواز کی گنجائش نکلتی ہے، تاہم دلائل کی رو سے یہی موقف راجح اور اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے کہ تیمّم میں صرف ایک ضرب ہے اور وہ بھی صرف ہاتھوں اور چہرے کے لیے ہے، اس میں کہنیاں شامل نہیں ہیں۔ واللہ أعلم.

تیمّم جس طرح وضو کا قائم مقام ہے اسی طرح غسل کا بھی، یعنی پانی نہ ملنے کی صورت میں جیسے وضو کی بجائے تیمّم کیا جاسکتا ہے ایسے ہی کسی پر غسل واجب ہوتو وہ بھی تیمّم کرسکتا ہے۔

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں پانی ملنے کی صورت میں یا جس عذر کی وجہ سے تیمّم کیا تھا اس کے ختم ہو جانے پر تیمّم کا جواز بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ورنہ جب تک تیمّم نہیں ٹوٹتا اس سے متعدد نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، جیسے وضو برقرار رہے تو کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

پانی کے استعمال پر قدرت کے باوجود صرف اس اندیشے کی وجہ سے تیمّم کرنا کہ وضو یا غسل کرنے سے نماز کا وقت ختم ہوجائے گا، درست اور جائز نہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں: شریعت میں نص قرآن سے ثابت ہے کہ جب پانی نہ ہوتو آدمی تیمّم کرسکتا ہے، اس میں سنت مطہرہ نے یہ اضافہ کردیا ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو یا سخت سردی کے باعث پانی کا استعمال مضر ہوتو اس صورت میں بھی تیمّم کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ کہیں ثابت نہیں کہ انسان پانی استعمال کرنے پر قادر ہونے کے باوجود تیمّم کرلے۔ آخر اس کی کیا دلیل ہے؟ اگر کہا جائے کہ وقت نکل جانے کا خدشہ ہوتو تیمّم کا جواز ہوسکتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل غلط ہے اور یہ عذر کوئی صحیح دلیل نہیں کیونکہ یہ شخص جسے وقت نکل جانے کا اندیشہ ہے دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ اندیشہ اس کے اپنے عمل سستی اور غفلت کی وجہ سے لاحق ہوا ہے، یا اس کا اس میں کوئی اختیار نہ تھا، مثلاً: وہ سو گیا تھا یا بھول گیا تھا۔ تو اس دوسری حالت میں اس کی نماز کا وقت ہی اس وقت شروع ہوا ہے جب وہ بیدار ہوا یا اسے یاد آیا۔ اسے اسی وقت نماز ادا کرلینی چاہیے جیسے اسے حکم دیا گیا ہے۔ اس کی دلیل صحیحین کی روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز بھول گیا یا سویا رہا، اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب اسے یاد آئے پڑھ لے۔'' (صحيح البخاري، مه اقيت الصلاة، حديث:

۵۹۷) شارع الحکیم نے اس معذور کے لیے اجازت روا رکھی ہے کہ وہ ویسے ہی نماز پڑھے جس طرح اسے حکم ہے۔ اپنے وضو یا غسل کے لیے پانی استعمال کرے۔ اس کے لیے وقت نکل جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ اس شخص کے لیے تیمّم کرنا جائز نہیں۔ اس کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی یہی بات اختیار کی ہے اور مسائل ماردینیہ کے صفحہ: ۶۵ پر لکھا ہے کہ جمہور کا بھی یہی موقف ہے۔ اور پہلی صورت میں بھی یہی بات ہے کہ وہ پانی استعمال کرے اور پانی استعمال کر کے نماز پڑھے اگر بروقت پڑھ لی تو بہتر اور اگر وقت نکل گیا تو اپنے آپ کو ملامت کرے کیونکہ یہ اس کی اپنی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ یہی وہ بات ہے جس پر مجھے شرح صدر اور دلی اطمینان ہے اگرچہ شیخ الاسلام اور بعض دیگر ائمہ اس کے قائل ہیں کہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔ بعد میں میں نے شیخ شوکانی رحمہ اللہ کی کتب کا مطالعہ کیا تو وہ بھی اسی موقف کی طرف مائل ہیں جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (تمام المنة' ص: ۱۳۲' ۱۳۳' و سیل الجرار: ۱/ ۳۱۱' ۳۱۲) مذکورہ تفصیل اور دیگر دلائل کی رو سے شیخ البانی رحمہ اللہ کا موقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ پانی کے استعمال پر قدرت کے باوجود صرف اس وجہ سے تیمّم کرنا کہ وضو یا غسل کرنے سے نماز کا وقت نکل جائے گا' درست نہیں۔ واللہ أعلم.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(المعجم ٤) - كِتَابُ الْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ (التحفة . . .) مِنَ الْمُجْتَبىٰ

غسل اور تیمّم سے متعلق احکام ومسائل

(المعجم ١) - بَابُ ذِكْرِ نَهْيِ الْجُنُبِ عَنِ الْاِغْتِسَالِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ (التحفة ٢٤٦)

۳۹۶- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا السَّائِبِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغْتَسِلْ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ».

باب:۱- جنبی کو ٹھہرے پانی میں غسل کرنے کی ممانعت کا ذکر

۳۹۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں ٹھہرے پانی کے اندر غسل نہ کرے۔“

۳۹۷- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حِبَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَبُولَنَّ الرَّجُلُ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ أَوْ يَتَوَضَّأُ».

۳۹۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص ٹھہرے پانی میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اسے اس سے غسل یا وضو کرنا پڑے۔“

۳۹۶ـ [صحيح] تقدم، ح: ۲۲۱.

۳۹۷ـ [إسناده صحيح] أخرجه مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، ح: ۲۸۲/ ۹٦ من حديث معمر به، وهو في صحيفة همام بن منبه، ح: ۷۳.

٣٩٨- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يُغْتَسَلَ فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ.

۳۹۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ ٹھہرے پانی میں پیشاب کیا جائے کہ پھر اس سے جنابت کی وجہ سے نہانا پڑے۔

فائدہ: ٹھہرا پانی وضو یا غسل کے کام آ سکتا ہے اور یہی اس کا اصل مقصود اور استعمال ہے' لہٰذا اسے پیشاب کر کے ناقابل استعمال نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اجازت عامہ کی صورت میں آخر وہ پانی متعفن ہو ہی جائے گا۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (کتاب المیاہ کا ابتدائیہ اور حدیث: ۳۵، ۲۲۱، ۲۲۲ کے فوائد ومسائل)

٣٩٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ ثُمَّ يُغْتَسَلَ مِنْهُ.

۳۹۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا کہ پھر اس سے نہایا جائے۔

٤٠٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ.

۴۰۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے پانی میں پیشاب نہ کرے' جو چلتا نہیں ہے کہ پھر اس سے غسل کرے۔

قَالَ سُفْيَانُ: قَالُوا لِهِشَامٍ - يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ - إِنَّ أَيُّوبَ إِنَّمَا يَنْتَهِي بِهٰذَا الْحَدِيثِ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ؟ فَقَالَ: إِنَّ أَيُّوبَ

حضرت سفیان نے کہا: لوگوں نے ہشام بن حسان سے کہا کہ ایوب تو اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ تک ہی رکھتے ہیں (رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچاتے؟) وہ

٣٩٨_ أخرجه البخاري، الوضوء، باب البول في الماء الدائم، ح: ٢٣٩ من حديث أبي الزناد به.

٣٩٩_[صحيح] تقدم، ح: ٢٢٢.

٤٠٠_[إسناده صحيح] أخرجه الحميدي، ح: ٩٧٦ عن سفيان بن عيينة به وموقوفًا، وأخرجه مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، ح: ٢٨٢ من حديث محمد ابن سيرين به.

لَوِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا يَرْفَعَ حَدِيثًا لَمْ يَرْفَعْهُ.

فرمانے لگے: ایوب کے بس میں ہوتا تو وہ کسی بھی حدیث کو مرفوع (رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب) بیان نہ کرتے۔

فوائد ومسائل: ① دراصل حضرت ہشام بن حسان اس حدیث کو مرفوع بیان فرماتے تھے اور حضرت ایوب اسے موقوف (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان) بیان کرتے تھے، اس لیے شاگردوں نے حضرت ہشام سے وضاحت طلب کی۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت مرفوع ثابت ہے۔ حضرت ایوب کا اسے موقوف بیان کرنا ان کی احتیاط ہے۔ بہت سے محدثین حدیث کو مرفوع بیان کرنے سے ڈرا کرتے تھے کہ کہیں کوئی غلط بات آپ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، اس لیے وہ تابعی، صحابی تک رک جایا کرتے تھے۔ مگر یہ ضرورت سے زیادہ احتیاط ہے، اس لیے اس سے روایت کی صحت میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ ② یہ دراصل نبی ﷺ کا فرمان ہے جسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل فرمایا۔ کسی راوی نے اسے انھی کی طرف منسوب کر دیا۔ دوسرے راویوں سے بلاشک وشبہ یہ فرمان رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب بیان ہوا ہے۔ ③ عربی الفاظ میں [اَلْمَاءُ الدَّائِمُ] کے ساتھ [اَلَّذِي لَا يَجْرِي] کی قید مزید وضاحت کے لیے ہے۔ ④ جاری پانی میں، جبکہ شدید حاجت ہو، پیشاب کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہاں نجاست پانی کے ساتھ ہی آگے چلی جائے گی، بلکہ تحلیل ہو جائے گی اور تعفن پیدا نہیں ہوگا، تاہم جہاں تک ہو سکے بچنا ہی بہتر ہے۔

(المعجم ٢) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي دُخُولِ الْحَمَّامِ (التحفة ٢٤٧)

باب:٢-(غسل کے لیے) حمام میں داخل ہونے کی رخصت

٤٠١- أَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِئْزَرٍ».

۴۰۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ازار کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو۔“

فوائد ومسائل: ① حَمَّام، حَمِيم سے ہے جس کے معنی گرم پانی کے ہیں۔ حمام سے وہ مشترک غسل خانے مراد ہیں جن میں گرم پانی کا انتظام ہوتا ہے اور ہر آدمی آ کر غسل کر سکتا ہے۔ چونکہ یہاں ہر وقت آدمی

٤٠١ـ [حسن] أخرجه الحاكم: ٤/ ٢٨٨ من حديث إسحاق بن إبراهيم به مطولاً، وصححه على شرط مسلم، ووافقه الذهبي، وللحديث شواهد كثيرة عند الترمذي، ح: ٢٨٠١، ٢٨٠٢ وغيره.

آتے رہتے ہیں، لہٰذا بے پردگی کا خطرہ ہے، خصوصاً اس دور میں جب کہ وہاں ایک کمرا کپڑے اتارنے اور پہننے کے لیے مختص ہوتا تھا۔ وہاں سے غسل خانے میں ننگے جاتے تھے اور غسل خانے کی قطار میں کئی کئی نہانے والے ننگے ہوا کرتے تھے، اس بنا پر بعض احادیث میں حمام کی مذمت کی گئی ہے۔ ② بہتر یہی ہے کہ انسان اپنے مخصوص گھریلو غسل خانے میں نہائے جہاں نہ عام لوگ آتے ہیں اور نہ بے پردگی کا خطرہ ہے لیکن اگر کبھی مجبوراً ''حمامات'' (مشترکہ غسل خانوں) میں نہانا پڑے تو ازار باندھ کر نہائے تاکہ بے پردگی نہ ہو۔ عورتوں کا ''حمامات'' میں نہانا سخت گناہ ہے کہ اس کا تقریباً سارا جسم پردہ ہے۔ ہمارے ہاں موجود حمام ایسے نہیں ہیں اور نہ ان میں مذکورہ بالا قباحتیں پائی جاتی ہیں۔

(المعجم ٣) - بَابُ الْاِغْتِسَالِ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ (التحفة ٢٤٨)

باب:٣- برف اور اولوں سے (پگھل جانے کے بعد) غسل کرنا

٤٠٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَجْزَأَةَ بْنِ زَاهِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو: «اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْهَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ».

۴۰۲- حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا...... وَالْمَاءِ الْبَارِدِ] ''اے اللہ! مجھے گناہوں اور غلطیوں سے پاک کردے۔ اے اللہ! مجھے ان سے اس طرح صاف فرما دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے برف، اولوں اور ٹھنڈے پانی سے پاک صاف کردے۔''

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے، حدیث: ۶۰ اور اس کا فائدہ۔

(المعجم ٤) - بَابُ الْاِغْتِسَالِ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ (التحفة ٢٤٩)

باب:۴- ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا

٤٠٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى [بْنِ مُحَمَّدٍ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا

۴۰۳- حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ

٤٠٢ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع؟ ح: ٤٧٦/ ٢٠٤ من حديث شعبة به.

٤٠٣ـ [صحيح] انظر الحديث السابق.

إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ رَقَبَةَ، عَنْ مَجْزَأَةَ الْأَسْلَمِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ، اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي مِنَ الذُّنُوبِ كَمَا يُطَهَّرُ الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ».

وَالْبَرَدِ ...... مِنَ الدَّنَسِ] ''اے اللہ! مجھے برف' اولوں اور ٹھنڈے پانی سے پاک کر دے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے پاک کیا جاتا ہے۔''

فائدہ: میل کچیل اتارنے کے لیے عام طور پر گرم پانی استعمال کیا جاتا ہے' نہ کہ ٹھنڈا' مگر یہاں برف' پانی اور اولوں سے اللہ تعالیٰ کی مخصوص رحمتیں مراد ہیں' لہٰذا ٹھنڈک کا ذکر فرمایا کہ وہ سکون کا ذریعہ ہے۔ اللہ کی رحمت کو آگ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ (پانی آگ سے گرم کیا جاتا ہے۔) اس لیے ٹھنڈے پانی کا ذکر فرمایا۔ ویسے عرب کی گرم ترین فضا میں ٹھنڈا پانی مطلوب ومحبوب ہوتا ہے۔

(المعجم ٥) - بَابُ الْاِغْتِسَالِ قَبْلَ النَّوْمِ (التحفة ٢٥٠)

باب:٥- نیند سے پہلے غسل جنابت کر لینا

٤٠٤- أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَ نَوْمُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْجَنَابَةِ؟ أَيَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ أَوْ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ؟ قَالَتْ: كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ، رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ.

۴۰۴- حضرت عبداللہ بن ابوقیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ جنابت کی حالت میں کیسے سوتے تھے؟ کیا سونے سے پہلے غسل فرماتے تھے یا غسل سے پہلے سو جاتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ دونوں طرح کر لیتے تھے۔ کبھی غسل فرما کر سوتے اور کبھی صرف وضو کر کے سو جاتے۔

(المعجم ٦) - بَابُ الْاِغْتِسَالِ أَوَّلَ اللَّيْلِ (التحفة ٢٥١)

باب:٦- شروع رات ہی میں غسل (جنابت) کر لینا

٤٠٥- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ

۴۰۵- حضرت غضیف بن حارث نے کہا: میں

٤٠٤ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له ... الخ، ح: ٣٠٧ من حديث عبدالرحمٰن بن مهدي به.

٤٠٥ـ [إسناده حسن] تقدم، ح: ٢٢٣.

عَرَبِيٌّ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ بُرْدٍ، عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ نُسَيٍّ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلْتُهَا فَقُلْتُ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ أَوْ مِنْ آخِرِهِ؟ قَالَتْ: كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ، رُبَّمَا اغْتَسَلَ مِنْ أَوَّلِهِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ مِنْ آخِرِهِ. قُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

حضرت عائشہ ؓ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا: کیا اللہ کے رسول ﷺ غسل جنابت رات کے شروع میں فرماتے تھے یا آخر میں؟ انھوں نے فرمایا: آپ دونوں طرح کر لیتے تھے۔ کبھی شروع رات میں غسل فرما لیا کرتے تھے اور کبھی آخر رات میں۔ میں نے کہا: ہر قسم کی تعریف اللہ کی جس نے اس معاملے میں فراخی رکھی۔

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے، حدیث: ۲۲۳ اور اس کا فائدہ۔

(المعجم ۷) - بَابُ الْاِسْتِتَارِ عِنْدَ الْغُسْلِ (التحفة ۲۵۲)

باب: ۷- غسل کرتے وقت پردہ کرنا

٤٠٦- **أَخْبَرَنِي** إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي النُّفَيْلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلٰى: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأٰى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَلِيمٌ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسِّتْرَ، فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ».

۴۰۶- حضرت یعلی ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک آدمی کو کھلی جگہ میں غسل کرتے دیکھا۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے، پھر اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: ''اللہ عزوجل بہت بردبار، حیادار اور پردے والا ہے۔ حیا اور پردے کو پسند فرماتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردے میں کرے۔''

فوائد ومسائل: ① حَلِيم- حَيِيّ- سِتِّير اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام صفات کاملہ سے متصف ہے اور وہ صفات اللہ تعالیٰ میں اس کی شان کے مطابق متحقق ہوتی ہیں۔ ہمیں ان کی حقیقت سے متعلق بحث نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہم ان کی حقیقت کو جان ہی سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ہماری عقل سے ماوراء ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشوریٰ ۴۲:۱۱) ''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔'' ان صفات کو تسلیم کرنا اور بلاوجہ ان کی من گھڑت تاویلات سے اجتناب ضروری ہے، ورنہ قرآن وحدیث کا انکار لازم آ سکتا

٤٠٦ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الحمام، باب النهي عن التعري، ح: ٤٠١٢ عن عبدالله بن محمد بن نفيل النفيلي به. * عطاء بن أبي رباح سمعه من صفوان بن يعلى، انظر الحديث الآتي.

ہے۔② غسل اس طرح پردے میں ہونا چاہیے کہ جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ یہ بہتر ہے۔ اس طرح انسان جن وانس کے برے اثرات سے محفوظ رہے گا۔ ورنہ نظر وغیرہ لگنے کا خطرہ رہے گا' نیز اس سے شرم وحیا میں اضافہ ہوگا۔ اور شرم وحیا ایمان کا جز ہے۔

٤٠٧- أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ سِتِّيرٌ فَإِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَغْتَسِلَ فَلْيَتَوَارَ بِشَيْءٍ».

۴۰۷- حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت پردے والا ہے۔ جب تم میں سے کوئی غسل کرنے کا ارادہ کرے تو کسی چیز کی اوٹ میں چھپ جائے۔''

٤٠٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مَاءً، قَالَتْ: فَسَتَرْتُهُ، فَذَكَرَتِ الْغُسْلَ قَالَتْ: ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا.

۴۰۸- حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے (غسل کے) لیے پانی رکھا' پھر میں نے آپ کو پردہ کیا۔ چنانچہ آپ نے غسل فرمایا' پھر میں آپ کے پاس (جسم کی صفائی کے لیے) ایک کپڑا لائی۔ آپ نے اس کی ضرورت محسوس نہ کی۔

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے' حدیث: ۲۵۴، ۲۵۵ اور ان کے فوائد ومسائل۔

٤٠٩- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ صَفْوَانَ

۴۰۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ السلام ننگے غسل کر رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گریں۔ وہ ان کو اپنے

٤٠٧ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، ح: ٤٠١٣ (انظر الحديث السابق) من حديث الأسود بن عامر به، وطعن أبوحاتم في هذا الحديث. * أبوبكر بن عياش تابعه أسباط بن محمد (النكت الظراف: ٩/ ١١٥).

٤٠٨ـ [صحيح] تقدم، ح: ٢٥٤.

٤٠٩ـ [إسناده صحيح] علقه البخاري، الغسل، باب من اغتسل عريانًا وحده في خلوة، ح: ٢٧٩ عن إبراهيم بن طهمان عن موسى بن عقبة به.

ابْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَيْنَمَا أَيُّوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا خَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ يَحْثِي فِي ثَوْبِهِ، قَالَ: فَنَادَاهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا أَيُّوبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ؟ قَالَ: بَلٰى يَارَبِّ! وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِي عَنْ بَرَكَاتِكَ».

کپڑے میں ڈالنے لگے تو ان کو ان کے رب تعالیٰ نے پکارا: اے ایوب! کیا میں نے تجھے غنی نہیں بنایا؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں میرے پروردگار! لیکن میں تیری برکتوں سے بے نیازی نہیں برت سکتا۔"

فوائد ومسائل: ① حضرت ایوب علیہ السلام کے ننگے نہانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بے پردہ نہا رہے تھے بلکہ وہ ایک محفوظ اور بند جگہ میں نہا رہے تھے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ پیشاب اور جماع وغیرہ کے وقت بھی تو شرم گاہ پر پردہ نہیں ہوتا' مگر چونکہ کسی کے دیکھنے جھانکنے کا خطرہ نہیں ہوتا' لہٰذا جائز ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ سمجھ لیجیے۔ ② انسان جس قدر بھی مالدار ہو جائے اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت سے بے نیاز نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے صحت' ہدایت اور برکت مانگتے رہنا چاہیے کہ یہ انسان اور بندے کی شان ہے۔ بے نیاز تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی طرح معافی کا سوال بھی ہر وقت جاری رہنا چاہیے' غلطی ہو یا نہ۔ اللہ تعالیٰ کو مانگنے والا ہی اچھا لگتا ہے۔

(المعجم ٨) - بَابُ الدَّلَالَةِ عَلٰى أَنْ لَا تَوْقِيتَ فِي الْمَاءِ الَّذِي يُغْتَسَلُ فِيهِ (التحفة ٢٥٣)

باب:٨- اس بات کی دلیل کہ غسل کے لیے پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں

٤١٠- **أَخْبَرَنَا** الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلُ فِي الْإِنَاءِ، وَهُوَ الْفَرَقُ، وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

۴۱۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک فرق (برتن) سے غسل فرمایا کرتے تھے' نیز میں اور آپ ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

٤١٠- [صحيح] الزهري تابعه أفلح عند البخاري، ح: ٢٦١، وللحديث شواهد كثيرة عند الشيخين وغيرهما.

فوائد ومسائل: ① باب پر دلالت آخری ٹکڑے سے ہے۔ جب دو افراد اکٹھے ایک برتن سے غسل کر رہے ہوں تو ضروری نہیں کہ دونوں یکساں پانی استعمال کریں۔ لازماً کمی بیشی ہوگی۔ یہی باب کا عنوان ہے کہ غسل کے لیے پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ ② ''فرق'' تین صاع کا ہوتا ہے۔ اور ایک صاع تقریباً ڈھائی کلو کا ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں غسل کے لیے ایک صاع کا بھی ذکر ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' حديث:٢٥١) اور بعض میں ڈیڑھ صاع کا ذکر ملتا ہے۔ دیکھیے: (سنن النسائي' الطهارة' حديث:٢٢٧) ان احادیث میں باہم کوئی تعارض نہیں بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غسل میں کم سے کم پانی استعمال کیا کرتے تھے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے' حدیث:٢٣٢ اور اس کا فائدہ)

(المعجم ٩) - بَابُ اغْتِسَالِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ نِسَائِهِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ (التحفة ٢٥٤)

باب:٩- خاوند بیوی کا ایک برتن سے نہانا

٤١١- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ هِشَامٍ ح: وَأَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ وَأَنَا مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نَغْتَرِفُ مِنْهُ جَمِيعًا.

٤١١- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور میں ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ ہم اکٹھے پانی کے چلو لیتے تھے۔

وَقَالَ سُوَيْدٌ: قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا.

حضرت سوید نے اپنی حدیث میں کہا: [كُنْتُ أَنَا]

فائدہ: اس روایت میں امام نسائی ؒ کے دو استاد ہیں سوید بن نصر اور قتیبہ بن مالک۔ قتیبہ نے حدیث بیان کرتے وقت یوں کہا: [كَانَ يَغْتَسِلُ وَأَنَا] ''رسول اللہ ﷺ اور میں اکٹھے غسل کیا کرتے تھے۔'' جبکہ سوید بن نصر نے یوں کہا: [كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَ رَسُولُ اللهِ ﷺ] ''میں اور رسول اللہ ﷺ اکٹھے غسل کیا کرتے تھے۔'' صرف لفظی تقدیم وتاخیر ہے' معنی میں کوئی فرق نہیں۔ یہ محدثین کی دیانت اور حفظ کا کمال ہے کہ انھوں نے ایسے معمولی لفظی فرق کو بھی نہ صرف یاد رکھا بلکہ اس کی وضاحت بھی فرما دی۔

٤١٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى

٤١٢- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں اور

٤١١_[صحيح] تقدم، ح: ٢٣٣.

٤١٢_[صحيح] تقدم، ح: ٢٣٤.

قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ.

رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے (بیک وقت) غسل جنابت کرلیا کرتے تھے۔

٤١٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي أُنَازِعُ رَسُولَ اللهِ ﷺ الْإِنَاءَ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ مِنْهُ.

۴۱۳- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ سے برتن کے سلسلے میں چھینا جھپٹی کرتی تھی، ہم دونوں اس سے غسل کر رہے ہوتے تھے۔

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے، حدیث: ۲۳۵ اور اس کا فائدہ۔

(المعجم ١٠) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٢٥٥)

باب: ۱۰- اس چیز کی رخصت

٤١٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ، ح: وَأَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ [قَالَ]: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ أُبَادِرُهُ وَيُبَادِرُنِي حَتَّى يَقُولَ: دَعِي لِي، وَأَقُولَ أَنَا: دَعْ لِي.

قَالَ سُوَيْدٌ: يُبَادِرُنِي وَأُبَادِرُهُ فَأَقُولُ: دَعْ لِي، دَعْ لِي.

۴۱۴- حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ میں اور اللہ کے رسول ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے۔ میں (پانی لینے میں) آپ سے جلدی کرتی تھی اور آپ مجھ سے جلدی کرتے تھے حتی کہ آپ فرماتے: ''میرے لیے بھی پانی رہنے دے۔'' اور میں کہتی تھی: میرے لیے بھی پانی رہنے دیں۔

حضرت سوید نے یوں حدیث بیان فرمائی: [يُبَادِرُنِي وَأُبَادِرُهُ فَأَقُولُ: دَعْ لِي دَعْ لِي] ''آپ مجھ سے

٤١٣- [صحيح] تقدم، ح: ٢٣٥.
٤١٤- [صحيح] تقدم، ح: ٢٤٠.

جلدی کرتے‘ میں آپ سے جلدی کرتی۔ میں کہتی میرے لیے بھی پانی رہنے دیں‘ میرے لیے بھی پانی رہنے دیں۔“

فائدہ: اس روایت میں بھی امام نسائی رحمہ اللہ کے دو استاد ہیں‘ محمد بن بشار اور سوید بن نصر۔ دونوں کے الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے۔ معنی میں کوئی فرق نہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس لفظی فرق کی بھی وضاحت فرما دی۔ مزید دیکھیے: حدیث: ۲۴۰ کے فوائد و مسائل۔

(المعجم ١١) - **بَابُ الْاِغْتِسَالِ فِي قَصْعَةٍ فِيهَا أَثَرُ الْعَجِينِ** (التحفة ٢٥٦)

باب:۱۱- ایسے پیالے (برتن) سے غسل کرنا جس میں گندھے ہوئے آٹے کے نشان ہوں

٤١٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَعْيَنَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ هَانِيءٍ: أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ قَدْ سَتَرَتْهُ بِثَوْبٍ دُونَهُ فِي قَصْعَةٍ فِيهَا أَثَرُ الْعَجِينِ قَالَتْ: فَصَلَّى الضُّحٰى فَمَا أَدْرِي كَمْ صَلَّى حِينَ قَضٰى غُسْلَهُ.

۴۱۵- حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کے پاس گئیں جب کہ آپ غسل فرما رہے تھے اور اس (فاطمہ بنت رسول) نے ایک کپڑے سے آپ کے آگے پردہ کر رکھا تھا اور پانی والے پیالے (برتن) میں گندھے ہوئے آٹے کے نشان تھے‘ پھر جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے صلاۃ ضحیٰ (نماز چاشت) پڑھی۔ میں نہیں جانتی کہ آپ نے کتنی رکعات پڑھیں۔

فائدہ: مذکورہ روایت کے الفاظ: [فَمَا أَدْرِي كَمْ صَلّٰى] ”میں نہیں جانتی کہ آپ نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔“ شاذ ہیں‘ اگرچہ محقق کتاب نے ساری روایت ہی کو حسن قرار دیا ہے۔ تاہم درست اور صحیح بات یہ ہے کہ صحیحین کی روایت کے مطابق خود ام ہانی نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ آپ نے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی تھی۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی ان الفاظ کو سنن نسائی میں شاذ قرار دیا ہے۔ مزید دیکھیے‘ حدیث: ۲۲۶ اور اس کے فوائد و مسائل۔

٤١٥ـ [حسن] أخرجه الطبراني: ٢٤/ ٤٢٨، ح: ١٠٤٤ من حديث موسى بن أعين به، وله شاهد تقدم، ح: ٢٤١.

(المعجم ١٢) - **بَابُ تَرْكِ الْمَرْأَةِ نَقْضَ رَأْسِهَا عِنْدَ الْاِغْتِسَالِ** (التحفة ٢٥٧)

باب:۱۲- غسل جنابت کے وقت عورت کے لیے سر کی مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں

٤١٦- **أَخْبَرَنَا** سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ هٰذَا فَإِذَا تَوْرٌ مَوْضُوعٌ مِثْلُ الصَّاعِ أَوْ دُونَهُ فَنَشْرَعُ فِيهِ جَمِيعًا فَأُفِيضُ عَلٰى رَأْسِي بِيَدَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَمَا أَنْقُضُ لِي شَعْرًا.

۴۱۶- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ واللہ! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ اس برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ وہاں ایک تھال سا پڑا تھا جو ایک صاع یا اس سے کچھ کم ہوگا' چنانچہ ہم بیک وقت اس سے غسل شروع کرتے۔ میں اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر پر تین دفعہ پانی ڈالتی اور میں سر کا ایک بال بھی نہیں کھولتی تھی۔

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے' حدیث:۲۴۲ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ١٣) - **بَابٌ: إِذَا تَطَيَّبَ وَاغْتَسَلَ وَبَقِيَ أَثَرُ الطِّيبِ** (التحفة ٢٥٨)

باب:۱۳- جب کوئی خوشبو لگا کر غسل کرے اور خوشبو کے اثرات باقی رہ جائیں تو؟

٤١٧- **حَدَّثَنَا** هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: لَأَنْ أُصْبِحَ مُطَّلِيًا بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا، فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَأَخْبَرْتُهَا بِقَوْلِهِ فَقَالَتْ: طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَطَافَ عَلٰى نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا.

۴۱۷- حضرت ابن عمر ؓ کہتے تھے کہ میں اپنے جسم پر تارکول ملوں یہ مجھے اس بات سے اچھا لگتا ہے کہ میں احرام باندھوں اور مجھ سے خوشبو کی مہک آ رہی ہو۔ (ان کے شاگرد محمد بن منتشر نے کہا) میں حضرت عائشہ ؓ کے پاس گیا اور ان کو حضرت ابن عمر ؓ کی یہ بات بتلائی تو انھوں نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو خوشبو لگائی' آپ اپنی سب عورتوں کے پاس گئے اور پھر غسل کر کے احرام باندھا۔

٤١٦ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب حكم ضفائر المغتسلة، ح: ٣٣١/ ٥٩ من حديث أبي الزبير به.

٤١٧ـ أخرجه مسلم، الحج، باب الطيب للمحرم عند الإحرام، ح: ١١٩٢/ ٤٩ من حديث وكيع عن سفيان، والبخاري، الغسل، باب إذا جامع ثم عاد ومن دار على نسائه في غسل واحد، ح: ٢٦٧ من حديث إبراهيم بن محمد بن المنتشر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٦٨٥.

فوائد ومسائل: ① اس روایت کے ایک طریق میں [يَنْضَخُ طِيبًا] یعنی جب آپ غسل کر کے احرام باندھتے تھے تو آپ سے خوشبو کی مہک آ رہی ہوتی تھی۔ کے الفاظ مروی ہیں۔ دیکھیے، حدیث: ۴۳۱۔ ② مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر احرام باندھنے سے قبل خوشبو لگائی جائے' اس کے بعد باوجود غسل کرنے کے اس کی مہک ختم نہ ہو تو کیا یہ چیز احرام کے منافی ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے منافی سمجھتے تھے' مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واضح فرمایا کہ احرام کی حالت میں خوشبو لگانا منع ہے۔ احرام سے قبل لگائی ہوئی خوشبو کی مہک ممنوع نہیں کیونکہ بسا اوقات باوجود دھونے اور غسل کے مہک ختم نہیں ہوتی' لہٰذا محرم معذور ہوگا۔ اس کے ذمے غسل کرنا تھا' وہ اس نے کرلیا۔ مہک ختم نہ ہو تو اس کا کوئی قصور نہیں۔ اور یہی بات شرع کے اصول ومقاصد سے مناسبت رکھتی ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل بھی اسی کا مؤید ہے۔ ③ چونکہ یہ باب احرام سے خاص نہیں بلکہ عام غسل سے متعلق ہے' لہٰذا باب کا مقصود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غسل کے لیے ضروری نہیں کہ مبالغے کے ساتھ مل مل کر دھویا جائے کہ جسم کو لگی ہوئی چیزوں کے اثرات بھی ختم ہو جائیں بلکہ سادہ پانی بہا لینا کافی ہے۔ کوئی جگہ خشک نہ رہے اور نجاست زائل ہو جائے۔ ویسے امام مالک رحمہ اللہ نے غسل میں ''دلک'' یعنی ملنے کو ضروری قرار دیا ہے تاکہ پانی ہر جگہ پہنچ سکے۔

(المعجم ١٤) - **بَابُ إِزَالَةِ الْجُنُبِ الْأَذٰى عَنْهُ قَبْلَ إِفَاضَةِ الْمَاءِ عَلَيْهِ** (التحفة ٢٥٩)

باب: ۱۴- جنبی کو جسم پر پانی بہانے سے پہلے نجاست وغیرہ دھو لینی چاہیے

٤١٨- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحَّى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا قَالَتْ: هٰذِهِ غِسْلَةٌ مِنَ الْجَنَابَةِ.

۴۱۸- ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نماز والا وضو فرمایا مگر پاؤں نہ دھوئے' پھر اپنی شرم گاہ اور لگ جانے والی آلودگی کو دھویا' پھر جسم پر پانی بہایا' پھر اپنے پاؤں ایک طرف کر کے دھوئے۔ انھوں نے فرمایا: یہ آپ کے غسل جنابت کا طریقہ ہے۔

فائدہ: اس روایت میں استنجا کرنے سے پہلے وضو کرنے کا بیان ہے۔ یہ بیان میں سہو ہے۔ اگلی روایت سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ سب سے پہلے گندگی صاف کی جائے' یعنی استنجا کیا جائے' اس کے بعد نماز

٤١٨ـ [صحيح] تقدم، ح: ٢٥٤.

والا وضو کیا جائے۔ صرف سر کا مسح نہیں ہوگا۔ اس کی بجائے تین چلو پانی سر میں ڈالا جائے گا اور پاؤں بھی غسل کرنے کے بعد آخر میں دھوئے جائیں گے لیکن یہ ضروری نہیں بلکہ شروع میں بھی دھوئے جا سکتے ہیں جبکہ بعد میں پاؤں کے آلودہ ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ واللہ أعلم۔ مزید دیکھیے، حدیث: ۲۵۴ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ١٥) - **بَابُ مَسْحِ الْيَدِ بِالْأَرْضِ بَعْدَ غَسْلِ الْفَرْجِ** (التحفة ٢٦٠)

باب: ۱۵- شرم گاہ دھونے کے بعد ہاتھ زمین پر ملنا

٤١٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ، ثُمَّ يَضْرِبُ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَمْسَحُهَا ثُمَّ يَغْسِلُهَا، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يُفْرِغُ عَلَى رَأْسِهِ وَعَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ، ثُمَّ يَتَنَحَّى فَيَغْسِلُ رِجْلَيْهِ.

۴۱۹- نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت میمونہ بنت حارث ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو سب سے پہلے ہاتھ دھوتے، پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور اپنی شرم گاہ دھوتے، پھر اپنا (بایاں) ہاتھ زمین پر مارتے، پھر اسے ملتے، پھر اس کو دھوتے، اس کے بعد اپنا نماز والا وضو فرماتے، پھر اپنے سر اور باقی جسم پر پانی ڈالتے، پھر ایک طرف کو ہو جاتے اور اپنے پاؤں دھوتے۔

فوائد ومسائل: ① اگرچہ استنجا کرنے سے شرم گاہ کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی صاف ہو جاتا ہے مگر چونکہ ہاتھ افضل جزو ہے۔ نماز، قراءتِ قرآن اور کھانے پکانے وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے، لہٰذا اس کی خصوصی صفائی کرنی چاہیے، یعنی اسے مٹی یا صابن وغیرہ سے مل کر اچھی طرح دھویا جائے۔ ② مٹی نجاست کی بو اور چکناہٹ وغیرہ کو ختم کرتی ہے، اس لیے استنجا کے بعد ہاتھ کو مٹی سے ملنا چاہیے۔ آج کل صابن یہی کام کر سکتا ہے۔ مزید دیکھیے، حدیث: ۲۵۴ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ١٦) - **بَابُ الْاِبْتِدَاءِ بِالْوُضُوءِ فِي غُسْلِ الْجَنَابَةِ** (التحفة ٢٦١)

باب: ۱۶- غسل جنابت میں سب سے پہلے وضو کیا جائے

٤١٩_[صحيح] تقدم، ح: ٢٥٤.

٤٢٠- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ ثُمَّ يُخَلِّلُ بِيَدِهِ شَعْرَهُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ.

۴۲۰- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو ہاتھ دھوتے، پھر نماز والا وضو فرماتے، پھر غسل شروع فرماتے، پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو تر کر کے اپنے سر کے بالوں میں پھیرتے حتی کہ جب آپ کو یقین ہو جاتا کہ آپ نے سر کا چمڑا تر کر لیا ہے تو تین دفعہ پانی بہاتے، اس کے بعد باقی جسم دھوتے۔

فوائد ومسائل: ① غسل جنابت کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ پہلے وضو کیا جائے کیونکہ وضو غسل میں داخل ہے، البتہ اگر صرف کلی اور استنشاق کے ساتھ ساتھ سارے جسم پر پانی بہا لیا جائے تو جمہور اہل علم کے نزدیک غسل پھر بھی معتبر ہوگا، گویا غسل میں ترتیب شرط نہیں۔ اسی طرح سر کے بالوں کا خلال بھی مسنون ہی ہے خصوصاً جب بال زیادہ لمبے ہوں۔ اگر سر کا چمڑا اور بال خلال کے بغیر بھی تر ہو جائیں تو غسل معتبر ہوگا۔ اسی طرح آخر میں پاؤں دھونا بھی مسنون ہے۔ ② اس روایت میں بھی وضو سے پہلے استنجا کرنے کا ذکر نہیں ہے، تاہم اس کی وضاحت دوسری روایات سے ہو جاتی ہے۔

(المعجم ١٧) - بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الطُّهُورِ (التحفة ٢٦٢)

باب:۱۷- طہارت (وضو اور غسل) میں دائیں طرف کو ترجیح دینا

٤٢١- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي طُهُورِهِ وَتَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ -

۴۲۱- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ جہاں تک ممکن ہوتا اپنے وضو اور غسل فرمانے، جوتا پہننے، کنگھی کرنے میں دائیں طرف کو پسند فرماتے تھے۔ (شعبہ نے کہا کہ میرے استاد اشعث نے کئی بار یہ حدیث بیان کی) اس نے واسط (شہر) میں (یہ حدیث

٤٢٠ـ أخرجه البخاري، الغسل، باب تخليل الشعر حتى إذا ظن أنه قد أروى بشرته أفاض عليه، ح: ٢٧٢ من حديث عبدالله بن المبارك، ومسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، ح: ٣١٦ من حديث هشام به.

٤٢١ـ [صحيح] تقدم، ح: ١١٢.

وَقَالَ بِوَاسِطٍ - : فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ.

بیان کی تو) کہا: (آپ ﷺ کو) تمام امور میں (دائیں جانب سے ابتدا کرنا پسند تھا)۔

فائدہ: جوتا پہننا اور کنگھی کرنا اگرچہ عبادات میں داخل نہیں مگر نبی ﷺ نے ان میں بھی دائیں جانب کو اختیار کرنا پسند فرمایا۔ بعض لوگ عادات اور عبادات میں فرق کرتے ہیں اور عادات میں اتباع رسول کو صرف مستحسن قرار دیتے ہیں، ضروری نہیں سمجھتے، لیکن محدثین دونوں ہی میں اتباع کو ضروری سمجھتے ہیں، الا یہ کہ وہ عادات صرف خصوصی ماحول کا نتیجہ یا آپ کے خاص مزاج وطبیعت کا حصہ ہوں۔ مزید دیکھیے، حدیث: ۱۱۲ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ١٨) - بَابُ تَرْكِ مَسْحِ الرَّأْسِ فِي الْوُضُوءِ مِنَ الْجَنَابَةِ (التحفة ٢٦٣)

باب:۱۸- غسل جنابت کے وضو میں سر کا مسح چھوڑ دینا

٤٢٢- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللهِ - هُوَ ابْنُ سَمَاعَةَ -: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ عَمْرِو بْنِ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَاتَّسَقَتِ الْأَحَادِيثُ عَلَى هٰذَا يَبْدَأُ فَيُفْرِغُ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ يُدْخِلُ يَدَهُ الْيُمْنَى فِي الْإِنَاءِ فَيَصُبُّ بِهَا عَلَى فَرْجِهِ وَيَدُهُ الْيُسْرَى عَلَى فَرْجِهِ فَيَغْسِلُ مَا هُنَالِكَ حَتَّى يُنْقِيَهُ ثُمَّ يَضَعُ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى التُّرَابِ إِنْ شَاءَ ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى حَتَّى يُنْقِيَهَا، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ ثَلَاثًا

۴۲۲- حضرت عمر ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا...... اور احادیث اس بیان پر متفق ہیں...... (تو آپ نے فرمایا:) ”سب سے پہلے اپنے دائیں ہاتھ پر دو یا تین دفعہ (براہ راست برتن سے) پانی ڈالے، پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر اپنی شرم گاہ پر پانی ڈالے اور بایاں شرم گاہ پر ہو۔ اس سے اس کی آلودگی دھوئے حتی کہ اسے بالکل صاف کر دے، پھر اگر چاہے تو اپنا بایاں ہاتھ مٹی پر ملے، پھر بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اسے اچھی طرح صاف کرلے، پھر دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھوئے اور کلی اور استنشاق کرے اور چہرے اور بازوؤں کو تین دفعہ دھوئے حتی کہ جب سر تک پہنچے تو مسح نہ کرے بلکہ سر پر پانی ڈالے۔“ ایسے ہی اللہ کے رسول ﷺ کا غسل ذکر کیا گیا ہے۔

٤٢٢ـ [إسناده صحيح] انفرد به النسائي.

وَ[يَسْتَنْشِقُ] وَيُمَضْمِضُ وَيَغْسِلُ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا حَتَّى إِذَا بَلَغَ رَأْسَهُ لَمْ يَمْسَحْ وَأَفْرَغَ عَلَيْهِ الْمَاءَ. فَهٰكَذَا كَانَ غُسْلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيمَا ذُكِرَ.

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کو دو صحابی بیان کر رہے ہیں حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، نیز دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی نبی ﷺ کے غسل کی بابت روایات آئی ہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ تمام روایات (ان دو صحابہ سے بھی اور دیگر صحابہ سے بھی) اس بیان پر متفق ہیں کہ نبی ﷺ غسل کی ابتدا استنجا اور وضو سے فرماتے تھے۔ ② اس حدیث کے آخری الفاظ: [فَهٰكَذَا كَانَ غُسْلُ...... الخ] بھی امام نسائی رحمہ اللہ کے ہیں، حدیث کا حصہ نہیں۔ ③ سب سے پہلے دایاں ہاتھ تب دھونا ہے اگر اس پر نجاست لگی ہو یا وہ مشکوک ہو۔ ④ ''اگر چاہے'' گویا مٹی پر ہاتھ ملنا ضرورت کی بنا پر ہے۔ اگر نجاست لیس دار ہو تو لیس دور کرنے کے لیے مٹی پر مل لے ورنہ کوئی ضروری نہیں۔ آج کل صابن مٹی کے قائم مقام ہے۔ ⑤ ''مسح نہ کرے'' کیونکہ سر دھونا ہے تو مسح بے فائدہ ہوگا۔ کسی بھی حدیث میں غسل کے دوران میں صراحتاً مسح کرنے کا ذکر نہیں ہے، البتہ یہ الفاظ ہیں: [تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ] ''آپ علیہ السلام نے نماز والا وضو کیا سوائے اپنے پاؤں کے، یعنی پاؤں نہیں دھوئے۔'' ان الفاظ سے کوئی سمجھ سکتا ہے کہ مسح کرنا چاہیے مگر یہاں استثنا دھوئے جانے والے اعضاء کے لحاظ سے ممکن ہے اور یہی درست ہے۔ اس حدیث میں اس کی صراحت ہے [لَمْ يَمْسَحْ] ''مسح نہ کرے۔'' جبکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ سے دونوں طرح منقول ہے، کبھی مسح کر لیتے اور کبھی چھوڑ دیتے جیسا کہ مذکورہ روایت میں ہے۔ جبکہ مسح کرنے کی تائید بظاہر ان الفاظ سے ہوتی ہے: [تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ] بہرحال غسل جنابت میں پہلے وضو کرتے وقت سر کا مسح کرنا ضروری نہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١٩) - **بَابُ اسْتِبْرَاءِ الْبَشَرَةِ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ** (التحفة ٢٦٤)

باب: ١٩- غسل جنابت میں سارے جسم کا ظاہری چمڑا تر کرنا

٤٢٣- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ

٤٢٣- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو اپنے ہاتھ دھوتے، پھر نماز والا وضو فرماتے، پھر اپنے سر کے بالوں میں انگلیاں تر کر کے داخل کرتے حتی کہ جب

٤٢٣- **[صحيح]** تقدم، ح: ٢٤٨، ٤٢٠، وأخرجه مسلم، ح: ٣١٦ عن علي بن حجر به.

تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُخَلِّلُ رَأْسَهُ بِأَصَابِعِهِ حَتَّى إِذَا خُيِّلَ إِلَيْهِ أَنَّهُ قَدِ اسْتَبْرَأَ الْبَشَرَةَ غَرَفَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ.

سمجھتے کہ آپ نے سر کا چمڑا اچھی طرح تر کر لیا ہے تو اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالتے' پھر سارا جسم دھوتے۔

٤٢٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوِ الْحِلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ ثُمَّ أَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَقَالَ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ.

۴۲۴-حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو اونٹنی کے دودھ والے برتن جیسا کوئی برتن منگواتے۔ پھر اپنی ہتھیلی میں پانی لیتے' پہلے سر کی دائیں جانب ڈال لیتے' پھر بائیں جانب' پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لیتے اور اپنے سر پر ڈالتے۔

(المعجم ٢٠) - بَابُ مَا يَكْفِي الْجُنُبَ مِنْ إِفَاضَةِ الْمَاءِ عَلَى رَأْسِهِ (التحفة ٢٦٥)

باب:۲۰-جنبی کے لیے اپنے سر پر کتنا پانی بہانا کافی ہے

٤٢٥- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ ح: وَأَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يُحَدِّثُ عَنْ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ذُكِرَ عِنْدَهُ الْغُسْلُ فَقَالَ: «أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا» لَفْظُ سُوَيْدٍ.

۴۲۵-حضرت جبیر بن مطعم ﷜ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس غسل کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''میں تو اپنے سر پر تین دفعہ پانی ڈالتا ہوں۔'' یہ سوید کے لفظ ہیں۔

٤٢٤ـ أخرجه البخاري، الغسل، باب من بدأ بالحلاب أو الطيب عند الغسل، ح: ٢٥٨، ومسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، ح: ٣١٨ عن محمد بن المثنى به.

٤٢٥ـ [صحيح] تقدم، ح: ٢٥١.

فوائد ومسائل: ① اس روایت میں امام نسائی رحمہ اللہ کے دو استاد ہیں عبداللہ بن سعید اور سوید بن نصر۔ امام صاحب صراحت فرما رہے ہیں کہ مذکورہ الفاظ حدیث استاد سوید کے بیان کردہ ہیں۔ ② سر کو اہتمام سے دھونا چاہیے اسی لیے اس میں تین دفعہ دھونے کی مشروعیت ہے۔ اس تعداد سے سر کی جلد اچھی طرح تر ہو جاتی ہے۔ اس سے زائد دفعہ دھونا ممنوع ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا باب سے یہی مقصد معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٢٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُخَوَّلٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ أَفْرَغَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا.

۴۲۶- حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل فرماتے تو سر پر تین دفعہ پانی ڈالتے۔

(المعجم ٢١) - بَابُ الْعَمَلِ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْحَيْضِ (التحفة ٢٦٦)

باب:۲۱- حیض کے بعد غسل کا طریقہ

٤٢٧- أَخْبَرَنَا [الْحَسَنُ] بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ أَغْتَسِلُ عِنْدَ الطُّهُورِ؟ قَالَ: «خُذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِي بِهَا». قَالَتْ: كَيْفَ أَتَوَضَّأُ بِهَا؟ قَالَ: «تَوَضَّئِي بِهَا» قَالَتْ: كَيْفَ أَتَوَضَّأُ بِهَا؟ قَالَتْ: ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سَبَّحَ وَأَعْرَضَ عَنْهَا فَفَطِنَتْ عَائِشَةُ لِمَا يُرِيدُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَتْ: فَأَخَذْتُهَا وَجَبَذْتُهَا إِلَيَّ فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيدُ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

۴۲۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حیض سے پاک ہونے کے بعد کیسے غسل کروں؟ آپ نے فرمایا: ''روئی کا کستوری لگا ہوا ٹکڑا لے لو اور اس سے صفائی کرو۔'' اس نے کہا: کیسے کروں؟ آپ نے فرمایا: ''اس سے صفائی کرلو۔'' اس نے کہا: کیسے کروں؟ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے (تعجب اور شرماتے ہوئے) فرمایا: ''سبحان اللہ!'' اور منہ ایک طرف کرلیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کا مقصد سمجھ گئیں۔ وہ کہتی ہیں: چنانچہ میں نے اسے پکڑا اور اپنی طرف کھینچا۔ اور اسے رسول اللہ ﷺ کا مقصد سمجھایا۔

٤٢٦_ أخرجه البخاري، الغسل، باب من أفاض على رأسه ثلاثًا، ح: ٢٥٥ من حديث شعبة، ومسلم، الحيض، باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثًا، ح: ٣٢٩ من حديث أبي جعفر محمد بن علي به.

٤٢٧_ [صحيح] تقدم، ح: ٢٥٢.

فائدہ: نبی ﷺ نے اسے غسل کی پوری کیفیت بتائی تھی جیسا کہ دوسری روایات میں صراحت ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الحيض، حديث:٣١٤، وصحيح مسلم، الحيض، حديث:٣٣٢) یہاں راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ صرف غسل حیض کی ایک خصوصیت بیان کی ہے۔ اور وہ ہے حیض کی جگہ خوشبو لگانا تاکہ بدبو کا ازالہ ہو سکے۔ مزید دیکھیے، حدیث:٢٥٢ اور اس کا فائدہ۔

(المعجم ٢٢) - بَابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَاحِدَةً (التحفة ٢٦٧)

باب:٢٢- غسل میں ایک دفعہ پانی بہانا

٤٢٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: اِغْتَسَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَدَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوِ الْحَائِطِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ وَسَائِرِ جَسَدِهِ.

٤٢٨- نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت میمونہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے غسل جنابت فرمایا، چنانچہ آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا اور اپنا ہاتھ زمین یا دیوار پر ملا، پھر نماز والا وضو فرمایا، پھر اپنے سر اور باقی جسم پر پانی بہایا۔

فائدہ: غسل جنابت میں شرط یہ ہے کہ جسم کا کوئی حصہ خشک نہ رہے، خواہ پانی جسم پر ایک دفعہ ڈالا جائے یا زیادہ دفعہ۔

(المعجم ٢٣) - بَابُ اغْتِسَالِ النُّفَسَاءِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ (التحفة ٢٦٨)

باب:٢٣- احرام باندھتے وقت نفاس والی خواتین کا غسل کرنا

٤٢٩- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - [قَالَ]: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ

٤٢٩- محمد بن علی باقر کہتے ہیں کہ ہم جابر بن عبداللہ ؓ کے پاس گئے اور ان سے حجۃ الوداع کے بارے میں پوچھا، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نکلے تو ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی تھے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ نکلے۔ جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت

٤٢٨- [صحيح] تقدم، ح: ٢٥٤.

٤٢٩- [إسناده صحيح] تقدم، ح: ٢٩٢.

حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ كَيْفَ أَصْنَعُ؟ فَقَالَ: «اِغْتَسِلِي ثُمَّ اسْتَثْفِرِي ثُمَّ أَهِلِّي».

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر کو جنم دیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھجوایا کہ میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ”غسل کر کے لنگوٹ باندھ لو‘ پھر احرام باندھ لو۔“

فوائد ومسائل: ① نفاس والی عورت کا احرام کے موقع پر غسل صرف جسمانی صفائی یا احرام کی اہمیت کے لیے ہے‘ نہ کہ پاکیزگی کے لیے کیونکہ وہ غسل تو نفاس (خون) ختم ہونے کے بعد ہوگا۔ ② لنگوٹ باندھنا اس لیے ہے تاکہ خون کپڑوں اور جسم کو خراب نہ کرے۔ مزید دیکھیے‘ حدیث: ۲۹۲ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٢٤) - **بَابُ تَرْكِ الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ** (التحفة ٢٦٩)

باب: ۲۴- غسل کے بعد وضو کی ضرورت نہیں

٤٣٠- **أَخْبَرَنَا** أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا أَبِي [قَالَ]: حَدَّثَنَا حَسَنٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ح: وَأَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ.

۴۳۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

فائدہ: چونکہ مسنون غسل کی ابتدا ہی وضو سے ہوتی ہے‘ لہٰذا بعد میں وضو کی ضرورت نہیں‘ بشرطیکہ وضو کرنے کے بعد غسل کے دوران میں شرم گاہ کو ہاتھ نہ لگا ہو۔ اگر غسل مسنون نہ ہو‘ یعنی وضو کے بغیر کیا گیا ہو تو بعد میں وضو کرنا ہوگا۔ مزید دیکھیے‘ حدیث: ۲۵۳ اور اس کا فائدہ۔

(المعجم ٢٥) - **بَابُ الطَّوَافِ عَلَى النِّسَاءِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ** (التحفة ٢٧٠)

باب: ۲۵- تمام بیویوں کے پاس جانے کے بعد ایک ہی غسل کرنا

٤٣٠- [حسن] تقدم، ح: ٢٥٣.

٤٣١- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ بِشْرٍ - وَهُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ -: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَيَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيبًا.

۴۳۱-حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کو خوشبو لگاتی تھی' پھر آپ اپنی سب بیویوں کے پاس جاتے' پھر (غسل کر کے) احرام باندھتے اور آپ سے خوشبو کی مہک آ رہی ہوتی تھی۔

فائدہ: دیگر روایات میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ آخر میں ایک ہی غسل فرماتے تھے۔ امام نسائی ؒ کا استدلال اس طرح ہے کہ اگر ہر جماع کے بعد غسل فرماتے تو خوشبو کا اثر کلیتاً زائل ہو جاتا اور مہک نہ آتی' نیز یہ کہ ہر بیوی سے جماع کے بعد غسل کرنا ضروری نہیں' تمام سے فراغت کے بعد صرف ایک ہی غسل کفایت کر سکتا ہے۔ مزید دیکھیے' حدیث: ۴۱۷ اور اس کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٢٦) - **بَابُ التَّيَمُّمِ بِالصَّعِيدِ** (التحفة ٢٧١)

باب:۲۶-مٹی سے تیمّم کرنا

٤٣٢- أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيْنَمَا أَدْرَكَ الرَّجُلَ مِنْ أُمَّتِي الصَّلَاةُ يُصَلِّي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَلَمْ يُعْطَ نَبِيٌّ قَبْلِي، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً».

۴۳۲-حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب عطا فرمایا گیا' اور میرے لیے زمین کو نماز کی جگہ اور ذریعہ طہارت بنایا گیا' لہٰذا میری امت کے آدمی کو جہاں بھی نماز پالے' وہ پڑھ لے' اور مجھے شفاعت عامہ دی گئی جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی' اور مجھے سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جب کہ دوسرے نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔''

٤٣١- [صحيح] تقدم، ح: ٤١٧.

٤٣٢- أخرجه البخاري، التيمم، باب(١)، ح: ٣٣٥، ومسلم، المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، ح: ٥٢١/ ٣ من حديث هشيم به.

فوائد و مسائل: ① مٹی سے تیمّم کی پوری بحث کے لیے کتاب الغسل والتیمم کا ابتدائیہ ملاحظہ فرمائیں۔ ② ''ایک ماہ کی مسافت تک رعب'' سے مراد آپ کے تمام دشمنوں پر رعب ہے کہ وہ آپ سے ایک مہینے کی مسافت پر رہتے ہوئے مرعوب ہو جائیں گے' یہی خصوصیت آپ کی امت کو دی گئی ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے پابند ہوں۔ ③ تمام زمین نماز گاہ بنا دی گئی ہے سوائے ان مقامات کے جن کو نجاست یا بعض دیگر وجوہ کی بنا پر مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ بعض احادیث میں صراحتاً ان کا ذکر آیا ہے۔ ④ شفاعت سے مراد شفاعت کبریٰ ہے جو تمام امتوں کے لیے آپ فرمائیں گے جسے ''مقام محمود'' سے بیان کیا گیا ہے ورنہ شفاعت تو دوسرے بھی کریں گے۔

(المعجم ٢٧) - **بَابُ التَّيَمُّمِ لِمَنْ يَجِدُ الْمَاءَ بَعْدَ الصَّلَاةِ** (التحفة ٢٧٢)

باب: ۲۷- تیمّم کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کے بعد پانی مل جائے تو؟

٤٣٣- أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ نَافِعٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ رَجُلَيْنِ تَيَمَّمَا وَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا مَاءً فِي الْوَقْتِ فَتَوَضَّأَ أَحَدُهُمَا وَعَادَ لِصَلَاتِهِ مَا كَانَ فِي الْوَقْتِ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ فَسَأَلَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ: «أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ». وَقَالَ لِلْآخَرِ: «أَمَّا أَنْتَ فَلَكَ مِثْلُ سَهْمِ جَمْعٍ».

۴۳۳- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ دو آدمیوں نے تیمّم سے نماز پڑھی مگر ابھی نماز کا وقت باقی تھا کہ پانی مل گیا۔ ان میں سے ایک نے وضو کیا اور وقت کے اندر ہی دوبارہ نماز پڑھ لی۔ دوسرے نے دوبارہ نہ پڑھی۔ پھر انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے اس آدمی کو جس نے نماز نہیں دہرائی تھی' فرمایا: ''تو نے سنت کے مطابق کیا ہے۔ تیری پہلی نماز ہی تیرے لیے کافی ہے۔'' اور دوسرے آدمی سے فرمایا: ''تجھے دہرا ثواب ملے گا۔''

فوائد و مسائل: ① اصل قاعدہ یہی ہے کہ تیمّم پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو کی طرح ہے' لہٰذا نماز دہرانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اس شخص کا اجتہاد صحیح تھا تبھی اسے ''سنت'' فرمایا اور دوسرے شخص کا اجتہاد اگرچہ صحیح نہیں مگر چونکہ نیت نیک ہے' مشقت بھی زیادہ اٹھائی ہے اور عمل صالح بھی دو مرتبہ کیا ہے' لہٰذا وہ ثواب کا حق دار بنا۔ لیکن اب دہرانے کی اجازت نہیں کیونکہ مسئلہ واضح ہو چکا ہے اور سنت متعین ہو چکی ہے۔ اب اجتہاد کی

٤٣٣- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المتيمم يجد الماء بعد ما يصلي في الوقت، ح: ٣٣٨ من حديث عبدالله بن نافع به، وصححه الحاكم على شرط الشيخين: ١/ ١٧٨، ووافقه الذهبي.

ضرورت ہے نہ اجازت۔ اور ایک فرض نماز دو دفعہ فرض کی نیت سے پڑھنا ممنوع ہے۔ ② [سَهُمُ جَمْعٍ] کے معنی ہیں: دہرا ثواب، یعنی پہلی نماز کا بھی اور دوسری کا بھی۔ بعض حضرات نے اس کے معنی لشکر کا حصہ، یعنی ''غنیمت'' کیے ہیں۔

٤٣٤- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِيرَةُ وَغَيْرُهُ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ: أَنَّ رَجُلَيْنِ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

۴۳۴- عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ دو آدمی......اور ساری حدیث بیان کی۔

فائدہ: سابقہ حدیث اور اس حدیث میں فرق یہ ہے کہ سابقہ حدیث میں حضرت عطاء حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بیان کر رہے ہیں جب کہ اس حدیث میں ان کا اپنا بیان ہے، حضرت ابوسعید کا ذکر نہیں۔

٤٣٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنَّ مُخَارِقًا أَخْبَرَهُمْ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يُصَلِّ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: «أَصَبْتَ». فَأَجْنَبَ رَجُلٌ آخَرُ فَتَيَمَّمَ وَصَلَّى فَأَتَاهُ فَقَالَ نَحْوًا مِمَّا قَالَ لِلْآخَرِ - يَعْنِي «أَصَبْتَ».

۴۳۵- حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ ایک آدمی جنبی ہو گیا۔ (اسے پانی نہ ملا) تو اس نے نماز نہ پڑھی، پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''تو نے ٹھیک کیا۔'' ایک اور آدمی جنبی ہوا۔ (اسے پانی نہ ملا) تو اس نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی اور نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے اسے بھی وہی الفاظ کہے جو دوسرے سے کہے تھے، یعنی ''تو نے ٹھیک کیا۔''

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے، حدیث: ۳۲۵ اور اس کا فائدہ۔

(المعجم ٢٨) - بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَذْيِ (التحفة ٢٧٣)

باب:۲۸- مذی آنے سے وضو کرنا

٤٣٦- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ:

۴۳۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ

٤٣٤_[إسناده حسن] انظر الحديث السابق.

٤٣٥_[إسناده صحيح] تقدم، ح: ٣٢٥.

٤٣٦_[صحيح] انظر، ح: ٤٣٨.

حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تَذَاكَرَ عَلِيٌّ وَالْمِقْدَادُ وَعَمَّارٌ فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنِّي امْرُؤٌ مَذَّاءٌ وَإِنِّي أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ مِنِّي فَيَسْأَلُهُ أَحَدُكُمَا، فَذَكَرَ لِي: أَنَّ أَحَدَهُمَا - وَنَسِيتُهُ - سَأَلَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «ذَاكَ الْمَذْيُ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَغْسِلْ ذٰلِكَ مِنْهُ وَلْيَتَوَضَّأْ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ أَوْ كَوُضُوئِهِ لِلصَّلَاةِ».

حضرت علی' حضرت مقداد اور حضرت عمار ؓ آپس میں باتیں کر رہے تھے تو حضرت علی ؓ نے کہا: تحقیق مجھے مذی بہت آتی ہے اور مجھے یہ مسئلہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں ہے' اس لیے تم میں سے کوئی آپ سے (یہ مسئلہ) پوچھے۔ (عطاء نے کہا:) ابن عباس نے مجھے بتایا کہ ان دونوں میں سے کسی نے آپ سے پوچھا...... میں اس کا نام بھول گیا...... چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مذی کو پائے تو اسے اپنے جسم (شرمگاہ وغیرہ) سے دھو دے اور نماز والا وضو کرے۔''

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے' احادیث: ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۷ اور ان کے فوائد ومسائل۔

......اَلْاِخْتِلَافُ عَلٰى سُلَيْمَانَ — سلیمان پر اختلاف کا بیان

وضاحت: درج ذیل دو احادیث میں حضرت سلیمان اعمش کے شاگرد' سلیمان سے اوپر والی سند مختلف بیان کرتے ہیں۔ پہلی حدیث میں سلیمان کے استاد حبیب بن ابی ثابت ہیں اور دوسری حدیث میں ان کے استاد منذر ہیں۔ اس سے اوپر بھی سند مختلف ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ روایت مضطرب ہے یا کوئی ایک سند غلط ہے' بلکہ دونوں درست ہیں۔ صرف راویوں کا اختلاف بیان کرنا مقصود ہے' حدیث میں طعن کرنا مراد نہیں۔ واللہ أعلم.

٤٣٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَلِيٍّ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ رَجُلًا

۴۳۷- حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بہت مذی والا آدمی تھا۔ میں نے ایک آدمی سے کہا تو اس نے نبی ﷺ سے پوچھا' چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اس میں وضو ہے۔''

٤٣٧_[صحيح] انظر الحديث الآتي.

فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «فِيهِ الْوُضُوءُ».

٤٣٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ مُنْذِرًا عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: اِسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَذْيِ مِنْ أَجْلِ فَاطِمَةَ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: «فِيهِ الْوُضُوءُ».

۴۳۸- حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے مذی کے بارے میں پوچھتے ہوئے شرم آتی تھی۔ تو میں نے مقداد سے کہا' انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اس میں وضو ہے۔''

...... اَلْاِخْتِلَافُ عَلٰى بُكَيْرٍ

بکیر پر اختلاف کا بیان

وضاحت: درج ذیل تین روایات ایک ہی حدیث کی مختلف سندیں ہیں۔ پہلی دو روایات میں بکیر سے اوپر والی سند مختلف ہے۔ پہلی روایت میں بکیر کے استاد سلیمان بن یسار ہیں جو حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں۔ دوسری روایت میں حضرت بکیر کے استاد تو سلیمان بن یسار ہیں مگر وہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے کے بغیر بیان کرتے ہیں۔ تیسری روایت میں سلیمان بن یسار حضرت مقداد بن اسود سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ تیسری روایت میں بکیر کا ذکر نہیں ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ اسے صرف تائید کے لیے لائے ہیں۔ ان روایات میں ایک اور اختلاف ہے' پہلی اور تیسری روایت میں [نضح] کا ذکر ہے جب کہ دوسری روایت میں [غَسل] کا ذکر ہے۔ امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مخرمہ بن بکیر نے اپنے والد بکیر سے کوئی حدیث نہیں سنی' گویا یہ روایت منقطع ہے' البتہ بہت سے محدثین اس روایت کو متصل سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مخرمہ کا ان کے والد سے سماع صحیح ہے۔ خیر جو بھی صورت ہو متن صحیح ہے کیونکہ وہ متصل اور صحیح سند سے بھی مروی ہے۔ مقصود اسانید کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ اس سے ضعف لازم نہیں آتا۔ واللہ أعلم.

٤٣٩- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى عَنِ ابْنِ وَهْبٍ وَذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا: أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ

۴۳۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا کہ وہ

٤٣٨- أخرجه مسلم، الحيض، باب المذي، ح: ٣٠٣/ ١٨ من حديث خالد بن الحارث به.

٤٣٩- أخرجه مسلم، ح: ٣٠٣/ ١٩ عن أحمد بن عيسى به، انظر الحديث السابق. * مخرمة روى من كتاب أبيه إما اجازةً أو وجادةً أو غيرهما فيحتج به.

ابْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: أَرْسَلْتُ الْمِقْدَادَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَسْأَلُهُ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ: «تَوَضَّأْ وَانْضَحْ فَرْجَكَ».

آپ سے مذی کے بارے میں پوچھیں (انھوں نے پوچھا تو) آپ نے فرمایا: ''وضو کرو اور شرم گاہ کو دھو لو۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: مَخْرَمَةُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئًا.

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) ؒ بیان کرتے ہیں کہ مخرمہ نے اپنے والد (بکیر) سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

٤٤٠- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: أَرْسَلَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الْمِقْدَادَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَسْأَلُهُ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْمَذْيَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَغْسِلُ ذَكَرَهُ ثُمَّ لْيَتَوَضَّأْ».

۴۴۰- حضرت سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے حضرت مقداد ؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا کہ وہ آپ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھیں جو مذی پاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اپنا ذکر (عضو خاص) دھولے پھر وضو کرے۔''

٤٤١- أَخْبَرَنَا عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قُرِئَ عَلَى مَالِكٍ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَمَرَهُ أَنْ يَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ إِذَا دَنَا مِنَ الْمَرْأَةِ فَخَرَجَ مِنْهُ الْمَذْيُ فَإِنَّ عِنْدِي ابْنَتَهُ وَأَنَا أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَهُ فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: «إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَنْضَحْ فَرْجَهُ

۴۴۱- حضرت مقداد بن اسود ؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے انھیں حکم دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی کے بارے میں سوال کریں کہ جب وہ اپنی بیوی کے قریب جاتا ہے تو اس سے مذی نکلتی ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی میرے نکاح میں ہے، اس لیے مجھے خود آپ سے پوچھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی یہ صورت پائے تو وہ اپنی شرم گاہ دھوئے

٤٤٠ـ [صحيح] انظر الحديث السابق.
٤٤١ـ [صحيح] تقدم، ح: ١٥٦.

[وَلْيَتَوَضَّأْ] وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ».

اور نماز والا وضو کرے۔‘‘

فائدہ: مندرجہ بالا احادیث سمجھنے کے لیے دیکھیے فوائد احادیث: ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۷۔

(المعجم ٢٩) - بَابُ الْأَمْرِ بِالْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ (التحفة ٢٧٤)

باب: ۲۹- نیند کی وجہ سے وضو کرنے کا حکم

٤٤٢- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يُفْرِغَ عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ».

۴۴۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی رات کو نیند سے اٹھے تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے حتی کہ اس پر دو تین دفعہ پانی ڈال لے کیونکہ تم میں سے کسی کو علم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے (معلوم نہیں کہاں کہاں لگتا رہا ہے)۔‘‘

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے‘ حدیث: ۱۶۱، ۱۶۲ اور ان کے فوائد ومسائل۔

٤٤٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى ثُمَّ اضْطَجَعَ وَرَقَدَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. مُخْتَصَرٌ.

۴۴۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا‘ پھر نماز پڑھتے رہے‘ پھر لیٹ کر سو گئے۔ مؤذن آپ کے پاس آیا۔ آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔ یہ روایت مختصر ہے۔

٤٤٢ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء: إذا استيقظ أحدكم من منامه . . . الخ، ح: ٢٤، وابن ماجه، الطهارة، باب الرجل يستيقظ من منامه . . . الخ، ح: ٣٩٣ من حديث الأوزاعي به، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وأخرجه مسلم، ح: ٢٧٨ من حديث الزهري به.

٤٤٣ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب: إذا قام الرجل عن يسار الإمام . . . الخ، ح: ٧٢٦ عن قتيبة، ومسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ٧٦٣/ ١٨٦ من حديث عمرو بن دينار به.

فوائد ومسائل: ① امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو وہ آگے پیچھے کی بجائے برابر کھڑے ہوں گے۔ امام بائیں طرف، مقتدی دائیں طرف۔ ② لیٹ کر سونا اور پھر وضو نہ کرنا آپ کا خاصہ ہے کیونکہ آپ کا دل اس حالت میں بھی جاگتا رہتا تھا۔ آپ نے خود فرمایا ہے: ''میری آنکھیں سوتی ہیں، دل (دماغ) جاگتا رہتا ہے۔'' (صحيح البخاري، التهجد، حديث:١١٤٧، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث:٧٣٨) ہماری یہ کیفیت نہیں ہے، لہٰذا ہمیں ایسی صورت میں وضو کرنا ہوگا۔ مذکورہ روایت یہاں سنن نسائی میں تو مختصر ہے لیکن صحیحین، یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تفصیلاً موجود ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الوضوء، حديث:١٣٨، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث:٧٦٣)

٤٤٤- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْصَرِفْ وَلْيَرْقُدْ».

۴۴۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو وہ نماز چھوڑ دے اور سو جائے۔''

فائدہ: اس مسئلے میں تھوڑی سی تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر نیند کا غلبہ ہے اور نماز پڑھنے والے کو کسی چیز کا شعور نہیں کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور کیا نہیں پڑھ رہا تو ایسی صورت میں نماز بالکل چھوڑ دے۔ جب نیند کا غلبہ ختم ہو اور اس کا شعور بحال ہو تو اس وقت وضو کرے اور نماز پڑھے کیونکہ ایسی نیند جو شعور کو ختم کر دے، وہ ناقض وضو ہوتی ہے، یعنی اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں منقول حدیث سے اسی مفہوم کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الوضوء، حديث:٢١٢، ٢١٣) لیکن اگر نیند کا غلبہ نہیں بلکہ شعور بحال ہے، بس ویسے ہی ہلکی پھلکی اونگھ کی کیفیت طاری ہے تو اس صورت میں نماز کو مختصر کر کے مکمل کر لے، نماز کو چھوڑے نہیں کیونکہ نمازی کے حواس بحال ہیں اور شعور بھی۔ ایسی صورت میں نماز میں اختصار کر لے۔ ان شاء اللہ نماز درست ہو گی۔ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی یہی صورت راجح معلوم ہوتی ہے۔ والله أعلم.

(المعجم ٣٠) - **بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ** (التحفة ٢٧٥)

باب: ۳۰- عضو مخصوص کو ہاتھ لگانے سے وضو کرنا

٤٤٤ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء من النوم ومن لم ير من النعسة . . . الخ، ح:٢١٣ من حديث أيوب به.

٤٤٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ - يَعْنِي ابْنَ أَبِي بَكْرٍ - قَالَ: عَلَى أَثَرِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَلَمْ أُتْقِنْهُ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ بُسْرَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

۴۴۵- حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے تو چاہیے کہ وہ وضو کرے۔''

٤٤٦- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَفْضٰى أَحَدُكُمْ بِيَدِهِ إِلٰى فَرْجِهِ فَلْيَتَوَضَّأْ».

۴۴۶- حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اپنی شرم گاہ کو لگائے تو وضو کرے۔''

٤٤٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ أَنَّهُ قَالَ: اَلْوُضُوءُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ مَرْوَانُ: أَخْبَرَتْنِيهِ بُسْرَةُ بِنْتُ صَفْوَانَ فَأَرْسَلَ عُرْوَةُ قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا يُتَوَضَّأُ مِنْهُ، فَقَالَ: «مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ».

۴۴۷- حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ مروان بن حکم نے کہا: عضو مخصوص چھونے سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔ مروان نے کہا: مجھے یہ بات بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے بتائی۔ عروہ نے ان (بسرہ) کو پیغام بھیجا تو انھوں نے فرمایا: ایک دفعہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا جن سے وضو واجب ہوتا ہے، تو آپ نے فرمایا: ''عضو کو چھونے سے بھی۔''

٤٤٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ

۴۴۸- حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے منقول

٤٤٥_ [صحيح] تقدم، ح: ١٦٣.

٤٤٦_ [صحيح] تقدم، ح: ١٦٣.

٤٤٧_ [صحيح] تقدم، ح: ١٦٣.

٤٤٨_ [صحيح] تقدم، ح: ١٦٣.

قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلَا يُصَلِّي حَتَّى يَتَوَضَّأَ».

ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اپنے عضو کو ہاتھ لگائے تو وہ وضو کیے بغیر نماز نہ پڑھے۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ هٰذَا الْحَدِيثَ.

امام ابو عبدالرحمٰن (نسائی) ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہشام بن عروہ نے یہ حدیث اپنے باپ (حضرت عروہ) سے نہیں سنی۔

آخِرُ كِتَابِ الْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ مِنَ الْمُجْتَبٰى.

فوائد و مسائل: ① صرف یہ حدیث نہیں سنی ورنہ ہشام کا سماع حضرت عروہ سے معروف ہے۔ اس حدیث میں [أَخْبَرَنِي أَبِي] کے الفاظ کسی راوی کا وہم ہے۔ اس وہم پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔ ② اس مسئلے کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے' حدیث: ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵ اور ان کے فوائد و مسائل۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کپڑے کے بغیر اگر عضو مخصوص کو ہاتھ لگے تو وضو ٹوٹ جائے گا' ورنہ نہیں۔ واللہ أعلم.

نماز، اور اس کی فرضیت واہمیت اور فضیلت

امام نسائی رحمہ اللہ طہارت اور اس سے متعلق دیگر احکام ومسائل بیان کرنے کے بعد ایسی عبادت سے متعلق احکام ومسائل بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے پہلے طہارت شرط ہے۔ اور وہ عبادت نماز ہے جس کی بابت احادیث میں مروی ہے کہ دین اسلام میں شہادتین کے اقرار کے بعد نماز دین کا اہم ترین رکن ہے اور حقوق اللہ میں سے اسی کا سب سے پہلے حساب ہوگا۔ ذیل میں اسی عبادت کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور اس کی فرضیت واہمیت اور فضیلت کو احادیث کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے تاکہ قارئین احکام ومسائل جاننے اور پڑھنے سے قبل اس کی اہمیت اور فضیلت بھی جان لیں۔

صلاۃ (نماز) کے لغوی معنی ''دعا'' کے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ﴾ (التوبۃ۹:۱۰۳) ''ان کے لیے آپ دعا کریں، یقیناً آپ کی دعا ان کے لیے باعث تسکین ہے۔'' چونکہ یہ عبادت (نماز) دعا پر مشتمل ہے، اس لیے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ (سبل السلام:۱/۱۹۳)

شرعی اصطلاح میں نماز چند اقوال وافعال کا نام ہے جن کا آغاز چند مخصوص شرائط کے ساتھ تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے اور اختتام سلام پر۔ دیکھیے: (الفقه على المذاهب الأربعة، ص:۱۰۳، طبع جديد

دار ابن الهيثم)

توحید و رسالت کے اقرار کے بعد ایک بالغ مسلمان مرد و عورت پانچ وقت اقامت صلاۃ کا پابند ہے' نیز نماز ارکان خمسہ میں سے اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے' لہٰذا جو شخص جانتے بوجھتے اس کی فرضیت کا منکر ہو' وہ بالاتفاق دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا۔ نماز مومن کی ایک اہم پہچان ہے۔ یہ برائی' اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ اس کی مداومت و محافظت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاح و فوز کا وعدہ ہے۔ بلوغت سے تادم حیات انسان اس کا پابند ہے۔ عذر کی صورت میں کیفیتِ ادا میں تو اس کی تخفیف ہے لیکن معافی قطعاً نہیں۔ اس کا مقصد اعظم تو یادِ الٰہی ہے لیکن عاجزی و درماندگی کے اظہار کے لیے اللہ کے سامنے یہ ایک عمدہ صورت ہے۔ یہ نفس کا سکون اور روح کی غذا ہے۔ ہم و غم اور دکھ درد کا کامیاب علاج ہے۔ مردہ دلوں کی مایوسی اور ویرانی کے لیے آبِ حیات ہے۔ براہ راست رب العالمین سے مناجات کا ذریعہ اور مومن کی معراج ہے۔ بے صبری میں نسخۂ کیمیا اور مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ [جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ]

بہر حال قرآن کریم کی بیسیوں آیات میں نماز کا حکم اس کی اہمیت کے لیے کافی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں اس کے احکام و اوامر اس کی اہمیت و وقعت کو چار چاند لگا دیتے ہیں' لہٰذا تارک صلاۃ یا اس کے حق میں سستی برتنے والے کے لیے بالکل گنجائش کا کوئی راستہ نہیں نکلتا۔ یاد رہے! نماز کی ادائیگی کے لیے ''اقامت'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اپنے اندر وسیع تر مفہوم رکھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نماز اپنی حدود و قیود' فرائض و واجبات' شرائط اور مسنون طریقے کے مطابق ادا کی جائے تب مذکورہ بالا فوائد کا حصول ممکن اور اقامتِ صلاۃ کا اہتمام ہو سکتا ہے وگرنہ مرضی یا وقت گزاری کی نماز عنداللہ شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے: [مَنْ أَحْسَنَ وُضُوءَ هُنَّ وَ صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَ أَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَ سُجُودَ هُنَّ وَ خُشُوعَهُنَّ، كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ أَنْ يَّغْفِرَلَهُ، وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ' فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ' إِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُ وَ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ] ''جس شخص نے عمدہ طریقے سے ان (نمازوں) کا وضو کیا' بروقت ان کی ادائیگی کی اور ان کے رکوع و سجود اور خشوع کو مکمل طور پر بجا لایا تو اس

کے حق میں اللہ کا وعدہ اور ذمہ ہے کہ وہ اسے بخش دے گا۔ اور جس نے (اس طرح) بجا آوری نہ کی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ذمہ نہیں' چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے تو اسے عذاب دے۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:۴۲۵' وانظر صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني' حديث: ۴۵۲) یہی وجہ ہے کہ نماز کی ادائیگی میں ان امور کا خیال نہ کرنے والے کے اجر وثواب میں کمی ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے: ''(جب) بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے حق میں نماز کے دسویں حصے' نویں' آٹھویں' ساتویں' چھٹے' پانچویں' چوتھے' تیسرے یا آدھے حصے کا (ثواب) لکھا جاتا ہے۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:۷۹۶' و صفة صلاة النبي (مفصل) للألباني:۱/۱۵) اور اگر کوئی جلد بازی کا ثبوت دے اور نماز کے ارکان وواجبات کا خیال نہ رکھے تو بعید نہیں کہ اللہ کے حضور اس کی یہ نماز قبول نہ ہو جیسا کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک ''مسيئی الصلاۃ'' کو دو تین دفعہ نماز پڑھنے کے باوجود فرمایا: ''تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث:۷۵۷) اسلام میں نماز کی اس قدر اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بچہ سات برس کا ہو تو اسے نماز کا حکم دو' اگر دس برس کا ہو جائے (اور نماز میں سستی کا مرتکب ہو) تو اسے سزا دو۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:۴۹۴)

نماز کی اہمیت وفضیلت سے متعلق کچھ دیگر احادیث بطور دلیل وحجت کے حاضر خدمت ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھا: ''مجھے بتاؤ اگر تم میں سے کسی ایک کے گھر کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ نہائے' کیا اس کے بدن پر میل کچیل باقی رہ جائے گا؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: نہیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ نمازوں کی مثال ایسے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔'' (صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' حديث:۵۲۸' وصحيح مسلم' المساجد' حديث:۶۶۷) نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(گناہوں کی وجہ سے) تم جلتے ہو' جھلستے ہو۔ جب تم صبح کی نماز پڑھتے ہو تو یہ گناہوں کو دھو ڈالتی ہے' پھر تم جھلستے ہی رہتے ہو یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھتے ہو تو یہ خطاؤں کو دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم (گناہوں کی آگ میں) جلتے جھلستے ہو اور جب عصر کی نماز پڑھ لیتے ہو تو یہ انھیں دھو دیتی ہے...... پھر (خطاؤں کی تپش سے) جلتے ہو حتی کہ تم عشاء کی نماز پڑھتے ہو تو یہ نماز

ان (گناہوں) کو دھو ڈالتی ہے' پھر تم سو جاتے ہو اور تمھارا کچھ بھی نہیں لکھا جاتا یہاں تک کہ تم بیدار ہو جاؤ۔'' (المعجم الكبير للطبراني' حديث:۸۷۳۹ موقوفاً' والأوسط له' حديث: ۲۲۲۴ وصحيح الترغيب والترهيب' حديث:۳۵۷) نیز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر نماز کے وقت منادی کرتا ہے: اے بنی نوع انسان! تم نے جو آگ بھڑکائی ہے اسے بجھانے کے لیے اٹھو' یعنی نماز پڑھو۔'' (المعجم الأوسط للطبراني' حديث: ۹۴۵۲' وانظر صحيح الترغيب والترهيب' حديث:۳۵۸) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب بندۂ مسلمان نماز پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس کے سر پر بلند ہوتی ہیں' جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے تو اس سے گرتی جاتی ہیں' بالآخر جب وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کی لغزشیں گر (معاف ہو) چکی ہوتی ہیں۔'' (المعجم الكبير للطبراني' حديث:۶۱۲۵' وانظر سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني' حديث:۳۴۰۲) ترک صلاۃ یا اس میں کمی کوتاہی یا سستی کفریہ وتیرہ اور منافقانہ روش ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بندے اور کفر وشرک کے درمیان حد امتیاز ترک صلاۃ کو قرار دیا ہے۔ (صحيح مسلم' الإيمان' حديث: ۸۲) امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب زخمی تھے' انھوں نے نماز ادا کی اور فرمایا: ''جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔'' (الموطأ للإمام مالك' الطهارة' باب العمل فيمن غلبه الدم' حديث:۵۱)

یہ تو تھی نماز کی فرضیت اور اہمیت وفضیلت جبکہ نماز کے دیگر احکام ومسائل امام نسائی رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں جن کی تفصیل آگے اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔ إن شاء الله.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(المعجم ٥) - كِتَابُ الصَّلَاةِ (التحفة ٢)

نماز سے متعلق احکام ومسائل

(المعجم ١) - فَرْضُ الصَّلَاةِ وَذِكْرُ اخْتِلَافِ النَّاقِلِينَ فِي إِسْنَادِ حَدِيثِ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] وَاخْتِلَافِ أَلْفَاظِهِمْ فِيهِ (التحفة ١)

باب:١-نماز کی فرضیت کا بیان اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں راویوں کے اختلاف اور اس (کے متن) میں ان کے لفظی اختلاف کا ذکر

وضاحت: حدیث ۴۴۹ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حدیث بیان فرماتے ہیں، جبکہ حدیث ۴۵۰، ۴۵۱ میں وہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرما رہے ہیں۔ کوئی بعید نہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن صعصعہ سے بھی یہ حدیث سنی ہو اور پھر یہ حدیث یا اس کے بعض حصے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بھی سنے ہوں۔ دونوں صورتوں میں روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر بالفرض کہیں واسطہ حذف بھی کر دیا ہو تب بھی روایت صحیح ہے کیونکہ وہ واسطہ صحابی ہی کا ہوگا۔ اور صحابہ سب کے سب عادل اور ثقہ ہیں۔ اور راجح موقف کے مطابق مرسل صحابی حجت ہے۔

٤٤٩- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ

۴۴۹-حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دفعہ میں بیت اللہ کے پاس جاگنے اور سونے کی درمیانی کیفیت میں تھا کہ تین آدمی آئے۔ ایک آدمی ان میں سے دو کے درمیان تھا۔ میرے پاس سونے کا تھال لایا گیا جو حکمت اور

٤٤٩ـ أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، ح: ٣٢٠٧، ومسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السموات وفرض الصلوات، ح: ٢٦٥/١٦٤ من حديث هشام الدستوائي به، ورواه أحمد: ٤/ ٢٠٧ عن يحيى القطان به.

وَالْيَقْظَانِ إِذْ أَقْبَلَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَلْأَى حِكْمَةً وَإِيمَانًا، فَشَقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلٰى مَرَاقِّ الْبَطْنِ فَغَسَلَ الْقَلْبَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ - يَعْنِي - مُلِئَ حِكْمَةً وَإِيمَانًا، ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ دُونَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَقِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ مَرْحَبًا بِهِ وَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ، فَأَتَيْتُ عَلٰى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ قَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَنَبِيٍّ، ثُمَّ أَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ: قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرَئِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ فَمِثْلُ ذٰلِكَ، فَأَتَيْتُ عَلٰى يَحْيٰى وَعِيسٰى فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمَا فَقَالَا: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ، ثُمَّ أَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرَئِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، فَمِثْلُ ذٰلِكَ، فَأَتَيْتُ عَلٰى يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ قَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ ثُمَّ أَتَيْنَا السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَمِثْلُ ذٰلِكَ، فَأَتَيْتُ عَلٰى إِدْرِيسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ، ثُمَّ أَتَيْنَا السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَمِثْلُ

ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس درمیان والے آدمی نے (میرا بدن) سینے سے لے کر پیٹ کے نیچے تک چاک کر دیا‘ پھر اس نے میرے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا‘ پھر اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا‘ پھر میرے پاس خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا جانور لایا گیا‘ پھر میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ چلا‘ چنانچہ ہم پہلے (قریبی) آسمان تک آئے۔ (دروازہ کھٹکھٹانے پر) پوچھا گیا: کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: اور تیرے ساتھ کون ہے؟ (جبریل علیہ السلام نے) فرمایا: محمد (ﷺ) ہیں۔ کہا گیا: کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ (سوال و جواب کے بعد دروازہ کھولا گیا اور کہا گیا:) آپ کو خوش آمدید ہو۔ آپ بہت ہی خوب آئے۔ (اس آسمان پر) میں آدم علیہ السلام کے ہاں پہنچا اور میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے فرمایا: خوش آمدید ہو تمھیں اے میرے بیٹے اور نبی! پھر ہم دوسرے آسمان پر آئے۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبریل۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (ﷺ) یہاں بھی پہلے آسمان کی طرح ہوا‘ چنانچہ میں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے پاس آیا اور میں نے انھیں سلام کیا‘ انھوں نے کہا: خوش آمدید ہو آپ کو اے ہمارے بھائی اور نبی! پھر ہم تیسرے آسمان پر آئے۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبریل۔ کہا گیا: تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (ﷺ) وہاں بھی اسی طرح ہوا‘ چنانچہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس آیا۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ وہ کہنے لگے: خوش آمدید ہو آپ کو اے بھائی اور نبی! پھر ہم چوتھے آسمان تک پہنچے۔ وہاں بھی وہی کچھ

ذٰلِكَ، فَأَتَيْتُ عَلٰى هَارُونَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ قَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ، ثُمَّ أَتَيْنَا السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَمِثْلُ ذٰلِكَ، ثُمَّ أَتَيْتُ عَلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ قَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ فَلَمَّا جَاوَزْتُهُ بَكٰى قِيلَ: مَا يُبْكِيكَ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! هٰذَا الْغُلَامُ الَّذِي بَعَثْتَهُ بَعْدِي يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِهِ الْجَنَّةَ أَكْثَرُ وَأَفْضَلُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي، ثُمَّ أَتَيْنَا السَّمَاءَ السَّابِعَةَ فَمِثْلُ ذٰلِكَ، فَأَتَيْتُ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ قَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَنَبِيٍّ ثُمَّ رُفِعَ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ فَسَأَلْتُ جِبْرَئِيلَ، فَقَالَ: هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يُصَلِّي فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ فَإِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ رُفِعْتُ إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَإِذَا نَبْقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ وَإِذَا فِي أَصْلِهَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ، وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ فَقَالَ: أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ، ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُونَ صَلَاةً فَأَتَيْتُ عَلٰى مُوسٰى فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُونَ صَلَاةً قَالَ: إِنِّي أَعْلَمُ بِالنَّاسِ مِنْكَ إِنِّي

ہوا۔ میں ادریس علیہ السلام کو ملا۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے کہا: خوش آمدید ہو آپ کو اے بھائی اور نبی! پھر ہم پانچویں آسمان پر آئے۔ یہاں بھی وہی کچھ ہوا۔ میں ہارون علیہ السلام کو ملا۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے کہا: خوش آمدید ہو آپ کو اے بھائی اور نبی! پھر ہم چھٹے آسمان پر پہنچے۔ وہاں بھی یہی کچھ ہوا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور میں نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے کہا: خوش آمدید ہو آپ کو اے بھائی اور نبی! جب میں ان سے آگے گزرا تو وہ رونے لگے۔ پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ انھوں نے کہا: یا رب! یہ نوجوان جس کو تو نے میرے بعد نبی بنایا' اس کی امت سے میری امت کے مقابلے میں زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے اور وہ افضل بھی ہوں گے۔ پھر ہم ساتویں آسمان پر گئے۔ وہاں بھی یہی کچھ ہوا۔ میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا۔ ان کو سلام کیا۔ انھوں نے فرمایا: خوش آمدید ہو آپ کو اے بیٹے اور نبی! پھر مجھے بیت معمور دکھلایا گیا۔ میں نے جبریل سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ بیت معمور ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ جب وہ اس سے ایک دفعہ نکل جاتے ہیں تو عمر بھر دوبارہ نہیں آسکتے۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا (چڑھایا) گیا۔ اس کے بیر علاقۂ ہجر کے مٹکوں کے برابر اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جتنے بڑے تھے۔ اس کی جڑ میں چار نہریں تھیں۔ دو پوشیدہ' دو ظاہر۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ پوشیدہ نہریں تو جنت میں ہیں اور ظاہر نیل وفرات

عَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ وَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَنْ يُطِيقُوا ذٰلِكَ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسْأَلْهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكَ فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي فَسَأَلْتُهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنِّي، فَجَعَلَهَا أَرْبَعِينَ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: جَعَلَهَا أَرْبَعِينَ فَقَالَ لِي مِثْلَ مَقَالَتِهِ الْأُولٰى، فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فَجَعَلَهَا ثَلَاثِينَ، فَأَتَيْتُ عَلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ لِي مِثْلَ مَقَالَتِهِ الْأُولٰى، فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي فَجَعَلَهَا عِشْرِينَ، ثُمَّ عَشْرَةً، ثُمَّ خَمْسَةً، فَأَتَيْتُ عَلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِي مِثْلَ مَقَالَتِهِ الْأُولٰى، فَقُلْتُ إِنِّي أَسْتَحْيِي مِنْ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْهِ فَنُودِيَ أَنْ قَدْ أَمْضَيْتُ فَرِيضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي وَأَجْزِي بِالْحَسَنَةِ عَشْرَ أَمْثَالِهَا».

ہیں۔ پھر مجھ پر پچاس (۵۰) نمازیں فرض کی گئیں۔ میں واپس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پوچھا: کیا کر آئے؟ میں نے کہا: مجھ پر پچاس (۵۰) نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ انھوں نے کہا: میں لوگوں کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔ مجھے بنی اسرائیل کا زبردست تجربہ ہے۔ آپ کی امت ہرگز اس کی طاقت نہ رکھے گی' لہٰذا واپس اپنے رب تعالیٰ کے پاس جائیں اور ان سے تخفیف کا سوال کریں۔ میں دوبارہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس گیا اور تخفیف کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چالیس (۴۰) بنا دیا۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پوچھا: کیا کر آئے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے چالیس (۴۰) کر دی ہیں۔ لیکن انھوں نے پھر پہلی بات دہرائی۔ میں پھر اپنے رب تعالیٰ کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے تیس (۳۰) کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور انھیں بتایا تو انھوں نے پھر پہلی بات ہی کی۔ میں پھر اپنے رب تعالیٰ کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے بیس (۲۰)' پھر دس (۱۰) اور پھر پانچ (۵) کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پھر پہلی بات دہرائی۔ میں نے کہا: اب تو مجھے اپنے رب تعالیٰ کی طرف جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چنانچہ اتنے میں اعلان ہوا: میں نے اپنا فریضہ جاری (نافذ) کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کی اور میں ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دوں گا۔''

فوائد و مسائل: ① [عِندَ البَیتِ] سے بیت اللہ مراد ہے۔ آپ بیت اللہ کے ایک حصے ''حجر'' میں لیٹے ہوئے تھے۔ اسے حطیم بھی کہتے ہیں۔ بعض روایات میں ام ہانی کے گھر کا ذکر ہے۔ (تفسیر طبری: ۵/۹) ممکن ہے وہیں سوئے ہوں' پھر حطیم میں آ گئے ہوں۔ ② ''جاگنے سونے کے درمیان'' آپ کی عمومی نیند ایسی ہی تھی اور

یہاں اس کا مطلب گہری نیند کی نفی ہے، یعنی آپ نیند کے ابتدائی مرحلے میں تھے، اسے جاگنے اور سونے کے درمیان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ③ ''تین آدمی آئے'' ظاہر صورت کے لحاظ سے آدمی کہا ورنہ وہ فرشتے تھے۔ دو کا نام بعض روایات میں ہے: جبریل اور میکائیل علیہما السلام۔ ④ آپ کے سینۂ اطہر کا چیرا جانا، پھر زمزم سے دھویا جانا اور ایمان وحکمت سے بھرا جانا، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ترین رسول ﷺ کا باہمی راز ہے جس کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی، ممکن ہے یہ آسمانوں پر جانے کی تیاری کا ابتدائی مرحلہ ہو۔ ⑤ استدلال کیا گیا ہے کہ زم زم کا پانی جنت کے پانی سے افضل ہے۔ تبھی آپ کے قلب اقدس کو اس سے دھویا گیا۔ ⑥ ''جانور'' کا نام روایات میں ''براق'' آیا ہے۔ (صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث:٣٨٨٧، وصحيح مسلم، الإيمان، حديث:١٦٤) مگر یہ بھی وصفی نام ہے جو برق سے لیا گیا ہے۔ ⑦ ''میں جبریل کے ساتھ چلا۔'' آنے والے تین ہمراہیوں میں سے ایک جبریل علیہ السلام ہی تھے۔ اس کے بعد باقی دو کا ذکر نہیں۔ ظاہر ہے وہ خالی تھال لے کر اور آپ کے دیدار سے مشرف ہو کر واپس چلے گئے۔ ⑧ ''ہم آسمان دنیا کے پاس آئے۔'' روایت مختصر ہے۔ بعض روایات میں مدینہ منورہ، طور سینا، بیت اللحم اور بیت المقدس جانے کا بھی ذکر ہے۔ (دیکھیے، حدیث:۴۵۱) لیکن اس اضافے کے ساتھ یہ روایت منکر ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے: (الإسراء والمعراج للألباني، ص:٤٤) ⑨ ساتوں آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام سے آپ کی ملاقات، ممکن ہے ان کو آپ کے استقبال وملاقات کے لیے خصوصی طور پر لایا گیا ہو۔ اور یہی انسب ہے۔ ⑩ حضرت آدم اور ابراہیم علیہما السلام کا آپ کو بیٹا کہنا اس لیے ہے کہ وہ آپ کے اجداد میں شامل ہیں۔ نسب میں ان کا ذکر ہوتا ہے، جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام آپ کے نسب میں نہیں آتے، لہٰذا وہ آپ کے چچا زاد بھائیوں کے رتبے میں ہیں، تبھی انھوں نے آپ کو بھائی کہا۔ ⑪ موسیٰ علیہ السلام کا رونا آپ یا آپ کی امت پر حسد کے طور پر نہیں تھا۔ حاشا وکلّا۔ انبیاء علیہم السلام اس بیماری سے معصوم ہوتے ہیں، بلکہ یہ اپنی امت پر افسوس کی بنا پر تھا کہ میں نے اتنی محنت کی، اتنا عرصہ گزارا مگر میں یہ رتبہ حاصل نہ کر سکا کیونکہ جس نبی کے جتنے زیادہ پیروکار ہوں گے اسے اتنا ہی اجر وثواب سے نوازا جائے گا۔ اگر حسد ہوتا تو واپسی کے وقت امت مسلمہ کی خیر خواہی کیوں کرتے اور پچاس (۵۰) سے پانچ (۵) نمازیں رہ جانے کا سبب کیوں بنتے؟ شاید اسی شبہے کے ازالے کے لیے یہ باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہلوائی گئیں، ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر تھے۔ واپسی پر آپ ﷺ کی ان سے ملاقات پہلے ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام تو چھٹے آسمان پر تھے۔ بعض محدثین نے یہ امکان بھی ظاہر کیا ہے کہ واپسی کے وقت انبیاء علیہم السلام کی ترتیب بدل گئی ہوگی۔ ⑫ ''بیت المعمور'' بیت اللہ کے عین اوپر ساتویں آسمان پر ہے جس میں فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ جو ایک دفعہ آتا ہے اس کی دوبارہ باری نہیں آتی۔ اور داخل بھی روزانہ ستر ہزار ہوتے ہیں۔ اس سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ فرشتے دیگر تمام مخلوقات سے تعداد میں زیادہ ہیں۔ والله أعلم. (صحيح البخاري، بدء الخلق، حديث:٣٢٠٧) ⑬ سدرۃ المنتہیٰ بیری کا درخت ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ قطعیت سے کچھ

نہیں کہا جا سکتا۔صوفیاء نے اسے اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا تمثل قرار دیا ہے۔ و اللّٰہ أعلم. ''سدرۃ'' عربی زبان میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ ''المنتہیٰ'' کے معنی ہیں: آخری' یعنی یہ مخلوقات کی انتہا ہے' یہاں عالم خلق ختم ہو جاتا ہے۔ بقول صوفیاء اس سے اوپر عالم امر ہے جہاں کسی مخلوق کی رسائی نہیں خواہ وہ کوئی انسان ہو یا فرشتہ۔ اس حدیث میں اسے ساتویں آسمان سے اوپر قرار دیا گیا ہے۔ آگے ایک حدیث میں اسے چھٹے آسمان پر بتلایا گیا ہے۔ تطبیق یوں ہے کہ جڑ چھٹے آسمان پر ہوگی اور شاخیں ساتویں آسمان پر پہنچی ہوئی ہوں گی۔ و اللّٰہ أعلم.

⑭ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں چار نہروں (یا دریاؤں) کا جو ذکر ہے ان میں سے دو کو پوشیدہ بتلایا گیا ہے' نیز یہ کہ وہ جنت میں ہیں۔ اور دو کو ظاہر کیا گیا ہے جو نیل اور فرات ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت میں جنت کی دو باطنی نہروں کے نام ''سیحان'' اور ''جیحان'' بتلائے گئے ہیں۔ (صحیح مسلم' الجنة و نعیمها' حدیث:۲۸۳۹) علاوہ ازیں ان چاروں نہروں کو جنت کی نہریں قرار دیا گیا ہے۔ دریائے نیل وفرات تو مشہور اور ان کے علاقے بھی معلوم ہیں اور سیحان و جیحان کی بابت مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ منة المنعم في شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نہریں بہت بڑی ہیں اور ترکی میں ہیں۔ جیحان کی گزرگاہ مَصِیصَه ہے اور سیحان کی گزرگاہ اَذَنَه ہے۔ اور یہ دونوں نہریں بحر روم میں گرتی ہیں۔ ان کے علاوہ دو نہریں اور ہیں جن کے نام ان سے ملتے جلتے ہیں' یعنی جیحون اور سیحون۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہوا کہ حدیث میں مذکور ''جیحان اور سیحان'' سے یہی مراد ہیں۔ لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تردید کی ہے اور مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی۔ اور مولانا موصوف نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ دریائے جیحون وہی ہے جسے آج کل دریائے آمو کہا جاتا ہے اور یہ افغانستان اور ازبکستان کے درمیان حد ہے۔ یہ بلخ' ترمذ اور آمل و درغان سے گزرتا ہوا بحیرۂ خوارزم میں جا گرتا ہے۔ اور سیحون' جیحون کے ماوراء ہے جو خجندہ اور خوقند کے قریب اور تاشقند سے پہلے گزرتا ہے۔ اسے آج کل سیر دریا کہا جاتا ہے۔ ان چاروں دریاؤں کے جنت سے ہونے کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ ان کی اصل جنت ہے اور وہاں سے یہ زمین پر اتارے گئے ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان نہروں کے جنت سے ہونے سے مراد شاید یہ ہے کہ ان کی اصل جنت سے ہے' جیسے انسان کی اصل جنت سے ہے۔ چنانچہ یہ حدیث اس بات کے منافی نہیں ہے جو ان نہروں کی بابت مشہور و معلوم ہے کہ یہ نہریں زمین کے معروف سرچشموں سے پھوٹتی ہیں۔ اور اگر اس کے یہ یا اس سے ملتے جلتے معنی نہیں ہیں تو یہ حدیث امور غیب سے متعلق ہے جن پر ایمان رکھنا اور جو خبر دی گئی ہے' اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے......'' (سلسلة الأحادیث الصحیحة' ۱/۱۷۷' ۱۷۸) بعض لوگوں نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن علاقوں میں یہ نہریں بہتی ہیں' ان میں اسلام کا پھیلاؤ اور غلبہ ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان نہروں کے پانی سے پیدا ہونے والی خوراک جو لوگ استعمال کریں گے وہ جنتی ہوں گے۔ لیکن امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں تاویلوں کے مقابلے میں اس کا پہلا ظاہری معنی ہی زیادہ صحیح ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي' الجنة'

حدیث:۲۸۳۹، ومنة المنعم:۴/۳۲۲، مطبوعة دارالسلام، الرياض) ⑮ واپسی کے موقع پر موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نبی کا ذکر نہیں۔ ممکن ہے واپسی پر دیگر انبیاء سے ملاقات ہی نہ ہوئی ہو یعنی جہاں سے ان کو لایا گیا تھا، وہیں بھیج دیا گیا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے کوئی خصوصی بات نہ ہوئی ہو اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ⑯ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے پر نبی ﷺ کا واپس اللہ عزوجل کے پاس جانا شاید اس شبہے کو دور کرنے کے لیے تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی امت پر حسد ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل کے الزام سے بچانے کے لیے دنیا میں پتھر والا واقعہ پیش آیا تھا۔ (صحيح البخاري، الغسل، حديث:۲۷۸، وصحيح مسلم، الحيض، حديث:۳۳۹) ⑰ نمازوں کی تخفیف بعض روایات کے مطابق پانچ (۵) پانچ (۵) سے ہوئی۔ (صحيح مسلم، الإيمان، حديث: ۱۶۲) گویا اس روایت میں اختصار ہے۔ آخر میں پانچ (۵) کا رہ جانا بھی اس کا مؤید ہے۔ ⑰ [أَمْضَيْتُ فَرِيضَتِي] ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل فریضہ پانچ (۵) نمازیں ہی تھیں۔ پچاس نمازوں کا مقرر ہونا گویا ان کے ثواب کے اظہار کے لیے تھا، بار بار آنے جانے سے یہ عقدہ حل ہو گیا۔

٤٥٠- أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَابْنُ حَزْمٍ قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَرَضَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَاةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى أَمُرَّ بِمُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلَاةً. قَالَ لِي مُوسٰى: فَرَاجِعْ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ: هِيَ خَمْسٌ

۴۵۰- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابن حزم رحمہ اللہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں یہ (حکم) لے کر لوٹا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر رہا تھا تو انھوں نے کہا: آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ نے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس (۵۰) نمازیں فرض کی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے کہا: آپ اپنے رب کے پاس جائیں (اور تخفیف کا سوال کریں) کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوا (اور تخفیف کا سوال کیا) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک حصہ معاف فرما دیا۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا اور انھیں بتایا تو انھوں نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ سے رجوع کیجیے، آپ کی امت اس کی بھی

٤٥٠ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب: كيف فرضت الصلوات في الإسراء، ح: ٣٤٩، وانظر، ح: ٣٣٤٢، ومسلم، ح: ١٦٣، انظر الحديث السابق من حديث ابن وهب، وهو في الكبرٰى، ح: ٣١٤.

وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ: إِنِّي اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ».

طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ میں پھر اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میرے رب تعالیٰ نے فرمایا: نمازیں پانچ ہیں مگر ثواب میں پچاس ہی ہوں گی۔ بات میرے ہاں تبدیل نہیں ہوتی۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو وہ کہنے لگے: پھر رب تعالیٰ سے رجوع کیجیے۔ میں نے کہا: تحقیق (اب تو) مجھے اپنے رب عزوجل سے (بار بار تکرار پر) شرم آنے لگی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① ''نماز کا ایک حصہ معاف کر دیا'' عربی میں لفظ [شَطْر] ہے جس کے معنی نصف بھی ہیں اور ایک حصہ بھی، اس لیے دوسرے معنی اختیار کیے گئے ہیں۔ اس روایت میں بھی اختصار ہے ورنہ نمازیں پانچ پانچ کر کے کم ہوئیں۔ ② [لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ] میں قول سے مراد کہی ہوئی بات ہے، یعنی پچاس نمازوں والا قول کہ تخفیف کے باوجود ان کا ثواب برقرار رہا۔ ③ سند میں مذکور ابن حزم سے مراد ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

٤٥١- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أُتِيتُ بِدَابَّةٍ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ خَطْوُهَا عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهَا، فَرَكِبْتُ وَمَعِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسِرْتُ فَقَالَ: انْزِلْ فَصَلِّ فَفَعَلْتُ فَقَالَ: أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ صَلَّيْتَ بِطَيْبَةَ وَإِلَيْهَا الْمُهَاجَرُ، ثُمَّ قَالَ: انْزِلْ فَصَلِّ فَصَلَّيْتُ، فَقَالَ: أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ صَلَّيْتَ بِطُورِ سَيْنَاءَ حَيْثُ كَلَّمَ اللهُ [عَزَّ

۴۵۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نظر پہنچتی تھی۔ میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ اس پر سوار ہو گیا۔ میں کچھ چلا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: اترو! نماز پڑھو! میں نے نماز پڑھی۔ کہنے لگے: آپ جانتے ہیں، کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے مدینہ طیبہ میں نماز پڑھی ہے اور اسی کی طرف آپ ہجرت فرمائیں گے، پھر کہنے لگے: اترو! نماز پڑھو۔ میں نے پڑھی۔ کہنے لگے: آپ جانتے ہیں، کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طور سینا میں نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے

٤٥١- **[إسناده حسن]** وله شواهد كثيرة، منها ما أخرجه الطبري في تفسيره: ١٥/ ٤ بإسناد صحيح عن شريك بن أبي نمر عن أنس به.

وَجلَّ] مُوسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ قَالَ: اِنْزِلْ فَصلِّ فَنزَلْتُ فَصَلَّيْتُ، فَقَالَ: أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ صَلَّيْتَ بِبَيْتِ لَحْم حَيْثُ وُلِدَ عِيسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ دَخَلْتُ إِلٰی بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَجُمِعَ لِيَ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدَّمَنِي جِبْرَئِيلُ حَتّٰی أَمَمْتُهُمْ ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا فِيهَا آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَإِذَا فِيهَا ابْنَا الْخَالَةِ عِيسٰی وَيَحْيٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَإِذَا فِيهَا يُوسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَإِذَا فِيهَا هَارُونُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَإِذَا فِيهَا إِدْرِيسُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَإِذَا فِيهَا مُوسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَإِذَا فِيهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ صُعِدَ بِي فَوْقَ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ فَأَتَيْنَا سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَتْنِي ضَبَابَةٌ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا فَقِيلَ لِي: [إِنِّي] يَوْمَ خَلَقْتُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ فَرَضْتُ عَلَيْكَ وَعَلٰى أُمَّتِكَ خَمْسِينَ صَلَاةً فَقُمْ بِهَا أَنْتَ وَأُمَّتُكَ، فَرَجَعْتُ إِلٰى إِبْرَاهِيمَ فَلَمْ يَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ ثُمَّ أَتَيْتُ عَلٰى مُوسٰی، فَقَالَ: كَمْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ:

موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ پھر کہنے لگے: اترو! نماز پڑھو! میں اترا اور نماز پڑھی۔ کہنے لگے: آپ جانتے ہیں' کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا۔ وہاں میرے لیے انبیاء علیہم السلام جمع کیے گئے تھے' چنانچہ مجھے جبریل علیہ السلام نے آگے کر دیا۔ میں نے ان کی امامت کی۔ پھر مجھے لے کر قریبی (پہلے) آسمان کی طرف چڑھے۔ اس میں آدم علیہ السلام تھے' پھر وہ مجھے دوسرے آسمان کی طرف لے چڑھے۔ اس میں دو خالہ زاد بھائی عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام تھے' پھر وہ مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے تو اس میں یوسف علیہ السلام تھے' پھر وہ مجھے چوتھے آسمان کی طرف لے کر چڑھے تو اس میں ہارون علیہ السلام تھے' پھر وہ مجھے پانچویں آسمان کی طرف لے کر چڑھے تو اس میں ادریس علیہ السلام تھے' پھر وہ مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے کر چڑھے تو اس میں موسیٰ علیہ السلام تھے' پھر وہ مجھے ساتویں آسمان کی طرف لے کر چڑھے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام تھے۔ پھر وہ مجھے ساتویں آسمان سے اوپر لے گئے تو ہم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ وہاں مجھے ایک بادل نے ڈھانپ لیا۔ میں سجدے میں گر پڑا۔ مجھے کہا گیا: تحقیق میں نے جس دن آسمان و زمین پیدا کیے تھے آپ اور آپ کی امت پر پچاس (۵۰) نمازیں فرض کر دی تھیں' لہٰذا آپ اور آپ کی امت یہ نمازیں پڑھیں۔ میں ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹا تو انھوں نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا' پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور

خَمْسِينَ صَلَاةً. قَالَ: فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ أَنْ تَقُومَ بِهَا أَنْتَ وَلَا أُمَّتُكَ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي فَخَفَّفَ عَنِّي عَشْرًا ثُمَّ أَتَيْتُ إِلٰى مُوسٰى فَأَمَرَنِي بِالرُّجُوعِ فَرَجَعْتُ فَخَفَّفَ عَنِّي عَشْرًا ثُمَّ أَتَيْتُ مُوسٰى فَأَمَرَنِي بِالرُّجُوعِ فَرَجَعْتُ فَخَفَّفَ عَنِّي عَشْرًا، ثُمَّ رُدَّتْ إِلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ قَالَ: فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَإِنَّهُ فَرَضَ عَلٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ صَلَاتَيْنِ فَمَا قَامُوا بِهِمَا، فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَسَأَلْتُهُ التَّخْفِيفَ فَقَالَ: إِنِّي يَوْمَ خَلَقْتُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ فَرَضْتُ عَلَيْكَ وَعَلٰى أُمَّتِكَ خَمْسِينَ صَلَاةً فَخَمْسٌ بِخَمْسِينَ فَقُمْ بِهَا أَنْتَ وَأُمَّتُكَ، فَعَرَفْتُ أَنَّهَا مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ صِرًّى فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: اِرْجِعْ فَعَرَفْتُ أَنَّهَا مِنَ اللهِ صِرًّى يَقُولُ: حَتْمٌ فَلَمْ أَرْجِعْ».

آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ میں نے کہا: پچاس۔ انھوں نے کہا: تحقیق آپ اتنی نمازیں پڑھ سکتے ہیں نہ آپ کی امت' اس لیے رب تعالیٰ کے پاس جائیں اور کمی کا سوال کریں۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے پاس گیا (اور کمی کا سوال کیا) تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے دوبارہ جانے کو کہا۔ میں پھر گیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید دس کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پھر واپس جانے کو کہا۔ میں پھر گیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید دس کم کر دیں۔ آخر کار پانچ رہ گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: پھر اپنے رب کے پاس جائیں اور مزید کمی کا سوال کریں۔ تحقیق بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں' وہ دو بھی نہ پڑھ سکے۔ میں پھر رب تعالیٰ کے پاس گیا اور مزید کمی کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے جس دن زمین و آسمان پیدا کیے تھے' آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ اب پچاس کی بجائے پانچ ہیں۔ سو آپ اور آپ کی امت انھیں پڑھا کریں۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی ہیں۔ چنانچہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انھوں نے کہا: دوبارہ جائیں لیکن مجھے علم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی ہیں' لہٰذا میں واپس نہ لوٹا۔"

فائدہ: شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت اس سیاق سے منکر ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس روایت کے طریق کے متعلق فرماتے ہیں: [فِيهَا غَرَابَةٌ وَّ نَكَارَةٌ جِدًّا] "اس طریق میں سخت غرابت و نکارت ہے۔" اس کی سند میں ایک تو یزید بن عبدالرحمٰن بن ابی مالک دمشقی ہے جو صدوق ہے لیکن کبھی کبھار وہم کا شکار ہو جاتا تھا' دوسرے اس سے روایت کرنے والے سعید بن عبدالعزیز تنوخی ہیں' اگرچہ ثقہ ہیں لیکن آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (تقریب) لہٰذا اس روایت میں مدینہ طیبہ' طور سینا اور بیت اللحم میں اترنے اور وہاں نماز

پڑھنے کا واقعہ درست نہیں۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الإسراء والمعراج للألباني' ص:۴۴)

٤٥٢- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ [قَالَ]: حَدَّثَنَا مَالِكُ ابْنُ مِغْوَلٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ أُنْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَاعُرِجَ بِهِ مِنْ تَحْتِهَا، وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا هُبِطَ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا حَتَّى يُقْبَضَ مِنْهَا، قَالَ: ﴿إِذْ يَغْشَى ٱلسِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ﴾ [النجم:١٦] قَالَ: فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ فَأُعْطِيَ ثَلَاثًا: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَيُغْفَرُ لِمَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِهِ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ.

۴۵۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کروائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اور وہ (اس کی جڑ) چھٹے آسمان میں ہے۔ نیچے سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ وہاں جا کر رک جاتی ہے۔ اور اوپر سے جو کچھ اترتا ہے وہ بھی وہاں آ کر رک جاتا ہے' حتی کہ وہاں سے وصول کر لیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى﴾ (النجم ۵۳:۱۶) سے مراد سونے کے پتنگے ہیں (جنھوں نے سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپ رکھا تھا۔) وہاں آپ کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں: پانچ نمازیں' سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور آپ کی امت کے ہر اس شخص کے کبائر معاف کر دیے جائیں گے جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا تھا۔

فوائد و مسائل: ① براق کا ذکر روایات معراج میں بیت المقدس تک ہی ملتا ہے' اس لیے کہا گیا ہے کہ بیت المقدس سے آگے آسمانوں کا سفر ایک سیڑھی نما چیز ''معراج'' کے ذریعے سے ہوا لیکن اس کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔ واللہ أعلم. ② بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کا آپ ﷺ کے استقبال کے لیے حاضر ہونا اور آپ کا ان کی امامت کروانا آپ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے جو کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوا۔ ظاہر تو یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسمانی طور پر حاضر تھے نہ کہ صرف روحانی طور پر جیسے کہ رسول اکرم ﷺ جسمانی طور پر بیت المقدس اور آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ فوت شدہ انبیاء علیہم السلام کے جسم بھی اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔ (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:۱۰۴۷) اگر انبیاء علیہم السلام صرف روحانی طور پر ہی لائے گئے ہوں تو بھی واقعہ کی اہمیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بہر حال یہ معاملہ برزخ کا ہے جو انسان کی رسائی سے باہر ہے۔ ③ عام احادیث میں سدرۃ المنتہیٰ تک جانے کا ذکر ہی ملتا ہے مگر صحیحین کی ایک روایت میں ایک اور مقام پر آپ کے

٤٥٢ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب في ذكر سدرة المنتهى، ح:١٧٣ من حديث مالك بن مغول به، وهو في الكبرٰى، ح:٣١٥.

چڑھنے کا ذکر ہے جہاں سے آپ کو قلموں کی سرسراہٹ بھی سنائی دی۔ (صحيح البخاري، الصلاة، حديث: ٣٤٩، وصحيح مسلم، الإيمان، حديث: ١٦٣) لیکن اس مقام کا کوئی نام ذکر نہیں کیا گیا۔ ④ سورۃ البقرہ کی آخری آیات کا نزول بالاتفاق مدنی ہے اور واقعۂ معراج مکی ہے۔ معراج میں سورۂ بقرہ کی آخری آیات دیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات عطا کرنے کا وعدہ کر لیا گیا جب کہ نزول بعد میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ والله أعلم. ⑤ کبائر کی معافی کی دو صورتیں ہوں گی: جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا پہلے مرحلے ہی میں اپنے فضل و کرم سے معاف فرما کر جنت میں داخل فرما دے گا کیونکہ بعض کے بلا توبہ بھی کبائر معاف ہو جائیں گے، ورنہ جہنم میں سزا بھگت کر پھر معافی ہوگی۔

(المعجم ٢) - بَابٌ: أَيْنَ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ (التحفة ٢)

باب:٢- نماز کہاں فرض ہوئی؟

٤٥٣- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ رَبِّهِ بْنَ سَعِيدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْبُنَانِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ الصَّلَوَاتِ فُرِضَتْ بِمَكَّةَ، وَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَتَيَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَهَبَا بِهِ إِلَى زَمْزَمَ، فَشَقَّا بَطْنَهُ وَأَخْرَجَا حَشْوَهُ فِي طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَغَسَلَاهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ كَبَسَا جَوْفَهُ حِكْمَةً وَعِلْمًا.

٤٥٣- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نمازیں مکہ (مکی دور) میں فرض ہوئیں۔ دو فرشتے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو زمزم کی طرف لے گئے، پھر آپ کا (سینہ اور) پیٹ چیرا اور اندرونی چیزیں سونے کے ایک تھال میں نکالیں، پھر ان کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر آپ کے پیٹ میں حکمت اور علم ڈال کر اوپر سے بند کر دیا۔

فوائد و مسائل: ① معراج کی طویل حدیث میں صرف دل کے دھونے کا ذکر ہے۔ اس روایت میں دل کے علاوہ بھی ذکر ہے۔ گویا مقصود تو دل کی صفائی تھی بالتبع رگیں وغیرہ بھی دھوئی گئیں۔ ② پہلی روایت میں سونے کے تھال میں حکمت اور علم لانے کا ذکر ہے، اس حدیث میں تھال میں دھونے کا ذکر ہے، ایک ہی تھال میں دونوں چیزیں ممکن ہیں۔ اور ممکن ہے کہ دو تھال لائے گئے ہوں، ایک علم و حکمت سے بھرا ہوا، دوسرا دھونے کے لیے۔ ③ سونا استعمال کرنا ہمارے لیے منع ہے نہ کہ فرشتوں کے لیے، لہٰذا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ ④ معراج بالاتفاق مکی دور میں ہوئی (اگرچہ اس کی تاریخ میں اختلاف ہے۔) پانچ نمازیں معراج میں فرض ہوئیں، لہٰذا نماز کی فرضیت بالاتفاق مکی دور میں ہوئی ہے۔

٤٥٣- [إسناده صحيح] وهو في الكبرىٰ، ح: ٣١٦.

(المعجم ٣) - **بَابٌ : كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ** (التحفة ٣)

باب:٣-نماز کیسے فرض ہوئی؟

٤٥٤- **أَخْبَرَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَوَّلَ مَا فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَأُتِمَّتْ صَلَاةُ الْحَضَرِ.

۴۵۴-حضرت عائشہ ؓ سے منقول ہے کہ شروع شروع میں نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی' پھر سفر کی نماز اسی طرح رہنے دی گئی اور حضر (اقامت) کی نماز (چار رکعت) مکمل کر دی گئی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں نماز سے مراد مغرب اور فجر کے علاوہ ہیں کیونکہ یہ نمازیں سفر و حضر میں تبدیل نہیں ہوتیں۔ مغرب ہر حال میں تین رکعت اور فجر ہر حال میں دو رکعت ہے۔ ② اس حدیث کا ظاہر مراد نہیں کیونکہ قرآن مجید کی آیت ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ (النسآء۴:۱۰۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر والی نمازیں چار رکعت تھیں۔ مسافر کو رخصت دی گئی کہ دو پڑھ لے' الا یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہو کہ معراج سے پہلے نماز دو رکعت تھی۔ جب معراج کے موقع پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو بعض کو چار رکعت کر دیا گیا' پھر سفر کی نماز دو رکعت کر دی گئی تو گویا وہ معراج سے پہلے والی حالت میں رہ گئی اور گھر کی نماز مکمل رہنے دی گئی۔ ③ اس حدیث سے احناف نے استدلال کیا ہے کہ سفر کی نماز دو رکعت ہی ہے۔ چار پڑھ ہی نہیں سکتا جس طرح ظہر کی چھ نہیں پڑھ سکتا' مگر یہ مطلب مذکورہ قرآنی آیت کے علاوہ خود راویٔ حدیث حضرت عائشہ ؓ کے مسلک کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ سفر میں چار بھی پڑھتی تھیں۔ اور احناف کے نزدیک راوی کی رائے کو ترجیح دی جاتی ہے نہ کہ روایت کے ظاہر الفاظ کو۔

٤٥٥- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ هَاشِمٍ الْبَعْلَبَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَمْرٍو - يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ - أَنَّهُ سَأَلَ الزُّهْرِيَّ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ:

۴۵۵-حضرت اوزاعی نے حضرت زہری سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ ہجرت فرمانے سے قبل مکہ میں کیسے نماز پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا: مجھے حضرت عروہ نے حضرت عائشہ ؓ سے بیان کیا' انھوں نے فرمایا: شروع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر دو دو رکعتیں نماز

٤٥٤- أخرجه البخاري، التقصير، باب: يقصر إذا خرج من موضعه، ح: ١٠٩٠، ومسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، ح: ٦٨٥/ ٣ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣١٧.

٤٥٥- **[إسناده صحيح]** أخرجه البخاري ومسلم، وغيرهما من حديث الزهري به، انظر الحديث السابق.

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ عَلٰى رَسُولِهِ ﷺ أَوَّلَ مَا فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أُتِمَّتْ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيضَةِ الْأُولٰى.

فرض کی تھی' پھر گھر کی نماز کو چار رکعت مکمل کر دیا گیا اور سفر کی نماز پہلی حالت پر رہنے دی گئی۔

فائدہ: اس حدیث میں سابقہ حدیث ہی کی کچھ تفصیل آئی ہے' یعنی سوال معراج سے قبل مکی زندگی کی نماز کے بارے میں تھا کیونکہ معراج' محقق قول کے مطابق ہجرت سے صرف چھ ماہ قبل ہوئی' قرب کی بنا پر معراج اور ہجرت مدینہ کو ایک ہی سمجھ لیا گیا۔ اب مطلب صاف ہے جیسا کہ حدیث: ۴۵۴ کے فوائد میں بیان کیا گیا۔

٤٥٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَزِيدَ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ.

۴۵۶- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ شروع میں نماز دو دو رکعتیں فرض ہوئی تھی' پھر سفر کی نماز تو اتنی ہی رہنے دی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔

٤٥٧- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فُرِضَتِ الصَّلَاةُ عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً.

۴۵۷- حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی زبانی حضر کی نماز چار رکعت' سفر کی نماز دو رکعت اور خوف کی نماز ایک رکعت فرض کی گئی۔

فوائد و مسائل: ① ہر نماز چار رکعت نہیں' مغرب چونکہ وِتْرُ النَّهَارِ ہے' لہٰذا وہ تین رکعت ہے اور تین ہی رہے گی۔ اور فجر میں قراءت لمبی ہوتی ہے حتی کہ دو رکعت چار رکعت سے بھی بڑھ جاتی ہیں' لہٰذا یہ نماز بھی حضر و سفر میں دو رکعت ہی رکھی گئی۔ باقی تین نمازیں گھر میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت ہیں' البتہ محقق

٤٥٦- أخرجه البخاري، الصلاة، باب: كيف فرضت الصلاة في الإسراء؟ ح: ٣٥٠، ومسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، ح: ٦٨٥/ ١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ١٤٦.

٤٥٧- أخرجه مسلم، ح: ٦٨٧/ ٥ (انظر الحديث السابق) من حديث أبي عوانة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣١٨.

قول کے مطابق اگر کوئی مسافر چار رکعت پڑھنا چاہے تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے صحیح ثابت ہے۔ (صحيح البخاري، التقصير، حديث:۱۰۸۳) ہاں! دو رکعت پڑھنا بہتر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول یہی رہا ہے۔ اگر کوئی چار پڑھے گا تو اس کا بھی جواز ہے۔ والله أعلم. ④ ''خوف کی نماز ایک رکعت''۔ نماز خوف کی مخصوص مختلف صورتوں میں سے یہ بھی ایک صورت ہے، یعنی شدید خوف میں ایک رکعت بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن جمہور علماء اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں کہ ایک رکعت سے مراد امام کے ساتھ ایک رکعت ہے اور دوسری رکعت اپنے طور پر پڑھے۔ صرف ایک رکعت نماز درست نہیں۔ لیکن جمہور علماء کا یہ موقف دلائل کی روشنی میں محل نظر معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ایک رکعت نماز بھی متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے، لہٰذا موقع محل کی مناسبت سے ایک رکعت بھی بلا تامل پڑھی جا سکتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے حدیث نمبر ۱۴۴۲ اور ۱۵۳۰ کے فوائد و مسائل دیکھیے۔

٤٥٨- أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الشُّعَيْثِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَالِدِ بْنِ أَسِيدٍ: أَنَّهُ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ: كَيْفَ تَقْصُرُ الصَّلَاةَ؟ وَإِنَّمَا قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَ: ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَوٰةِ إِنْ خِفْتُمْ﴾ [النساء: ١٠١] فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: يَا ابْنَ أَخِي! إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَانَا وَنَحْنُ ضُلَّالٌ فَعَلَّمَنَا فَكَانَ فِيمَا عَلَّمَنَا أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنَا أَنْ نُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِي السَّفَرِ.

۴۵۸- امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ نماز کیسے قصر کرتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ ...... إِنْ خِفْتُمْ﴾ ''تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم نماز قصر کر لو اگر تمھیں خوف ہو۔'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم گمراہ تھے۔ آپ نے ہمیں تعلیم دی۔ جو کچھ آپ نے سکھایا اس میں یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم سفر میں دو رکعتیں پڑھیں۔

قَالَ الشُّعَيْثِيُّ: وَكَانَ الزُّهْرِيُّ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ.

(محمد بن عبداللہ) شعیثی نے کہا: زہری یہ حدیث عبداللہ بن ابوبکر سے بیان کرتے تھے۔

٤٥٨ـ [إسناده حسن] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب تقصير الصلاة في السفر، ح:١٠٦٦ من حديث عبدالله بن أبي بكر به، وتابعه الزهري، وصححه ابن خزيمة، ح:٩٤٦، وابن حبان، ح:١٠١، والحاكم: ١/٢٥٨، ووافقه الذهبي.

فوائد ومسائل: ① اعتراض یہ تھا کہ قرآن مجید میں قصر صلاۃ کے لیے خوف کی قید مذکور ہے جب کہ یہ لوگ بغیر خوف کے قصر کر رہے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اصولی جواب دیا کہ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اصل ہے۔ قرآن مجید کا مطلب بھی وہی معتبر ہے جو آپ ارشاد فرمائیں کیونکہ قرآن مجید بھی تو آپ ہی لے کر آئے ہیں۔ آپ ہی اس کا صحیح مفہوم جانتے ہیں۔ آپ نے بارہا سفر میں قصر کی، حالانکہ کوئی خوف نہیں تھا، حتی کہ حجۃ الوداع میں بھی قصر کی جب کہ آپ کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اصولی جواب کے علاوہ بھی جوابات دیے گئے ہیں، مثلاً: ① جب قصر کی آیت اتری، اس وقت خوف بھی تھا، لہٰذا آیت میں واقعہ کی مناسبت سے خوف کا ذکر کر دیا گیا ورنہ یہ شرط مقصود نہ تھی، سفر ہی شرط تھا۔ ② قرآن مجید میں صلاۃ خوف ہی کا ذکر ہے۔ صلاۃ سفر کا ذکر صرف احادیث میں ہے۔ قرآن مجید میں سفر کی نماز کا ذکر ہی نہیں۔ ③ ﴿إِنْ خِفْتُمْ...... الخ﴾ سے صلاۃ خوف کا ذکر ہے اور اس سے پہلے صلاۃ سفر مذکور ہے، گویا ﴿إِنْ خِفْتُمْ﴾ کا تعلق ماقبل سے نہیں مابعد سے ہے، دونوں الگ الگ جملے ہیں۔ ③ أَمَرَنَا سے مراد وجوبی حکم نہیں بلکہ استحبابی حکم مراد ہے جیسا کہ پیچھے گزرا۔

(المعجم ٤) - بَابٌ: كَمْ فُرِضَتْ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ (التحفة ٤)

باب:۴- دن اور رات میں کتنی نمازیں فرض ہیں؟

٤٥٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ [نَسْمَعُ] دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْهَمُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ» قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: «لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ» قَالَ: «وَصِيَامُ شَهْرِ

۴۵۹- حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجد والوں میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اس کی آواز کی بھنبھناہٹ تو سنتے تھے لیکن ہمیں اس کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی حتی کہ وہ قریب آ گیا تو ناگہاں وہ اسلام کے بارے میں پوچھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔“ اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، مگر یہ کہ تو نفل

٤٥٩ـ أخرجه البخاري، الإيمان، باب: الزكاة من الإسلام، ح: ٤٦، ومسلم، الإيمان، باب بيان الصلوات التي هي أحد أركان الإسلام، ح: ١١/ ٨، ٩ عن قتيبة من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ١٧٥، والكبرى، ح: ٣١٩.

رَمَضَانَ» قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: «لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ» وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ الزَّكَاةَ قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: «لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ» فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللهِ لَا أَزِيدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ. قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ».

پڑھے۔'' آپ نے فرمایا: ''اور ماہ رمضان کے روزے ہیں۔'' اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی روزہ مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں' مگر یہ کہ تو نفل روزے رکھے۔'' اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے زکاۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے کہا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ (مالی صدقہ) فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں' مگر یہ کہ تو نفلی صدقہ دے۔'' وہ آدمی واپس مڑا اور کہہ رہا تھا: اللہ کی قسم! نہ اس سے زائد کروں گا نہ اس میں کمی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ سچا ہوا تو کامیاب رہا۔''

فوائد و مسائل: ① ''بھنبھناہٹ سنتے تھے۔'' سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گفتگو دھیمی آواز میں کر رہا تھا۔ ② چونکہ وہ سائل پہلے سے مسلمان تھا' شہادتین کا اقرار کر چکا تھا' اس لیے آپ نے اس کو دوسرے ارکان اسلام بیان فرمائے۔ حج کا ذکر نہیں فرمایا کہ وہ ابھی تک فرض نہ ہوا تھا۔ محقق بات یہ ہے کہ حج ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ ③ ''مگر یہ کہ تو نفل کرے۔'' گویا اصل سوال فرائض کے بارے ہی میں تھا۔ فلاح کا مدار بھی فرائض ہی پر ہے' باقی رہے سنن ونوافل' تو وہ فرائض کی تکمیل کے لیے ہیں۔ فرائض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کمی سنن ونوافل سے پوری ہوتی ہے۔ شاید ہی کوئی شخص فرائض کی مکمل ادائیگی کا دعویٰ کر سکے' اس لیے سنن ونوافل خصوصاً رواتب کی پابندی بڑی اہمیت کی حامل ہے' اس لیے بھی کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کی پابندی فرمائی ہے اور ہمارے لیے آپ کی سنن کی اتباع لازم ہے' نیز رواتب (فرض نماز کی اگلی پچھلی سنتیں) فرض کے تابع ہیں' الگ نہیں' لٰہذا سفر' مرض اور انتہائی مصروفیت کے علاوہ ان پر دوام کیا جائے۔ باقی رہا بعض لوگوں کا یہ قول کہ ''نفل نماز یا روزہ شروع کرنے سے بھی واجب ہو جاتا ہے کیونکہ راستے میں چھوڑ دینے سے بطلان عمل ہوگا اور قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلَا تُبْطِلُوا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد ۴۷:۳۳) تو رسول اکرم ﷺ کے طرز عمل اور احادیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے نفلی روزہ مکمل کرنے سے پہلے افطار کیا۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الصیام' حدیث: ۱۱۵۴) اس لیے جمہور اہل علم کے مطابق شروع کرنے سے نفل فرض نہیں بن جاتا' البتہ تکمیل بہتر ہے۔ باقی رہی آیت مبارکہ تو اس کا سیاق وسباق بعض لوگوں (احناف) والا معنی لینے سے مانع ہے کیونکہ اس آیت میں خلاف سنت کام کرنے کو باطل کہا گیا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٦٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ [عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ]، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! كَمِ افْتَرَضَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى عِبَادِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ؟ قَالَ: «اِفْتَرَضَ اللهُ عَلٰى عِبَادِهِ صَلَوَاتٍ [خَمْسًا]». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! هَلْ قَبْلَهُنَّ أَوْ بَعْدَهُنَّ شَيْئًا؟ قَالَ: «اِفْتَرَضَ اللهُ عَلٰى عِبَادِهِ صَلَوَاتٍ [خَمْسًا]» فَحَلَفَ الرَّجُلُ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ شَيْئًا وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ».

۴۶۰- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ان سے پہلے یا بعد بھی کچھ فرض کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں (ہی) فرض کی ہیں۔“ تو اس آدمی نے قسم کھائی کہ وہ اس سے زائد پڑھے گا نہ ان میں کمی کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر یہ سچا رہا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔“

فائدہ: اس حدیث کا مفہوم پچھلی حدیث کے فوائد میں بیان ہو چکا ہے۔

(المعجم ٥) - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ (التحفة ٥)

باب:۵- پانچ نمازوں کی ادائیگی پر بیعت (عہد) کرنا

٤٦١- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَبِيبُ الْأَمِينُ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟»

۴۶۱- حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس (بیٹھے) تھے کہ آپ نے فرمایا: ”کیا تم رسول اللہ ﷺ کی بیعت نہیں کرتے؟“ آپ نے یہ جملہ تین دفعہ دہرایا تو ہم نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور آپ سے بیعت کی۔ پھر ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کی بیعت تو کر لی ہے مگر یہ کس بات پر ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اس بات پر کہ تم اللہ تعالیٰ

٤٦٠_ [صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٢٦٧ من حديث نوح به، وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث السابق.

٤٦١_ أخرجه مسلم، الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، ح: ١٠٤٣/ ١٠٨ من حديث سعيد بن عبدالعزيز به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٢٠.

فَرَدَّدَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَدَّمْنَا أَيْدِيَنَا فَبَايَعْنَاهُ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ بَايَعْنَاكَ فَعَلَامَ؟ قَالَ: «عَلَى أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ» وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً «أَنْ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا».

کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور پانچ نمازیں پڑھو گے۔'' اور آپ نے ایک بات آہستہ کہی: ''تم کسی سے کچھ نہیں مانگو گے۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے دور اقدس میں چار قسم کی بیعت رائج تھی: ❀ بیعت اسلام یعنی اسلام لاتے وقت۔ ❀ ہجرت کرنے کے لیے بیعت۔ ❀ بیعت جہاد یعنی کسی لڑائی کے وقت مثلاً: صلح حدیبیہ کے وقت۔ ❀ بیعت اطاعت یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی پابندی کے لیے جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث میں ذکر ہے۔ پھر بیعت اسلام کی بجائے بیعت خلافت شروع ہوگئی۔ بیعت جہاد قائم رہی البتہ بیعت اطاعت ختم ہوگئی گویا کہ یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھی۔ صحابۂ کرام اور تابعین کے دور میں ایسا ہی رہا۔ بعد میں صوفیائے کرام نے بیعت لینا شروع کر دی اپنے سلسلے میں داخل کرنے کے لیے اور اپنی ہر بات کی اطاعت کرانے کے لیے یہ ایک نئی چیز ہے اگر یہ بیعت اطاعتِ شریعت ہے تو جواز ہو سکتا ہے مگر صحابہ و تابعین نے ایسے نہیں کیا لہٰذا مستحسن نہیں۔ اور اگر یہ اپنی اطاعت کی بیعت ہے تو ممنوع ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کوئی مطاع نہیں کہ اس کی اطاعت مطلقاً جائز ہو۔ بیعت سے متعلق دیگر احکام و مسائل بالتفصیل کتاب البیعة میں ملاحظہ فرمائیں۔

(المعجم ٦) - بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ (التحفة ٦)

باب:٦- پانچ نمازوں کی پابندی کرنا (ضروری ہے)

٤٦٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ: أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي كِنَانَةَ يُدْعَى الْمُخْدَجِيَّ سَمِعَ رَجُلًا بِالشَّامِ يُكْنَى أَبَا مُحَمَّدٍ يَقُولُ: اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ، قَالَ الْمُخْدَجِيُّ: فَرُحْتُ إِلَى

۴۶۲- ابن محیریز سے روایت ہے کہ بنو کنانہ کے ایک آدمی نے جسے مخدجی کہا جاتا تھا شام کے علاقے میں ایک آدمی کو جس کی کنیت ابو محمد تھی یہ کہتے ہوئے سنا کہ وتر واجب ہے۔ مخدجی نے کہا: میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جب کہ وہ مسجد کو جا رہے تھے۔ میں نے ان کو آگے سے روک لیا اور ابو محمد

٤٦٢- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب فيمن لم يوتر، ح: ١٤٢٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ١٢٣، والكبرٰى، ح: ٣٢٢، وصححه ابن حبان، ح: ٢٥٢، ٢٥٣ وغيره، وحسنه المنذري.

عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَاعْتَرَضْتُ لَهُ وَهُوَ رَائِحٌ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ، فَقَالَ عُبَادَةُ: كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللهُ عَلَى الْعِبَادِ، مَنْ جَاءَ بِهِنَّ لَمْ يُضَيِّعْ مِنْهُنَّ شَيْئًا اسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ، كَانَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَمْ يَأْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَ إِنْ شَاءَ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ».

کے قول کی خبر دی۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ابومحمد نے غلط کہا ہے۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''پانچ نمازیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہیں' جو آدمی انھیں ادا کرے' ان میں سے کسی کو ان کی حیثیت ہلکی سمجھ کر ضائع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لیے وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور جو شخص ان کو ادا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لیے کوئی عہد نہیں۔ چاہے اسے عذاب دے' چاہے جنت میں داخل کرے۔''

فوائد ومسائل: ① احناف وتر کو واجب کہتے ہیں مگر ان کا استدلال ایسی روایات سے ہے جو کمزور ہیں یا وہ ایک سے زائد معانی کا احتمال رکھتی ہیں' جب کہ ان کے مقابلے میں صحیح اور قطعی روایات جو تواتر کو پہنچتی ہیں' پانچ نمازوں کی فرضیت کا اعلان کرتی ہیں اور زائد کی فرضیت و وجوب کی نفی کرتی ہیں' لہٰذا ان کی بات صحیح نہیں' بلکہ اسے سنت مؤکدہ کہنا چاہیے جسے بلاوجہ ترک نہیں کیا جا سکتا۔ ② وتر کے معنی عربی میں ''طاق'' کے ہیں۔ تعداد رکعات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس نماز کو وتر کہا جاتا ہے۔ ③ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا استدلال واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صریح طور پر پانچ نمازوں کی فرضیت کا اظہار فرمایا اور انھیں دخول جنت کا لازمی سبب بتایا ہے۔ اگر وتر فرض ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر فرماتے۔ ④ [أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ] کیونکہ نماز دوسرے فرائض کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب کا سبب بنتی ہے' بلکہ ضامن ہے' اس لیے نمازی کے لیے دخول جنت کا انعام ہے' اولاً ہو یا ثانیاً۔ ⑤ ''چاہے تو جنت میں داخل کرے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت ہے کہ اپنے حقوق میں کوتاہی پر باز پرس نہ کرے۔

(المعجم ٧) - بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ (التحفة ٧)

باب:٧- پانچ (فرض) نمازوں کی ادائیگی کی فضیلت

٤٦٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ

۴۶۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

٤٦٣_أخرجه مسلم، المساجد، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا وترفع به الدرجات، ح: ٦٦٧ عن قتيبة، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب: الصلوات الخمس كفارة، ح: ٥٢٨ من حديث يزيد بن عبدالله بن الهاد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٢٣.

ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟» قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ: «فَكَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے نہر گزرتی ہو' وہ اس سے ہر روز پانچ دفعہ غسل کرتا ہو' کیا اس کا کچھ بھی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟'' صحابہ نے کہا: کچھ بھی میل کچیل نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا: ''پانچ نمازوں کی مثال بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ غلطیاں مٹا دیتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اگرچہ اہل علم کی ایک جماعت نے یہاں [خَطَایَا] سے مراد صغائر لیے ہیں لیکن یہ حدیث کے ظاہر مفہوم کے موافق نہیں۔ ''خطایا'' میں عموم ہے' خواہ صغائر ہوں یا کبائر کیونکہ اللہ کی رحمت اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ ② توبہ اگرچہ ایک سبب مغفرت ہے لیکن بخشش صرف اسی پر موقوف نہیں کہ اس کے بغیر بخشش ہو ہی نہیں سکتی۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ سچی توبہ سے بخشش یقینی ہو جاتی ہے۔

(المعجم ٨) - بَابُ الْحُكْمِ فِي تَارِكِ الصَّلَاةِ (التحفة ٨)

باب:۸- نماز چھوڑنے والے کا حکم

٤٦٤- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْعَهْدَ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ».

۴۶۴- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان امتیاز نماز سے ہے۔ جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔''

٤٦٥- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ

۴۶۵- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندے اور کفر کے درمیان صرف نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔''

٤٦٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الإيمان، باب ماجاء في ترك الصلاة، ح: ٢٦٢١ عن الحسين بن حريث به، وقال: "حسن صحيح غريب"، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٢٩، وسنن ابن ماجه، ح: ١٠٧٩ من حديث ابن واقد.

٤٦٥ـ [صحيح] أخرجه مسلم، الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة، ح: ٨٢ من حديث ابن جريج به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٣٠.

ﷺ: «لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ إِلَّا تَرْكُ الصَّلَاةِ».

فوائد ومسائل: ① ''مسلمان اور کافر میں امتیاز نماز سے ہے۔'' کیونکہ ارکانِ اسلام میں سے یہی ایک ایسا رکن ہے جس سے مسلم کی پہچان ہوسکتی ہے۔ شہادتین کی ادائیگی تو کبھی کبھار ہوتی ہے' نیز وہ نظر آنے والی چیز نہیں۔ تصدیق دل سے ہوتی ہے۔ روزہ بھی مخفی چیز ہے۔ زکاۃ کی ادائیگی صرف امیر لوگوں پر سال میں ایک دفعہ ہوتی ہے اور وہ علانیہ بھی نہیں ہوتی۔ حج زندگی میں ایک بار ہے' وہ بھی صرف صاحب استطاعت پر فرض ہے' لہٰذا نماز ہی ایک ایسا رکن ہے جو ہر غریب وامیر' مرد وزن' بوڑھے' جوان' تندرست اور بیمار پر دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ اور یہ نظر آنے والی چیز ہے۔ علانیہ اذان وجماعت سے ادا ہوتی ہے' اس لیے اس سے بڑھ کر مسلمان کے لیے امتیاز کیا ہوسکتا ہے؟ ② ''جس نے اسے چھوڑ دیا' کفر کیا۔'' کیونکہ جو شخص کبھی بھی نماز نہیں پڑھتا اس نے مطلقاً نماز کو چھوڑ رکھا ہے۔ بظاہر کافر اور اس میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا' یعنی دیکھنے میں کافروں جیسا ہے۔ ویسے بھی نماز کا ترک کافروں کا کام ہے۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس نے کفر کے کام کا ارتکاب کیا' البتہ اس میں چونکہ اسلام کے کام بھی پائے جاتے ہیں' مثلاً: شہادتین کا اقرار اور تصدیق وغیرہ' لہٰذا وہ صریح کافر تو نہیں مگر دائرۂ اسلام کے تحت کافر ہے۔ اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے [كُفْرٌ دُونَ كُفْرٍ] کہا ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الإيمان' باب كُفرَانِ العَشِير و كُفرٍ دونَ كفرٍ' رقم الباب:۲۱) یعنی بڑے کفر سے کم درجے کا کفر جس سے وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ظاہر الفاظ کے پیش نظر اسے صریح کافر کہا ہے۔ واللہ أعلم. ③ ''صرف نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔'' کیونکہ ترک صلاۃ سے مسلمان کا امتیاز ختم ہو گیا' لہٰذا اس کا تعلق کفر سے جڑ گیا۔

(المعجم ۹) - بَابُ الْمُحَاسَبَةِ عَلَى الصَّلَاةِ (التحفة ۹)

باب:۹-نماز کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی

٤٦٦- أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ - هُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَّازُ - قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حُرَيْثِ بْنِ قَبِيصَةَ قَالَ:

۴۶۶- حضرت حریث بن قبیصہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں مدینہ آیا تو میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرما۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی میسر ہوئی۔ میں نے ان سے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے

٤٦٦_[صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء أن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة، ح: ٤١٣ من حديث همام به، وقال: "حسن غريب"، وهو في الكبرى، ح: ٣٢٥، وله شواهد، منها الحديثان الآتيان.

قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُمَّ! يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا، فَجَلَسْتُ إِلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: فَقُلْتُ إِنِّي دَعَوْتُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا، فَحَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ بِصَلَاتِهِ فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ» قَالَ هَمَّامٌ: لَا أَدْرِي هٰذَا مِنْ كَلَامِ قَتَادَةَ أَوْ مِنَ الرِّوَايَةِ «فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ: أُنْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهِ مَا نَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلٰى نَحْوِ ذٰلِكَ» خَالَفَهُ أَبُو الْعَوَّامِ.

دعا کی تھی کہ مجھے نیک ہم نشین میسر فرما' لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ امید ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ پہنچائے گا۔ آپ نے بیان کیا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا: ''سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر وہ درست ہوئی تو وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔ اور اگر وہ خراب ہوئی تو وہ ناکام رہا اور خسارے میں گیا۔'' ہمام کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ یہ الفاظ قتادہ کے ہیں یا روایت (حدیث) کے ہیں۔ ''اگر اس کے فرضوں میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: (اے فرشتو!) دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفل ہیں؟ تو ان کے ساتھ اس کے فرضوں کی کمی پوری کی جائے گی۔ پھر باقی اعمال میں بھی اسی طرح (حساب) ہوگا۔'' حضرت ابوعوام نے سند میں حضرت ہمام کی مخالفت کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① ابوعوام اور ہمام دونوں حضرت قتادہ کے شاگرد ہیں۔ دونوں سند کے بیان کرنے میں مختلف ہیں جیسا کہ اس حدیث اور اگلی حدیث کی سندیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ہمام کی سند میں حضرت حسن کے استاد حریث بن قبیصہ ہیں جب کہ ابوعوام کی سند میں حسن کے استاد ابورافع ہیں۔ ② معلوم ہوا کہ نوافل اور سنن کی ادائیگی میں قطعاً سستی نہیں کرنی چاہیے تاکہ فرائض کی تکمیل اور رفع درجات کا فائدہ حاصل ہو۔ کون ہے جو فرائض کی صحیح ادائیگی کا دعویٰ کر سکے؟

٤٦٧- أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ - يَعْنِي ابْنَ بَيَانِ بْنِ زِيَادِ بْنِ مَيْمُونٍ - قَالَ: كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ عَنْهُ قَالَ:

۴۶۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے جس چیز کا حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہوگی۔

٤٦٧ـ [صحيح] انظر الحديث الآتي والسابق.

أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَوَّامِ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ فَإِنْ وُجِدَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ تَامَّةً، وَإِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ قَالَ: أُنْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ لَهُ مِنْ تَطَوُّعٍ يُكَمِّلُ لَهُ مَا ضَيَّعَ مِنْ فَرِيضَتِهِ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ سَائِرُ الْأَعْمَالِ تَجْرِي عَلَى حَسَبِ ذٰلِكَ».

اگر وہ مکمل پائی گئی تو مکمل لکھی جائے گی اور اگر اس میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو! کیا تم اس کے لیے کچھ نفل پاتے ہو جس کے ساتھ اس کے ضائع کردہ فرض کی کمی پوری کر دی جائے۔ پھر باقی اعمال بھی اسی کے مطابق جاری ہوں گے۔''

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ سب سے پہلے ''قتل'' کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (صحيح البخاري' الرقاق' حديث: ٦٥٣٣' وصحيح مسلم' القسامة والمحاربين' حديث: ١٦٧٨) یہاں نماز کا ذکر ہے۔ تطبیق یہ ہے کہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں قتل کا۔ یا پوچھ گچھ پہلے نماز کی ہوگی اور فیصلہ سب سے پہلے قتل کا ہوگا۔

٤٦٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ صَلَاتُهُ فَإِنْ كَانَ أَكْمَلَهَا وَإِلَّا قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: أُنْظُرُوا لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَإِنْ وُجِدَ لَهُ تَطَوُّعٌ قَالَ: أَكْمِلُوا بِهَا الْفَرِيضَةَ».

۴۶۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے بندے سے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر اس نے نمازوں کو مکمل کیا ہوگا (تو درست) ورنہ اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرمائے گا: دیکھو! کیا میرے بندے کے نامۂ اعمال میں کوئی نفل ہیں؟ اگر نفل پائے گئے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا' ان سے فرضوں کی کمی کو پورا کر دو۔''

٤٦٨ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ١٠٣ من حديث حماد بن سلمة به نحوه إلا أنه قال: "عن رجل من أصحاب النبي ﷺ" بدل: أبي هريرة رضي الله عنه، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٢٥، وله شواهد كثيرة عند أبي داود، ح: ٨٦٦ وغيره.

(المعجم ١٠) - **بَابُ ثَوَابِ مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ** (التحفة ١٠)

باب:١٠-جوشخص نماز کی (صحیح) ادائیگی کرے اس کا ثواب

٤٦٩- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي صَفْوَانَ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ. ذَرْهَا». كَأَنَّهُ كَانَ عَلَى رَاحِلَةٍ.

۴۶۹-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کسی ایسے کام سے مطلع فرمائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور نماز صحیح صحیح ادا کرو زکاۃ ادا کرو اور رشتوں کو جوڑو (پھر آپ نے اس آدمی سے کہا) اس (اونٹنی کی مہار) کو چھوڑ دو۔“ گویا کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے۔

فوائد ومسائل: ① [ذَرْهَا] میں اس چیز کی طرف اشارہ تھا کہ تیرے سوال کا جواب پورا ہو گیا ہے اب اس کو چھوڑ دے۔ اس نے سوال کرنے سے پہلے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی تھی۔ ② اس حدیث میں ارکان اسلام مذکور ہیں۔

(المعجم ١١) - **بَابُ عَدَدِ صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي الْحَضَرِ** (التحفة ١١)

باب:١١-حضر میں ظہر کی نماز کتنی رکعت ہو گی؟

٤٧٠- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ سَمِعَا أَنَسًا قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ

۴۷۰-حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں چار رکعت پڑھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔

٤٦٩ـ أخرجه البخاري، الأدب، باب فضل صلة الرحم، ح: ٥٩٨٣، ومسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان الذي يدخل به الجنة . . . الخ، ح: ١٣/١٣ من حديث بهز بن أسد به، وهو في الكبرى، ح: ٣٢٨.

٤٧٠ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، ح: ٦٩٠ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، التقصير، باب: يقصر إذا خرج من موضعه، ح: ١٠٨٩ من حديث ابن المنكدر وإبراهيم به، وهو في الكبرى، ح: ٣٤٢.

بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ .

فائدہ: مدینہ منورہ میں تو مکمل نماز پڑھی گئی' پھر سفر شروع ہو گیا' ذوالحلیفہ چونکہ شہر سے باہر ہے' سفر لمبا تھا' لہٰذا ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز کا وقت آ جانے پر قصر' یعنی دو رکعت پڑھی گئی۔ یاد رہے یہ حج کا سفر تھا۔

(المعجم ١٢) - بَابُ صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي السَّفَرِ (التحفة ١٢)

باب:١٢-سفر کے دوران میں ظہر کی نماز

٤٧١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ - قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: إِلَى الْبَطْحَاءِ - فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ .

۴۷۱-حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت ...... ابن مثنی نے کہا: بطحاء (مکہ میں مقبرہ معلاۃ سے صفا مروہ کی طرف جانے والے راستے) کی طرف...... نکلے۔ آپ نے وضو فرمایا' پھر ظہر و عصر دو دو رکعت پڑھیں اور آپ کے آگے ایک چھوٹا نیزہ گاڑا گیا تھا۔

فائدہ: آپ کے آگے عنزہ (چھوٹا نیزہ) سترے کے طور پر گاڑا گیا تھا' لہٰذا کھلی یا بند جگہ میں سترہ ضروری ہے۔

(المعجم ١٣) - بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعَصْرِ (التحفة ١٣)

باب:١٣-عصر کی نماز کی فضیلت

٤٧٢- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ وَابْنُ أَبِي خَالِدٍ

۴۷۲-حضرت عمارہ بن رویبہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

٤٧١ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي ... الخ، ح: ٥٠٣ عن محمد بن المثنى ومحمد بن بشار، والبخاري، الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس، ح: ١٨٧ وغيره من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٤٣.

٤٧٢ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، ح: ٦٣٤ من حديث وكيع به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٥٤.

وَالْبُخْتَرِيُّ بْنُ أَبِي الْبُخْتَرِيِّ، كُلُّهُمْ سَمِعُوهُ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ الثَّقَفِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَنْ يَلِجَ النَّارَ مَنْ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا».

سنا: ”وہ آدمی ہرگز آگ میں داخل نہ ہوگا جس نے سورج طلوع اور غروب ہونے سے قبل کی نمازیں (فجر اور عصر) ادا کیں۔“

فائدہ: عصر اور فجر کی نمازیں مشکل اوقات میں ہیں۔ عصر کا وقت کاروبار اور مصروفیت کا وقت ہوتا ہے اور فجر کا وقت نیند اور غفلت کا‘ تو جو شخص ان دو نمازوں کو باجماعت پابندی سے ادا کرتا ہے وہ باقی نمازوں کو بدرجۂ اولیٰ پابندی سے ادا کرے گا۔ اور نماز دین کی بنیاد ہے‘ لہٰذا وہ پکا مومن ہوگا‘ اس لیے ہرگز آگ میں نہ جائے گا۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ١٤) - بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ (التحفة ١٤)

باب:١٤- نمازعصر کی پابندی

٤٧٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا فَقَالَتْ: إِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي: ﴿حَٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ﴾ [البقرة: ٢٣٨] فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا فَأَمْلَتْ عَلَيَّ: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ، ثُمَّ قَالَتْ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

٤٧٣- نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ ؓ کے آزاد کردہ غلام ابو یونس کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے لیے قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھوں۔ فرمانے لگیں: جب تو اس آیت پر پہنچے ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرة ٢:٢٣٨) ”نمازوں کی‘ خصوصاً صلاۃ وسطی کی پابندی کرو۔“ تو مجھے اطلاع کرنا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو آپ نے مجھے یوں لکھوایا: [حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطىٰ وَصَلَاةِ الْعَصرِ وَ قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ] پھر فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یونہی سنا ہے۔

٤٧٣- أخرجه مسلم، المساجد، باب الدليل لمن قال: الصلاة الوسطى هي صلاة العصر، ح: ٦٢٩ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ١٣٨، ١٣٩.

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو وَصَلَاةِ الْعَصْرِ کا اضافہ فرمایا ہے یہ دراصل تفسیر ہے ''صلاۃ وسطیٰ'' کی جو بعض احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے ورنہ یہ قرآن مجید کے الفاظ نہیں۔ ''صلاۃ وسطیٰ'' سے مراد ہے افضل نماز۔ اور وہ احادیث صحیحہ کے مطابق عصر کی نماز ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الدعوات' حديث:٦٣٩٦' وصحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٢٨) اگرچہ بعض لوگوں نے ''صلاۃ وسطیٰ'' کے معنی درمیانی نماز کیے ہیں' لیکن ہر نماز درمیانی بن سکتی ہے' مثلاً: ظہر دن کے درمیان میں ہے۔ مغرب رکعات کے لحاظ سے درمیانی نماز ہے۔ عشاء جہری نمازوں میں سے درمیانی نماز ہے۔ فجر کی نماز دن اور رات کے درمیان ہے' لہٰذا یہ معنی صحیح معلوم نہیں ہوتے۔

٤٧٤- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ».

۴۷۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''(کافروں نے) ہمیں صلاۃ وسطیٰ سے مصروف رکھا حتی کہ سورج غروب ہوگیا۔''

فوائد ومسائل: ① ظاہر ہے غروب شمس سے پہلے عصر ہی کی نماز ہے۔ اسے ہی آپ نے صلاۃ وسطیٰ کہا ہے۔ صحیحین کی روایت میں اس کی صراحت ہے۔ ② غزوۂ احزاب' یعنی جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' المغازي' حديث:٤١١١' وصحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٢٧)

(المعجم ١٥) - **بَابُ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ** (التحفة ١٥)

باب:۱۵- جس شخص نے عصر کی نماز چھوڑ دی

٤٧٥- **أَخْبَرَنَا** عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ:

۴۷۵- ابو ملیح بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک ابر آلود دن میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے تو انھوں نے کہا: نماز (عصر) جلدی پڑھ لو کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ

٤٧٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب الدليل لمن قال: الصلاة الوسطٰى هي صلاة العصر، ح:٦٢٧ من حديث شعبة، والبخاري، الجهاد، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة، ح:٢٩٣١ من حديث عبيدة به.

٤٧٥ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب من ترك العصر، ح:٥٥٣ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ح:٣٦٤.

حَدَّثَنِي أَبُو الْمَلِيحِ قَالَ: كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي يَوْمٍ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ: بَكِّرُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ».

نے فرمایا ہے: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل ضائع ہوگیا۔''

فوائد ومسائل: ① ابر آلود دن میں سورج نظر نہیں آ تا' اس لیے خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں غروب ہی نہ ہو جائے' لہٰذا عصر کی نماز اول وقت ہی میں پڑھ لینی چاہیے تا کہ تاخیر قضا تک نہ پہنچا دے۔ ایک مرفوع روایت میں یہ بات صراحتاً بیان کی گئی ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، مواقیت الصلاۃ، حدیث: ۵۹۴) ② ''اس کا عمل ضائع ہو گیا۔'' بعض گناہ حبطِ اعمال کا سبب بن جاتے ہیں' جیسے نبی ﷺ کے سامنے جھگڑنا اور آواز بلند کرنا' ریاکاری کرنا' نجومی اور دست شناس وغیرہ کے پاس جانا' البتہ یہ ضروری نہیں کہ سارے سابقہ اعمال ضائع ہو جائیں' کیونکہ اس قسم کا احباط تو کفر وارتداد ہی کی بنا پر ہوتا ہے۔ مذکورہ حدیث میں وہ عمل مراد ہے جس کی بنا پر وہ نماز سے مشغول رہا۔ اور ضائع ہونے کا مطلب ہے کہ وہ عمل اسے فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ یا کسی اور وجہ سے کامل احباط بھی ممکن ہے جبکہ سرے سے اس کے وجوب کا منکر ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ ان الفاظ سے تشدید وتعظیم گناہ مقصود ہے نہ کہ ظاہری الفاظ۔ یہ مفہوم اگرچہ بعید نہیں مگر مندرجہ بالا مفہوم الفاظ کے قریب تر ہے۔

(المعجم ١٦) - بَابُ عَدَدِ صَلَاةِ الْعَصْرِ فِي الْحَضَرِ (التحفة ١٦)

باب:۱۶-حضر میں عصر کی نماز کی رکعات کتنی ہیں؟

٤٧٦- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَنْصُورُ ابْنُ زَاذَانَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كُنَّا نَحْزُرُ قِيَامَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً، قَدْرَ سُورَةِ السَّجْدَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ عَلَى

۴۷۶-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ظہر اور عصر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے۔ ہم نے ظہر کی نماز میں آپ کے قیام کا اندازہ پہلی دو رکعتوں میں سورۂ سجدہ کے برابر تقریباً تیس (۳۰) آیات لگایا اور آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف۔ اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی آخری دو رکعتوں کے برابر اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف قیام کا اندازہ لگایا۔

٤٧٦ـ [صحيح] أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، ح: ٤٥٢ من حديث هشيم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٥١.

النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلٰى قَدْرِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ.

فائدہ: عصر کی نماز کی رکعات معلوم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ عصر کی آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے تھے مزید کوئی سورت نہ ملاتے تھے' البتہ ظہر کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت بھی پڑھتے تھے' گویا فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ بھی کافی ہے اور اگر کوئی سورت ملالی جائے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

٤٧٧- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ، عَنِ الْوَلِيدِ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُومُ فِي الظُّهْرِ فَيَقْرَأُ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً فِي كُلِّ رَكْعَةٍ ثُمَّ يَقُومُ فِي الْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ قَدْرَ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً.

۴۷۷- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز میں قیام فرماتے تو ہر رکعت میں تقریباً تیس آیات تلاوت فرماتے' پھر عصر کی پہلی دو رکعتوں میں پندرہ آیات کے بقدر قراءت فرماتے۔

توضیح: [فِي كُلِّ رَكْعَةٍ] سے مراد ہے پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں تقریباً تیس آیات کے بقدر قراءت کرتے' نہ کہ چار رکعات میں تیس تیس آیات کی تلاوت مراد ہے کیونکہ تفصیلی روایات سے یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

(المعجم ١٧) - بَابُ صَلَاةِ الْعَصْرِ فِي السَّفَرِ (التحفة ١٧)

باب:۱۷- سفر میں عصر کی نماز کتنی ہے؟

٤٧٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه الدولابي في الكنٰى: ١/ ١٢٩ عن النسائي عن سويد بن نصر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٥٢. * الوليد هو ابن مسلم بن شهاب العنبري.

٤٧٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

۴۷۸- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں چار رکعت اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے' حدیث: ۴۷۰ اور اس کا فائدہ۔

٤٧٩- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ أَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ: أَنَّ نَوْفَلَ بْنَ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ».

۴۷۹- حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس کی عصر کی نماز رہ گئی، وہ یوں سمجھے کہ اس سے اس کے اہل و مال لوٹ لیے گئے۔''

قَالَ عِرَاكٌ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ». خَالَفَهُ يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ.

عراک کہتے ہیں: مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس سے عصر کی نماز رہ گئی، وہ یوں سمجھے کہ اس سے اس کے اہل و مال لوٹ لیے گئے۔'' یزید بن ابی حبیب نے (سند اور متن کے بیان میں جعفر بن ربیعہ کی) مخالفت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① یزید بن ابی حبیب اور جعفر بن ربیعہ حضرت عراک کے شاگرد ہیں۔ دونوں نے سند میں بھی اختلاف کیا ہے اور متن میں بھی۔ سند کا اختلاف تو یہ ہے کہ یزید بن ابی حبیب کی روایت میں ہے کہ حضرت عراک کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت نوفل بن معاویہ یوں فرماتے تھے' گویا عراک نے خود حضرت نوفل

٤٧٨ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، ح: ٦٩٠ عن قتيبة، والبخاري، الحج، باب رفع الصوت بالإهلال، ح: ١٥٤٨ من حديث حماد بن زيد به.

٤٧٩ـ [إسناده صحيح]

سے نہیں سنا جب کہ جعفر بن ربیعہ کی روایت میں سماع اور تحدیث کی صراحت ہے۔ ممکن ہے پہلے عراک نے یہ روایت واسطے سے سنی ہو' پھر براہ راست سن لی۔ اور دونوں طرح بیان کر دیا۔ متن میں اختلاف یہ ہے کہ جعفر کی روایت میں نماز عصر کی صراحت ہے جب کہ یزید بن ابی حبیب کی روایت میں ''کسی ایک نماز'' کا ذکر ہے۔ ممکن ہے حضرت نوفل کی روایت میں عصر کی صراحت نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہو۔ پہلے حضرت عراک مبہم بیان کرتے ہوں گے' پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صراحت کے بعد انھوں نے حضرت نوفل کی روایت میں بھی نمازِ عصر کی صراحت شروع کر دی ہو۔ واللہ أعلم. ② حدیث: ۴۷۵ میں حبطِ عمل کا ذکر ہے اور یہاں اہل و مال کے لوٹ لیے جانے کا۔ دراصل وہ روایت نماز ترک کر دینے کے بارے میں ہے کہ نہ ادا کی گئی ہو اور نہ قضا ہی پڑھی گئی ہو۔ اور یہ روایت سستی کی بنا پر نماز وقت سے رہ جانے کے بارے میں ہے جب کہ وقت کے بعد قضا پڑھ لی گئی ہو۔ اہل و مال کا لوٹا جانا بھی معمولی نقصان نہیں ہے۔

٤٨٠- أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ زُغْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ نَوْفَلَ بْنَ مُعَاوِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مِنَ الصَّلَاةِ صَلَاةٌ مَنْ فَاتَتْهُ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ». قَالَ ابْنُ عُمَرَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «هِيَ صَلَاةُ الْعَصْرِ» خَالَفَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ.

۴۸۰- حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا: ''نمازوں میں سے ایک نماز ایسی ہے کہ جس سے وہ رہ جائے' وہ یوں سمجھے کہ اس کے اہل و مال لوٹ لیے گئے۔'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ وہ عصر کی نماز ہے۔ محمد بن اسحاق نے (حضرت لیث کی) مخالفت کی ہے۔

فائدہ: محمد بن اسحاق اور لیث دونوں یزید بن ابی حبیب کے شاگرد ہیں۔ دونوں سند کے بیان میں بھی مختلف ہیں اور متن کے بیان میں بھی۔ سند کا اختلاف تو یہ ہے کہ حضرت لیث کی روایت میں عراک کے حضرت نوفل سے سماع کی صراحت نہیں جبکہ محمد بن اسحاق کی روایت میں سماع کی صراحت ہے۔ تطبیق سابقہ وضاحت میں گزر چکی ہے۔ متن کا اختلاف یہ ہے کہ حضرت لیث کی روایت مرفوع ہے جبکہ محمد بن اسحاق کی روایت موقوف' یعنی صحابی کا قول ہے۔ ویسے ان میں تعارض نہیں ہے کیونکہ اصلاً تو یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی ہے۔ صحابی نے بھی یہی فتویٰ دیا۔ ظاہر ہے ایسے عام ہوتا ہے۔ اس سے روایت کے مرفوع ہونے میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔

٤٨٠- [صحيح] أخرجه ابن أبي عاصم في الأحاد والمثاني: ٢/ ٢٠٢، ح: ٩٥٢ من حديث الليث بن سعد به، وانظر الحديث السابق والآتي.

٤٨١- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَوْفَلَ بْنَ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ: صَلَاةٌ مَنْ فَاتَتْهُ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هِيَ صَلَاةُ الْعَصْرِ».

۴۸۱- عراک بن مالک نے کہا کہ میں نے نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: ایک نماز ایسی ہے کہ جس سے وہ رہ جائے گویا اس کے اہل و مال لوٹ لیے گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عصر کی نماز ہے۔''

فوائد و مسائل: ① حدیث: ۴۸۰ اور حدیث: ۴۸۱ میں فرق یہ ہے کہ پہلی حدیث رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اور دوسری نوفل بن معاویہ کا اپنا قول۔ ② ان تین روایات کا ظاہراً باب سے کوئی تعلق نہیں بنتا الا یہ کہ کہا جائے کہ سفر میں سستی ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات نماز کا وقت بھی گزر جاتا ہے۔ مسافر کو چاہیے کہ عصر کی نماز وقت سے ضائع نہ کرے ورنہ سخت نقصان ہوگا۔ وقت کے اندر ادا کرے۔

(المعجم ١٨) - بَابُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ (التحفة ١٨)

باب: ۱۸- مغرب کی نماز

٤٨٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: رَأَيْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ بِجَمْعٍ أَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى - يَعْنِي - الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ صَنَعَ بِهِمْ مِثْلَ ذٰلِكَ فِي ذٰلِكَ الْمَكَانِ، وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ ذٰلِكَ فِي ذٰلِكَ الْمَكَانِ.

۴۸۲- سلمہ بن کہیل سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت سعید بن جبیر کو مزدلفہ میں دیکھا' انھوں نے اقامت کہی اور مغرب کی نماز تین رکعت پڑھی' پھر اقامت کہی اور عشاء کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر انھوں نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس جگہ ان کو ایسے ہی نمازیں پڑھائیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس جگہ اسی طرح کیا تھا۔

٤٨١ـ [صحيح وإسناده حسن] انظر، ح: ٤٧٩، وهو شاهد له.

٤٨٢ـ أخرجه مسلم، الحج، باب الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة . . . الخ، ح: ١٢٨٨/ ٢٨٨ من حديث شعبة به.

فائدہ: مغرب کی نماز سفر وحضر میں تین رکعت ہی رہتی ہے کیونکہ یہ دن کے وتر ہیں' نصف کرنا ممکن نہیں ہے۔ دو رکعات پڑھی جائیں تو وتر نہیں رہے گی جب کہ عشاء کی نماز سفر میں دو رکعت ہو جاتی ہے۔

(المعجم ١٩) - بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ (التحفة ١٩)

باب:١٩-نمازِ عشاء کی فضیلت

٤٨٣- أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْعِشَاءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ» وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ يُصَلِّي غَيْرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ.

۴۸۳-حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک رات) عشاء کی نماز کو مؤخر کیا حتی کہ حضرت عمر ؓ نے آپ کو (مسجد سے) بلند آواز میں پکارا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ تو اللہ کے رسول ﷺ باہر (مسجد میں) تشریف لائے اور فرمایا: ''تمھارے علاوہ کوئی شخص یہ نماز نہیں پڑھتا۔'' اور (واقعتاً) ان دنوں اہل مدینہ کے علاوہ کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① ضرورت پڑنے پر رسول اللہ ﷺ کو بلند آواز سے پکارنا جائز تھا۔ آپ کی موجودگی میں بلاضرورت اونچی آواز سے بولنا گناہ تھا' گستاخی تھی اور موجب حرمان تھا' پھر یہ واقعہ سورۂ حجرات کے نزول سے پہلے اسلام کے ابتدائی ایام کا ہے جبکہ اونچی آواز سے پکارنے کی ممانعت اور اس پر عمل کی بربادی کی وعید سورۂ حجرات میں آئی ہے۔ ② ''عورتیں اور بچے سو گئے۔'' یعنی وہ عورتیں جو باجماعت نماز کے لیے مسجد میں آئی تھیں اور ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بچے بھی تھے۔ یا گھروں میں عورتیں اور بچے سو گئے۔ دروازہ کھلوانا مشکل ہوگا۔ لیکن پہلا مفہوم ہی درست ہے۔ ③ ''تمھارے علاوہ کوئی شخص یہ نماز نہیں پڑھتا۔'' کیونکہ عیسائی و یہودی تو عشاء کی نماز پڑھتے ہی نہیں' صرف مسلمان ہی پڑھتے ہیں اور اس وقت اسلام مدینے سے باہر نہیں پھیلا تھا یا پھر مکے میں چند مجبور و مقہور مسلمان تھے جن کو علانیہ نماز باجماعت پڑھنے کی ہمت ہی نہ تھی' چھپ چھپا کر پڑھتے تھے۔ اس جملے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اتنی تاخیر کے ساتھ مسجد نبوی کے علاوہ کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی کیونکہ مدینہ منورہ کی دیگر مساجد میں لوگ جلدی نماز پڑھ کر سو جاتے تھے۔ اس صورت میں ''تم'' سے مراد مسجد نبوی کے نمازی ہوں گے' پہلی صورت میں عام مسلمان مراد ہوں گے۔

٤٨٣- أخرجه البخاري، الأذان، باب وضوء الصبيان ومتى يجب عليهم الغسل والطهور ... الخ، ح:٨٦٢، ومسلم، المساجد، باب وقت العشاء وتأخيرها، ح:٦٣٨ من حديث الزهري به، أخرجه البخاري من حديث عبدالأعلى بن عبدالأعلى به، ح:٨٦٢.

واللہ أعلم۔ ④ اس حدیث سے بظاہر امام صاحب کا استدلال واضح نہیں ہے لیکن آپ کا یہ فرمانا: ''تمھارے علاوہ کوئی شخص یہ نماز نہیں پڑھتا'' اس امت کی خصوصیت واضح کرتا ہے' اس لیے اس نماز کا اہتمام ضروری ہے۔ نماز کے لیے منتظر رہنا اس کے اہتمام میں شامل ہے' لہٰذا یہ عمل اس کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ أعلم۔

(المعجم ٢٠) - **بَابُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ** (التحفة ٢٠)

باب:٢٠-سفر میں عشاء کی نماز کتنی ہوگی؟

٤٨٤- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ قَالَ: صَلَّى بِنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ بِجَمْعٍ الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا بِإِقَامَةٍ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَعَلَ ذٰلِكَ، وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ ذٰلِكَ.

٤٨٤-حضرت حکم سے روایت ہے' انھوں نے کہا: جناب سعید بن جبیر نے ہمیں مزدلفہ میں مغرب کی نماز اقامت کے ساتھ تین رکعت پڑھائی' پھر سلام پھیرا' پھر عشاء کی نماز دو رکعتیں پڑھائیں اور کہا: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے ایسے کیا۔ اور انھوں (ابن عمر) نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔

٤٨٥- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ ابْنُ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ صَلَّى بِجَمْعٍ فَأَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ فِي هٰذَا الْمَكَانِ».

٤٨٥-جناب سعید بن جبیر نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو دیکھا' آپ نے مزدلفہ میں اقامت کہی اور مغرب کی نماز تین رکعت پڑھی' پھر عشاء کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جگہ اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

(المعجم ٢١) - **بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ** (التحفة ٢١)

باب:٢١-نماز باجماعت کی فضیلت

٤٨٤_ **[صحيح]** تقدم، ح: ٤٨٢، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٨٤.

٤٨٥_ **[صحيح]** تقدم، ح: ٤٨٢، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٨٥.

٤٨٦- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ».

۴۸۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات اور دن کے وقت فرشتے تم پر باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں (دن اور رات کے) فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر جن فرشتوں نے تم میں رات گزاری ہوتی ہے وہ اوپر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے: تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ وہ کہتے ہیں: ہم ان کو نماز پڑھتا چھوڑ کر آئے ہیں اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔''

٤٨٧- **أَخْبَرَنَا** كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تَفْضُلُ صَلَاةُ الْجَمْعِ عَلَى صَلَاةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا وَيَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿وَقُرْءَانَ ٱلْفَجْرِ إِنَّ قُرْءَانَ ٱلْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾». [الإسراء: ٧٨]

۴۸۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''باجماعت نماز تمھارے اکیلے کی نماز سے پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔ اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ ''اور صبح کی نماز قائم کرو کیونکہ صبح کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① ''پچیس گنا'' کیونکہ باجماعت نماز پڑھنے کے لیے انسان کو بہت سے نیک کام زائد

٤٨٦ـ أخرجه البخاري، التوحيد، باب كلام الرب تعالى مع جبريل . . . الخ، ح: ٧٤٨٦ عن قتيبة، ومسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، ح: ٦٣٢ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ١٧٠.

٤٨٧ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة . . . الخ، ح: ٦٤٩ من حديث الزهري به، وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ٦٤٨، ٤٧١٧، ومسلم، ح: ٦٤٩/ ٢٤٦ باختلاف يسير.

کرنے پڑتے ہیں، مثلاً: گھر سے نماز کے ارادے سے نکلنا، دعا پڑھنا، مسجد کی طرف چلنا، راستے میں ملنے والوں سے سلام وجواب کرنا، مریض کی بیمار پرسی کرنا، راستے کو صاف رکھنا، کسی کو راستہ بتانا اور عاجز کی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ② ویسے تو فرشتے ہر نماز میں حاضر ہوتے ہیں مگر چونکہ فجر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، اس لیے اس کا خصوصی ذکر فرمایا۔

٤٨٨- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَيَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَلِجُ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ».

۴۸۸- حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''وہ شخص آگ میں نہیں جائے گا جس نے طلوعِ شمس اور غروبِ شمس سے پہلے کی نمازیں پڑھیں۔''

فائدہ: اس حدیث میں نماز باجماعت کا ذکر نہیں، صرف فجر اور عصر کی نماز کا ذکر ہے، گویا نماز پڑھنے سے مراد باجماعت نماز پڑھنا ہی ہے۔ علیحدہ علیحدہ یا بے وقت نماز پڑھنا قابل تعریف نہیں۔ (دیکھیے حدیث نمبر ۴۷۲)

(المعجم ٢٢) - بَابُ فَرْضِ الْقِبْلَةِ (التحفة ٢٢)

باب: ۲۲- قبلہ کب مقرر ہوا؟

٤٨٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [قَالَ]: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، شَكَّ سُفْيَانُ، وَصُرِفَ إِلَى الْقِبْلَةِ.

۴۸۹- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) سولہ (۱۶) یا سترہ (۱۷) مہینے نماز پڑھی، پھر آپ کو موجودہ قبلے (بیت اللہ) کی طرف پھیر دیا گیا۔

فائدہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما انصاری صحابی ہیں۔ ظاہر ہے انھوں نے ہجرت کے بعد ہی آپ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔ تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ہجرت سے سولہ سترہ ماہ بعد تک قبلہ بیت المقدس ہی

٤٨٨_ [صحيح] تقدم، ح: ٤٧٢.

٤٨٩_ أخرجه البخاري، التفسير، باب: "ولكل وجهة هو موليها . . ."، ح: ٤٤٩٢، ومسلم، المساجد، باب تحويل القبلة من القدس إلى الكعبة، ح: ٥٢٥/ ١٢ من حديث يحيى القطان به.

رہا۔ ١٥ رجب یا شعبان ٢ ہجری میں بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیا گیا۔ قبلے سے متعلق تفصیلی احکام ومسائل کے لیے کتاب القبلة کا ابتدائیہ ملاحظہ فرمائیں۔

٤٩٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ إِنَّهُ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَمَرَّ رَجُلٌ قَدْ كَانَ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَانْحَرَفُوا إِلَى الْكَعْبَةِ.

٤٩٠- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے سولہ (١٦) مہینوں تک بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی پھر آپ کا رخ کعبہ کی طرف کر دیا گیا۔ ایک آدمی جس نے (قبلے کی تبدیلی کے بعد) آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی انصار کے ایک قبیلے کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا: میں قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا قبلہ کعبے کی طرف کر دیا گیا ہے۔ تو وہ (نماز ہی میں) کعبے کی طرف مڑ گئے۔

فوائد ومسائل: ① انصار کے اس قبیلے کا نام بنو حارثہ تھا۔ ② انصار کا نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف رخ کرنا تمام نمازیوں کے لیے کچھ نہ کچھ حرکت کا باعث بنا کیونکہ بیت اللہ بیت المقدس سے بالکل مخالف جانب ہے۔ ظاہر ہے امام کو صفیں چیر کر دوسری جانب آنا پڑا اور مقتدیوں کو بھی صفیں بدلنی پڑیں۔ معلوم ہوا کہ نماز کی اصلاح کے لیے جو بھی حرکت کرنی پڑے وہ نماز کے فساد کا موجب نہیں قلیل ہو یا کثیر۔ ③ ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔ ④ کسی حکم کے علم سے قبل اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ تبدیلی قبلہ کا حکم تو اس قبیلے کے نماز شروع کرنے سے قبل آ چکا تھا مگر چونکہ ان کو علم نماز کے دوران میں ہوا لہٰذا پہلے سے پڑھی ہوئی نماز جو دوسرے قبلے کی طرف تھی فاسد نہیں ہوئی۔ ⑤ یہ بات اختلافی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ ﷺ کا بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا وحی سے تھا یا اہل کتاب سے موافقت کی بنا پر۔

(المعجم ٢٣) - بَابُ الْحَالِ الَّتِي يَجُوزُ فِيهَا اسْتِقْبَالُ غَيْرِ الْقِبْلَةِ (التحفة ٢٣)

باب: ٢٣- وہ حالت جس میں قبلے کی بجائے کسی اور طرف نماز پڑھنا جائز ہے

٤٩٠- أخرجه البخاري، الإيمان، باب: الصلاة من الإيمان، ح: ٤٠، ٣٩٩، ٤٤٨٦، ٤٤٩٢، ٧٢٥٢، ومسلم، المساجد، باب تحويل القبلة من القدس إلى الكعبة، ح: ٥٢٥ من حديث أبي إسحاق به.

٤٩١- أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ زُغْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَتَوَجَّهُ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ.

۴۹۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے تھے سواری کا منہ جس طرف بھی ہوتا۔ اسی طرح وتر بھی سواری پر پڑھتے تھے۔ مگر فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① نفل نماز چونکہ ہر وقت پڑھی جاسکتی ہے سفر میں بھی حضر میں بھی۔ اگر سفر میں قبلے کا یا نیچے اتر کر پڑھنے کا پابند کیا جاتا تو یہ ہوتا کہ مسافر نفلوں سے محروم رہتا یا سفر نہ کرسکتا اس لیے نفل نماز میں رعایت رکھی گئی کہ مسافر سفر کے دوران میں سواری پر نماز پڑھ سکتا ہے خواہ قبلے کی طرف منہ نہ ہو اور خواہ رکوع اور سجدہ نہ کرسکے تاہم یہ ضروری ہے کہ آغاز کرتے وقت سواری کا رُخ قبلے کی طرف ہو بعد میں چاہے جس طرف ہو جائے۔ ② وتر کی نماز سواری پر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر فرض یا واجب نہیں بلکہ نفل ہیں۔ احناف وتر کو واجب کہتے ہیں۔ مزید دیکھیے: (حدیث: ۴۶۲) ③ قبلے کی شرط اس وقت تک ہے جب تک ممکن ہو جب قبلہ رخ ہونا انسان کے بس ہی میں نہ ہو یا بعد میں بدستور قبلہ رخ رہنا محال ہو اور نماز کا وقت بھی جا رہا ہو اور نیچے اترنا ناممکن اور بس میں نہ ہو اور بعد میں اس کی قضا ادا کرنا بھی پریشانی کا باعث ہو تو سواری پر فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اگر ایسے نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بھی اجازت دی ہے۔

٤٩٢- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى دَابَّتِهِ

۴۹۲- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ آتے ہوئے سواری پر نماز پڑھتے تھے اور اسی کے بارے میں یہ آیت اتری: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ”تم

٤٩١- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز صلاة النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت، ح: ٧٠٠/ ٣٩ من حديث ابن وهب، والبخاري، التقصير، باب: ينزل للمكتوبة، ح: ١٠٩٨ من حديث يونس بن يزيد به.

٤٩٢- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز صلاة النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت، ح: ٧٠٠/ ٣٣ من حديث يحيى القطان به.

وَهُوَ مُقْبِلٌ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَفِيهِ أُنْزِلَتْ: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ [البقرة: ١١٥].

جدھر بھی منہ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے۔“

فوائد ومسائل: ① یہ بھی نفل نماز کی بات ہے۔ ② مکہ سے مدینہ آتے ہوئے ظاہر ہے قبلہ پیٹھ کی طرف ہو گا۔ ③ اس آیت کی شانِ نزول خاص ہے لیکن حکم عام ہے، یعنی اس جیسے ہر مسئلے میں یہ حکم لاگو ہوگا' مثلاً: قبلے کا پتہ نہ چلے یا غلطی سے قبلے کی بجائے کسی اور طرف (منہ کر کے) نماز پڑھ لی گئی ہو وغیرہ۔

٤٩٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ فِي السَّفَرِ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ.

۴۹۳- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں اپنی سواری پر (نفل) نماز پڑھا کرتے تھے' جدھر بھی اس کا منہ ہوتا۔

قَالَ مَالِكٌ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

(راویٔ حدیث) مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن دینار نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

(المعجم ٢٤) - بَابُ اسْتِبَانَةِ الْخَطَأِ بَعْدَ الْاِجْتِهَادِ (التحفة ٢٤)

باب: ۲۴- پوری کوشش کے باوجود نماز کے بعد غلطی کا پتہ چلے (تو دہرانے کی ضرورت نہیں)

٤٩٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: بَيْنَمَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ

۴۹۴- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: لوگ قباء میں صبح کی نماز میں تھے کہ ایک آنے والے شخص نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ پر آج رات نیا حکم اترا ہے اور آپ کو کعبے کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا

٤٩٣ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز صلاة النافلة على الدابة . . . الخ، ح: ٧٠٠/ ٣٧ من حديث مالك، والبخاري، التقصير، باب الإيماء على الدابة، ح: ١٠٩٦ من حديث عبدالله بن دينار به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ١٥١.

٤٩٤ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب ماجاء في القبلة ومن لم ير الإعادة على من سها فصلى إلى غير القبلة، ح: ٤٠٣، ومسلم، المساجد، باب تحويل القبلة من القدس إلى الكعبة، ح: ٥٢٦ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ١٩٥.

عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ.

گیا ہے' لہٰذا کعبے کی طرف منہ کرو۔ ان کے چہرے شام کی طرف تھے' چنانچہ وہ کعبے کی طرف گھوم گئے۔

فوائد ومسائل: ① ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ باجماعت نماز پڑھ رہے تھے تو یہ اطلاع پہنچی' گویا ایسا ہی واقعہ مسجد بنو حارثہ میں عصر کی نماز کے اندر پیش آیا' لیکن چونکہ مسجد قباء کی اپنی فضیلت واہمیت ہے' اس لیے اس کا نام مسجد قبلتین نہیں پڑا تاکہ بحیثیت مسجد قباء ہونے کے اس کی جو اہمیت ہے وہ دب نہ جائے' بخلاف مسجد قبلتین کے کہ اس کا قبلتین ہونا ہی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ ② تمام احادیث کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم ظہر کی نماز کے وقت اترا۔ نبی ﷺ نے کعبے کی طرف اولین نماز' ظہر کی پڑھی۔ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں نے یہ اطلاع دوسری مساجد میں پہنچائی۔ مدینے والوں کو یہ اطلاع عصر کی نماز کے دوران میں ملی۔ انھوں نے نماز کی حالت ہی میں رخ بدل لیا۔ مسجد قباء میں شہر سے واپس جانے والوں نے صبح کی نماز کے وقت اطلاع پہنچائی۔ ③ امام صاحب کا استدلال یوں ہے کہ تحویل قبلہ کے حکم کے بعد تین نمازیں اہل قباء نے غیر قبلہ کی طرف پڑھیں' لیکن چونکہ اس بات کا پتہ ان نمازوں کی ادائیگی کے بعد چلا' لہٰذا دہرانے کی ضرورت نہ تھی۔ اب بھی اگر نماز کی ادائیگی کے بعد پتہ چلے کہ نماز غلط جانب پڑھی گئی ہے تو دہرانے کی ضرورت نہیں' بشرطیکہ نماز سے پہلے قبلہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔

اوقات نماز سے متعلق احکام ومسائل

امام نسائی رحمہ اللہ نے کتاب الصلاۃ کے بعد کتاب المواقیت کا انتخاب کیا ہے۔ اگرچہ یہ حصہ کتاب الصلاۃ ہی سے متعلق ہے لیکن چند مخصوص امتیازی مسائل کی وجہ سے امام صاحب نے اسے الگ سے ذکر کیا ہے تاکہ اس کی اہمیت مزید اجاگر ہو اور اس موضوع کی احادیث کے مفاہیم و مقاصد کو خوب ذہن نشین کر لیا جائے۔

* بروقت نماز ادا کرنے کی اہمیت: جہاں تک پانچ نمازوں کے اوقات کی بات ہے تو قرآن و حدیث میں ان کا وقت محدود و متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النسآء ۴:۱۰۳) ''یقیناً نماز مومنوں پر وقت مقررہ پر فرض ہے۔'' بلاعذر شرعی کوئی نماز اس کے متعین وقت سے مؤخر کرنا گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ (الماعون ۱۰۷:۴، ۵) ''ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز میں سستی کرتے ہیں۔''

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ مُوَقَّتَةٌ بِمَوَاقِيتَ مُحَدَّدَةٍ] ''تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ پانچ نمازوں کی ادائیگی ان کے مقررہ اوقات میں فرض ہے۔'' (المغني لابن قدامة: ۱/۴۱۲)

اسی لیے نماز میں سستی کرنے والوں کے متعلق اللہ رب العزت نے فرمایا ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ (الماعون ۱۰۷:۴،۵) ''ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز میں سستی کرتے ہیں۔'' اس آیت کی تفسیر میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز اصل وقت سے لیٹ پڑھتے ہیں۔ (تفسير الطبري' الماعون: ۱۵/۴۰۴' ومسند أبي يعلى' حديث: ۷۰۱) اس کی سند حسن ہے۔ یہ مرفوعاً بھی مروی ہے لیکن اس کی سند میں عکرمہ بن ابراہیم ضعیف ہے كذا قال شيخنا الأثري۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تاخیر صلاۃ (نماز) سے مراد اسے کلیتاً ترک کرنا یا اس کے شرعاً مقررہ وقت سے لیٹ کر کے پڑھنا ہے یا نماز کے اول وقت سے مؤخر کرنا بھی مراد ہوسکتا ہے۔ (تفسير ابن كثير: ۴/۷۱۸)

بہرحال ﴿عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ کے تحت یہ سارے مفہوم آسکتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: [اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا] ''نماز کو اس کے وقت پر (بروقت) ادا کرنا۔'' (صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' حديث: ۵۲۷) ''اس کے وقت پر'' اس سے مراد نماز کا اول وقت ہے۔

482

اس کی توضیح حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث سے ہوتی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ترین عمل کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: [اَلصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا] ''(افضل ترین عمل) نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا ہے۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث: ۴۲۶' مزید دیکھیے: صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني' حديث: ۴۵۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' فرماتی ہیں: [مَا صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَاةً لِّوَقْتِهَا الْآخِرِ مَرَّتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ] ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز اس کے آخری وقت میں دو مرتبہ بھی نہیں پڑھی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی۔'' (جامع الترمذي' الصلاة' حديث: ۱۷۴) اس حدیث کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں: [هٰذَا حَدِيثٌ (حَسَنٌ) غَرِيبٌ' وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ] ''یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے۔'' جبکہ درحقیقت یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ مستدرک حاکم میں یہ موصولاً مروی ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے شیخین کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی

ہے۔ (المستدرك للحاكم:١/١٩٠، وهداية الرواة بتعليق الألباني:١/٢٩٨، والتلخيص الحبير: ١/٣٢٥، طبعه مؤسسة قرطبة) ان دلائل سے معلوم ہوا کہ شرعی عذر کے سوا نماز اول وقت ہی میں ادا کرنا افضل ہے، سوائے نمازِ عشاء کے کہ اسے دیر سے پڑھنا افضل ہے۔ اس کے سوا کسی نماز کو اس کے درمیانی یا آخر وقت میں ادا کرنا افضل نہیں بلکہ صرف جائز اور مباح ہے جیسا کہ آئندہ بحث میں آئے گا۔

نمازوں کے اوقات کی اسی اہمیت کے پیش نظر، بالخصوص اول وقت میں ان کی ادائیگی کی اہمیت و افضلیت اجاگر کرنے کے لیے صحیح احادیث کی روشنی میں پانچوں نمازوں کے اوقات قدرے تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں۔ اس تفصیلی گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی نمازیں بروقت ادا کریں اور اس فکر کو عام کرنے کی کوشش بھی کریں تاکہ بروقت نماز پڑھنے سے ہم صحیح معنوں میں نبیٔ اکرم ﷺ کی اِس عظیم بشارت کے مستحق قرار پائیں۔ ارشاد گرامی ہے: [مَنْ تَوَضَّأَ كَمَا أُمِرَ وَصَلّٰى كَمَا أُمِرَ، غُفِرَلَهُ، مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلٍ] ''جس نے اس طرح وضو کیا جیسے اسے حکم دیا گیا اور نماز بھی اسی طرح پڑھی جیسے اسے حکم دیا گیا (یعنی مسنون اوقات و اعمال کا خیال رکھا) تو اس کی گزشتہ ہر قسم کی لغزش معاف کر دی جائے گی۔''
(سنن النسائي، الطهارة، حديث:١٤٤)

اس سے بڑھ کر ان اوقاتِ نماز پنجگانہ کی اہمیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود جبریل علیہ السلام نے دو دن عملاً سید الانبیاء ﷺ کو پانچ وقت نماز پڑھائی۔

* **صبح کی نماز کا اوّل و آخر وقت:** طلوعِ فجر صادق سے طلوع آفتاب سے قبل تک وقت جواز و ادا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَوَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ......] ''صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے اس وقت تک ہے جب تک سورج طلوع نہ ہو......'' (صحيح مسلم، المساجد، حديث:٦١٢) یعنی اس کا اول وقت طلوع فجر اور آخری وقت طلوع شمس ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْفَجْرِحِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ] ''نماز فجر کا اول وقت وہ ہے جب فجر صادق پھوٹتی ہے اور اس کا آخری وقت طلوعِ شمس ہے۔'' (جامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٥١)

امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس مرفوع روایت کو معلول قرار دیا ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ روایت مجاہد کا

اپنا کلام ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کی سند میں اعمش ہیں' ان کے متعدد شاگرد ہیں۔ جب وہ یہ روایت اعمش سے بیان کرتے ہیں تو سب مجاہد پر موقوفاً بیان کرتے ہیں۔ صرف ایک شاگرد محمد بن فضیل یہ روایت مرفوع بیان کرتے ہیں اور اختلاف کے وقت اکثر کی بات قابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اس طرح حدیث کو مجروح ومعلول قرار دینا اصولاً درست نہیں کیونکہ محمد بن فضیل ثقہ راوی ہیں۔ امام علی بن مدینی جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے قابلِ فخر استاد ہیں' انھوں نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: [كَانَ ثِقَةً ثَبْتًا فِي الْحَدِيثِ] ''وہ حدیث میں ثقہ اور ثبت تھے۔'' ان کی عدالت اور حفظ واتقان کے حوالے سے قطعاً کوئی جرح نہیں' اس لیے ان کی بیان کردہ روایت زیادتیٔ ثقہ کی قبیل سے ہے جو کہ مقبول ہوتی ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے بایں الفاظ اس علت کی تردید کی ہے: [وَمَا يَضُرُّ إِسْنَادَ مَنْ أَسْنَدَ إِيقَافُ مَنْ أَوْقَفَ] ''روایت کو موقوف بیان کرنے والے کا موقوفاً بیان کرنا منداً بیان کرنے والے کے لیے کوئی ضرر رساں نہیں۔'' امام ابن جوزی نے بھی ''التحقیق'' میں ابن فضیل کو ثقہ قرار دیا ہے اور یہ صورت نکالی ہے کہ ممکن ہے اعمش نے مجاہد سے مرسلاً اور ابوصالح سے منداً بیان کیا ہو۔ ابن قطان بھی اس قسم کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بعید نہیں کہ اعمش کے ہاں یہ دو طریق سے منقول ہو۔ ایک مرسل سند سے اور دوسری مرفوع طریق سے۔ اور جس نے اسے مرفوعاً بیان کیا ہے' وہ اہل علم میں سے ہیں اور صدوق ہیں' انھیں ابن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (ملخص ماذكره أحمد شاكر)

الحاصل: ان الفاظ سے یہ روایت مرفوعاً ثابت ہے۔ علماء کی بیان کردہ مذکورہ علت اصولاً محل نظر ہے۔ مزید تحقیق اور تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح جامع الترمذي لأحمد شاكر:١/٢٨٤' ٢٨٥' و سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني' رقم:١٦٩٦)

جبکہ اضطرار کی صورت میں طلوع آفتاب سے بعد تک بھی نماز جائز ہے۔ وہ اس صورت میں کہ جب طلوع شمس سے قبل ایک رکعت کا وقت ملے تو دوسری رکعت طلوع آفتاب کے بعد مکمل کر لی جائے۔ (وہ اپنی نماز بدستور جاری رکھے اگرچہ پہلی رکعت کے بعد سورج طلوع ہو جائے۔ اس کی نماز وقت ہی میں ادا شمار ہوگی۔) (المغني لابن قدامة:١/٤٢٩) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ......] ''جو طلوع شمس سے قبل' صبح کی ایک

رکعت پالے تو یقیناً اس نے صبح کی (پوری) نماز پالی.....'' (صحیح البخاري' مواقیت الصلاۃ' حدیث: ۵۷۹' وصحیح مسلم' المساجد' حدیث:۶۰۸) صحیح بخاری کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:[وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلاَةِ الصُّبحِ قَبلَ أَنْ تَطلُعَ الشَّمُسُ فَلْيُتِمَّ صَلاَتَهُ] ''اور جب کوئی صبح کی نماز کا ایک سجدہ (رکعت) طلوعِ آفتاب سے قبل پالے تو اپنی (باقی) نماز مکمل کرے۔''
(صحیح البخاري' مواقیت الصلاۃ' حدیث:۵۵۶)

* فجرِ صادق: صبح کے وقت افق پر پھیلی ہوئی سفیدی فجرِ صادق کی علامت ہے۔ یہ نماز فجر کا اول وقت ہوتا ہے۔ لیکن اگر سفیدی افق پر پھیلنے کی بجائے سیدھی اور اوپر کو اٹھی ہوئی ہو تو یہ فجر کاذب ہے جو فجرِ صادق سے پہلے پھوٹتی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ ابھی تک نماز کا وقت نہیں ہوا۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني:۱/۴۲۹)

نبیٔ اکرم ﷺ نے ہمیشہ نمازِ فجر اول وقت' یعنی اندھیرے ہی میں پڑھی ہے' صرف ایک دفعہ روشنی ہونے پر پڑھی اور یہ صرف بیان جواز کے لیے تھا۔ ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے' وہ فرماتے ہیں: [وَصَلَّى الصُّبحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ' ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخرٰى فَأَسْفَرَبِهَا' ثُمَّ كَانَتْ صَلاَتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغلِيسَ حَتّٰى مَاتَ وَلَمْ يَعُدْ إِلٰى أَنْ يُّسْفِرَ] ''نبی ﷺ نے ایک بار فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی' پھر دوسری مرتبہ روشنی میں پڑھی' پھر اس کے بعد آپ کی نماز ہمیشہ اندھیرے ہی میں ہوا کرتی تھی حتی کہ آپ کی وفات ہوگئی اور دوبارہ (کبھی) روشنی میں نہ پڑھی۔''
(سنن أبي داود' الصلاۃ' حدیث:۳۹۴' وصحیح سنن أبي داود (مفصل) للألباني' حدیث:۴۱۸)

ملحوظہ: اس روایت کی صحت پر اعتراض کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ اس میں اوقات کے بیان وتفسیر میں اسامہ بن زید متفرد ہے جو کہ متکلم فیہ بھی ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود' الصلاۃ' حدیث:۳۹۴) لیکن راجح بات یہی ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اس میں مذکورہ اضافہ زیادتیٔ ثقہ کی قبیل سے ہے۔ زہری سے بیان کرنے والے دیگر رواۃ جو یہ اضافہ بیان نہیں کرتے' ان کی بیان کردہ روایت سے اس زیادتی کی نفی نہیں ہوتی' لہٰذا اصولاً یہ اضافہ واجب القبول ہے۔ ہاں' جس زیادتیٔ ثقہ سے دیگر راویوں کی بیان کردہ روایت کی نفی یا تعارض وتضاد لازم آئے' ایسی زیادتی واقعی شاذ اور ناقابل عمل ہوتی ہے' لیکن

یہاں یہ بات امام ابوداود رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوتی ہے نہ امر واقع میں ایسا ہے۔ دوسرے اسامہ بن زید لیثی کے بارے میں جو بعض ائمہ کی جرح ہے' وہ غیر مفسر ہے۔ اس کے برعکس دیگر ائمہ نے اسے ثقہ اور صدوق اور اس کی روایت کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے۔

- فن رجال کے امام علامہ ذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اسے یحییٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے فرمایا: [لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ] ''اس کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔'' (میزان الاعتدال: ۱/۱۷۴' مطبوعة المكتبة الأثرية)
- ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَقَالَ أَبُويَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ عَنْهُ: ثِقَةٌ صَالِحٌ' وَقَالَ عُثْمَانُ الدَّارِمِيُّ عَنْهُ: لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ' وَقَالَ الدُّورِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْهُ: ثِقَةٌ] ''ابویعلی موصلی نے انھیں ثقہ صالح کہا ہے۔ عثمان دارمی فرماتے ہیں کہ ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ امام دوری وغیرہ نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے۔'' (تهذيب التهذيب: ۱/۱۸۳)
- امام عجلی رحمہ اللہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ (تاريخ الثقات' رقم: ۵۹' ص: ۶۰)
- امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام یعقوب کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ اسامہ بن زید (لیثی) علمائے مدینہ کے نزدیک ثقہ اور مامون ہے۔ (السنن الكبرى للبيهقي: ۵/۲۳۹)
- ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [صَدُوقٌ يَّهِمُ] ''صدوق ہیں لیکن وہم کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔'' (تقريب التهذيب' ص: ۱۲۴) اسی لیے محدث العصر ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: [وَفِي أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ كَلَامٌ لَّا يَضُرُّ] ''اسامہ بن زید میں کچھ کلام ہے' لیکن نقصان دہ نہیں۔'' دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود (مفصل): ۲/۲۵۱' حديث: ۴۱۸)

امام منذری رحمہ اللہ ان کی زیادت کے بارے فرماتے ہیں: [وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ فِي قِصَّةِ الْإِسْفَارِ رُوَاتُهَا عَنْ آخِرِهِمْ ثِقَاتٌ' وَالزِّيَادَةُ مِنَ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ] ''قصۂ اسفار میں یہ ایک ایسی زیادتی (اضافہ) ہے جس کے تمام راوی شروع سے آخر تک ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔'' (مختصر سنن أبي داود مع معالم السنن: ۱/۲۳۳)

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے معالم السنن میں اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔ (معالم السنن مع مختصر

المنذري:۱/۲۴۵)

امام ابن خزیمہ اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ (ابن خزيمة: ۱/۱۸۱، وابن حبان، حدیث:۲۷۹، والمستدرك للحاكم:۱/۱۹۲، ۱۹۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: [وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَغَيْرُهُ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ وَهْبٍ......] ''ابن خزیمہ وغیرہ نے اسے ابن وہب کے طریق سے صحیح قرار دیا ہے۔'' دیکھیے: (فتح الباري:۲/۵، تحت حديث:۵۲۱) نیز ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک ایسی دلیل پائی ہے جس سے اسامہ کی روایت کو تقویت ملتی ہے۔ مزید یہ کہ حدیث میں وارد بیان فعل جبریل علیہ السلام سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ روایت باغندی نے ''مسند عمر بن عبدالعزیز'' میں اور بیہقی نے ''سنن کبریٰ'' میں يحيى بن سعيد الأنصاري عن أبي بكر بن حزم أنه بلغه عن أبي مسعود کے طریق سے روایت کی ہے تو اس نے اسے منقطع ذکر کیا ہے، لیکن طبرانی نے اسے ایک دوسرے طریق سے بواسطہ ''ابوبکر بن حزم عن عروہ روایت کیا ہے۔ الغرض حدیث پھر عروہ کی طرف لوٹ آئی اور واضح ہو گیا کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے، جبکہ مالک اور جو رواۃ ان کی متابعت کرتے ہیں، ان کی روایت میں اختصار ہے۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی بالجزم یہی بات کہی ہے، لہٰذا مالک اور ان کی متابعت کرنے والوں کی روایت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو (اسامہ) کے مذکورہ اضافے کی نفی کرتی ہو، بہرحال جب صورت حال یہ ہے تو اس زیادتی کو شاذ نہیں کہا جا سکتا۔'' دیکھیے: (فتح الباري: ۲/۶، تحت حديث:۵۲۱) ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ تصریح اپنی جگہ، اکابر احناف نے تو یہاں تک صراحت کی ہے کہ اگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''فتح الباری'' اور ''تلخیص الحبیر'' میں کسی حدیث پر خاموشی بھی اختیار کریں تو یہ تقویت حدیث کی دلیل ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں: [عَلٰى أَنَّ شَرْطَهُ فِي التَّلْخِيصِ وَ الْفَتْحِ مِنَ السُّكُوتِ عَلٰى حَدِيثٍ دَلِيلٌ عَلٰى قُوَّةِ الْحَدِيثِ] (معارف السنن:۱/۳۸۵) محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی صحیح سنن ابی داود (حدیث:۴۱۸) کی اپنی مایۂ ناز تحقیق میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ فرماتے ہیں: [إِسْنَادُهُ حَسَنٌ، وَكَذَا قَالَ النَّوَوِيُّ، وَهُوَ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَأَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ (١٤٩٢)، وَقَالَ الْحَاكِمُ: صَحِيحٌ وَ أَقَرَّهُ الذَّهَبِيُّ،

وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ: هُوَ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَقَوَّاهُ الْمُنْذِرِيُّ، وَالْعَسْقَلَانِيُّ، وَ صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ أَيْضًا] ''اس کی سند حسن ہے'نووی نے اسی طرح فرمایا ہےاور یہ مسلم کی شرط پر ہے۔اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہےاور حاکم نے فرمایا: صحیح ہےاور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہےاور خطابی نے اسے''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔منذری اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسے قوی قرار دیا ہےاور ابن خزیمہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔'' شیخ سلام اللہ حنفی نے موطا کی شرح میں اسے قابل حجت بلکہ درجۂ حسن تک پہنچایا ہے۔دیکھیے :(معيار الحق، ص:٢٤٥، طبعة جديدة)

الحاصل: جن ائمہ سے اسامہ پر جرح منقول ہے'ان کی جرح مبہم ہے۔یہ قاعدہ ہے کہ تعدیل کے مقابلے میں جرح مفسر ہی قبول ہوتی ہے جیسا کہ ائمۂ فن نے تصریح کی ہے۔خاتمۃ الحفاظ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں:[وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيلِ، وَ أُطْلِقَ ذٰلِكَ عَلٰى جَمَاعَةٍ وَّلٰكِنْ مَّحَلُّهُ إِنْ صَدَرَ مُبَيَّنًا مِّنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهِ، بِأَنَّهُ إِنْ كَانَ غَيْرَ مُفَسَّرٍ، لَمْ يَقْدَحْ فِيمَنْ ثَبَتَتْ عَدَالَتُهُ......] ''تعدیل پر جرح مقدم ہوتی ہے۔رواۃ کی ایک جماعت پر مطلق جرح کی گئی ہے(یعنی جرح غیر مفسر) لیکن جرح تعدیل پر اس وقت مقدم ہوتی ہے جب مبین ومفسر ہواور اسباب جرح سے واقف انسان جرح کرے'لیکن اگر جرح غیر مفسر ہوتو یہ اس شخص کے حوالے سے نقصان دہ اور قدح کا سبب نہیں ہوتی جس کی عدالت ثابت ہو۔'' دیکھیے : (شرح نخبة الفكر، ص:٣٤٣ مع شرح العثيمين) بہرحال اس بارے میں یہی موقف درست ہے' بالخصوص جب کہ کوئی صحیحین کا راوی ہو۔ هدي الساري میں ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[قُلْتُ: فَلَا يُقْبَلُ الطَّعْنُ فِي أَحَدٍ مِّنْهُمْ إِلَّا بِقَادِحٍ وَّاضِحٍ......] ''میں کہتا ہوں کہ ان میں سے کسی پر طعن اس وقت تک قبول نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ واضح اور مبین نہ ہو۔'' (هدي الساري مقدمة فتح الباري، ص:٥٤٨، الفصل التاسع، مطبوعه دارالسلام) شیخ سلام اللہ حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[وَأُسَامَةُ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ وَقَدْ قَالُوا: مَنْ رَّوٰى عَنْهُ الشَّيْخَانِ أَوْ أَحَدُهُمَا عَنْهُ لَا يُنْظَرُ لِلطَّاعِنِينَ فِيهِ وَإِنْ كَثُرُوا] ''اسامہ رجال بخاری میں سے ہے۔علماء کا قول ہے کہ جس سے شیخین یا ان میں سے کسی ایک نے روایت کی ہوتو اس کے بارے میں جرح کرنے والوں کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ تعداد

میں زیادہ ہی ہوں۔'' (معیار الحق' ص:۲۴۵) جارحین کی جرح کے جواب کے لیے دیکھیے: (دین الحق:۱/ ۱۵۵-۱۵۸)

عہدِ نبوی میں مسلمان خواتین رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نمازِ فجر اندھیرے ہی میں ادا کرتی تھیں۔ اتنا اندھیرا ہوتا کہ انھیں پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: [كُنَّ نِسَآءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ] ''مومن عورتیں (صحابیات) اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر کی ادائیگی کے لیے حاضر ہوتی تھیں' پھر جب وہ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹتیں تو اندھیرے کی وجہ سے انھیں کوئی پہچانتا نہیں تھا۔'' (صحیح البخاري' مواقیت الصلاة' حدیث:۵۷۸' و صحیح مسلم' المساجد' حدیث: ۶۴۵' و إرواء الغلیل:۱/ ۲۷۸) اسی حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں:[ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلٰى بُيُوتِهِنَّ] ''پھر وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹتیں۔'' (صحیح البخاري' الصلاة' حدیث:۳۷۲) اور بعض میں یہ الفاظ ہیں:[فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ] ''اس کے بعد عورتیں چادروں میں لپٹی (گھروں کی طرف) پھرتیں۔'' (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:۸۶۷) اور ایک طریق میں' جیسا کہ حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں' یہ الفاظ ہیں:[لَا يَعْرِفْنَ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا] ''عورتیں آپس میں ایک دوسری کو نہیں پہچانتی تھیں۔'' (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:۸۷۲' والتلخیص الحبیر: ۱/ ۳۲۴) شیخ البانی ؒ نے مسند سراج کے حوالے سے یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ عورتیں قبیلۂ بنو عبدالاشہل سے تعلق رکھتیں تھی اور مدینے سے ایک میل کے فاصلے پر رہائش پذیر تھیں۔ (الإرواء: ۱/ ۲۷۸' وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ.) صحیح مسلم میں مندرجہ ذیل الفاظ سے اس بات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ عورتوں کا نہ پہچانا جانا صرف اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ اول وقت اور اندھیرے میں نماز پڑھایا کرتے تھے:[ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوتِهِنَّ وَمَا يُعْرَفْنَ مِنْ تَغْلِيسِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِالصَّلَاةِ] ''پھر وہ اپنے گھروں کی طرف پلٹتیں اور نبی ﷺ کے اندھیرے میں نماز پڑھانے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔'' (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:(۲۳۱)-۶۴۵' والتلخیص الحبیر:۱/ ۳۲۴' طبعة

مؤسسة قرطبة)

* **غلس کے معنی:** حدیث عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے متعدد طرق سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اندھیرے میں نمازِ فجر پڑھا کرتے تھے اور جس [غلس] ''اندھیرے'' کا ذکر ان احادیث میں آیا ہے اس سے مراد رات کے آخری حصے کا اندھیرا ہے' نہ کہ بند مسجد کے اندر کا اندھیرا جیسا کہ مذکورہ حدیث کی اس طرح توضیح کر کے احناف نے حدیث سے جان چھڑانے اور مذہب حنفی کے اثبات و تائید کے لیے بھرپور کوشش کی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ غلس کی توضیح میں فرماتے ہیں: [هُوَ بَقَايَا ظِلَامِ اللَّيْلِ] ''رات کے باقی ماندہ اندھیرے کو غلس کہتے ہیں۔'' (شرح صحيح مسلم للنووي: ٥/٢٠١) امام خلیل بن احمد فرماتے ہیں: [ظِلَامُ آخِرِ اللَّيْلِ] ''غلس سے مراد رات کے آخری حصے کے اندھیرے ہیں۔'' (كتاب العين' ص: ٧١٨) علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں کہ [ظُلْمَةُ آخِرِ اللَّيْلِ] ''رات کے آخری حصے کا اندھیرا'' غلس کہلاتا ہے۔ (القاموس المحيط' ص: ٥٦١) اس کی شرح میں علامہ مرتضیٰ زبیدی حنفی لکھتے ہیں: [ظُلْمَةُ آخِرِ اللَّيْلِ إِذَا اخْتَلَطَتْ بِضَوْءِ الصَّبَاحِ' وَمِنْهُ الْحَدِيثُ: كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ] ''غلس سے مراد رات کے آخری حصے کا وہ اندھیرا ہے جس میں صبح کی روشنی شامل ہوگئی ہو۔ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ غلس (اندھیرے) میں صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔'' (تاج العروس: ٨/ ٣٨٧) الغرض ''غلس'' کو مسجد کے اندر کا اندھیرا قرار دینا دلائل کی روشنی میں بے معنی توجیہ ہے۔ حدیث میں وارد الفاظ [لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ] کا کیا مفہوم ہے؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے متعلق امام داودی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ پتا نہ چلتا تھا کہ یہ مرد ہیں یا عورتیں۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ عورتوں کا امتیاز نہ ہوتا تھا کہ آیا یہ زینب ہے یا خدیجہ' یعنی نفس ان کی ذات کی پہچان نہ ہوتی۔ (فتح الباري: ٢/ ٥٥' بتصرف) اگرچہ اس کے مفہوم کے تعین میں خاصا اختلاف ہے لیکن مؤخر الذکر مفہوم کی تائید حدیث عائشہ ہی کے ایک دوسرے طریق سے ہوتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اوقاتِ نماز کے متعلق لمبی حدیث مروی ہے۔ اس کے آخر میں نمازِ فجر کے وقت کی تعیین و تحدید بھی منقول ہے' وہ فرماتے ہیں: [وَالصُّبْحَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ] ''اور صبح کی نماز نبیٔ اکرم ﷺ غلس (رات کی تاریکی) میں پڑھا کرتے تھے۔'' (صحیح

البخاري' مواقيت الصلاة' حديث:٥٦٠' و صحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٤٦) اس حدیث کی روشنی میں بھی معلوم ہوا کہ نمازِ فجر تاریکی میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی' نیز نماز فجر اندھیرے ہی میں پڑھنے کی دلیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اس سے بھی صراحتاً فجر کی نماز جلدی پڑھنے کی دلیل ملتی ہے۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:[أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ' قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْسِتِّينَ' يَعْنِي آيَةً] ''کہ انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ سحری کی' پھر بعدازاں نماز پڑھی۔ میں نے پوچھا: نبیٔ اکرم ﷺ کی سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ تو سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:تقریباً پچاس یا ساٹھ قرآنی آیات کا۔''(صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' حديث:٥٧٥)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:[وَاسْتَدَلَّ الْمُصَنِّفُ بِهِ عَلَى أَنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الصُّبْحِ طُلُوعُ الْفَجْرِ لِأَنَّهُ الْوَقْتُ الَّذِي يَحْرُمُ فِيهِ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ' وَالْمُدَّةُ الَّتِي بَيْنَ الْفَرَاغِ مِنَ السُّحُورِ وَالدُّخُولِ فِي الصَّلَاةِ۔ وَهِيَ قِرَاءَةُ الْخَمْسِينَ آيَةً أَوْنَحْوُهَا۔ ...... فَأَشْعَرَ ذٰلِكَ بِأَنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الصُّبْحِ أَوَّلُ مَايَطْلُعُ الْفَجْرُ' وَفِيهِ أَنَّهُ ﷺ كَانَ يَدْخُلُ فِيهَا بِغَلَسٍ] ''مصنف (امام بخاری رحمہ اللہ) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز صبح کا اول وقت طلوع فجر ہے کیونکہ یہی وہ وقت ہے جس میں کھانا پینا حرام ہوتا ہے اور سحری سے فراغت اور نماز میں داخل ہونے کی یہ درمیانی مدت (وقفہ) پچاس آیات کی قراءت وتلاوت یا اس کے قریب قریب ہے......اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صبح کا اول وقت' طلوع فجر کا اول وقت ہے اور اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کا آغاز اندھیرے میں فرمایا کرتے تھے۔(فتح الباري:٢/٥٥' حديث:٥٧٨)

ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی رسول اللہ ﷺ سے نمازِ فجر جلدی پڑھنا مروی ہے' وہ فرماتے ہیں: [كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهُ وَ يَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ......] ''نبیٔ اکرم ﷺ نماز فجر پڑھ لیتے اور ہم میں سے کوئی اپنے پہلو میں بیٹھے ساتھی کو پہچان

لیتا تھا اور آپ ﷺ ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک کی قراءت فرمایا کرتے......" (صحیح البخاري، مواقیت الصلاۃ، حدیث:۵۴۱، و صحیح مسلم، المساجد، حدیث:۶۴۷) اس حدیث پر غور کیا جائے تو یقیناً پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر اول وقت میں شروع کرتے اور مذکورہ آیات کے بقدر تلاوت فرماتے، تب ممکن ہوتا کہ ساتھ بیٹھے ساتھی کو پہچانا جا سکے وگرنہ ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ تصریح بظاہر بے محل ٹھہرتی ہے۔ بالفرض اگر رسول اللہ ﷺ نماز کا آغاز ہی روشنی ہونے پر فرماتے تو یقیناً اس قدر طویل قراءت کے بعد، اور قراءت بھی رسول اللہ ﷺ کی تھی، ضرور سورج نکل آتا، یا کم از نکلنے کے قریب ضرور ہوتا، پھر ساتھی پہچاننے کے کیا معنی؟

* چند آثار صحابہ: مغیث بن سمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [صَلَّيْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، فَلَمَّا سَلَّمَ أَقْبَلْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ، فَقُلْتُ: مَاهٰذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: هٰذِهِ صَلَاتُنَا كَانَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ أَبِي بَكْرٍ وَّ عُمَرَ، فَلَمَّا طُعِنَ عُمَرُ أَسْفَرَبِهَا عُثْمَانُ] "میں نے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ نماز فجر اندھیرے میں پڑھی، جب انھوں نے سلام پھیرا تو میں ابن عمر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: یہ کیسی نماز ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: یہ ہماری وہ نماز ہے جو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور ابوبکر وعمر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، لیکن جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ (اندھیرے میں) شہید کر دیے گئے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے روشنی میں پڑھنا شروع کر دیا۔" (سنن ابن ماجہ، الصلاۃ، حدیث:۶۷۱، ومسند أبي يعلى، حديث:۵۷۴۷، و ابن حبان بتحقيق الشيخ شعيب، حدیث:۱۴۹۶، وشرح معاني الآثار:۱/۱۷۶، و السنن الكبرى للبيهقي:۱/۴۵۶، و إرواء الغليل للألباني: ۱/۲۷۹ وإسناده صحيح)

مغیث بن سمی نے یہ اس لیے پوچھا کہ اس سے قبل عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما روشنی ہونے پر نماز فجر پڑھایا کرتے تھے۔ [وَكَانَ يُسْفِرُبِهَا] اور ان کے اس اسفار کی وجہ عثمان رضی اللہ عنہ کا نماز فجر روشنی میں پڑھانا تھا۔ جب اندھیرے میں انھوں نے نماز فجر پڑھائی تو عظیم صحابئ رسول ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وضاحت فرما دی کہ اصل وقت یہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی یہی ہے، نیز خلیفۃ الرسول ابوبکر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تاریکی ہی میں نماز پڑھایا کرتے تھے، لیکن جب اندھیرے میں نماز پڑھاتے ہوئے عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تو بغرض احتیاط اور وقتی خطرات سے بچاؤ اور تحفظ کی خاطر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آغاز میں تاخیر سے نماز فجر پڑھانے کی پالیسی اپنائی' بعدازاں حالات سدھر گئے تو انھوں نے دوبارہ پھر اسی طرح سنت کے مطابق تاریکی میں نماز پڑھانا شروع کر دی۔ اس بات کی تصدیق ایک دوسرے اثر سے ہوتی ہے' جو ابوسلمان سے بسند صحیح منقول ہے' وہ فرماتے ہیں: [خَدَمْتُ الرَّكْبَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ فَكَانَ النَّاسُ يُغَلِّسُونَ بِالْفَجْرِ] ''میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک قافلے کی خدمت کی۔ وہ لوگ نماز فجر اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔'' (مصنف ابن أبي شيبة:١/٢٨٣' حديث:٣٢٣٨' طبعة دارالكتب العلمية) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عثمانی عہد خلافت میں لوگ نماز فجر تاریکی ہی میں ادا کرتے تھے۔ اس مفہوم کی تائید مزید اس اثر سے ہوتی ہے۔ ایاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [كُنَّا نُصَلِّي مَعَ عُثْمَانَ الْفَجْرَ فَنَنْصَرِفُ وَمَا يَعْرِفُ بَعْضُنَا وُجُوهَ بَعْضٍ] ''ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے' جب ہم (نماز سے فراغت کے بعد) واپس آتے تو ہم میں سے کوئی دوسرے کے چہرے کو پہچان نہ سکتا تھا۔'' (مصنف ابن أبي شيبة:١/٢٨٣' حديث:٣٢٤١) شیخ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ اثر اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (إرواء الغليل:١/٢٨٩)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اس اثر کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے: [وَصَحَّ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُغَلِّسُونَ وَ مَحَالٌ أَنْ يَّتْرُكُوا الْأَفْضَلَ وَ يَأْتُوا الدُّونَ] ''رسول اللہ ﷺ' ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ نماز فجر اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور محال ہے کہ یہ لوگ افضل عمل ترک کر کے کم تر عمل اختیار کریں۔'' (التمهيد لابن عبدالبر:٤/٣٤١' طبعة المكتبة القدوسية)

مسند ابویعلی کی حدیث ہے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: [وَنَنْصَرِفُ وَمَا يَعْرِفُ بَعْضُنَا وُجُوهَ بَعْضٍ] ''اور ہم واپس لوٹتیں تو ہم میں سے کوئی ایک دوسری کا چہرہ نہیں پہچان سکتی تھی۔'' (مسند أبي يعلى: ٧/٤٦٦' ٤٦٧' رقم:٤٤٩٣) اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھیے: (جلباب المرأة المسلمة للألباني' ص:٢٦)

مذکورہ معروضات کی روشنی میں معلوم ہوا اول وقت' یعنی غلس ہی میں نماز فجر پڑھنا افضل ہے۔ یہی موقف و عمل جمہور صحابہ و تابعین اور ائمۂ عظام کا رہا ہے۔

* احناف کی ایک اور دلیل: احناف نماز فجر روشنی میں تاخیر سے پڑھنے کے قائل ہیں' ان کے بقول اب مستحب عمل یہی ہے' نہ کہ نماز کا اول وقت میں پڑھنا جیسا کہ گزشتہ مباحث سے واضح ہے۔ ان کی ایک دلیل یہ حدیث بھی ہے: [أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلأَجْرِ] "فجر روشن کر کے پڑھو کیونکہ یہ اجر کی بڑھوتری کا باعث ہے۔" (جامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٥٤ طرق وشواہد اور تحقیق کے لیے دیکھیے: إرواء الغليل، حديث:٢٥٨)

اس روایت کی بنا پر اول وقت میں نماز پڑھنے کی ترغیب پر مشتمل تمام احادیث کو منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ احادیث وآثار اور تحقیق کی روشنی میں یہ موقف باطل ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے مفہوم کی توضیح کرنے کے بعد نسخ کے قول کو حقیقت سے دور قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (فتح الباري:٢/٥٥)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فقہاء محدثین' شافعی' احمد اور اسحاق رحمہم اللہ سے یہی نقل کیا ہے کہ اس إسفار سے نماز کی تاخیر مراد نہیں ہے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٥٤)

* أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ کے درست معنی ومفہوم: نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے روزمرہ عمل اور دیگر احادیث وآثار کی روشنی میں اس حدیث کا درست مفہوم یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد ضروری حوائج سے فراغت کے بعد اندھیرے میں نماز کا آغاز ہو' قراءت اور قیام وسجود اس قدر دراز ہوں کہ نماز سے فراغت اس وقت ہو جب روشنی پھیل چکی ہو۔ مزید توضیح ملاحظہ فرمائیے:

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ کی تحقیق میں اس حدیث کا یہی مفہوم ہے۔ وہ متعدد احادیث وآثار کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے اسی مفہوم کو ترجیح دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: [فَالَّذِي يَنْبَغِي، الدُّخُولُ فِي الْفَجْرِ فِي وَقْتِ التَّغْلِيسِ، وَالْخُرُوجُ مِنْهَا فِي وَقْتِ الإِسْفَارِ، عَلَى مُوَافَقَةِ مَا رُوِّينَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابِهِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَأَبِي يُوسُفَ، وَ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ رحمهم الله] "لائق عمل بات یہ ہے کہ تاریکی میں نماز فجر کا آغاز ہو اور روشنی میں اس سے فراغت ہو' یہ معنی وتطبیق نبی اکرم ﷺ سے مروی احادیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے معمول کے موافق ہے۔ یہی ابوحنیفہ' ابو یوسف اور محمد بن حسن رحمہم اللہ کا قول ہے۔" دیکھیے: (شرح معاني الآثار:١/١٨٤، و فتح الباري: ١/٥٥)

ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: [صَلُّوهَا فِي وَقْتِ الْإِسْفَارِ أَوْ طَوِّلُوهَا إِلَى الْإِسْفَارِ، وَهُوَ اخْتِيَارُ الطَّحَاوِيِّ مِنْ أَصْحَابِنَا] "اسے روشنی میں پڑھو یا (أَسْفِرُوا سے مراد یہ ہے کہ) اسے روشنی ہونے تک لمبا کرو، ہمارے اصحاب (احناف) میں سے امام طحاوی رحمہ اللہ کے نزدیک مؤخر الذکر موقف پسندیدہ ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح: ۲/۲۹۳، حدیث: ۶۱۴)

علامہ میرک نے بھی دونوں مفہوم ذکر کرنے کے بعد مؤخر الذکر مفہوم ہی کو اقویٰ قرار دیا ہے کیونکہ اس طریقۂ تطبیق سے اسفار و تغلیس کی تمام روایات میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے، یعنی تعارض رفع ہو جاتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۲/۲۹۳) لیکن جمہور احناف کے ہاں یہ مذہب مختار نہیں ہے۔ (حوالۂ مذکور)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی تغلیس (اندھیرے میں نماز پڑھنے) ہی کو افضل قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۲/۹۵) واضح رہے کہ اس طرح کا طویل قیام و رکوع اور سجود ہی یقیناً اجر و ثواب کے اضافے کا باعث ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ مذکور الصدر حدیث کی توضیح میں فرماتے ہیں: [وَهٰذَا بَعْدَ ثُبُوتِهِ إِنَّمَا الْمُرَادُ بِهِ الْإِسْفَارُ بِهَا دَوَامًا لَّا ابْتِدَاءً، فَيَدْخُلُ فِيهَا مُغَلِّسًا وَّ يَخْرُجُ مِنْهَا مُسْفِرًا كَمَا كَانَ يَفْعَلُهُ ﷺ، فَقَوْلُهُ مُوَافِقٌ لِّفِعْلِهِ، لَا مُنَاقِضَ لَهُ، وَكَيْفَ يُظَنُّ بِهِ الْمُوَاظَبَةُ عَلٰى فِعْلٍ مَا الْأَجْرُ الْأَعْظَمُ فِي خِلَافِهِ] (إعلام الموقعين: ۲/۳۶۳) "اگر یہ حدیث پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے تو پھر اسفار سے مراد یہ ہے کہ اختتام اس وقت ہو نہ کہ آغاز، یعنی اندھیرے میں نماز کا آغاز کیا جائے اور روشنی ہونے پر فراغت ہو جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا عمل تھا، لہٰذا آپ ﷺ کا قول، فعل کے موافق ہے نہ کہ اس کے معارض۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسے فعل پر ہمیشگی کا گمان کیسے کیا جا سکتا ہے کہ اجر عظیم اس کے برخلاف کسی اور عمل میں ہو۔" یعنی آپ ﷺ کے قول اور فعل میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ نبی ﷺ کا روز مرہ عمل تاریکی میں نماز پڑھنا ہی تھا۔ رہی مذکورہ حدیث تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ آغاز نماز اندھیرے میں ہو۔

صاحب تحفۃ الاحوذی علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ ابن قیم رحمہ اللہ کی مذکورہ توضیح کے بارے میں فرماتے ہیں: [أَسْلَمُ الْأَجْوِبَةِ وَأَوْلَاهَا مَا قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ الْقَيِّمِ فِي إِعْلَامِ الْمُوَقِّعِينَ] "عمدہ اور محفوظ

ترین جواب وہ ہے جو حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں دیا ہے۔'' دیکھیے: (تحفة الأحوذي: ۱/۴۰۹) گویا علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔

محدث العصر شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسی مفہوم کی پرزور تائید کی ہے اور دلیل کے طور پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے جس سے صراحتاً اس موقف کی تائید ہوتی ہے' وہ فرماتے ہیں: [وَالصُّبحَ إِذَا طَلَعَ الفَجُرُ إِلَى أَنْ يَّنُفَسِحَ البَصَرُ] ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کا آغاز اس وقت کرتے جب فجر صادق طلوع ہوتی اور اس وقت فارغ ہوتے جب صاف دکھائی دیتا۔'' (مسند أحمد: ۳/۱۲۹' ۱۶۹' و إرواء الغليل: ۱/۲۸۰) مزید فرماتے ہیں: ''یہ حدیث (انس) خصوصاً مسند احمد کے الفاظ' نمازِ فجر کے اندھیرے میں شروع کرنے اور روشنی میں فارغ ہونے پر صریح دلیل ہیں۔ آئندہ آنے والی حدیث: [أَسُفِرُوا بِالُفَجُرِ......] کے یہی معنی ہیں۔'' (إرواء الغليل: ۱/۲۸۱)

بعض طرق میں یہ الفاظ بھی ہیں: [فَمَا أَصُبَحُتُم بِهَا فَهُوَ أَعُظَمُ لِلأَجُرِ] ''تم جس قدر اسے روشنی میں پڑھو گے' اسی قدر یہ اجر عظیم کا باعث ہوگی۔'' (شرح معاني الآثار: ۱/۱۷۹)

سوال یہ ہے کہ اگر اسفار کے وہی معنی مراد ہوں جو احناف لیتے ہیں تو پھر کیا یہ کہنا درست ہے کہ جس قدر تاخیر سے طلوع شمس سے قبل ممکن ہو' نماز فجر کا آغاز کیا جائے تاکہ اجر میں اور اضافہ ہو؟ کیا اس طرح طویل قیام وسجود کا بھی موقع ملے گا جو یقیناً بڑھوتری' اجر کا باعث ہے؟ یا مقصد صرف تاخیر ہی تاخیر ہے جس کی نبی' اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزمرہ عمل سے مخالفت کے سوا ظاہراً کوئی وجہ نظر نہیں آتی؟ اسی لیے ائمہ ومحدثین نے احناف کے اس مجمل غیر صریح حدیث سے مندرجہ بالا استدلال کو مردود قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (إعلام الموقعين: ۲/۳۶۳)

حدیث [أَسُفِرُوا بِالُفَجُرِ] کے اور معانی بھی بیان کیے گئے ہیں جن میں سے ایک معنی تحققِ فجر کے ہیں۔ (فتح الباري: ۲/۵۵' تحت حديث: ۵۷۸) یعنی صبح کے وقت فجر کاذب اور فجر صادق میں اچھی طرح تمیز کر لینا کہ کہیں غلطی سے وقت سے پہلے اذان نہ ہو۔ لیکن دلائل کی روشنی میں یہ مفہوم مرجوح ہے کیونکہ تحققِ فجر تو فی نفسہٖ ضروری ہے' اس لیے کہ طلوع فجر سے قبل شرعاً نہ تو اذانِ فجر دی جاسکتی ہے اور نہ فرض نماز جائز ہے جب تک کہ بالیقین اس کا وقت نہ ہو جائے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہاں

کوئی اور عمل مطلوب ہے جس کی وجہ سے اجر عظیم کی خوشخبری سنائی گئی ہے اور وہ ہے اندھیرے میں نماز شروع کر کے روشنی میں فارغ ہونا جیسا کہ مسند احمد کی حدیث کے حوالے سے گزرا ہے۔

بعض نے حکم اسفار چاندنی راتوں اور بعض نے صرف چھوٹی راتوں کے ساتھ خاص کیا ہے، یعنی نمازِ فجر میں اس قدر تاخیر ہو کہ لوگوں کی نیند پوری ہو اور وہ نماز باجماعت ادا کرسکیں۔ لیکن یہ اقوال بھی سابقہ قول کی طرح بلا دلیل ہیں۔

احناف اپنے موقف کی تائید میں ابراہیم نخعی کا یہ قول بھی پیش کرتے ہیں: [مَا اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى شَيْئٍ مَّا اجْتَمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ] ''اصحاب رسول ﷺ کا جس قدر اتفاق روشنی میں نماز پڑھنے پر ہے، اتنا کسی اور چیز پر نہیں۔''

اولاً: یہ اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم نخعی کا اصحابِ رسول اللہ ﷺ سے لقاء وسماع ثابت نہیں ہے۔ علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ لَمْ يَلْقَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ] ''نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ابراہیم نخعی کی کسی سے ملاقات نہیں ہوئی۔'' (علل الحديث و معرفة الرجال، ص:٧٥) یہ قول ابن ابی حاتم نے بھی ذکر کیا ہے۔ (كتاب المراسيل، رقم:١٩)

- امام ابوزرعہ فرماتے ہیں: [إِنَّ إِبْرَاهِيمَ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ وَهُوَ صَغِيرٌ وَّلَمْ يَسْمَعْ مِنْهَا شَيْئًا] ''ابراہیم جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو چھوٹے بچے تھے اور ان سے کچھ بھی نہیں سنا۔'' (كتاب المراسيل، رقم:٢٢)
- امام ابو حاتم ان کے متعلق فرماتے ہیں: [لَمْ يَلْقَ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا عَائِشَةَ، وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهَا شَيْئًا فَإِنَّهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَهُوَ صَغِيرٌ، وَأَدْرَكَ أَنَسًا وَّلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ] ''ابراہیم نخعی کی سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کسی اور صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی اور ان سے انھیں شرف سماع نصیب نہیں ہوا کیونکہ جب وہ ان کے پاس آئے تھے تو چھوٹے سے بچے تھے۔ ہاں، انس رضی اللہ عنہ کو پایا ہے لیکن ان سے سماع نہیں کیا۔'' (كتاب المراسيل، رقم:٢١)
- امام عجلی فرماتے ہیں: [إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَزِيدَ لَمْ يُحَدِّثْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

وَقَدْ أَدْرَكَ مِنْهُمْ جَمَاعَةً وَّ رَأٰى عَائِشَةَ رُؤْيًا] ''ابراہیم بن یزید نے اصحاب النبی ﷺ میں سے کسی سے حدیث بیان نہیں کی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت کو انھوں نے پایا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صرف دیکھا ہے۔'' (تاريخ الثقات' رقم:٤٥)

✿ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لایا گیا تھا۔ (كتاب المراسيل' رقم:٢٠)

✿ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قَدْ رَأٰى زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ وَغَيْرَهُ وَلَمْ يَصِحَّ لَهُ سَمَاعٌ مِّنْ صَحَابِيٍّ] ''انھوں نے زید بن ارقم وغیرہ کو دیکھا ہے لیکن کسی صحابی سے ان کا سماع درست نہیں۔'' (ميزان الاعتدال:١/٧٥)

الجرح والتعدیل: (٢/١٨) میں بھی ان کا ترجمہ موجود ہے' مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے: (تهذيب التهذيب:١/١٥٥)

ثانیاً: بالفرض اگر یہ اثر صحیح بھی ہو' تب بھی اس کی روشنی میں مزعومہ اسفار پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کا دعویٰ کرنا باطل ہے کیونکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ ۔ '' کثیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھنے کا استحباب نقل کیا ہے' فرماتے ہیں: [وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ] ''اس موقف (اندھیرے میں نماز پڑھنے) کو بہت سے اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار فرمایا ہے۔'' (جامع الترمذي' الصلاة' حديث:١٥٣) نیز متأخرین احناف اس اثر کا جو مفہوم سمجھتے ہیں' سرخیل احناف امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے اس کے برخلاف سمجھا ہے۔ انھوں نے اس اثر کی توجیہ وہی کی ہے جس کی تصدیق دیگر احادیث و آثار' یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے روزمرہ عمل سے ہوتی ہے' وہ فرماتے ہیں: [فَأَخْبَرَ أَنَّهُمْ كَانُوا قَدِ اجْتَمَعُوا عَلٰى ذٰلِكَ' فَلَا يَجُوزُ عِنْدَنَا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ اِجْتِمَاعُهُمْ عَلٰى خِلَافِ مَاقَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَهُ إِلَّا بَعْدَ نَسْخِ ذٰلِكَ وَثُبُوتِ خِلَافِهِ] (شرح معاني الآثار: ١/١٨٤) ''چنانچہ انھوں نے یہ خبر دی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم روشنی کرنے پر متفق تھے۔ ہمارے نزدیک ان کا یہ اجماع رسول اللہ ﷺ کے عمل کے برخلاف ممکن نہیں۔ ہاں یہ اس وقت ممکن ہوسکتا ہے جب رسول اللہ ﷺ کا اند[ھیرے] میں نماز پڑھنے کا ع[مل] منسوخ یا اس کے برخلاف

دلیل کا ثبوت ہو۔''

امام طحاوی رحمہ اللہ کے رجحان کے مطابق یہ اثر متأخرین احناف کے اپنے موقف کے برخلاف دلیل ہے' بصورت دیگر یہ اثر لائق حجت نہیں کیونکہ دریں صورت دیگر احادیث وآثار سے اس کا سخت تعارض ہوتا ہے۔

الحاصل: [أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ] کا راجح اور محفوظ مفہوم یہی ہے کہ اجالے میں نماز فجر سے فراغت ہو' نہ کہ آغاز۔ یہی عمل اجر وثواب کی بڑھوتری کا باعث ہے۔ اسی کو علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے [أَسْلَمُ الْأَجْوِبَةِ] ''محفوظ ترین جواب'' قرار دیا ہے۔ لیکن اس پر ایک اشکال واقع ہوتا ہے کہ اگر روشنی میں فراغت مراد ہے تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی معروف حدیث کا کیا مفہوم ہے جس میں اندھیرے ہی میں نماز فجر سے فراغت کا ذکر ہے؟ مزید اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ انھیں کوئی اندھیرے کی وجہ سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ [لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ] (صحيح البخاري' المواقيت' حديث:٥٧٨) اس کا جواب یہ ہے کہ نمازِ فجر سے فراغت کی دو مختلف حالتیں تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اندھیرے ہی میں فارغ ہو جایا کرتے تھے اور کبھی روشنی میں' گویا ایک ہی عمل پر دوام نہیں تھا جیسا کہ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے تحفۃ الاحوذی: (١/٤١٠) میں فرمایا ہے۔

اس کی تائید ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے' وہ فرماتے ہیں: [وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ] ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح سے اس وقت فارغ ہوتے جب آدمی اپنے ساتھ بیٹھے ساتھی کو پہچان لیتا تھا۔'' (صحيح البخاري' المواقيت' حديث:٥٤٧)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی اس مفہوم کی تصدیق ہوتی ہے' وہ فرماتے ہیں: [وَالصُّبْحَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ إِلَى أَنْ يَّنْفَسِحَ الْبَصَرُ] ''اور صبح (کی نماز اس وقت پڑھتے) جب فجر طلوع ہوتی یہاں تک کہ واضح دکھائی دیتا۔'' (مسند أحمد: ٣/ ١٢٩' ١٦٩)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ تاریکی ہی میں صبح کی نماز سے فراغت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں' بلکہ آپ کبھی تاریکی میں فارغ ہوتے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ حدیث میں ہے اور کبھی اس وقت جب چہرے دکھائی دیتے اور ایک دوسرے کی پہچان ہو جایا کرتی تھی۔'' دیکھیے: (إرواء الغليل: ١/ ٢٨٠) جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث عائشہ اور حدیث ابوبرزہ (رضی اللہ عنہما) کے مابین یوں تطبیق دیتے ہیں کہ حدیث عائشہ میں

دور سے پردے میں لپٹی ہوئی عورت کے بارے میں خبر ہے جبکہ ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس شخص کے متعلق خبر ہے جو پہلو میں بیٹھا نماز پڑھنے والا ساتھی ہو۔ (فتح الباري: ٢/ ٥٥' تحت حديث: ٥٧٨)
الغرض اس قسم کی توجیہات سے تعارض رفع ہو جاتا ہے۔

* ابتدائے وقت ظہر: حکم باری تعالیٰ ہے: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ (بني إسرائيل ١٧: ٧٨) ''نماز قائم کیجیے سورج کے ڈھلنے پر۔'' اس حکم سے ثابت ہوا کہ نماز ظہر سورج ڈھلتے ہی فرض ہو جاتی ہے۔ یہ ظہر کا اول وقت ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الظُّهْرِ زَوَالُ الشَّمْسِ] ''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ ظہر کا اول وقت زوال شمس ہے۔'' (الأوسط: ٢/ ٣٢٦)

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَأَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ] ''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ ظہر کا وقت اول زوال شمس ہے۔'' (المغني: ١/ ٤١٢)

امام نووی اور ابن حجر رحمہما اللہ نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (المجموع: ٣/ ٢٤' وفتح الباري: ٢/ ٢١' تحت حديث: ٥٤٠)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: [وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ......] ''ظہر کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج زوال پذیر ہو اور آدمی کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر ہو' جب تک عصر نہ ہو۔'' (صحيح مسلم' المساجد' حديث: (١٧٣) ٦١٢)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: [وَقْتُ الظُّهْرِ مَالَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ] ''ظہر کا وقت (اس وقت تک باقی) رہتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ ہو۔'' (صحيح مسلم' المساجد' حديث: (١٧٢)-٦١٢)

آپ ﷺ نے یہ جواب کسی سائل کے سوال میں دیا ہے۔ (صحيح مسلم' المساجد' حديث: (١٧٤)-٦١٢) بلکہ احادیث میں تصریح ہے کہ آپ نے عملاً دو دن نماز پڑھ کر دکھائی' پہلے دن اول وقت میں اور دوسرے دن تاخیر کے ساتھ۔ (صحيح مسلم' المساجد' حديث: ٦١٣)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں صراحت ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو پہلے دن نماز

پڑھائی تو اس وقت سورج زوال پذیر ہو چکا تھا اور سایۂ زوال بقدرِ تسمہ تھا۔[وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ] (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٣٩٣، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٤٩)

ترمذی کے یہ الفاظ ہیں: [حِينَ كَانَ الْفَيْئُ مِثْلَ الشِّرَاكِ] ''جب سایہ بمثل تسمہ تھا۔'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سایۂ اصلی نکالا جائے گا، تب ایک یا دو مثل شمار ہوگا۔ اس مفہوم کی حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ دیکھیے: (سنن النسائي، المواقيت، حديث:٥٢٥) لہٰذا سایۂ زوال واضح ہونے کے بعد ظہر کا آغاز ہوگا، خواہ یہ سایہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اگر یہ سایہ مشرقی جانب نمایاں نہ ہو تو یہ وقت استواءِ شمس کا ہوتا ہے جو سورج کے ہنوز زوال پذیر نہ ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے دن سورج ڈھلتے ہی نماز پڑھائی اور آپ نے ان کی اقتدا میں پڑھی۔ (سنن النسائي، المواقيت، حديث:٥٠٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی بصراحت ظہر کے اول وقت کی تحدید ہے: [إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ......] ''نماز ظہر کا اول وقت زوال شمس ہے۔'' (جامع الترمذي، الصلاة، حديث: ١٥١) بغرض تحقیق ملاحظہ ہو: (شرح جامع الترمذي لأحمد شاكر: ١/٢٨٤، ٢٨٥، و سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث:١٦٩٦)

* **معرفت زوال اور ظہر وعصر کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ:** ظہر وعصر کے وقت کے متعلق احادیث میں ایک یا دو مثل کا جو ذکر آتا ہے، اس کی معرفت حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اگرچہ یہ گھڑی اور کیلنڈر کا جدید دور ہے لیکن پھر بھی افضل یہ ہے کہ مثل اول وثانی کا مشاہدہ مؤذن خود کرے یا پھر وہ شخص جسے اس کی اچھی مشق ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ خِيَارَ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُرَاعُونَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ، وَالْأَظِلَّةَ لِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ] ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے بہترین (پسندیدہ ترین) بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے لیے سورج، چاند، ستاروں اور سایوں کا خیال رکھتے ہیں۔'' (المستدرك للحاكم:١/٥١، و السنن الكبرىٰ للبيهقي:١/٣٧٩، و التلخيص الحبير:١/٣٧١، وصحيح الترغيب:١/٢١٧ وقال حسن لغيره، وسلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث:٣٤٤٠)

لیکن افسوس کہ مصروفیت اور مادہ پرستی کی شدید یلغار اس سنت پر عمل پیرا ہونے سے مانع ہے۔ سایہ دیکھنے

اور ناپنے کی یہ عملی مشق اور سنت اب تقریباً متروک ہے۔ لیکن موجودہ تقویمات اور کیلنڈر بھی تو سالہا سال کی محنت شاقہ اور تجربات و مشاہدات ہی کا نتیجہ ہیں' خصوصاً جدید سائنسی تحقیقات نے تو اس دشوار امر کو مزید آسان تر بنا دیا ہے' لیکن اس کے باوجود ان تقویمات میں غلطی کا امکان رہتا ہے' اس لیے [خَيرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ] ''بہترین طریقہ' طریقۂ محمدی ہے۔'' لہٰذا دنیا کے کسی ملک یا خطے میں اگر زوال شمس دیکھنے کی ضرورت ہو تو ایک سیدھی لکڑی یا سریا وغیرہ سورج ڈھلنے سے قبل زمین میں بالکل سیدھا گاڑھ دیا جائے' پھر دیکھا جائے کہ اگر بدستور سایہ گھٹ رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ابھی سورج نہیں ڈھلا اور اگر کم ہوتے ہوتے ایک جگہ پر رک جائے' پھر کم ہو نہ زیادہ تو جان لیجیے یہ عین استواء شمس ہے جسے نصف النہار بھی کہا جاتا ہے۔ وہاں نشان لگائیے' یہ سایۂ اصلی ہوگا۔ زوال کا یہ وقت چند لمحے ہی رہتا ہے۔ اس کے بعد سائے میں جونہی کچھ اضافہ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اب سورج ڈھل گیا ہے اور نماز ظہر کے وقت کا آغاز ہو چکا ہے۔ وقتِ عصر کی ابتدا معلوم کرنی ہو تو جب اس لکڑی یا سریے کا سایہ' سایۂ اصلی کے علاوہ ٹھیک ان کی ایک مثل' یعنی لکڑی یا سریے وغیرہ کی لمبائی کے برابر ہو چکا ہو تو یہ مثلِ اول ہے اور وقت عصر کا آغاز ہے۔

معرفت زوال کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الأوسط لابن المنذر: ٢/ ٣٢٨، والمغني لابن قدامة: ١/ ٤١٤، وذخيرة العقبى شرح سنن النسائي: ٦/ ٤٩٢)

* انتہائے وقتِ ظہر: نمازِ ظہر کے آخری وقت میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور اہل علم کا موقف یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ' سایۂ اصلی نکالنے کے بعد اس کے برابر' یعنی ایک مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے اسی قول کو صحیح ترین قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ دیکھیے: (الأوسط: ٢/ ٣٢٧، ٣٢٨، والمغني: ١/ ٤١٦)

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (المجموع: ٣/ ٣٤) ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَاخْتَلَفُوا فِي آخِرِ وَقْتِ الظُّهْرِ، فَقَالَ مَالِكٌ وَّ أَصْحَابُهُ، آخِرُ وَقْتِ الظُّهْرِ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَهُ بَعْدَ الْقَدْرِ الَّذِي زَالَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، وَهُوَ أَوَّلُ وَقْتِ

الْعَصْرِ بِلَافَصْلٍ، وَبِذٰلِكَ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَجَمَاعَةٌ......] ”ظہر کے آخری وقت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ جب سایۂ زوال کے بعد ہر شے کا سایہ اس کی مثل ہو جائے تو یہ ظہر کا آخری وقت ہے اور یہ بغیر کسی وقفے کے عصر کا وقت اول ہے۔ یہی قول ابن مبارک اور ایک جماعت کا ہے۔“ (التمهيد: ٧٤/٣/٨، طبعة المكتبة القدوسية)

صحیح اور صریح احادیث کی روشنی میں یہی مذہب حق اور راجح ہے۔ بالاختصار چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

① حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبیٔ اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: [وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ، مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ] ”ظہر کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک کہ عصر کا وقت (شروع) نہ ہو۔“ (صحيح مسلم، المساجد، حديث: ٦١٢) یعنی زوال شمس سے لے کر ایک مثل تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امامت جبریل کے متعلق حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: [وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ......] ”اور اس نے مجھے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب اس کا سایہ اس کے مثل ہو گیا......“ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٣٩٣)

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی امامت جبریل کے متعلق یہ صراحت موجود ہے: [ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِينَ رَأَى الظِّلَّ مِثْلَهُ] ”پھر جبریل نے عصر کی نماز پڑھائی، جب اس نے دیکھا کہ سایہ ایک مثل ہو گیا ہے۔“ (سنن النسائي، المواقيت، حديث: ٥٠٣)

④ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اوقاتِ نمازِ پنجگانہ کے حوالے سے ایک سائل کے جواب میں اسے اپنے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔ (سنن النسائي، المواقيت، حديث: ٥٠٥)

⑤ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی امامت جبریل کے حوالے سے یہ صراحت ملتی ہے کہ جونہی سورج ڈھلا، آپ ﷺ نے نمازِ ظہر پڑھ لی، پھر جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو گیا تو نمازِ عصر پڑھی......

(السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٣٦٥/١)

مذکورہ صحیح اور صریح احادیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کا آخری وقت ایک مثل تک ہے۔ اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرا قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے۔ ان کا استدلال حضرت انس اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے مروی ان احادیث سے ہے جن میں نمازِ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم ہے یا صحیح بخاری کی حدیث: [مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابِ قَبْلَكُمْ] (حدیث: ۲۲۶۸) سے ہے جس میں اہل کتاب کی مزدوری کا ذکر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان احادیث میں یہ صراحت کہاں ہے کہ ظہر کا وقت مثلین تک باقی رہتا ہے یا عصر کا اس وقت تک آغاز نہیں ہوتا؟

امام نووی رحمہ اللہ نے امام ابن منذر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سوا اس بات کا کوئی قائل نہیں۔ دیکھیے: (المجموع: ۳/ ۲۵) لیکن احناف نے فرط عقیدت وتقلید میں امام صاحب کی اس مرجوح اور بے دلیل رائے کی تقویت کے لیے بہت سی صحیح اور صریح احادیث تختۂ مشق بنا ڈالیں۔ محتمل دلائل کی آڑ میں ان صریح نصوص صحیحہ کی پروا تک نہیں کی۔ بدستور تاویلاتِ باردہ سے ان کا دفاع کرتے رہے اور ہنوز کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو: (فتح الملهم: ۴/ ۲۹۷، ۳۰۷) محبانِ سنت اصحاب العلم کا یہ وتیرہ نہیں ہوتا۔ امام صاحب کی فضیلت ومنقبت اپنی جگہ، لیکن تھے تو وہ بھی انسان، بہت سے مسائل میں ان کا رجوع ثابت ہے۔

یاد رہے! امام صاحب رحمہ اللہ سے ایک رائے جمہور کے موقف کے مطابق بھی ملتی ہے، صاحبین (ان کے شاگردانِ رشید) کا موقف بھی وہی ہے لیکن اُن کے اس فتوے کی بنیاد امام صاحب کی رائے نہیں بلکہ صریح احادیث ہیں۔ بہر حال علمائے احناف کی اسی قسم کی تاویلات باردہ سے دل برداشتہ ہو کر حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس رویے کو رَدِّ سنت سے تعبیر کیا ہے، پھر انھوں نے نمازِ عصر کے آغاز کے متعلق مختصر اور عمدہ بحث کی ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ایک مثل پر اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ دیکھیے: (إعلام الموقعين: ۲/ ۳۶۴، ۳۶۵)

یہی وجہ ہے کہ احناف کی تاویلاتِ باردہ اور کھوکھلی دلیلوں کا تجزیہ کرنے کے بعد بالآخر گرامی قدر مولانا تقی عثمانی نے حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ حدیث جبریل میں صراحتاً پہلے دن عصر کی نماز، مثلِ اوّل پر پڑھنے کا ذکر موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مثلِ اوّل پر ظہر کے وقت کا اختتام ہو

جاتا ہے۔فرماتے ہیں: ''مثلین پر ظہر کا وقت ختم ہونے کے سلسلہ میں عموماً احناف کی طرف سے بھی تین دلیلیں پیش کی جاتی ہیں' لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث بھی اوقات کی تحدید پر صریح نہیں ہے۔اس کے برخلاف حدیث جبریل میں صراحتاً پہلے دن عصر کی نماز مثل اول پر پڑھنے کا ذکر موجود ہے'اس لیے یہ حدیثیں حدیث جبریل کا مقابلہ نہیں کرسکتیں'اسی بنا پر بعض احناف نے مثل اول والی روایت کو لیا ہے۔ كمافي الدر المختار......'' (درس ترمذي:١/٣٩٦' ناشر مكتبة دارالعلوم' كراچی)

✱ **اکابر علمائے احناف کی انتہائے وقت ظہر کے متعلق تحقیقات:** امام محمد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بلاواسطہ شاگرد ہیں' وہ فرماتے ہیں: [نَقُولُ: إِذَا زَادَ الظِّلُّ عَلَى الْمِثْلِ فَصَارَ مِثْلَ الشَّيْئِ وَ زِيَادَةً حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ] ''ہم کہتے ہیں کہ جب سایہ ایک مثل سے کچھ اوپر بڑھ جائے اور وہ زوال شمس کے وقت سے لے کر کسی چیز کے ایک مثل اور اس سے کچھ زیادہ ہو تو عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔'' (موطأ إمام محمد' ص:٤٣'٤٤)

صاحب قدوری لکھتے ہیں: [قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رحمهما الله: إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَهُ] ''جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل (برابر) ہو جائے تو امام ابویوسف اور امام محمد کا کہنا ہے کہ عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔'' (القدوري مع التنقيح الضروري' ص:١٩) اسی لیے شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس مسئلہ میں تمام امام مجتہد ایک طرف ہیں اور اکیلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بنا بر مذہبِ مشہور کے ایک طرف' یہاں تک کہ امام محمد اور امام ابویوسف شاگرد اُن کے بھی' اس مسئلہ میں ان سے الگ ہیں......اور اکیلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ مشہور ہے کہ دو مثل تک وقت ظہر کا باقی رہتا ہے اور عصر داخل نہیں ہوتی مگر بعد دو مثل کے۔'' (معيار الحق' ص:٢٦٦' طبع جديد)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: [وَأَمَّا آخِرُ وَقْتِ الظُّهْرِ فَلَمْ يُوجَدُ فِي حَدِيثٍ صَحِيحٍ وَّلَاضَعِيفٍ أَنَّهُ يَبْقَى بَعْدَ مَصِيرِ ظِلِّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَهُ، وَلِذَا خَالَفَ أَبَاحَنِيفَةَ فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ صَاحِبَاهُ، وَوَافَقَا الْجُمْهُورَ] ''جہاں تک ظہر کے آخر وقت کی بات ہے تو کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ ہر شے کے سائے کے ایک مثل ہونے کے بعد بھی وہ باقی رہتا ہے' اسی لیے اس مسئلے میں ان کے دونوں شاگردوں نے ان کی مخالفت اور جمہور کی موافقت کی

ہے۔‘‘(تفسیر مظھري‘ سورۃ النسآء ۳:۱۰۳)

علامہ نیموی فرماتے ہیں:[وَ إِنِّي لَمُ أَجِدُ حَدِيثًا صَرِيحًا صَحِيحًا أَوُ ضَعِيفًا يَّدُلُّ عَلٰى أَنَّ وَقُتَ الظُّهُرِ إِلٰى أَنُ يَّصِيرَ الظِّلُّ مِثُلَيُهِ] ’’مجھے ایسی کوئی صحیح صریح یا کوئی ضعیف حدیث نہیں ملی جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ ظہر کا وقت سائے کے دومثل ہونے تک رہتا ہے۔‘‘(آثار السنن‘ ص:۵۳)

مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی ؒ فرماتے ہیں:[اَلإِنُصَافُ فِي هٰذَا الُمَقَامِ أَنَّ أَحَادِيثَ الُمِثُلِ صَرِيحَةٌ صَحِيحَةٌ، وَأَخُبَارُ الُمِثُلَيُنِ لَيُسَتُ صَرِيحَةً فِي أَنَّهٗ لَا يَدُخُلُ وَقُتُ الُعَصُرِ إِلَى الُمِثُلَيُنِ‘ وَ أَكُثَرُ أَخُبَارِ الُمِثُلَيُنِ إِنَّمَا ذُكِرَ فِيهِ تَوُجِيهَةُ أَحَادِيثَ‘ اُسُتُنُبِطَ مِنُهَا هٰذَا الُأَمُرُ‘ وَالُأَمُرُ الُمُسُتَنُبَطُ لَايُعَارِضُ الصَّرِيحَ] ’’اس مقام پر انصاف کی بات یہ ہے کہ احادیثِ مثل‘ صریح اور صحیح ہیں‘ جبکہ مثلین کی احادیث غیر صریح (مبہم) ہیں‘ اس بات میں کہ وقتِ عصر دو مثل تک داخل نہیں ہوتا۔ مثلین کی اکثر احادیث میں صرف توجیہات کی جاتی ہیں اور استنباط کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ استنباط شدہ امر صریح (بات) کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔‘‘(التعلیق الممجد‘ ص:۴۴‘ درسی نسخه) بلکہ انھوں نے اس کے بعد برملا اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے بڑی طویل بحث کی ہے لیکن [لَمُ يَأُتِ بِمَا يُفِيدُ الُمُدَّعٰى وَ يُثُبِتُ الدَّعُوٰى] ’’وہ کوئی ایسا ثبوت ودلیل پیش نہیں کر سکے جو مدعا کے لیے مفید ہو اور جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو‘ نیز وہ لکھتے ہیں:[وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: أَوَّلُ وَقُتِ الُعَصُرِ مِنُ حِينِ يَصِيرُ الظِّلُّ مِثُلَيُنِ وَهٰذَا خِلَافُ الُآثَارِ وَخِلَافُ الُجُمُهُورِ وَهُوَ قَوُلٌ عِنُدَ الُفُقَهَاءِ مِنُ أَصُحَابِهٖ وَغَيُرِهِمُ مَهُجُورٌ] ’’امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب سایہ دومثل ہو جائے تو تب عصر کا وقت اول ہوتا ہے مگر یہ قول آثار واحادیث کے خلاف ہے اور جمہور کے بھی خلاف ہے۔ یہ قول ان کے فقہاء اصحاب (شاگردان) اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء کے ہاں بھی مہجور ومتروک ہے۔‘‘(التعلیق الممجد‘ ص:۴۳)

مذکورہ معروضات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کا آخری وقت مثل اول پر ختم ہو جاتا ہے۔ مثلین کا قول مرجوح اور ناقابل حجت ہے‘ نیز مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہ کا یہ باور کرانا کہ مثلِ اول‘ اختتامِ ظہر اور آغازِ عصر

کے حوالے سے مشکوک اور غیر یقینی ہے' محض سینہ زوری ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: (فتح الملھم:۳۰۴/۴)

تنبیہ: امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت کے مطابق منقول ہے کہ مثل اول پر ظہر اور عصر کا وقت مشترک ہوتا ہے اور یہ اشتراک تقریباً چار رکعات کے بقدر رہتا ہے لیکن یہ قول صریح احادیث کی روشنی میں درست نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح حدیث میں پانچ نمازوں کے اول و آخر اوقات کی تحدید ہے جس میں ظہر کے آخری وقت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[وَآخِرُ وَقْتِهَا حِينَ يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ......] ''ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔''
(جامع الترمذي' الصلاۃ' حدیث:۱۵۱)

معلوم ہوا جونہی عصر کا وقت شروع ہوتا ہے' ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ یہ موقف امام مالک' شافعی' جمہور اور صاحبین کا ہے۔ (فتح الملھم:۳۰۵/۴' و درس ترمذي:۳۹۵/۱) حدیث جبریل میں دوسرے دن نمازِ ظہر کے متعلق جو آتا ہے:[وَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَهُ] ''جبریل نے مجھے دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہوا۔'' اس کا یہ مقصد نہیں کہ ایک مثل ہونے پر نمازِ ظہر کا آغاز کیا بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک مثل پر نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔ دیکھیے: (شرح معاني الآثار:۱۴۹/۱' وحاشیۃ ابن عابدین) کیونکہ پہلے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک مثل ہونے پر عصر پڑھی تو لازماً دوسرے دن ایک مثل ہونے سے قبل نماز ظہر سے فراغت ہوئی' اس لیے کہ اگر اس طرح نہ ہو تو انتہائے وقت ظہر کی تحدید نہیں ہوتی جبکہ امامت جبریل سے اولین مقصد یہی تھا اور اُس حدیث سے تو بالکل اس موقف کی تردید ہوتی ہے جس میں یہ صراحت ہے:[وَقْتُ الظُّهْرِ مَالَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ] ''ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ ہو۔'' (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:(۱۷۲)-۶۱۲ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) واللہ أعلم.

امام ابن العربی رحمہ اللہ نے بھی اشتراک ظہرین (ظہر وعصر) کے موقف کی تردید فرمائی ہے۔ اگرچہ [فَصَلّٰى بِي] ''مجھے نماز پڑھائی'' کے دونوں مفہوم ہو سکتے ہیں: آغاز کیا یا فارغ ہوئے' لیکن یہاں

فراغت ہی مراد ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [لِأَنَّهُ إِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعْنٰى قَوْلِهِ: وَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ...... فَرَغَ لَمْ يَكُنْ بَيَانٌ] ''کیونکہ اگر [وَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ] کے معنی فارغ ہونے کے نہیں تو یہ (وقت نماز کے لیے) بیان (وتحدید) نہیں۔'' اسی لیے سختی سے اشتراک ظہرین کی نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [وَتَاللّٰهِ مَا بَيْنَهُمَا اشْتِرَاكٌ] ''اللہ کی قسم! دونوں کے درمیان اشتراک وقت نہیں ہے۔'' (القبس: ۵۲/۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ دیکھیے: (شرح العمدة لشيخ الإسلام: ۱۵۲/۲)

امام نووی رحمہ اللہ امامتِ جبریل والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: [مَعْنَاهُ: فَرَغَ مِنَ الظُّهْرِ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَهُ وَ شَرَعَ فِي الْعَصْرِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَهُ فَلَا اشْتِرَاكَ بَيْنَهُمَا فَهٰذَا التَّأْوِيلُ مُتَعَيِّنٌ لِّلْجَمْعِ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ وَأَنَّهُ إِذَا حُمِلَ عَلَى الْاِشْتِرَاكِ يَكُونُ آخِرُ وَقْتِ الظُّهْرِ مَجْهُولاً...... وَلَا يَحْصُلُ بَيَانُ حُدُودِ الْأَوْقَاتِ] ''اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے' جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل (برابر) ہوا۔ اور پہلے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوا تو عصر پڑھنا شروع کی تھی۔ اس طرح ان کے مابین اشتراک وقت نہ رہا۔ احادیث کے مابین جمع وتطبیق اور موافقت کے لیے یہ تاویل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر یہ حدیث اشتراک پر محمول کی جائے تو ظہر کا آخری وقت مجہول (نامعلوم) رہے گا...... اور اوقات کی حدود کا بیان حاصل نہ ہوگا۔'' (شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۵۴/۵' تحت حديث: ۶۱۲)

یعنی اس طرح اوقات کی حد بندی نہیں ہوسکتی۔ شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح موطا میں عدم اشتراکِ ظہرین کے موقف ہی کی موافقت کی ہے اور اس حوالے سے جمہور کا یہ موقف ذکر کیا ہے: [مَعْنَاهُ: فَرَغَ مِنَ الظُّهْرِ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَهُ فَلَا اشْتِرَاكَ' وَهٰذَا التَّأْوِيلُ مُتَعَيِّنٌ لِلْجَمْعِ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ] ''یہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہوا تو آپ نماز ظہر سے فارغ ہو چکے تھے' لہٰذا اس طرح (ظہرین کے مابین) کوئی شراکت نہ رہی۔ مختلف احادیث کے مابین تطبیق کے لیے یہ تاویل لازمی ہے۔'' (بحواله معيار الحق' ص: ۲۷۱)

حدیث ابوموسیٰ سے اس موقف کی واضح تائید ہوتی ہے' وہ فرماتے ہیں: [ثُمَّ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى كَانَ قَرِيبًا مِّنْ وَقْتِ الْعَصْرِ بِالْأَمْسِ] ''پھر آپ ﷺ نے نمازِ ظہر مؤخر کی یہاں تک کہ گزشتہ

کل کے وقتِ عصر کے قریب قریب وقت ہوگیا۔‘‘ (صحیح مسلم‘ المساجد‘ حدیث: ۶۱۴)

اس تصریح سے دیگر روایات میں واقع اجمال رفع ہو جاتا ہے‘ وہ اس طرح کہ جب عصر کے قریب وقت ہوا تو اس وقت نماز ظہر سے فراغت ہو چکی تھی۔

ان تصریحات کی روشنی میں یقیناً انتہائے وقتِ ظہر کی تحدید ہوتی ہے اور وہ ہے انتہائے مثل اول‘ لہٰذا علامہ صنعانی رحمہ اللہ کا [صَلّٰی بِيَ الظُّهْرَ...... حِينَ صَارَظِلُّ الشَّيْئِ مِثْلَهُ] کے مثل اول پر فارغ ہونے کے معنی وتاویل کو بعید قرار دینا از خود بعید از صواب ہے۔ (سبل السلام: ۱/۱۹۴)

اکثر علمائے احناف نے بر بنائے احتیاط اور اشتراکِ ظہرین کے تردد و شک سے بھاگتے ہوئے مثلین ہی کا موقف اختیار کیا ہے (اور ایڑی چوٹی کا یہ سارا زور صرف امام صاحب سے منقول ایک مرجوح روایت اور شاذ رائے کی تقدیم واثبات کی خاطر ہے) کہ مثل اول سے کچھ قبل ظہر کا وقت بالاتفاق قطعی طور پر ثابت ہے اور ایک مثل سے مابعد تک بھی۔ اگرچہ اس اثنا میں عصر کا وقت ہو جاتا ہے لیکن مشکوک ہوتا ہے۔ اس کا بالیقین وقت تب شروع ہوتا ہے جب سایہ دو مثل ہو جائے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (فتح الملھم: ۴/۳۰۴)

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا جبریل علیہ السلام نے پہلے دن (نعوذ باللہ) مشکوک وقت میں نماز پڑھائی کہ انھیں عصر کے وقت کا قطعی تحقق نہ ہوا اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شک واضطراب کی حالت میں نماز پڑھی کہ جنھیں پوری امت کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے جبکہ یہ نماز تھی بھی بطور تعلیم اور تحدید وقت کے لیے‘ مزید برآں یہ کہ اس تردد وشک پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی خاموش رہا اور جبریل اور نبی علیہما السلام کو اس مشکوک عمل پر برقرار رکھا اور کوئی تنبیہ نہ فرمائی؟ والعیاذ باللہ. اس طرح تو گویا جس مقصد کے لیے جبریل علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی‘ وہ بھی پورا نہ ہوا۔ الغرض مثل اول کی اختتامی اور وقت عصر کی ابتدائی گھڑیوں کو مشکوک قرار دے کر احتیاط امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول وعمل میں نہیں جنھیں واجب التقلید سمجھ لیا گیا ہے بلکہ احتیاط اس معصوم ہستی کے اعمال واقوال اپنانے میں ہے جو شریعت کے بارے میں اپنی مرضی سے کبھی لب کشائی نہیں کرتی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

✱ مسئلۂ تعجیل وابراد: گزشتہ صفحات میں تعجیل ظہر دلائل کی روشنی میں افضل قرار دی گئی ہے۔ اس

پر علماء کا اجماع ہے اور اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے: [كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ] (صحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٤٦) لیکن کچھ احادیث ایسی ہیں جن میں ابراد یعنی نماز ظہر کو ٹھنڈک میں پڑھنے کی تلقین ہے مثلاً: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سفر میں تھے جب مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''ٹھنڈک ہونے دو۔'' پھر مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''ٹھنڈک ہونے دو۔'' یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا' اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ] ''بلاشبہ گرمی کی شدت جہنم کی لپٹ کا حصہ ہے' لہٰذا جب گرمی زیادہ ہو تو نماز (ظہر) ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔'' (صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' حديث:٥٣٩) نیز ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی حدیث ابراد مروی ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' حديث:٥٣٨)

مزید جن سے یہ روایت مروی ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ نے وفي الباب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي' الصلاة' حديث:١٥٧)

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ شدت حرارت کی وجہ سے جہنم نے اللہ عزوجل سے شکایت کی کہ ''میرا کچھ حصہ دوسرے کو کھا گیا ہے۔'' تو اسے دو سانسوں کی اجازت ملی: ایک گرمی میں اور ایک سردی میں۔'' (صحيح البخاري' بدء الخلق' حديث:٣٢٦٠' وصحيح مسلم' المساجد' حديث:٦١٧) لہٰذا یہ گرمی اور سردی حقیقت میں جہنم ہی کا حصہ ہیں۔ اگرچہ بعض علماء نے یہاں اور بھی مفاہیم بیان فرمائے ہیں لیکن اقرب الی الصواب اور ظاہر الفاظ کے زیادہ موافق یہی معنی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اس قسم کی احادیث ابراد (ٹھنڈک کرنا) میں تاخیر کا حکم صرف اسی وجہ سے دیا ہے' نیز یہ حکم عمومِ علت کی وجہ سے ہر فرد کے لیے ہے' تخصیص کی ضرورت نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کی ایک جماعت نے شدید گرمی میں نماز ظہر کو مؤخر کرنا پسند کیا ہے۔ یہ قول ابن مبارک' احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ نمازِ ظہر کے لیے حکم ابراد اس شخص کے لیے ہے جو مسجد میں دور سے آتا ہو' رہا وہ شخص جو اکیلے یا قبیلے کی مسجد میں نماز پڑھتا ہو تو میرے نزدیک

پسندیدہ یہ ہے کہ شدید گرمی میں وہ نماز لیٹ نہ کرے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس کا موقف شدید گرمی میں تاخیر ظہر کا ہے' وہی اولیٰ اور اتباع سنت کے زیادہ موافق اور لائق ہے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي' الصلاة' حديث:١٥٧' تحت حديث:٥٣٣'٥٣٤)

بہرحال اس رخصت میں مقیم' مسافر' منفرد یا باجماعت نماز پڑھنے والے سبھی افراد داخل ہیں کیونکہ [إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ] کی علت عام ہے۔

* **ابراد کے معنی ومفہوم اور حد:** علامہ زمخشری اس کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [حَقِيقَةُ الْإِبْرَادِ الدُّخُولُ فِي الْبَرْدِ] ''ٹھنڈک کے وقت میں داخل ہونے کو ابراد کہتے ہیں۔'' نیز [إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ] کی توضیح میں وہ فرماتے ہیں: [صَلُّوهَا إِذَا انْكَسَرَ وَهَجُ الشَّمْسِ بَعْدَ الزَّوَالِ] ''بعد از زوال جب سورج کی شدت کم ہو جائے تو اس وقت یہ نماز پڑھو۔'' مزید فرماتے ہیں: جب عرب کسی سفر پر ہوتے' سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چلنا شروع ہو جاتیں تو آپس میں پکار اٹھتے: اب تم ٹھنڈک میں کوچ کرو۔ (الفائق' ص:٨٩' طبع المكتبة العصرية' وفتح الباري: ٢/١٦' تحت حديث: ٥٣٣'٥٣٤)

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [مَعْنَى الْإِبْرَادِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ انْكِسَارُ شِدَّةِ حَرِّ الظَّهِيرَةِ] ''اس حدیث میں إبراد سے مراد دوپہر کے وقت شدتِ گرمی کا ٹوٹنا ہے۔'' (معالم السنن:١/١١١)

احادیث میں حکم ابراد سے مقصود حقیقتاً ٹھنڈک میں نمازِ ظہر پڑھنا نہیں بلکہ شدید گرمی میں نسبتاً تاخیر مراد ہے کیونکہ حرارت میں کمی آ جانا بھی شدید دھوپ کی نسبت ٹھنڈک ہی ہے۔ اسی تاخیر کو ابراد سے تعبیر کیا گیا ہے' یہ نہیں کہ حقیقتاً ٹھنڈک کا انتظار کیا جائے' وہ تو یقیناً عصر بلکہ اس کے بعد تک بھی نہیں ہوتی۔ کلام عرب سے اس مفہوم کی تصدیق ہوتی ہے۔ مزید دیکھیے: (عمدة القاري:٥/٢٩' تحت حديث: ٥٣٣'٥٣٤)

الغرض گرمی کی شدت کے پیش نظر نمازِ ظہر میں تاخیر کی جا سکتی ہے' بالخصوص سفر میں زیادہ تاخیر کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ اس کی تائید ابوذر رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے: [حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُولَ] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اتنی تاخیر سے پڑھائی کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ (صحيح البخاري' الأذان'

حدیث:٦٢٩)

نمازِ ظہر موسم گرما میں کتنی مؤخر کی جاسکتی ہے؟ احادیث کی روشنی میں اس کی تحدید کا صراحت کے ساتھ ثبوت نہیں ملتا' البتہ کچھ علمائے کرام نے اس کی تحدید بھی کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زیادہ سے زیادہ ٹھنڈک میں پڑھنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے: ایک قول یہ ہے کہ جب سایۂ زوال کے بعد سایہ ایک ہاتھ ہو جائے۔ بعض نے ربع قامت (قد کا چوتھائی) کہا ہے۔ بعض نے ثلث (تہائی) قامت اور بعض نے نصف قامت وغیرہ' جبکہ مازری نے مختلف اوقات و حالات کا اعتبار کیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ اختلاف احوال سے اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ابراد آخری وقت تک ممتد نہ ہو۔ (یعنی ظہر اتنی مؤخر نہ ہو کہ اس کا آخری وقت آن پہنچے اور بجائے ظہر کے عصر محسوس ہونے لگے۔)(فتح الباري:٢/٢٠'٢١' تحت حديث:٥٣٩)

البتہ سنن ابوداود اور سنن نسائی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے اس کی تاخیر کا کچھ اندازہ ملتا ہے' وہ فرماتے ہیں: [كَانَ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الظُّهْرَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ' إِلَى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ' وَ فِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ أَقْدَامٍ إِلَى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ] ''گرمیوں میں نبئ اکرم ﷺ کی نماز ظہر کا اندازہ یہ ہوتا تھا کہ انسان کا سایہ تین قدم سے لے کر پانچ قدم تک اور سردیوں میں پانچ سے سات قدم کے مابین ہوتا تھا۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٤٠٠' و سنن النسائي' المواقيت' حديث:٥٠٤)

تنبیہ: جس انسان کا سایہ دیکھا جائے' قدم بھی اسی کے ہونے چاہئیں اور اس سائے میں اصل اور زائد دونوں سائے شمار کیے جائیں جیسا کہ علامہ سیوطی اور علامہ سندھی رحمہما اللہ نے سنن ابوداود اور سنن نسائی کے حاشیے میں وضاحت فرمائی ہے۔

✱ **ایک اشکال اور اس کا ازالہ:** یہاں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ نبئ اکرم ﷺ کے حوالے سے تو یہ آتا ہے کہ آپ نماز ظہر سخت دھوپ میں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: [كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ] (صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' حديث: ٥٦٠' و صحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٤٦) اس حدیث سے تو بظاہر یوں لگتا ہے کہ نبی ﷺ کا روزمرہ

کا عمل یہی تھا۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ تعجیل ظہر کی احادیث پہلے کی ہیں، یعنی نبیٔ اکرم ﷺ شروع شروع میں نماز ظہر سورج ڈھلتے ہی پڑھ لیتے تھے، خواہ دھوپ کتنی ہی شدید ہوتی۔ بعد میں آپ ﷺ نے سخت دھوپ میں نماز پڑھنے کی بجائے کچھ ٹھنڈک میں پڑھنے کا حکم دیا۔ نسخ کا یہ موقف امام طحاوی وغیرہ کا ہے۔ (شرح معاني الآثار: ١/١٨٧، ١٨٨، وفتح الباري تحت حديث:٢/١٧) نیز خلال نے امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: [هٰذَا آخِرُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ] ''حکم ابراد نبی ﷺ کا آخر کا حکم ہے۔'' (فتح الباري:٢/١٧) اس موقف کی توثیق حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: [صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الظُّهْرَ بِالْهَجِيرِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّمِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ] ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز ظہر سخت دھوپ میں پڑھائی، اس کے بعد فرمایا: یقیناً شدت حرارت جہنم کی لپٹ کا حصہ ہے، اس لیے نماز ٹھنڈک میں پڑھا کرو۔'' لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، اس لیے نسخ کا یہ قول مرجوح ہے۔ دیکھیے: (الضعيفة للألباني: ٢/٣٦٢) دوسرا جواب یہ ہے کہ شدید گرمی میں تعجیل ظہر کی نسبت اس میں تاخیر مستحب ہے۔ جمہور ائمۂ اسلام کا یہی موقف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے: (شرح صحيح مسلم للنووي:٥/١٢٣، وفتح الباري:٢/١٦، تحت حديث: ٥٣٣، ٥٣٤، ومحلى ابن حزم:٣/١٨٢)

جہاں تک حدیث خباب کا تعلق ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: [شَكَوْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الصَّلَاةَ فِي الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا] ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سخت گرم ریت میں نماز پڑھنے کا شکوہ کیا تو آپ نے اس کا ازالہ نہ کیا۔'' (صحيح مسلم، المساجد، حديث:٦١٩) اس سے بھی اگرچہ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ احادیث ابراد کے مخالف نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر محمول ہے کہ انھوں نے وقت ابراد کی رخصت سے مزید تاخیر کا مطالبہ کیا تھا اور وہ اس حد تک کہ ریت کی گرمی زائل ہو جائے، جبکہ اس طرح خروج وقت لازم آتا تھا، اس لیے نبی ﷺ نے انھیں جواب نہیں دیا۔ یا پھر یہ حدیث ٹھنڈک میں نماز پڑھنے والی احادیث سے منسوخ ہے کیونکہ وہ بعد کی ہیں۔'' دیکھیے: (فتح الباري:٢/١٧)

الحاصل: تاخیر کے ساتھ نماز ظہر پڑھنے کا حکم صرف شدید گرمی کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر موسم معتدل ہو یا گرمی شدت اختیار کیے ہوئے نہ ہو یا موسم سرما ہو تو نماز ظہر اول وقت ہی میں پڑھنا افضل ہے۔ نبی ﷺ کا یہی معمول تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ، وَ إِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ] ''جب گرمی ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ نماز ٹھنڈک میں پڑھتے اور جب سردی ہوتی تو جلدی کرتے۔'' (سنن النسائي، المواقيت، حديث: ٥٠٠) مولانا ظفر احمد عثمانی نے اس حدیث سے یہی استدلال کیا ہے۔ دیکھیے: (إعلاء السنن: ١/ ٣٥) نیز اس حدیث میں صرف گرمی ہی مراد نہیں بلکہ شدت کی گرمی مراد ہے۔ اس کی تصریح سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی سے منقول صحیح بخاری کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں: [كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ] (صحيح البخاري، الجمعة، حديث: ٩٠٦) ''جب سخت سردی ہو جاتی تو نبی اکرم ﷺ نماز ظہر جلد پڑھتے اور جب سخت گرمی پڑتی تو آپ ﷺ نماز ظہر ٹھنڈک میں ادا فرماتے۔'' جبکہ ہمارے ہاں احناف 'گرمی ہے۔ یا سردی ہے اس کی ایک ہی وردی ہے' کے مصداق دیگر نمازوں (فجر اور عصر) کی طرح نماز ظہر بھی ہر موسم میں ہمیشہ تاخیر ہی سے پڑھتے ہیں۔ إِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

✻ **وقتِ عصر کی ابتدا و انتہا:** صحیح اور صریح نصوص کی روشنی میں وقت عصر کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب سایۂ اصلی کے بغیر مثل اوّل اختتام پذیر اور مثل ثانی کا آغاز ہو۔ یہ عصر کا افضل وقت ہے، اگرچہ وقتِ جواز غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ تفصیل کے لیے ''انتہائے وقتِ ظہر'' کے تحت ضمناً یہ بحث دیکھی جا سکتی ہے، لہٰذا تاخیر عصر کا قول اور مزید برآں یہ کہ اسے مستحب بھی باور کرانا، اپنی تمام تر کٹ حجتیوں کے باوجود ساقط الاعتبار ہے، اس لیے بلا عذر تاخیر عصر غیر مستحب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سنت تعجیل عصر ہی ہے۔ رافع بن خدیج فرماتے ہیں: [كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ تُنْحَرُ الْجَزُورُ فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ، ثُمَّ نَطْبَخُ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ] ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ عصر پڑھتے، پھر اونٹ ذبح کرتے اور اسے دس حصوں میں تقسیم کرتے، پھر اسے پکاتے، بعد ازاں غروب آفتاب سے قبل پکا ہوا گوشت کھاتے۔'' (صحيح البخاري، الشركة، حديث:

۲۴۸۵، و صحیح مسلم، المساجد، حدیث:۶۲۵)

غور فرمائیں! کیا یہ سب کچھ دو مثل کے بعد ممکن ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عصر پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو بنوسلمہ کا کوئی آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں، ہماری تمنا ہے کہ آپ تشریف لائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ آپ چل دیے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے۔ دیکھا تو ابھی تک اونٹ ذبح نہیں ہوئے تھے، چنانچہ انھیں ذبح کیا گیا، پھر انھیں ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا، پھر ان میں سے کچھ پکایا گیا، پھر ہم نے وہ کھایا جبکہ ابھی تک سورج غروب نہیں ہوا تھا۔ (صحیح مسلم، المساجد، حدیث: ۶۲۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ] ''رسول اللہ ﷺ نماز عصر اس وقت پڑھتے جبکہ سورج بلند اور زندہ (روشن) ہوتا اور (عصر پڑھ کر) جانے والا عوالیٔ مدینہ کی طرف جاتا اور ان کے پاس پہنچتا جبکہ سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔'' (صحیح البخاري، مواقیت الصلاۃ، حدیث:۵۵۰، و صحیح مسلم، المساجد، حدیث:۶۲۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: [وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ......] ''اور عصر کا وقت (باقی رہتا) ہے جب تک سورج زرد نہ ہو۔'' (صحیح مسلم، المساجد، حدیث: ۶۱۲) رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے حوالے سے فرمایا: [وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ] ''اس نے مجھے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب اس کا سایہ اس کے مثل ہوا۔'' (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: ۳۹۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی عصر کے اول وآخر وقت کی تحدید موجود ہے کہ عصر کا وقت اول وہ ہے جب وہ داخل ہوتا ہے (یعنی مثل اول کے اختتام پر اس کا آغاز ہوتا ہے) اور آخری وقت اصفرارِ شمس (سورج کا زرد ہو جانا) ہے۔ (جامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث:۱۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ غروب شمس سے قبل ایک رکعت ملنے سے پوری نمازِ عصر مل جاتی ہے: [وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ] ''جس نے غروب آفتاب سے قبل ایک رکعت پا لی تو اس نے عصر پا لی۔'' (صحیح البخاري، مواقیت

الصلاة، حدیث:٥٧٩، وصحیح مسلم المساجد، حدیث:٦٠٨)

اس حدیث کا یہ مفہوم نہیں کہ عصر کی صرف ایک رکعت ہی پڑھ لینے سے فرض کی ادائیگی ہو جائے گی، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کی یہ نماز بروقت شمار ہوگی اگرچہ باقی تین رکعتیں بدستور نماز جاری رکھتے ہوئے بعد تک ادا کی جائیں اور اس پر اجماع ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سبل السلام: ١/٢٠٢)

ان الفاظ کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہیں اور اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، یعنی ایک رکعت پالینے والا پوری نماز پانے والا نہیں کہ اسے صرف ایک ہی رکعت سے پوری نماز مل جائے اور فرض سے اس کی خلاصی ہو جائے اور وہی ایک رکعت اسے کافی ہو، بلکہ یہاں ان الفاظ کی تاویل ضروری ہے۔ یہاں کچھ الفاظ پوشیدہ مانے جائیں گے۔ اس کی تقدیری عبارت یوں ہوگی: [فَقَدْ أَدْرَكَ حُكْمَ الصَّلَاةِ أَوْ وُجُوبَهَا أَوْ فَضْلَهَا] ''تو اس نے نماز کے حکم یا اس کے وجوب یا اس کی فضیلت کو پالیا۔'' دیکھیے: (شرح صحیح مسلم للنووي، حدیث:٦٠٨) مزید یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں نماز مکمل کرنے کا حکم ہے: [فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ] ''وہ (بدستور) اپنی نماز کی تکمیل کرے۔'' (صحیح مسلم، المساجد، حدیث:٦٠٩) سنن نسائی میں یہ الفاظ ہیں: [مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنْ صَلَاةٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا، إِلَّا أَنَّهُ يَقْضِي مَا فَاتَهُ] ''جس نے نمازوں میں سے کسی نماز کی ایک رکعت پالی تو تحقیق اس نے وہ نماز پالی مگر جو رکعتیں اس سے رہ گئی ہوں، وہ ادا کرے۔'' (سنن النسائي، المواقیت، حدیث:٥٥٩، وصحیح سنن النسائي، حدیث:٥٥٧، مطبوعه مكتبة المعارف) مسند احمد میں یہ حدیث مزید وضاحت سے ہے، اس میں ہے: [وَمَنْ صَلَّى رَكْعَةً مِّنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَلَمْ تَفُتْهُ] ''اور جس نے غروب آفتاب سے قبل عصر کی ایک رکعت پڑھ لی تو اس کی یہ نماز فوت نہیں ہوئی (یہ نماز ادا شمار ہوگی)۔'' (مسند أحمد: ٢/٢٥٤، والموسوعة الحديثية، مسند أحمد:١٢/٤٢٥) بہرحال وقت ادا کی آخری امکانی حد یہی ہے۔

عبداللہ بن عمرو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی احادیث سے انتہائے وقتِ عصر کی تحدید ہوتی ہے، لیکن بظاہر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث سے انتہائے وقت عصر کی تحدید اصفرارِ شمس (سورج کے زرد ہونے)

سے قبل تک ہے۔ روایات کے اس اختلاف کے پیش نظر اگرچہ علمائے سلف کے اس کے متعلق مختلف موقف ہیں لیکن امام شافعی وغیرہ نے مثلین اور بعض ائمہ نے حدیثِ عبداللہ کو عصر کے آخری وقتِ مختار سے مقید کیا ہے' ہاں بوجہ عذر اس کا وقتِ جواز غروبِ آفتاب تک ہے۔ اس طرح دونوں قسم کی احادیث معمول بہ رہتی ہیں اور کسی کا ترک لازم نہیں آتا۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (الأوسط:٢/ ٣٣٠- ٣٣٣' والمجموع:٣/ ٣٢' والمغني: ١/ ٤١٨- ٤١٩' والروضة الندية:١/ ٢٢٦) لیکن بلاوجہ تاخیرِ عصر مکروہ ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے کچھ صحابہ وتابعین سے اس کی کراہت نقل کی ہے۔ (جامع الترمذي' الصلاة حديث:١٥٩) اس کی تائید سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جو آگے آرہی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ تعجیل عصر کے موقف ہی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہی مذہب اہل مدینہ کا ہے۔ امام اوزاعی' شافعی' احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ اس قول کی صحت پر احادیث ثابتہ دلالت کرتی ہیں۔'' (الأوسط:٢/ ٣٦٣) اس کی تصدیق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں سب سے افضل عمل نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا قرار دیا گیا ہے۔

* صلاۃِ وسطیٰ کی تعیین: اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کی محافظت کے ساتھ ساتھ ''صلاۃ وسطیٰ'' یعنی نمازِ عصر کی بطور خاص تاکید فرمائی ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ......﴾ (البقرة٢:٢٣٨) ''تم سب نمازوں اور خاص طور پر درمیان والی نماز کی حفاظت کرو۔''

صلاۃِ وسطیٰ کی تعیین میں اگرچہ فقہاء ومحدثین کے مابین خاصا اختلاف ہے لیکن حق یہ ہے کہ اس سے مراد نمازِ عصر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (٨/ ١٩٥- ١٩٨' تحت حديث:٤٥٣٣) میں ''صلاۃ وسطیٰ'' کے متعلق علماء کے بیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ ان کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی قول کے حاملین کا موقف راجح قرار دیا ہے۔ احادیث صحیحہ سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے' باقی سب اقوال مرجوح ہیں۔ اُردو دان طبقہ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائے: (فقه الصلاة از منير قمر:١/ ٦٩٤- ٧٠٦)

امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَدَلَّتِ الْأَخْبَارُ الثَّابِتَةُ عَلٰى أَنَّ صَلَاةَ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ] ''احادیث ثابتہ اسی بات پر دلالت کناں ہیں کہ صلاۃِ وسطیٰ سے مراد نمازِ عصر ہے۔'' (الأوسط: ٢/ ٣٦٧) خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ ان سمیت ان کے گھروں اور قبروں

کو آگ سے بھر دے کہ انھوں نے ہمیں صلاۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) سے مصروف رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔'' (صحیح البخاري، المغازي، حدیث:٤١١١، و صحیح مسلم، المساجد، حدیث: ٦٢٧) غروبِ شمس کی تصریح سے معلوم ہوا کہ رہ جانے والی یہ نماز، نمازِ عصر تھی۔ علاوہ ازیں صحیح مسلم، حدیث: ٦٢٨ میں تو بصراحت ''صلاۃ العصر'' کا ذکر موجود ہے۔

بہر حال نمازِ عصر میں بلا عذر تاخیر درست نہیں۔ علاء بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نماز ظہر پڑھ کر بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر آیا۔ ان کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا۔ انھوں نے پوچھا: کیا تم نے عصر پڑھ لی ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ ابھی ہم ظہر سے فارغ ہوئے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عصر پڑھ لو! جب پڑھ لی تو انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: [تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ، حَتّٰى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعًا، لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا] ''یہ منافق کی نماز ہے وہ بیٹھا رہتا ہے، سورج کا منتظر رہتا ہے یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان میں ہوتا ہے تو کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹھونگیں مارتا ہے اور ان چار (رکعات) میں اللہ کا ذکر تھوڑا ہی کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم، المساجد، حدیث: ٦٢٢)

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک دن بوجہ مصروفیت نماز عصر کچھ لیٹ کر دی، اس پر عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے انھیں تنبیہ کی اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امامتِ جبریل والی حدیث بطور دلیل پیش کی۔ مطلب یہ تھا کہ عصر جلدی ہی پڑھنی چاہیے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ مدینے کے امیر تھے اور مصروفیت کی وجہ بھی عوام الناس کے مسائل تھے۔ یہ اشارہ سنن ابوداود وغیرہ کی حدیث سے ملتا ہے: [أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيزِ كَانَ قَاعِدًا عَلَى الْمِنبَرِ، فَأَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا] ''عمر بن عبدالعزیز منبر پر تشریف فرما تھے اور انھوں نے عصر کی نماز کچھ لیٹ کر دی۔'' (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: ٣٩٤) معلوم ہوتا ہے کہ مستحب وقت سے کچھ تاخیر ہوئی تھی۔ یہی خیال علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے۔ دیکھیے: (ذخیرۃ العقبٰی شرح سنن النسائي: ٦/٤٥٠)

وقتِ مختار سے عمداً نماز لیٹ کرنے کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ''مار دینے'' کے مترادف قرار دیا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوذر! تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب امراء

(حکمران) نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے یا انھیں موت کے گھاٹ اتار کر پڑھیں گے۔'' انھوں نے جواباً کہا: آپ کا کیا ارشاد ہے؟ تب نبی ﷺ نے فرمایا: ''بروقت نماز پڑھ لینا۔ اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پڑھ لینا' یہ نماز نفل ہوگی۔'' ملاحظہ ہو: (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٤٨)

مذکورہ تصریحات سے یقیناً یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ نبیٔ اکرم ﷺ کی عام عادت مبارکہ کیا تھی اور صحابہ وتابعین کا طرز عمل کیا تھا؟ لیکن اس کے باوجود صریح نصوص چھوڑ کر محتمل اور غیر صریح یا ضعیف روایات کی بنیاد پر تاخیر عصر کو مستحب قرار دینا یقیناً غیر معقول اور راہِ صواب سے دوری ہے اور اس کی وجہ صرف تقلیدی جمود اور احادیث سے بے اعتنائی ہے۔

تاخیر عصر کی یہ رائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہے۔ انتہائے وقتِ ظہر اور ابتدائے وقتِ عصر کے بارے میں ان سے چار روایات (آراء) منقول ہیں۔ (درس ترمذي:١/ ٣٩٥) اور ہر رائے دوسری سے مختلف ہے۔ مثلین کی رائے اکثر احناف کے نزدیک معمول اور مفتیٰ بہ ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں: [وَبِهِ نَأْخُذُ...... وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ] ''ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں اور یہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔'' (إعلاء السنن:١/ ٣٩' ودرس ترمذي:١/ ٣٩٥) یعنی امام صاحب کے نزدیک وقت عصر کا آغاز مثلین کے بعد ہوتا ہے۔ اس سے قبل نماز پڑھنا جائز نہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (الأوسط:١/ ٣٣٠) ہاں' امام صاحب کی جو رائے جمہور اور صحیح صریح احادیث کے موافق ہے' احناف کے ہاں وہ متروک ہے اور وہ ہے مثل اول پر ظہر کا اختتام اور عصر کا آغاز۔ ان کے ہاں امام صاحب رحمہ اللہ کی مفتیٰ بہ اس شاذ رائے کے متعلق امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَهُوَ قَوْلٌ خَالَفَ صَاحِبُهُ الْأَخْبَارَ الثَّابِتَةَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ' وَالنَّظَرُ غَيْرُ دَالٍّ عَلَيْهِ وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا سَبَقَ قَائِلَ هٰذَا الْقَوْلِ إِلٰى مَقَالَتِهِ وَعَدَلَ أَصْحَابُهُ عَنِ الْقَوْلِ بِهِ فَبَقِيَ قَوْلُهُ مُنْفَرِدًا لَا مَعْنٰى لَهُ] ''یہ ایسا قول ہے جس کے قائل نے نبیٔ اکرم ﷺ کی ثابت شدہ احادیث کی مخالفت کی ہے۔ نظر وقیاس بھی اس پر دلالت نہیں کرتا۔ ہمارے علم کے مطابق ان سے قبل یہ بات کسی نے نہیں کہی اور ان کے اصحاب نے بھی اس قول سے منہ موڑ لیا ہے' لہٰذا ان کا قول اکیلا ہی رہ گیا ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔'' (الأوسط:٢/ ٣٣٠)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا ہے: [وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مُخَالَفَةٌ

فِي ذٰلِكَ، إِلَّا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، فَالْمَشْهُورُعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: أَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ مَصِيرُ ظِلِّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَيْهِ بِالتَّثْنِيَةِ، قَالَ الْقُرْطُبِيُّ: خَالَفَهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى أَصْحَابُهُ يَعْنِي الآخِذِينَ عَنْهُ] (فتح الباري، باب وقت العصر، تحت حديث:٥٤٦) ''اور کسی اہل علم سے اس میں مخالفت منقول نہیں ہے، سوائے امام ابوحنیفہ کے۔ ان کے مشہور قول کے مطابق عصر کا اول وقت ہر شے کے سائے کے دو مثل ہونے پر ہوتا ہے۔ قرطبی نے کہا: اس میں سب لوگ ان کے مخالف ہیں یہاں تک کہ ان کے شاگرد بھی، یعنی جو ان سے (بلا واسطہ) اخذ کرنے والے ہیں۔''

امام نووی رحمہ اللہ عصر کے اول وقت پر دلالت کرنے والی احادیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: [وَفِي هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ وَمَا بَعْدَهَا دَلِيلٌ لِّمَذْهَبِ مَالِكٍ وَّ الشَّافِعِيِّ وَ أَحْمَدَ وَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ وَقْتَ الْعَصْرِ يَدْخُلُ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِّثْلَهُ، وَقَالَ أَبُوحَنِيفَةَ: لَايَدْخُلُ حَتّٰى يَصِيرَ ظِلُّ الشَّيْئِ مِثْلَيْهِ، وَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ حُجَّةٌ لِّلْجَمَاعَةِ عَلَيْهِ مَعَ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما فِي بَيَانِ الْمَوَاقِيتِ، وَحَدِيثِ جَابِرٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ] ''ان احادیث اور ان کے بعد کی احادیث میں امام مالک، شافعی، احمد اور جمہور علماء کے مذہب کی دلیل ہے کہ ہر شے کا سایہ ایک مثل ہونے پر وقت عصر شروع ہو جاتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس وقت تک وقتِ عصر شروع نہیں ہوتا جب تک کہ سایہ دو مثل نہ ہو جائے۔ اور یہ احادیث اور اس کے ساتھ ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی احادیث، جو کہ بیان اوقات کے متعلق مروی ہیں، جمہور کے حق میں اور امام صاحب کے خلاف حجت ہیں۔'' (شرح صحيح مسلم للنووي، الصلاة، تحت حديث:٦٢١)

شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شیخ سلام اللہ حنفی سے بھی ان کی شرح موطأ کے حوالے سے جمہور کا مذکورہ موقف نقل کیا ہے جس سے شیخ سلام اللہ کی جمہور کے ساتھ موافقت ظاہر ہوتی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (معيار الحق، ص:٢٦٧) ائمہ ومحققین کے ان تبصروں کے بعد اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ اِنْ أُرِيدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ

* تاخیر عصر اور افضلیتِ تاخیر کے قائلین کے اہم دلائل اور ان کا تحقیقی جائزہ: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اہم دلائل کا بالاختصار تحقیقی تجزیہ کیا جائے جنھیں حاملین فقہ حنفی اپنے موقف کی تائید میں

پیش کرتے ہیں تا کہ احادیث میں بظاہر نظر آنے والا تعارض ختم ہو جائے' احناف کے یہ دلائل حسب ذیل ہیں:

① محمد بن یزید یمامی کے طریق سے علی بن شیبان سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں: [قَدِمْنَا عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً] ''ہم مدینے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ عصر کو اس وقت تک مؤخر کرتے جب تک سورج سفید اور صاف رہتا۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٤٠٨)

وضاحت: یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ اس کی سند میں باپ بیٹا' محمد اور یزید دونوں مجہول ہیں۔ محمد بن یزید یمامی کو ابن ابی حاتم نے مجہول کہا ہے۔ دیکھیے: (الجرح و التعديل:٨/ ١٢٨)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب (ص:٩٠٩' طبع دار العاصم) میں ان کے متعلق حتمی فیصلہ دیتے ہوئے انھیں مجہول قرار دیا ہے۔ مزید دیکھیے: (ميزان الاعتدال:٢/ ٧٠' ولسان الميزان: ٥/ ٤٢٦' والمغني: ٢/ ٣٨٧' والضعفاء والمتروكين: ٣/ ١٠٧)

دوسرے راوی یزید بن عبدالرحمٰن بن علی بن شیبان کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مجہول۔'' (التقريب' ص:١/ ١٠٧٩)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں [لَا يُعْرَفُ] کہا ہے' لہٰذا یہ حدیث ناقابل حجت ہے۔ یہ ان صحیح احادیث کے مخالف ہے جن میں عصر کی نماز جلدی پڑھنے کا ذکر ہے۔ غالباً اسی مخالفت کی وجہ سے امام نووی رحمہ اللہ نے اسے [بَاطِلٌ لَّا يُعْرَفُ] کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ حدیث باطل اور غیر معروف ہے۔ دیکھیے: (المجموع: ٣/ ٥٨)

محدث العصر شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعيف سنن أبي داود (مفصل) للألباني:٩/ ١٤٨) اس لیے صاحب ''اعلاء السنن'' مولانا ظفر احمد عثمانی کا اس ناقابل حجت حدیث سے یہ استدلال کرنا درست نہیں کہ یہ حدیث نبیٔ اکرم ﷺ کی تغیرِ شمس سے قبل نمازِ عصر کی تاخیر کی مواظبت پر دلالت کرتی ہے۔ (إعلاء السنن:٢/ ٣٧)

② دوسری حدیث جو احناف کے نزدیک تاخیر عصر پر صراحتاً دلالت کرتی ہے' رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی

حدیث ہے۔اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ انھیں دیر سے عصر پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے:[کَانَ یَأْمُرُھُمْ بِتَأْخِیرِ الْعَصْرِ] (سنن الدارقطني:١/ ٥٥٨، طبع جدید، دارالمعرفة، و السنن الکبریٰ للبیهقي:١/ ٤٤٣)

وضاحت: یہ حدیث بھی سنداً ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہے۔اس کی سند میں عبدالواحد بن نافع یا نفیع کلاعی ابورماح متکلم فیہ راوی ہے۔

اس کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں:[یَرْوِي عَنْ أَھْلِ الْحِجَازِ الْمَقْلُوبَاتِ وَعَنْ أَھْلِ الشَّامِ الْمَوْضُوعَاتِ، لَایَحِلُّ ذِکْرُہُ فِي الْکُتُبِ إِلَّاعَلٰی سَبِیلِ الْقَدْحِ فِیہِ] ''یہ اہل حجاز سے مقلوب اور اہل شام سے موضوع (من گھڑت) روایات بیان کرتا ہے، کتابوں میں اس کا ذکر صرف نقد و جرح کے طور پر جائز ہے۔'' (المجروحین: ٢/ ١٥٤)

امام بخاری رحمہ اللہ بواسطہ موسیٰ بن اسماعیل عبدالواحد بن نافع کے طریق سے منقول اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:[وَلَا یُتَابَعُ عَلَیْہِ] ''اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔'' (التاریخ الکبیر:٥/ ٨٩) یعنی یہ حدیث بیان کرنے میں عبدالواحد متفرد ہے اور یہ بھی متکلم فیہ۔

میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابن القطان کے حوالے سے اسے مجہول الحال قرار دیا ہے۔ (المیزان: ٢/ ٦٧٧) مزید دیکھیے: (نصب الرایة:١/ ٢٤٥، والمغني في الضعفاء، رقم:٣٨٧٨، و تعجیل المنفعة، رقم:٦٧٥)

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام دارقطنی رحمہ اللہ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں:[وَھٰذَا حَدِیثٌ ضَعِیفُ الْإِسْنَادِ مِنْ جِھَةِ عَبْدِالْوَاحِدِ ھٰذَا، لِأَنَّہُ لَمْ یَرْوِہِ عَنِ ابْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِیجٍ غَیْرُہُ...... وَلَا یَصِحُّ ھٰذَا الْحَدِیثُ عَنْ رَّافِعٍ وَلَا عَنْ غَیْرِہِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالصَّحِیحُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیجٍ وَّعَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ضِدُّ ھٰذَا وَھُوَ التَّعْجِیلُ بِصَلَاةِ الْعَصْرِ وَالتَّبْکِیرُ بِھَا] ''یہ حدیث عبدالواحد کی وجہ سے ضعیف الاسناد ہے کیونکہ ابن رافع بن خدیج سے یہ حدیث اس کے سوا کوئی اور بیان نہیں کرتا...... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے یہ حدیث نہ تو رافع سے اور نہ کسی دوسرے صحابی سے صحیح طور پر ثابت ہے، ہاں! رافع بن خدیج اور دیگر

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جو صحیح طور پر ثابت ہے وہ اس کے برخلاف ہے اور وہ ہے تعجیل عصر یعنی نمازِ عصر جلد پڑھنا۔'' (سنن الدارقطني: ١/ ٥٥٨)

گویا امام الجرح والتعدیل معروف نقادِ حدیث امام دارقطنی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث کسی صحابی سے صحیح سند سے ثابت نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ انھوں نے تعجیل عصر کے حوالے سے ''وَفِي الْبَابِ'' میں مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا حوالہ دیتے ہوئے آخر میں فرمایا: [فَيُرْوٰى عَنْ رَّافِعٍ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي تَأْخِيرِ الْعَصْرِ وَلَا يَصِحُّ] ''رافع بن خدیج سے نبیٔ اکرم ﷺ کے حوالے سے تاخیر عصر کی روایت بھی منقول ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔'' (جامع الترمذي، الصلاة، حديث: ١٥٩)

امام ترمذی رحمہ اللہ کی اس تصریح کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ''وَفِي الْبَابِ'' میں رافع بن خدیج کے حوالے سے تعجیل عصر کی روایت کا اشارہ کیا ہے جبکہ ان سے تاخیر عصر کی روایت بھی منقول ہے اس لیے امام صاحب نے اس پر تنبیہ کرنا ضروری سمجھا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (المجموع: ٣/ ٥٨)

الحاصل: ائمۂ فن کی تصریحات کی روشنی میں یہ روایت بھی مردود اور ناقابل حجت ہے۔

③ تاخیرِ عصر کے قائلین کی تیسری دلیل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا وہ اثر ہے جو عباس بن ذریح بواسطہ زیاد بن عبداللہ (عبدالرحمٰن) علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ ہم مسجد الاعظم میں علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دنوں کوفہ بانس اور لکڑیوں کے جھونپڑوں پر مشتمل تھا۔ مؤذن آیا اور اس نے نمازِ عصر کے لیے امیر المومنین کو آواز دی۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گیا، پھر اس نے دوبارہ یہی بات کہی تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت کی تعلیم دیتا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، ہمیں عصر کی نماز پڑھائی، اس کے بعد ہم پلٹے اور اسی جگہ چلے گئے جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے، پھر ہم اپنے گھٹنوں پر بیٹھ کر سورج غروب ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ (سنن الدارقطني: ١/ ٥٥٧، والمستدرك للحاكم: ١/ ١٩٢)

وضاحت: یہ اثر سنداً ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں زیاد بن عبداللہ (یا عبدالرحمٰن نخعی) مجہول العین ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: [زِيَادُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ النَّخَعِيُّ مَجْهُولٌ، لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ الْعَبَّاسِ بْنِ ذُرَيْحٍ] ''زیاد بن عبداللہ مجہول ہے' یہ حدیث اس سے عباس بن ذریح کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا۔'' (سنن الدارقطني: ١/ ٥٥٧' والميزان: ٢/ ٩١)

جبکہ امام حاکم رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت کے بعد فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن شیخین نے اس کے رواۃ کو قابل حجت سمجھنے کے باوجود اسے ذکر نہیں کیا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ لیکن یہ ان کا وہم ہے کیونکہ مذکورہ راوی مجہول ہے' شیخین رحمہما اللہ ایسے راوی کو کب قابل حجت سمجھتے ہیں' پھر صرف امام حاکم رحمہ اللہ کی تصحیح بھی تو محل نظر ہے جیسا کہ اس کے متعلق ائمۂ فن کی تصریح موجود ہے: [لَا تَغْتَرَّ بِتَصْحِيحِ الْحَاكِمِ]

اس روایت پر امام ذہبی کی موافقت بھی تعجب خیز ہے کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب ''دیوان الضعفاء والمتروكين'' (١/ ٣٠٨) اور ''المغني في الضعفاء'' (١/ ٣٧٤) وغیرہ میں خود زیاد بن عبداللہ کو امام دارقطنی کے حوالے سے مجہول قرار دیا ہے' لہٰذا جس روایت کی سند میں مجہول راوی ہو اور اس کی ٹھوس متابعت یا شاہد بھی موجود نہ ہو تو وہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ نیز علامہ زیلعی رحمہ اللہ پر بھی حیرانی ہے کہ مذکورہ بالا حدیثِ رافع اور زیر بحث حدیث کے بارے میں علمائے جرح وتعدیل کی تضعیف نقل کرنے کے باوجود بھی اپنے مرجوح موقف کی تائید میں یوں فرماتے ہیں کہ وہ احادیث جو ہمارے موقف کی تائید کرتی ہیں...... غور فرمائیں! کیسی تائید؟ ہاں' ضعیف موقف کی تائید' ضعیف احادیث سے۔ پھر اثرِ علی کے بعد ان کا یہ فرمانا: [وَهٰذَا الْأَثَرُ فِي حُكْمِ الْمَرْفُوعِ أَوْ قَرِيبٍ مِّنْهُ] ''یہ اثر حکماً مرفوع یا اس کے قریب قریب ہے۔'' درست نہیں کیونکہ سنداً تو یہ ساقط الاعتبار ہے۔'' دیکھیے: (نصب الراية: ١/ ٢٤٦)

④ تاخیرِ عصر کی افضلیت کے قائلین کی چوتھی دلیل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل حدیث ہے: [كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَشَدَّ تَعْجِيلًا لِّلظُّهْرِ مِنْكُمْ، وَأَنْتُمْ أَشَدُّ تَعْجِيلًا لِّلْعَصْرِ مِنْهُ] ''رسول اللہ ﷺ تمھاری نسبت ظہر کی نماز بہت جلد پڑھتے تھے اور تم عصر ان سے بہت جلد پڑھتے ہو۔'' (جامع الترمذي' الصلاة' حديث: ١٦١)

غور فرمائیں تو حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ تم ظہر کی نماز نبی ﷺ کے معمول سے لیٹ پڑھتے

ہو جبکہ آپ ﷺ بہت جلد پڑھ لیا کرتے تھے اور تم عصر کی نماز رسول اللہ ﷺ سے بھی پہلے پڑھتے ہو' یعنی تمھاری عصر رسول اللہ ﷺ کی نسبت بھی پہلے ہوتی ہے' یہ درست نہیں۔ یہ ہے اس حدیث کا صحیح مفہوم۔

الغرض جو حدیث تاخیرِ عصر کے استحباب کے طور پر پیش کی گئی' وہ تو تعجیل عصر پر دلالت کرتی ہے اور اپنے ہی موقف کے خلاف نکلی۔ ؎ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ التعلیق الممجد میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ حدیث عصر کی نسبت ظہر کچھ زیادہ جلدی پڑھنے پر دلالت کرتی ہے نہ کہ تاخیر عصر کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔'' (بحواله تحفة الأحوذي:١/٤٢٤)

بہرحال مذکورہ حدیث سے تاخیر عصر کے استحباب پر استدلال کرنا سینہ زوری ہے۔ سیاق اور الفاظ سے اس مفہوم کی قطعاً تائید نہیں ہوتی۔

یہ ہیں وہ چار بنیادی دلیلیں جنھیں احناف اپنے موقف کی تائید میں بڑے زور وشور سے پیش کرتے ہیں۔ پہلی تین دلیلیں تو ضعیف ہیں اور مؤخر الذکر صحیح لیکن اس سے وجہ استدلال باطل ہے' اسی لیے مولانا عبدالحی حنفی رحمہ اللہ نے احقاق حق کے پیش نظر تاخیر عصر کی افضلیت پر دلالت کرنے والے پیش کردہ دلائل کا تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے انھیں ناقابل حجت واستناد قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [وَلَا يَخْفٰى عَلَى الْمَاهِرِ مَا فِي الْإِسْتِنَادِ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيثِ] ''ان احادیث سے استناد کرنے (حجت پکڑنے) میں جو (کمزوری) ہے' ماہر حدیث پر مخفی نہیں۔'' دیکھیے: (التعليق الممجد بحواله تحفة الأحوذي:١/٤٢١)

خلاصۂ کلام: عصر کا آغاز مثل اول کے اختتام پر ہوتا ہے۔ ظہر اور عصر کے وقت میں کوئی اشتراک نہیں۔ عصر کا وقتِ مختار مثل اول سے لے کر اصفرار شمس سے قبل تک ہے' جبکہ وقت جواز بوجۂ عذر غروبِ شمس سے قبل ایک رکعت پا لینے تک ہے۔ دلائل سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے برعکس موقف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ ان کے نزدیک عصر کا وقت مثلین کے بعد ہوتا ہے۔ اس سے قبل نمازِ عصر پڑھنا جائز نہیں' ان کی یہی رائے مفتیٰ بہ ہے۔ عملاً اکثر احناف اسی کے قائل وفاعل ہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ اپنی اس رائے میں بالکل اکیلے ہیں۔ کتاب وسنت کی کسی صریح صحیح دلیل سے ان کے موقف کی تائید نہیں ہوتی۔ یہ موقف صریح روایات کے بالکل مخالف ہے۔ عقیدت مندوں نے اس شاذ

رائے کی توثیق اور اثبات کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے جس کی وجہ سے صحیح اور صریح احادیث کو تختۂ مشق بنایا گیا' حالانکہ اس موقف میں صاحبین بھی اپنے شیخ کے مخالف ہیں۔ انھوں نے صریح اور صحیح احادیث کی روشنی میں جمہور ہی کا موقف اختیار کیا ہے۔

یاد رہے! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے صریح صحیح احادیث اور جمہور کی رائے کے مطابق بھی ایک رائے منقول ہے لیکن یہ اتفاق رائے اکثر حاملینِ فقۂ حنفی کو ایک نظر نہیں بھاتی۔

اسی طرزِ تقلید سے رنجیدہ ہو کر امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس رویے کو ردّ سنت سے تعبیر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر کوئی ایک عوالی مقام کی طرف جاتا جو تقریباً چار میل کے فاصلے پر واقع تھا تو سورج اس وقت تک بلند ہوتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی تو بنوسلمہ کا ایک فرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور کہا: اللہ کے رسول! ہم اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں' ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی تشریف لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ آپ چلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑے۔ دیکھا تو اونٹ ابھی تک ذبح نہیں ہوئے تھے' چنانچہ اونٹ ذبح کیے گئے' انھیں کاٹا گیا اور اس میں سے کچھ گوشت پکایا گیا' پھر ہم نے اس میں سے غروب آفتاب سے قبل کچھ کھایا۔ (صحیح مسلم' المساجد' حدیث: ٦٢٤) دو مثل کے بعد یہ سب محال ہے۔ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت نہ ہو۔ (صحیح مسلم' المساجد' حدیث: (١٧٢)-٦١٢' من حدیث عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما) ان احادیث کی کوئی معارض (مخالف) دلیل نہیں ہے' نہ تو صحت میں اور نہ صراحت و بیان میں۔ لیکن یہ احادیث وسنن اس مجمل حدیث کی وجہ سے رَد کر دی گئی ہیں: [مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابِ قَبْلَكُمْ] (صحیح البخاري' الإجارة' حدیث: ٢٢٦٨)

نیز افسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہائے تعجب! اس حدیث میں دلالت کی کون سی قسم ہے کہ عصر کا وقت اس وقت تک شروع نہیں ہوتا جب تک سایہ دو مثل نہ ہو جائے۔ یہ حدیث صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت نصف النہار سے عصر تک کے وقت سے کم

ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں۔دیکھیے :(إعلام الموقعين:٢/٣٦٤، ٣٦٥، طبعة دارالكتاب العربي)

ان اختلافات سے قطع نظر، قرآن و حدیث کے عام دلائل کی روشنی میں بھی نیکی کے تمام اعمال میں مسابقت و مسارعت ہی کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَارِعُوا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (آل عمران ٣:٢٣٨) ''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف جلدی کرو۔'' نیز ارشاد ہے: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (البقرة ٢:١٤٨) ''نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔'' مزید فرمایا: ﴿وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ ○ اُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○﴾ (الواقعة ٥٦:١٠، ١١) ''اور سبقت لے جانے والے تو سبقت ہی لے جانے والے ہیں۔ یہی لوگ مقرب ہیں۔'' ہاں جو اس عام اصول سے دلیل کی بنا پر مستثنیٰ چیزیں ہیں، وہ خارج ہوں گی جیسے نماز عشاء کہ اس میں تاخیر افضل ہے اور ظہر کہ شدتِ حرارت میں ابراد مستحب ہے، جبکہ باقی نمازوں میں تعجیل و مسارعت ہی افضل ہے۔ و بالله التوفيق. مزید دیکھیے :(محلى ابن حزم :٣/١٨٢)

٭ **وقت مغرب کی ابتدا و انتہا:** جب سورج کی پوری ٹکیہ افق میں غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حدیث جبریل میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جبریل علیہ السلام نے دو دن سورج غروب ہوتے ہی نماز پڑھائی ہے: [ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِينَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ......] (جامع الترمذي، الصلاة، حديث: ١٤٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِينَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَ إِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ يَغِيبُ الْأُفُقُ] ''مغرب کا اول وقت وہ ہے جب سورج غروب ہو جائے اور آخری وقت جب افق غائب ہو جائے۔'' (جامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٥١)

صحیح مسلم میں ہے: [وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَسْقُطْ ثَوْرُ الشَّفَقِ] ''اور مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ شفق کی سرخی غائب نہ ہو جائے۔'' (صحيح مسلم، المساجد، حديث:(١٧٢)-٦١٢)

امام ابن منذر کے بقول نماز مغرب جلدی پڑھنے پر اہل علم کا اجماع ہے اور یہ افضل ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [وَأَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَّحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ التَّعْجِيلَ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ أَفْضَلُ] (الأوسط:٢/٣٦٩)

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: [أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ

الشَّمْسُ وَ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ] ''یقیناً رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور پردے میں چھپ جاتا تھا۔'' (صحیح البخاري' مواقیت الصلاۃ' حدیث:٥٦١' و صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٣٦ و اللفظ له)

رافع بن خدیج ؓ سے منقول ہے:[كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَ أَنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ] ''ہم نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھا کرتے تھے اور ہم میں سے جب کوئی نماز سے فارغ ہوتا تو اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتا تھا۔'' (صحیح البخاري' مواقیت الصلاۃ' حدیث:٥٥٩' و صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٣٧' و إرواء الغلیل:١/ ٢٧٧)

مقصود یہ ہے کہ ابھی تک روشنی ہوتی تھی' اندھیرا نہیں چھایا ہوتا تھا۔

امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ غروب آفتاب کے بعد نمازِ مغرب جلد پڑھ لینی چاہیے۔ اس بات پر اجماع ہے...... جن احادیث میں شفق کے غائب ہونے پر نمازِ مغرب پڑھنے کا ذکر ہے' وہ بیانِ جواز کے لیے ہیں۔ ثانیاً: وہ کسی سائل کے جواب میں تھیں۔ اور یہ دونوں احادیث نبی ﷺ کی عادتِ مبارکہ کے بارے میں ہیں جن پر آپ ﷺ سوائے عذر کے مسلسل قائم رہے' لہٰذا انھی پر اعتماد ہوگا۔ (شرح صحیح مسلم للنووي:٥/ ١٩٠' تحت حدیث:٦٣٧)

مغنی میں ہے:[وَ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ وَجَبَتِ الْمَغْرِبُ وَلَا يُسْتَحَبُّ تَأْخِيرُهَا إِلَى أَنْ يَّغِيبَ الشَّفَقُ] ''جب سورج غروب ہو جائے تو نماز مغرب واجب ہو جاتی ہے اور اسے شفق کے غائب ہونے تک مؤخر کرنا مستحب نہیں ہے۔'' (المغني:١/ ٤٢٤) لیکن وقت ادا غروب شفق تک رہتا ہے۔

معلوم ہوا مغرب کا وقت موسّع ہے اور یہی بات راجح ہے۔ احناف کا یہی قول ہے۔ ابن العربی ؒ کے نزدیک امام مالک کا راجح قول بھی یہی ہے۔ دیکھیے: (القبس:١/ ٥٨) اور شوافع کا قولِ محقق بھی یہی ہے۔ دیکھیے: (شرح صحیح مسلم للنووي:٥/ ١٥٥' تحت حدیث:٦١٢)

الغرض دلائل کی روشنی میں وجوبِ مغرب کا اول وقت غروب آفتاب ہے' نیز راجح قول کے مطابق یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ وقت غروب شفق تک باقی رہتا ہے۔ لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے' وہ یہ کہ نبیٔ اکرم ﷺ کو جبریل علیہ السلام نے دو دن غروب آفتاب کے بعد ہی نماز پڑھائی ہے۔ اس سے یوں لگتا ہے

کہ مغرب کا وقت موسع (شفق کے غائب ہونے تک وسیع) نہیں بلکہ مضَیّق (تنگ) ہے، یعنی اس کی ادائیگی کے لیے صرف یہی وقت ہے۔ لیکن یہ خیال مرجوح ہے۔ علمائے محققین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حدیثِ جبریل میں مغرب کے مستحب وقت کا ذکر ہے اور حدیث عبداللہ بن عمرو میں جو آتا ہے: [وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَسْقُطْ ثَوْرُ الشَّفَقِ] ''مغرب کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک شفق کی سرخی ختم نہ ہو۔'' (صحيح مسلم، المساجد، حديث:٦١٢) وہ وقت جواز ہے، پھر حدیث جبریل میں فعل ہے اور اس میں آپ کا قول ہے۔ یقیناً قول و فعل کے تعارض کے وقت قول کو ترجیح ہوتی ہے، كما في كتب الأصول۔ اسی طرح حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے کہ جس میں ایک سائل کے جواب میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً دو دن نماز پڑھ کر سکھائی۔ دوسرے دن جب نماز پڑھائی تو صراحت ہے: [وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَّغِيبَ الشَّفَقُ] ''آپ نے مغرب غروب شفق سے قبل پڑھائی۔'' (صحيح مسلم، المساجد، حديث:٦١٣) پھر یہ بھی ہے کہ حدیث جبریل متقدم، یعنی مکی دور کی اور حدیث بریدہ وغیرہ متأخر، یعنی مدنی دور کی ہیں، یقیناً ترجیح متأخر عمل کو ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت غروب شفق سے قبل تک رہتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (شرح صحيح مسلم للنووي:٥/١٥٦، و إعلام الموقعين:٢/٣٦٤ وغیرہ)

* **شفق کا معنی و مفہوم:** اگرچہ قولِ محقق کے مطابق مغرب کا وقت موسع (کشادہ) ہے اور غروب شفق تک رہتا ہے لیکن شفق کے معنی اور مفہوم میں اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد غروب آفتاب کے فوراً بعد مغربی افق پر نمودار ہونے والی سرخی ہے یا وہ سفیدی جو سرخی غائب ہونے کے بعد ہوتی ہے؟ جمہور اہل لغت، محدثین اور فقہائے عظام کے ہاں اس سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغربی جانب میں رونما ہوتی اور افق پر پھیلی ہوتی ہے۔ جب یہ سرخی اختتام پذیر اور افق سے غائب ہو جاتی ہے تو اسے غروب شفق کہا جاتا ہے۔ یہ نماز عشاء کے اول وقت اور نمازِ مغرب کے انتہائے وقت کی علامت ہے۔ دلائل و براہین کی روشنی میں یہی موقف راجح ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح مروی ہے، انھوں نے فرمایا: [اَلشَّفَقُ الْحُمْرَةُ] ''شفق سے مراد سرخی ہے۔'' (سنن الدارقطني:١/٥٨٨، و السنن الكبرى للبيهقي:١/٣٧٣)

اس تفسیر کے تحت بلوغ المرام کی شرح میں علامہ صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قُلْتُ: اَلْبَحْثُ لُغَوِيٌّ وَالْمَرْجِعُ فِيهِ إِلَى أَهْلِ اللُّغَةِ، وَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ أَهْلِ اللُّغَةِ وَقُحِّ الْعَرَبِ، فَكَلَامُهُ حُجَّةٌ، وَ إِنْ كَانَ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ] ''میں کہتا ہوں: بحث لغوی ہے۔ اس میں اصل مرجع اہل لغت ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما خالص عربی النسل اور اہل لغت میں سے ہیں، لہٰذا ان کا کلام حجت ہے اگرچہ یہ ان کا موقوف اثر ہے۔'' (سبل السّلام: ۱/۲۱۰) نیز علامہ صنعانی نے ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ﴾ کی تفسیر میں بھی یہی معنی کیے ہیں۔ (تفسیر غریب القرآن للصنعاني، ص: ۴۰۲)

✻ معتبر ائمہ لغت کی تصریحات: ① موجد علم عروض، امام لغت خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [اَلشَّفَقُ: اَلْحُمْرَةُ مِنْ غُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى وَقْتِ الْعِشَاءِ] ''شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب سے وقت عشاء تک باقی رہتی ہے۔'' (کتاب العین، ص: ۴۸۶، طبع دار إحياء التراث العربي)

② ابن فارس فرماتے ہیں: [اَلشَّفَقُ: النَّدْءَةُ الَّتِي تُرٰى فِي السَّمَاءِ عِنْدَ غُيُوبِ الشَّمْسِ وَهِيَ الْحُمْرَةُ۔ ''شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے وقت آسمان پر نظر آتی ہے۔'' (معجم مقاييس اللغة: ۳/۱۹۸)

③ پھر اپنی سند سے خلیل بن احمد کا قول بھی نقل کرتے ہیں۔ دیکھیے: (معجم مقاييس اللغة: ۳/۳۹۵) اس کے بعد امام مجاہد اور مقاتل سے بھی شفق کے معنی ''سرخی'' ہی نقل کرتے ہیں۔

④ امام زجاج فرماتے ہیں: [اَلشَّفَقُ هِيَ الْحُمْرَةُ الَّتِي تُرٰى فِي الْمَغْرِبِ بَعْدَ سُقُوطِ الشَّمْسِ] ''شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو مغرب میں غروب شمس کے بعد نظر آتی ہے۔'' (معجم مقاييس اللغة: ۳/۳۹۵)

⑤ امام فراء فرماتے ہیں کہ شفق سے مراد حمرہ، یعنی سرخی ہے۔ مزید کہتے ہیں: [قَدْ سَمِعْتُ بَعْضَ الْعَرَبِ يَقُولُ: عَلَيْهِ ثَوْبٌ مَّصْبُوغٌ كَأَنَّهُ الشَّفَقُ وَ كَانَ أَحْمَرَ] ''میں نے بعض عرب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس پر رنگا ہوا کپڑا ہے جیسے کہ وہ شفق ہے، دیکھا تو وہ سرخ تھا۔'' (معجم مقاييس اللغة: ۳/۱۹۸) مذکورہ عبارت کے بعد علامہ ابن فارس نے فرمایا ہے کہ یہ قول حمرہ کا شاہد ہے۔

⑥ علامہ فیروز آبادی فرماتے ہیں:[اَلْحُمْرَةُ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْغُرُوبِ إِلَى الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ أَوْ إِلَى قَرِيبِهَا] ''غروب آفتاب سے نماز عشاء یا اس کے قریب قریب افق پر منتشر سرخی کو کہتے ہیں۔''(القاموس المحيط' ص: ٨٩٧' ماده: شفق)

⑦ القاموس المحیط کی شرح میں علامہ مرتضٰی زبیدی حنفی نے مختلف ائمۂ لغت سے شفق کے معنی ''حمرة'' نقل کرنے کے بعد جب امام فراء کا قول اور مشاہدہ ذکر کیا کہ شفق سے مراد ''حمرة'' ہے تو فرماتے ہیں:[فَهٰذَا شَاهِدُ الْحُمْرَةِ] ''یہ (قائلین) حمرہ کا شاہد ہے۔''(تاج العروس: ٢٤٤/١٣)

⑧ علامہ جوہری کا بھی یہی قول ہے۔ تائید میں انھوں نے خلیل اور فراء کا قول پیش کیا ہے۔ دیکھیے: (الصحاح: ١٢٣٩/٤)

⑨ علامہ راغب فرماتے ہیں:[اَلشَّفَقُ اِخْتِلَاطُ ضَوْءِ النَّهَارِ بِسَوَادِ اللَّيْلِ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ] ''غروب آفتاب کے وقت دن کی روشنی کا رات کی تاریکی سے اختلاط شفق کہلاتا ہے۔''(مفردات القرآن' ص:٢٦٧)

531

⑩ یہ کچھ معتبر ائمۂ لغت کی تصریحات ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ شفق سے مراد ''حُمْرة'' یعنی سرخی ہے۔ مزید دیکھیے:(المصباح المنير للفيومي' ص:٤٦١)

امام نووی رحمہ اللہ نے علامہ ازہری اور ابن درید کے حوالے سے بھی یہی معنی نقل کیے ہیں۔ دیکھیے: (المجموع: ٤٥/٣) مزید فرماتے ہیں:[وَالَّذِي يَنْبَغِي أَنْ يُّعْتَمَدَ أَنَّ الْمَعْرُوفَ عِنْدَ الْعَرَبِ أَنَّ الشَّفَقَ الْحُمْرَةُ، وَ ذٰلِكَ مَشْهُورٌ فِي شِعْرِهِمْ وَنَثْرِهِمْ، وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ أَيْضًا نَقْلُ أَئِمَّةِ اللُّغَةِ] ''قابل اعتماد بات یہی ہے کہ عرب کے ہاں شفق کے معروف معنی حمرة (سرخی) کے ہیں۔ یہ ان کے اشعار اور نثر میں مشہور ہے۔ مزید برآں یہ کہ اس پر اہل لغت کی نقل و روایت بھی دلالت کرتی ہے۔'' صحیح مسلم کی حدیث [وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَسْقُطْ ثَوْرُ الشَّفَقِ] سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ثَوَرَان (جس کے معنی سرخی کی تیزی اور اس کی چمک کے ہیں) أحمر (سرخ چیز) کی صفت ہے نہ کہ أبيض (سفید چیز) کی، یعنی جب تک شفق کی سرخی ختم نہ ہو مغرب کا وقت باقی رہتا ہے۔(المجموع: ٣٩/٣)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بھی یہی استدلال کیا ہے اور مزید وضاحت سے اسے بیان کیا ہے۔ دیکھیے: (شرح العمدة: ٢/١٧٥)

* ائمہ ومحدثین اور فقہاء کی تصریحات: امام نووی نے امام بیہقی کے حوالے سے متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی موقف نقل کیا ہے کہ اس شفق سے مراد مغربی افق پر موجود سرخی ہے۔ ان میں عمر بن خطاب، علی بن ابو طالب، ابن عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ، عبادہ بن صامت اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہم ہیں، نیز مکحول اور سفیان ثوری کا موقف بھی یہی ہے۔ (المجموع: ٣/٤٤، والسنن الكبرىٰ للبيهقي: ١/٣٧٣)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے مزید جن ائمہ کا ذکر کیا ہے، وہ یہ ہیں: مالک بن انس، ابن ابی لیلیٰ، شافعی، احمد، اسحاق، ابوثور، ابو یوسف اور محمد...... رحمہم اللہ...... (الأوسط: ٢/٣٤٠)

امام ابن حزم رحمہ اللہ بھی حدیث میں وارد لفظ ''شفق'' سے شفقِ احمر ہی مراد لیتے ہیں۔ (محلی ابن حزم: ٣/١٩٢)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، دلائل کی روشنی میں اس کا اثبات کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [وَالشَّفَقُ شَفَقَانِ: أَحْمَرُ، وَهُوَ الْأَوَّلُ، وَالْأَبْيَضُ، وَهُوَ الثَّانِي، وَالْعِبْرَةُ بِمَغِيبِ الشَّفَقِ الْأَحْمَرِ، فَإِذَا غَابَ دَخَلَ وَقْتُ الْعِشَاءِ] ''شفق دو ہیں: شفقِ احمر (سرخ) اور دوسری شفقِ ابیض (سفید) اعتبار شفق احمر کے غائب ہونے کا ہے، لہٰذا جب (سرخی) غائب ہو جائے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔'' (شرح العمدة: ٢/١٧٤)

امام فراء کے قول: [عَلَيْهِ ثَوْبٌ كَأَنَّهُ الشَّفَقُ وَكَانَ أَحْمَرَ] سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اسی لیے اکثر مفسرین رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ﴾ سے مراد سرخی اور سرخی سے قبل دن کی روشنی مراد لی ہے، پھر کہتے ہیں: [وَفَهِمَ أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ وَأَكَابِرُهُمْ مِّنَ الشَّفَقِ الْحُمْرَةَ] ''اکثر اور اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شفق سے سرخی ہی سمجھے ہیں۔'' (شرح العمدة لشيخ الإسلام ابن تيمية: ٢/١٧٥، ١٧٦)

اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس موقف کی تائید میں متعدد دلائل دیتے ہوئے مسند احمد وغیرہ کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں یہ صراحت ہے: [ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ قَبْلَ غَيْبُوبَةِ الشَّفَقِ]

''پھر آپ ﷺ نے غروبِ شفق سے قبل عشاء کی نماز پڑھائی۔'' جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی یہ مفصل روایت اگرچہ مسند أحمد: (۳/۳۵۱) وغیرہ میں موجود ہے لیکن مطلوبہ حصہ مجھے اس میں نہیں ملا' البتہ یہ ٹکڑا شرح معاني الآثار (۱/۱۴۷) اور السنن الکبرٰی للبیہقي (۱/۳۷۳) میں موجود ہے۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے اس کی صحت کے حوالے سے تو کچھ نہیں فرمایا' البتہ اس ٹکڑے سے جو استدلال شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے کیا ہے' وہی استدلال ان سے قبل امام طحاوی رحمہ اللہ بھی کر چکے ہیں' جبکہ امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کو اختصار سے ذکر کرنے کے بعد اس اضافے کو ذکر کرتے ہوئے بایں الفاظ اس کے شذوذ کی طرف اشارہ کرتے ہیں: [مُخَالِفٌ لِّسَائِرِ الرِّوَایَاتِ] ''مذکورہ الفاظ اس موضوع کی دیگر روایات کے خلاف ہیں۔'' جبکہ علامہ طحاوی اور شیخ الاسلام نے اس اضافے کو حجت مانتے ہوئے متعارض دلائل کے درمیان یہ تطبیق دی ہے کہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عشاء شفقِ احمر سے پہلے نہیں پڑھی جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تب آپ نے یہ نماز شفقِ ابیض سے پہلے پڑھی ہے۔ (شرح العمدة لشیخ الإسلام: ۲/۱۷۵) گویا یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ شفقِ احمر کے غروب ہونے پر نمازِ عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے' نیز اس سے لفظ شفق کے معنی کا تعین بھی نبی ﷺ کے عمل سے ہو جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

درمختار میں ہے: [اَلشَّفَقُ وَهُوَ الْحُمْرَةُ عِندَهُمَا' وَبِهِ قَالَتِ الثَّلَاثَةُ وَإِلَيْهِ رَجَعَ الْإِمَامُ كَمَا فِي شُرُوحِ الْمُجمِعِ وَغَيرِهَا' فَكَانَ هُوَ الْمَذْهَبُ] ''شفق سے مراد صاحبین کے نزدیک حمرہ (سرخی) ہے۔ ائمۂ ثلاثہ (مالک' شافعی اور احمد) کا یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی اسی طرف رجوع فرما لیا تھا جیسا کہ مجمع کی شروح وغیرہ میں ہے' لہٰذا (مفتی بہ) مذہب یہی ہے۔'' (درمختار: ۱/۳۶۱) صدر الشریعہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ ''المواهب'' میں بھی اسی کے مطابق فتویٰ بتایا گیا ہے اور ''البرهان'' میں بھی اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔

الغرض یوں ائمۂ اربعہ شفق کے معنی ''سرخی'' پر متفق ہو گئے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ. (مزید تفصیل کے لیے ردالمحتار: ۱/۳۶۱ کا حاشیہ ملاحظہ فرمایئے۔) امام زمخشری نے بھی امام صاحب کا رجوع اسد بن عمرو کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [اَلشَّفَقُ: الْحُمْرَةُ الَّتِي تُرٰى فِي الْمَغْرِبِ

...... وَرَوٰی أَسَدُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ رَجَعَ مِنْهُ] ''شفق سے مراد سرخی ہے جو مغرب میں دکھائی دیتی ہے......اسد بن عمرو نے امام صاحب کا رجوع نقل کیا ہے۔'' (الکشاف: ۴/ ۲۷۷) لیکن کچھ احناف نے امام صاحب کے اس رجوع کی تردید کی ہے۔ بہر حال معتبر احناف امام صاحب کے رجوع کے قائل ہیں اور یہی بات اظہر لگتی ہے۔

علامہ ملا علی القاری حنفی رحمہ اللہ نے بھی ''شفق'' کے معنی ''سرخی'' ہی کو ترجیح دی ہے' فرماتے ہیں: [اَلشَّفَقُ وَهُوَ الْحُمْرَةُ الَّتِی تَلِي الشَّمْسَ بَعْدَ الْغُرُوبِ عِنْدَالشَّافِعِيِّ وَ أَبِي يُوسُفَ وَ مُحَمَّدٍ، وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابنِ عَبَّاسٍ، وَبِهِ يُفْتٰى] ''شفق'' غروب شمس کے فوراً بعد نمایاں ہونے والی سرخی کو کہتے ہیں۔ یہ شافعی' ابو یوسف اور محمد کا موقف ہے اور یہی بات ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔'' (المرقاة ۲/۲۶۴' تحت حدیث:۵۸۱)

امام شوکانی رحمہ اللہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [وَآخِرُهُ ذَهَابُ الشَّفَقِ الْأَحْمَرِ] ''مغرب کا آخری وقت غروب شفق احمر ہے۔'' (السیل الجرار:۱/ ۴۰۸)

الدُّرر البَهیَّة میں بھی ان کا یہی موقف ہے۔ اس کی شرح میں نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں: [جَمِيعُ كُتُبِ اللُّغَةِ مُصَرِّحَةٌ بِهٰذَا وَجَمِيعُ أَشْعَارِ الْعَرَبِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الشَّفَقَ فِي لِسَانِ أَهْلِ اللُّغَةِ أَوْلِسَانِ أَهْلِ الشَّرْعِ يُطْلَقُ عَلَى الْبَيَاضِ فَعَلَيْهِ الدَّلِيلُ وَلَا دَلِيلَ......] ''تمام کتب لغت اس (شفق احمر) کی تصریح کرتی ہیں۔ تمام اشعار عرب اور جوان کے بعد کے ہیں' وہ بھی اس مفہوم کی تائید کرتے ہیں' لہٰذا جو یہ گمان کرتا ہے کہ اہل لغت یا اہل شرع کی زبان میں بیاض (سفیدی) پر بھی شفق کا اطلاق ہوتا ہے تو اس پر دلیل پیش کرنا لازم ہے لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں۔'' مزید فرماتے ہیں کہ اگر اس کا اطلاق بالفرض شفق ابیض پر ہوتا بھی ہو تو وہ نادر ہے جبکہ اعتبار اغلب اور عام استعمال کا ہے' لہٰذا عام اور اغلب استعمال چھوڑ کر نادر اور شاذ معنی مراد لینا درست نہیں۔ (الروضة الندية:۱/ ۲۲۸' ۲۲۹ بتصرف)

نواب صاحب رحمہ اللہ کا سرے سے شفق ابیض کا انکار تو مبالغے پر محمول ہے کیونکہ ثعلب وغیرہ سے اس کی تصریح موجود ہے' نیز علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے لفظِ شفق کو اضداد میں شمار کیا ہے۔ (النهاية في غريب

الحديث، مادهٔ شفق) بہرحال نواب صاحب کی مؤخر الذکر بات قوی اور دیگر تحقیقات وتصریحات کی روشنی میں درست ہے۔ واللہ أعلم.

صاحب عون المعبود شمس الحق محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [اَلْأَحْمَرُ عَلَی الْأَشْهَرِ] ''مشہور ترین قول کے مطابق ''شفق'' سے شفق احمر مراد ہے۔'' (عون المعبود: ۲/ ۴۱)

الحاصل: مذکورہ تصریحات سے بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں وارد لفظ شفق سے مراد شفق احمر ہے، یعنی نمازِ مغرب کا وقت ادا بحالت عذر اس وقت تک رہتا ہے جب تک مغربی افق پر سرخی باقی رہتی ہے۔ سرخی کے ختم ہونے پر نماز عشاء کا اول وقت شروع ہو جاتا ہے۔

رہا دوسرا موقف کہ شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد مغربی افق پر نمایاں ہوتی ہے، اس کے ختم ہونے کے بعد نماز عشاء کا آغاز ہوتا ہے، مرجوح ہے۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کئی روایات ہیں اور بعض روایات میں جمہور کے قول کی طرف رجوع بھی ثابت ہے، لہٰذا باتفاق ائمۂ اربعہ اور دلائلِ صریحہ کی روشنی میں یہی موقف راجح ہے کہ شفق سے مراد شفقِ احمر ہے اگرچہ امام موصوف رحمہ اللہ کے رجوع کے باوجود حنفیہ کی ایک جماعت ان کی مرجوح رائے ہی پر اڑی ہوئی ہے۔ یہ اپنے اس موقف کی تائید میں مزید ایک صریح روایت بھی پیش کرتے ہیں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں یہ صراحت ہے: [ثُمَّ أَذَّنَ لِلْعِشَاءِ حِينَ ذَهَبَ بَيَاضُ النَّهَارِ، وَهُوَ الشَّفَقُ] ''پھر اس نے عشاء کی اذان کہی جس وقت دن کی سفیدی ختم ہوئی اور یہی شفق ہے۔'' (المعجم الأوسط للطبراني: حديث: ٦٧٨٧، و مجمع الزوائد: ۱/ ۳۰۴)

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند حسن قرار دی ہے جبکہ اس کی سند میں امام طبرانی کے شیخ ہیں جن کے حالات نہیں مل سکے۔ طبرانی اوسط کے محقق نے بھی یہ تصریح فرمائی ہے۔ کہتے ہیں: [إِسْنَادُهُ حَسَنٌ، لَوْلَا شَيْخُ الطَّبَرَانِيِّ فَلَمْ أَجِدْهُ] لہٰذا اس جہالت راوی کی وجہ سے روایت ضعیف ہے۔ اس سے مزعومہ موقف کی تائید نہیں ہوتی۔ واللہ أعلم.

٭ نماز مغرب سے قبل، اذان اور اقامت کے درمیان، دو رکعت نماز کا استحباب: نمازِ مغرب اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے لیکن اس سے قبل دو رکعت کی مشروعیت بھی ثابت ہے۔ اس بارے

میں نبی ﷺ کے ترغیبی حکم کے ساتھ ساتھ آپ کی تقریر بھی اس کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عہد نبوت میں اس پر عمل پیرا تھے' نیز زریں عہد نبوت کے بعد تابعین عظام کے ہاں بھی یہ عمل معمول بہ تھا اور تا حال حاملین کتاب و سنت کے ہاں بتوفیق اللہ بدستور اس پر عمل جاری ہے۔

محدث کبیر امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَقَدْرُوِيَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ وَ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَذِنَ فِي ذٰلِكَ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّصَلِّيَ وَ فُعِلَ عَلٰى عَهْدِهِ بِحَضْرَتِهِ فَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ] ''صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ نماز مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اور نبیٔ اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اس شخص کو اجازت دی ہے جو پڑھنا چاہے۔ اور آپ ﷺ کی موجودگی میں یہ عمل ہوتا رہا لیکن آپ نے اس سے روکا نہیں۔'' (قيام الليل' ص:٤٥'طبع مكتبه سبحانيه)

لہٰذا مختصر سی دو رکعتوں سے' کہ جن پر زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ صرف ہوتے ہیں' کوئی تاخیر نہیں ہوتی اور نہ اس سے اول وقت ہی نکلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبوت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑے شوق اور لگن سے اس پر عمل پیرا تھے۔ اس موقف کے بنیادی دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ. قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَاءَ' كَرَاهِيَةَ أَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً] ''نماز مغرب سے قبل نماز پڑھو (نماز مغرب سے قبل نماز پڑھو۔'') تیسری مرتبہ فرمایا: ''جس کی مرضی ہو۔'' یہ آپ نے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ کہیں لوگ اسے لازمی نہ سمجھ لیں۔ (صحيح البخاري' التهجد' حديث:١١٨٣)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستخرج میں ابونعیم کی روایت میں آپ ﷺ نے [صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ] تین مرتبہ فرمایا ہے' پھر اس کے بعد فرمایا: ''جس کی مرضی ہو۔'' (فتح الباري: ٦٠/٣' حديث:١١٨٣)

محبّ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [لَمْ يَرِدْ نَفْيُ اسْتِحْبَابِهَا لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَّأْمُرَ بِمَا لَا يُسْتَحَبُّ' بَلْ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ أَقْوَى الْأَدِلَّةِ عَلٰى اسْتِحْبَابِهَا] ''اس نماز کے عدمِ استحباب پر نفی وارد نہیں ہے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ آپ ﷺ غیر مستحب چیز کا حکم دیں بلکہ یہ حدیث اس کے

استحباب پر قوی ترین دلائل میں سے ہے۔'' (فتح الباري: ۶۰/۳، حدیث: ۱۱۸۳)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [كَانَ الْمُؤَذِّنُ يُؤَذِّنُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَيَبْتَدِرُ لُبَابُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ السَّوَارِيَ يُصَلُّونَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَخْرُجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُمْ يُصَلُّونَ] ''عہدِ رسول اللہ ﷺ میں جب مؤذن نماز مغرب کی اذان کہتا تو خواص اور کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جلدی سے ستونوں کی طرف لپکتے اور مغرب سے قبل دو رکعت نماز ادا کرتے یہاں تک کہ اللہ کے رسول ﷺ نکلتے تو وہ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔'' (صحیح البخاري، الصلاۃ، حدیث: ۵۰۳، ۶۲۵، وقیام اللیل لابن نصر المروزي، ص: ۴۶ واللفظ له) صحیح بخاری میں: [رَأَيْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ] کے الفاظ ہیں۔

صحیح مسلم میں یہ اضافہ بھی ہے: [حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ أَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صُلِّيَتْ، مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيهِمَا] ''حتی کہ کوئی اجنبی آدمی مسجد میں داخل ہوتا تو یہ سمجھتا کہ نماز ہو چکی ہے کیونکہ کثیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہ دو رکعتیں پڑھتے تھے۔'' (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتین قبل المغرب، حدیث: ۸۳۷)

اس حدیث سے چند باتیں اخذ ہوتی ہیں: ① عہدِ رسالت میں اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ② یہ عمل کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل ملاحظہ فرما کر خاموشی اختیار فرمائی، لہٰذا یہ دین ہے۔ اگر یہ عمل ناجائز یا مکروہ یا خلاف اولیٰ ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس کثیر تعداد کو رسول اللہ ﷺ ضرور کوئی نہ کوئی تلقین فرماتے، جبکہ اللہ رب العزت نے بھی اسے برقرار رکھا اور کوئی تردید نہیں فرمائی، اس لیے نبی ﷺ کی یہ خاموشی سند کی حیثیت رکھتی ہے اور امت کے لیے حجت ہے۔ ④ کسی اجنبی کا یہ سمجھنا کہ نماز ہو چکی ہے اور لوگ اب فرضوں کے بعد سنتیں پڑھ رہے ہیں، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ عمل دو چار یا آٹھ دس صحابہ رضی اللہ عنہم کا نہ تھا بلکہ اکثر کا تھا۔ واللّٰہ أعلم.

عبداللہ بن بریدہ کے واسطے سے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ] ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔'' (صحیح البخاري، الأذان، حدیث: ۶۲۴، وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: ۸۳۸)

اذانین سے مراد اذان اور اقامت ہے۔ تغلیباً اقامت کو بھی اذان سے تعبیر کر لیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی اعلام اور نماز شروع ہونے کی اطلاع ہوتی ہے' جیسے قمرین سورج اور چاند کو کہتے ہیں۔ دیکھیے: (فتح الباري: ٢/ ١٠٧' تحت حديث: ٦٢٤)

* چند فقہائے محدثین کا مذکورہ حدیث سے استدلال: اس حدیث کے عموم کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ہر اذان اور تکبیر کے درمیان میں دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے' لہٰذا اس عموم سے اذانِ مغرب کے بعد بھی دو رکعت نماز کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے' اسی لیے محدثین رحمہم اللہ نے اس حدیث سے مغرب سے قبل دو رکعت نماز کا استنباط کیا ہے۔

۞ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے: [بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ] اور اس کے تحت مذکورہ حدیث بھی ذکر فرمائی ہے۔ (سنن أبي داود' التطوع' حديث: ١٢٨٣)

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی یہی استنباط کیا ہے۔ (جامع الترمذي' الصلاة' باب ما جاء في الصلاة قبل المغرب' حديث: ١٨٥)

۞ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بھی اس سے مغرب سے قبل دو رکعت کے استحباب کا استنباط کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: [بَابُ مَاجَاءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ] ترجمۃ الباب کے تحت انھوں نے پہلی حدیث یہی ذکر فرمائی ہے۔ (سنن ابن ماجه' إقامة الصلوات' حديث: ١١٦٢)

۞ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس قسم کی احادیث سے یہی مفہوم اخذ کیا ہے۔ (سنن الدارقطني: ١/ ٥٨٠)

ملحوظہ: اس حدیث کے بعض طرق میں [إِلَّا الْمَغْرِبَ] کا استثنا مذکور ہے۔ لیکن یہ استثنا ضعیف اور ناقابل حجت ہے جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

مذکورہ مفہوم کی تصدیق مزید وضاحت کے ساتھ اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے: [مَامِنْ صَلَاةٍ مَّفْرُوضَةٍ إِلَّا وَ بَيْنَ يَدَيْهَا رَكْعَتَانِ] ''ہر فرض نماز سے قبل دو رکعات ہیں۔'' (قيام الليل للمروزي' ص: ٤٥ مزید تحقیق وتخریج کے لیے ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني: ١/ ٤٦٤-٤٦٦' حديث: ٢٣٢)

اس حدیث سے بھی قبل از مغرب دو رکعات کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اس کی مزید توثیق حضرت

انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں مختار بن فلفل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی یہ دو رکعت پڑھتے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: آپ ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن ہمیں نہ حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا۔ (صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث:٨٣٦) یہاں ''نہ حکم دیا'' سے مراد حکم ایجاب ہے، نہ کہ حکم ترغیب کیونکہ یہ تو احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ آغاز میں عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے گزرا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [ظَاهِرُ حَدِيثِ أَنَسٍ : أَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ كَانَ أَمْرًا قَرَّرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ عَلَيْهِ، وَأَنَّهُمْ عَمِلُوا بِذٰلِكَ، وَتَضَافَرُوا عَلَيْهِ، حَتّٰى كَانُوا يَبْتَدِرُونَ السَّوَارِيَ لِذٰلِكَ، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى [الْجَوَازِ وَعَدَمِ الْكَرَاهِيَةِ، بَلْ عَلَى] الِاسْتِحْبَابِ] ''حدیث انس کا ظاہر اس بات پر دلالت کناں ہے کہ بعد از غروب آفتاب اور قبل از نماز مغرب دو رکعتیں پڑھنا ایسا کام تھا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو برقرار رکھا ہے اور انھوں نے یہ عمل کیا اور باہم ایک دوسرے کا تعاون کیا یہاں تک کہ اس مقصد کے لیے ستونوں کی طرف لپکنے میں وہ مسابقت کرتے، اس لیے یہ عمل جواز اور عدم کراہت بلکہ اس کے استحباب پر دلالت کرتا ہے۔'' دیکھیے: (المفهم: ٢/ ٤٦٧)

شوافع کے ہاں دو قول ہیں لیکن محققین کے نزدیک صحیح اور راجح قول استحباب کا ہے۔ ان کے دلائل مذکورہ بالا احادیث ہیں۔ دیکھیے: (شرح صحيح مسلم للنووي، حديث:٨٣٨)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَ إِلَى اسْتِحْبَابِهِمَا ذَهَبَ أَحْمَدُ وَ إِسْحَاقُ وَأَصْحَابُ الْحَدِيثِ] ''ان دو رکعتوں کے استحباب کا قول امام احمد، اسحاق اور اصحاب الحدیث کا ہے۔'' (فتح الباري: ٢/ ١٠٨، حديث:٦٢٤) نیز امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی امام احمد و اسحاق سے استحباب کا قول نقل کیا ہے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٨٥)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ طرفین کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد اسی موقف کی تائید میں فرماتے ہیں: [قُلْتُ: وَمَجْمُوعُ الْأَدِلَّةِ يُرْشِدُ إِلَى اسْتِحْبَابِ تَخْفِيفِهِمَا كَمَا فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ] ''میں کہتا ہوں: مجموعی دلائل اس طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ ان دو رکعات کو مختصر انداز میں ادا کرنا مستحب

ہے جیسا کہ فجر کی دو رکعتوں میں ہے۔'' (فتح الباري: ۲/۱۰۹)

الحاصل: نمازِ مغرب سے قبل دو رکعت نماز مستحب ہے' بشرطیکہ بعد از اذان شروع کر لی جائے اور زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔ کراہت کا قول مرجوح' بے دلیل اور کھوکھلا ہے۔

* **مکروہ کہنے والوں کے دلائل کا مختصر تحقیقی جائزہ:** مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک قبل از مغرب دو رکعتیں پڑھنا مکروہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں عام حنفی مساجد میں مؤذن جونہی اذان سے فارغ ہوتا ہے' امام صاحب مصلے پر جلوہ افروز ہو جاتے ہیں' فوراً اقامت ہوتی ہے اور تسویۂ صفوف (صف بندی) اور اس کی ترغیب کے بغیر تکبیر تحریمہ کہہ دی جاتی ہے۔ احادیث کی روشنی میں یہ تعجیل غیر مسنون ہے بلکہ اس قسم کی تعجیل مذموم ہے۔ کم از کم اذان کے بعد ادعیۂ مسنونہ اور صف بندی کی تلقین ضروری ہے۔ احادیث میں اس کا بیان بڑی وضاحت سے آیا ہے۔ بہر حال وہ چند بنیادی دلائل جن کا سہارا قائلین کراہت لیتے ہیں' درج ذیل ہیں:

* **پہلی دلیل:** مسند بزار وغیرہ کی روایت ہے جس میں قبل از مغرب نماز پڑھنے کا استثنا مذکور ہے: [بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ إِلَّا الْمَغْرِبَ] ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' سوائے مغرب کے۔'' (مسند البزار (كشف الأستار)' حديث: ٦٩٣' و سنن الدارقطني: ١/٥٨٠' حديث: ١٠٢٦' و السنن الكبرٰى للبيهقي: ٢/٤٧٤)

حکم: یہ حدیث [إِلَّا الْمَغْرِبَ] کے اضافے کے ساتھ منکر (ضعیف) ہے۔ اس کی سند میں حیان بن عبیداللہ ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد اسے غیر قوی قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (سنن الدارقطني: ١/٥٨٠)

امام ابن عدی نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ دیکھیے: (الكامل في الضعفاء: ٣/٣٤٧) نیز فرماتے ہیں: [وَعَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ إِفْرَادَاتٌ يَنْفَرِدُ بِهَا] ''یہ جو عام روایات بیان کرتا ہے' وہ اس کے تفردات ہی ہیں' ان میں وہ متفرد رہتا ہے۔''

علامہ ہیثمی اور امام ذہبی رحمہما اللہ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مختلط بھی ہے جو سوئے حفظ کی علامت ہے۔ (مجمع الزوائد: ٢/٢٣١' و ميزان الاعتدال: ١/٦٢٣)

امام بزار نے اگرچہ حیان بن عبیداللہ کو [بَصرِيٌّ مَّشهُورٌ لَيسَ بِهِ بَأسٌ] ''مشہور بصری ہے اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں۔'' کہا ہے' لیکن انھوں نے اس کی بیان کردہ روایت کو اس کا تفرد قرار دیا ہے جو کہ دیگر روایات کی روشنی میں مردود ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [لَا نَعلَمُ أَحَدًا يَّروِيهِ إِلَّا بُرَيدَةُ وَلَا رَوَاهُ إِلَّا حَيَّانُ......] (کشف الأستار' حدیث: ٦٩٣) ''ہمارے علم میں اسے صرف بریدہ اور حیان ہی بیان کرتے ہیں۔'' یہ اصل میں حیان بن عبیداللہ کے شذوذ اور تفرد کی طرف اشارہ ہے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو [هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ] ''یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔'' کہہ کر رد کر دیا ہے۔ دیکھیے: (الموضوعات' الصلاۃ: ٢/ ١٨)

امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ''اللآلي'' میں ذکر کیا ہے چونکہ امام ابن جوزی نے حیان کو فلاس کے حوالے سے کذاب قرار دیا ہے' اس لیے امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان کی تصحیح فرمائی اور یہ بیان کیا کہ جس حیان کو فلاس نے کذاب قرار دیا ہے وہ یہ حیان نہیں بلکہ وہ حیان بن عبداللہ ہے۔ (اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة: ٢/ ١٤) مزید دیکھیے: (تنزیه الشریعة: ٢/ ٩٩)

امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف (شاذ) قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں: اس زیادتی میں حیان بن عبیداللہ منفرد ہے اور اس کی کوئی متابعت موجود نہیں۔ دیکھیے: (الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة' حدیث: ١٦)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے قدرے تفصیل سے بحث کی ہے اور اس روایت کو حیان کا تفرد اور اس کی خطا قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [وَرَوَاهُ حَيَّانُ بنُ عُبَيدِاللّٰهِ عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ بُرَيدَةَ وَ أَخطَأَ فِي إِسنَادِهٖ وَأَتٰى بِزِيَادَةٍ لَّم يُتَابَع عَلَيهَا وَ فِي رِوَايَةِ حُسَينٍ المُعَلِّمِ مَا يُبطِلُهَا وَيَشهَدُ بِخَطَائِهٖ فِيهَا] ''اس روایت کو حیان بن عبیداللہ نے عبداللہ بن بریدہ کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ وہ اس کی سند میں غلطی کا مرتکب ہوا ہے اور ایسی زیادتی بیان کی ہے جس پر اس کی کوئی متابعت نہیں جبکہ حسین المعلم کی روایت کی روشنی میں اس کا بطلان ہوتا ہے اور اس میں واقع خطا کا ثبوت ملتا ہے۔'' (السنن الکبرٰی للبیهقي: ٢/ ٤٧٤)

اس کے بعد انھوں نے امام ابن خزیمہ کے کلام کی روشنی میں اس روایت کا بطلان کیا' یعنی ابن خزیمہ

رحمہ اللہ بھی [إلَّا الْمَغْرِبَ] کے اضافے کو راوی کی خطا قرار دیتے ہیں۔ ان کے بقول اگر یہ زیادتی مرفوعاً محفوظ ہوتی تو راویٔ حدیث ابن بریدہ اس کی اپنے عمل سے مخالفت نہ کرتے کیونکہ مغرب سے قبل وہ خود بھی دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ (السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/٤٧٥)

یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہ زیادتی ناقابل حجت ہے۔ ابن بریدہ کا یہ اثر صحیح ابن خزیمہ، حدیث: ۱۲۸۷ وغیرہ میں بھی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند صحیح قرار دی ہے۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة، القسم الأول: ١٢/ ٣٧٧، رقم: ٥٦٦٢)

صاحب الجوہر النقی نے امام بیہقی رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے [إلَّا الْمَغْرِبَ] کے اضافے کو ثقہ کی زیادتی قرار دیا ہے لیکن یہ موقف چند وجوہ سے باطل ہے۔ ایک تو یہ کہ امام ابوحاتم نے جو اسے صدوق کہا ہے اور امام بزار نے "لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ" تو کیا اس کا یہ مقصد ہے کہ یہ راوی مستند اور قابل حجت ہے؟ ایسا ہرگز نہیں۔ ائمۂ جرح و تعدیل کی اپنی اپنی اصطلاحات ہیں، لہٰذا ان کے مفہوم اور مقاصد کا تعین اسی کے مطابق ہوگا جیسا کہ ابن ابی حاتم امام ابوحاتم کی اصطلاح کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [وَ إِذَا قِيلَ لَهُ: إِمَامٌ صَدُوقٌ أَوْ مَحَلُّهُ الصِّدْقُ أَوْ لَابَأْسَ بِهِ فَهُوَ مِمَّنْ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ وَيُنْظَرُ فِيهِ] ''جب کسی راوی کے بارے میں کہا جائے کہ یہ صدوق ہے یا اس کا محل صدق یا یہ لا بأس ہے تو اس کا شمار ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیث لکھ لی جاتی ہے اور اس میں دیکھا (غور کیا) جاتا ہے۔'' (الجرح و التعديل: ٢/ ٣٧)

گویا اس سے علی الاطلاق حجت نہیں پکڑی جائے گی بلکہ اس کی مرویات کی تفتیش کی جائے گی۔ مخالفت اور شذوذ کی صورت میں رد کی جائیں گی جیسا کہ زیر بحث مسئلہ میں ہے، لہٰذا جسے حافظ ابن حجر یا امام ذہبی صدوق کہیں، وہ، وہ نہ ہوگا جسے ابوحاتم صدوق کہتے ہیں، اسی لیے امام دار قطنی رحمہ اللہ نے حیان بن عبیداللہ کو غیر قوی اور ابن عدی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ مزید یہ کہ یہ مختلط بھی ہے، پھر خود امام بزار نے روایت ذکر کرنے کے بعد اس اضافے کو حیان کا تفرد قرار دیا ہے۔ امام ابن عدی نے بھی اس پر یہی تبصرہ فرمایا: [عَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ إِفْرَادَاتٌ يَنْفَرِدُ بِهَا] نیز ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی یہ تصریح کہ حیان بن عبیداللہ سے سند اور متن دونوں میں خطا سرزد ہوئی ہے اور اس اضافے پر اس کی کوئی متابعت بھی موجود نہیں، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ راوی علی الاقل سیئ الحفظ اور تفرد کی صورت میں ساقط الاعتبار ہے۔ اسے ثقہ کہنا غلط

اوراس کی زیادتی کو زیادتیٔ ثقہ باور کرانا دلائل کی روشنی میں مرجوح موقف ہے۔

بنابریں جس راوی کی یہ حیثیت ہوتو اس کی زیادتی، جس میں تین چار معتبر ثقات کی مخالفت بھی ہو، کیسے قابل قبول ہوسکتی ہے؟ اسی وجہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے شاذ قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں: [وَأَمَّا رِوَايَةُ حَيَّانَ فَشَاذَّةٌ] (فتح الباري: ۱۰۸/۲) اور التلخيص الحبير میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَفِي رِوَايَةٍ ضَعِيفَةٍ لِّلْبَيْهَقِيِّ: بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ مَّاخَلَا الْمَغْرِبَ] ''بیہقی کی ایک ضعیف روایت میں ہے: ''مغرب کے سوا ہر دواذانوں کے مابین نماز ہے۔'' (التخليص الحبير: ۳۰/۲، مؤسسة قرطبة)

* دوسری دلیل: [وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا (بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ) شَيْئٌ] ''اذان اور اقامت کے درمیان زیادہ وقفہ نہ ہوتا تھا۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ۶۲۵)

اس حدیث کا لفظ ''شَيْئٌ'' ان کا مدار استدلال ہے۔ یہاں قلت کی نفی کے معنی کرتے ہیں، یعنی [لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْئٌ] ''اذان واقامت کے درمیان تھوڑا سا وقت بھی نہ ہوتا تھا'' جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دو رکعتیں نہیں پڑھی جاتی تھیں۔ یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ پوری حدیث کے سیاق سے یہ مفہوم بے معنی ٹھہرتا ہے، اسی لیے ہم نے ''شَيْئٌ'' کا ترجمہ ''زیادہ وقفہ'' سے کیا ہے کیونکہ دیگر قرائن اور روایت کے سیاق وسباق کی روشنی میں یہاں ''شَيْئٌ'' کا یہی مفہوم بنتا ہے، چنانچہ حدیث ملاحظہ فرمایئے: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب مؤذن اذان دے لیتا تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ اٹھتے اور جلدی سے ستونوں کی طرف لپکتے یہاں تک کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکل آتے جبکہ وہ اسی حالت میں مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھ رہے ہوتے اوران دونوں (اذان واقامت) کے درمیان بہت زیادہ وقت نہ ہوتا تھا۔'' شَيْئٌ سے اگر قلت کی نفی مراد ہوتی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قبل از مغرب دو رکعتیں کیسے ادا کر لیتے تھے؟ الغرض یہاں کثرت اور مبالغہ کی نفی ہے، یعنی بہت زیادہ وقفہ نہ ہوتا تھا، صرف اتنا ہوتا تھا کہ دو مختصر رکعتیں پڑھ لی جاتی تھیں۔ ابن خزیمہ فرماتے ہیں: [يُرِيدُ شَيْئًا كَثِيرًا] یعنی ''بہت زیادہ وقت (نہ ہونا) مراد ہے۔ (صحيح ابن خزيمة، حديث: ۱۲۸۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کی شرح میں [شَيْئٌ] کی تنوین مبالغے اور تعظیم کی نفی پر محمول کی

ہے اس کی تائید اگلی معلق روایت سے ہوتی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: [لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ] ''کہ اذان و اقامت کے درمیان تھوڑا وقفہ ہوتا تھا۔'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسماعیلی کے حوالے سے اسے موصولاً ذکر کیا ہے' لہٰذا یہ قابل حجت ہے۔ (فتح الباري: ۲/ ۱۰۸)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اسماعیلی کی سند سے اسے موصولاً بیان کیا ہے۔ (السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۲/ ۱۹) اس کے الفاظ ہیں: [وَكَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ قَرِيبٌ]

امام ابن نصر مروزی رحمہ اللہ نے محمد بن یحییٰ کے حوالے سے [وَكَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ يَسِيرٌ] ''اذان اور اقامت کے درمیان تھوڑا وقت ہوتا تھا'' کے الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ (قيام الليل للمروزي' ص: ۴۶' مزید دیکھیے: مختصر صحيح البخاري للألباني: ۱/ ۲۰۵' و سلسلة الأحاديث الصحيحة' حديث: ۲۳۴)

الحاصل: کثرت وزیادتی اور مبالغے کی نفی سے قلیل ویسیر کی نفی نہیں ہوتی' لہٰذا اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ عہدِ رسالت مآب میں مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان وقفہ بالکل نہ ہوتا تھا یا انتہائی تھوڑا ہوتا کہ دو رکعتوں کی ادائیگی مشکل تھی' دلائل کی روشنی میں مرجوح ہے' اس لیے اس حدیث سے قبل از نماز مغرب دو رکعتوں کی کراہت پر استدلال درست نہیں۔

* تیسری دلیل: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: [سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيهِمَا] ''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قبل از مغرب دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا: میں نے عہد نبوی میں کسی کو یہ رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔'' (سنن أبي داود' التطوع' حديث: ۱۲۸۴' و السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۱/ ۴۷۶' ۴۷۷)

مذکورہ اثر سے معلوم ہوا کہ یہ نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ یہ ہے ان کا استدلال۔

اس حدیث پر امام ابوداود اور منذری رحمہما اللہ نے سکوت فرمایا ہے۔ اگرچہ بعض علماء اس سکوت کو تصحیح پر محمول کرتے ہیں لیکن دلائل و براہین اور بحث و تحقیق کی روشنی میں حق یہی ہے کہ ان کا سکوت قابل حجت نہیں کیونکہ عند التحقیق بہت سی احادیث پر ان کے سکوت کے باوجود حدیث ضعیف نکلتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (مقدمة صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني' وتمام المنة' ص: ۲۷' و مقدمة

صحيح الترغيب)

ادھر بھی یہی معاملہ ہے' یعنی یہاں بھی انھوں نے سکوت فرمایا ہے جبکہ اس کی سند میں ابوشعیب ہے۔ محدث العصر شیخ البانی رحمہ اللہ اس اثر کی تحقیق میں فرماتے ہیں: [قُلْتُ : وَهُوَ عِنْدِي مَسْتُورٌ] ''یہ میرے نزدیک مستور ہے۔'' اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں: ''اگرچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں اسے [لَا بَأْسَ بِهِ] کہا ہے۔ اور اس کی بنیاد ابوزرعہ کا قول ہے جبکہ ابوزرعہ کا یہ قول شعیب سمان کے بارے میں ہے جیسا کہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب میں یہ ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یہ صاحب ترجمہ کے علاوہ کوئی اور ہے۔ ابن ابی حاتم کے انداز سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے' لہٰذا میری (شیخ البانی کی) نظر میں کسی قابل اعتماد محدث نے اس کی تعدیل نہیں فرمائی۔ آخر میں شیخ البانی رحمہ اللہ خلاصۃ الکلام ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول اس اثر کی صحت کے متعلق دل مطمئن نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں [وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ...] کہہ کر اس کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھیے: (فتح الباري: ۲/ ۱۰۸' حديث: ۶۲۵)

بالفرض اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے' تب بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی مثبت روایت اس کی نفی پر مقدم ہے جیسا کہ امام بیہقی اور ابن حجر وغیرہ نے فرمایا ہے۔ اس کی تائید ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے ہوتی ہے جسے ابن نصر نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی آدمی سے پوچھا: تم کہاں سے ہو؟ اس نے جواب دیا: اہل کوفہ سے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان میں سے' جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرتے ہیں؟ اس نے کہا: اور تم وہ ہو جو قبل از مغرب دو رکعتوں پر مداومت کرتے ہو؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں یہ بات بیان کی جاتی تھی کہ ہر اذان کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔'' (قيام الليل للمروزي' ص: ۴۷ مكتبه سبحانيه)

شیخ البانی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے ان دو رکعتوں کی مشروعیت پر نص ہے اور ان سے جو ضعیف حدیث منقول ہے' یہ اس کے برخلاف ہے۔ لیکن علامہ مقریزی نے اس کی سند حذف کر دی جیسا کہ عموماً قیام اللیل میں ان کا یہی طریقہ ہے' لہٰذا اس پر صحت وضعف کا حکم لگانے سے قاصر ہوں۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة' القسم الأول: ۱/ ۴۶۹' ۴۷۰' رقم: ۲۳۴)

محدث العصر شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق کی روشنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ اثر ضعیف ہے۔

دوسرا یہ کہ اگر بالفرض یہ اثر درست بھی تسلیم کرلیا جائے جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا ہے' تب بھی عدم جواز کی دلیل نہیں بنتا کیونکہ بلاشک وشبہ عہد نبوی میں یہ عمل جاری وساری رہا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیبی حکم کے ساتھ ساتھ انھیں پڑھتے دیکھ کر برقرار رکھا' لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نفی اپنے علم کی حد تک ہے۔ اس جواب پر علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے بھی سکوت فرمایا ہے اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دیکھیے: (نصب الراية: ٢/١٤٠)

* **چوتھی دلیل:** ابرہیم نخعی رحمہ اللہ کا یہ اثر ہے' وہ بیان کرتے ہیں: [لَمْ يُصَلِّ أَبُو بَكْرٍ وَّلَا عُمَرُ وَلَا عُثْمَانُ رضی اللہ عنہم قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ] ''ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے قبل از مغرب دو رکعات نہیں پڑھیں۔'' (قيام الليل لابن نصر المروزي' ص:٤٩' و السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/٤٧٦)

یہ اثر منقطع ہے۔ ابراہیم نخعی کی صحابہ میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی سے ملاقات ثابت نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے باوجود ایک حدیث بھی ان سے نہیں سنی۔

علامہ مبارکپوری محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قَدْ ثَبَتَ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيَّ لَمْ يَلْقَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا عَائِشَةَ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهَا شَيْئًا] ''یہ ثابت ہے کہ ابراہیم نخعی کی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی سے ملاقات نہیں ہوئی سوائے حضرت عائشہ کے۔ لیکن ان سے بھی سماع نہیں ہے۔'' (تحفة الأحوذي:١/٤٧٠) جبکہ منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے جب تک کہ اس کا متصل ہونا ثابت نہ ہو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے۔ (فتح الباري: ٢/١٠٨) اسی مفہوم کی ایک مرفوع روایت بواسطۂ ابراہیم نخعی مروی ہے۔ علامہ زیلعی نے اسے معضل (ضعیف کی ایک قسم ہے جس میں سند سے پے در پے ایک ہی مقام سے دو راوی گرے ہوتے ہیں) قرار دیا ہے۔ (نصب الراية: ٢/١٤١)

ابن نصر مروزی نے ابراہیم نخعی کے حوالے سے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی قبل از مغرب دو رکعات کی عدم ادائیگی نقل کی ہے۔ ان میں علی بن ابو طالب' عبداللہ بن مسعود' حذیفہ بن یمان' ابومسعود انصاری' عمار بن یاسر اور براء بن عازب رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ (قيام الليل للمروزي' ص: ٤٩)

یہ اثر ابراہیم نخعی کے شیخ کے مجہول (نامعلوم) ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں:

[فَأَخْبَرَنِي مَنْ رَمَقَهُمْ] ''مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے انھیں بغور دیکھا۔'' معلوم ہوا کہ براہِ راست ان کا مشاہدہ نہیں ہے۔ خبر دینے والا کون ہے؟ کوئی پتا نہیں' اس لیے یہ مجہول ہے۔ اس جہالت کی وجہ سے مذکورہ اثر ساقط الاعتبار ہے۔ اس سے استدلال ناکافی بلکہ ایک مجہول پر اعتماد ہے۔ محدثین کے ہاں اس قسم کی روایات و آثار ناقابل حجت ہوتے ہیں جب تک کہ شواہد یا متابعات سے تائید نہ ہو۔ بالفرض اسے صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے' تب بھی اس سے کراہت یا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں نفی کا ذکر ہے' ممانعت یا نہی نہیں۔ یعنی یہ ذکر ہے کہ مذکورہ حضرات نے یہ دو رکعتیں نہیں پڑھیں' کیوں نہیں پڑھیں؟ ہوسکتا ہے کہ مصروفیات کی وجہ سے نہ پڑھی ہوں یا محض نفلی نماز ہونے کی وجہ سے نہ پڑھی ہوں۔ اس سے یہ استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے کہ ان کا پڑھنا یا ان کے نزدیک پڑھنا ناجائز ہے؟ فافهم ولا تكن من الغافلين.

* **امام ابن نصر کی توجیہ:** محدث کبیر امام ابن نصر' ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے اس اثر کے بعد فرماتے ہیں: ابراہیم نخعی کے اس بیان میں' جس میں وہ بغور مشاہدہ کرنے والے شخص کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے انھیں (صحابہ کو) یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ مذکورہ بالا اشخاص بوجہ کراہت یہ دو رکعات ادا نہ کرتے تھے اور ان کے ترک کی یہی وجہ تھی کیونکہ ان دو رکعتوں کا ترک کرنا بھی مباح (جائز) ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ خود نبی ﷺ سے ان کا پڑھنا منقول نہیں' ہاں' آپ نے ان کی ترغیب دی ہے' لہٰذا آپ ﷺ کا اس نماز کو خود پڑھنے کی نسبت اس کی ترغیب دینا زیادہ مؤثر اور اہمیت کا حامل ہے' اس لیے ممکن ہے کہ ان حضرات نے کسی اور وقت میں یہ نماز پڑھی ہو جبکہ دیکھنے والے نے اس وقت ان کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ اور نبی اکرم ﷺ سے بھی یہ ممکن ہے کہ آپ نے یہ نماز گھر میں پڑھی ہو کیونکہ آپ کی اکثر نفل نماز گھر میں ہوتی تھی کہ جہاں لوگ دیکھتے نہیں تھے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی یہ ممکن ہے کہ جن لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا' وہ اپنے گھروں میں ادا کرتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بغور مشاہدہ کرنے والا انھیں نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکا' نیز اکثر علماء بھی تو نفل نماز مساجد میں ادا نہیں کرتے تھے۔ (قيام الليل للمروزي' ص:٤٩' بتصرف)

* **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق:** ابن حجر رحمہ اللہ بھی ابن نصر رحمہ اللہ کے موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کا اثر منقطع ہے۔ بالفرض اگر پایۂ ثبوت کو پہنچتا بھی ہو تب بھی اس میں نسخ اور کراہت کی دلیل نہیں، وہ فرماتے ہیں: [وَلَوْ ثَبَتَ لَمْ يَكُنْ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى النَّسْخِ وَلَا الْكَرَاهَةِ] (فتح الباري: ٢/ ١٠٨، حديث: ٦٢٥)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ بات بالکل اصولی ہے۔ اگرچہ ابن نصر رحمہ اللہ کی مذکورہ توضیحات امکانی حد تک درست ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس قسم کے آثار میں یہ قوی احتمال موجود ہے کہ یہ لوگ بوجہ شغل و مصروفیت اس کی ادائیگی نہ کر پاتے ہوں جیسا کہ اس کی تصدیق عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتی ہے۔ مرثد بن عبداللہ یزنی کہتے ہیں کہ میں عقبہ بن عامر جہنی کے پاس آیا اور کہا: کیا آپ کو ابوتمیم (عبداللہ بن مالک جیشانی) سے تعجب نہیں ہوتا؟ وہ نماز مغرب سے قبل دو رکعت نماز پڑھتے ہیں تو عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ؟ قَالَ: الشُّغْلُ] "یقیناً ہم یہ دو رکعتیں نبی ﷺ کے عہد مبارک میں ادا کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: اب کیا رکاوٹ ہے؟ انھوں نے فرمایا: مصروفیت۔" (صحيح البخاري، التهجد، باب الصلاة قبل المغرب، حديث: ١١٨٤)

لہٰذا جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح ان کا ترک منقول ہے اس کی وجہ بھی یہی مصروفیت ہو سکتی ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [فَلَعَلَّ غَيْرَهُ أَيْضًا مَنَعَهُ الشُّغْلُ] "شاید دوسروں کے لیے بھی رکاوٹ مصروفیت ہی ہو۔" (فتح الباري: ٢/ ١٠٨)

ابن نصر مروزی رحمہ اللہ نے ان چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار نقل کیے ہیں جو ان دو رکعات پر مواظبت (ہمیشگی) کرتے تھے۔ دیکھیے: (قيام الليل للمروزي، ص: ٤٦-٤٨)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں: [وَقَدْ رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ وَّغَيْرُهُ مِنْ طُرُقٍ قَوِيَّةٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَّ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَ أَبِي مُوسٰى وَغَيْرِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُوَاظِبُونَ عَلَيْهِمَا] "محمد بن نصر وغیرہ نے قوی طرق سے عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابی بن کعب، ابودرداء اور ابوموسیٰ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ یہ سب ان دو رکعتوں پر ہمیشگی کرتے تھے۔" (فتح الباري: ٢/ ١٠٨)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُمْ

كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ] ”کئی اصحاب النبی ﷺ سے منقول ہے کہ وہ اذان اور اقامت کے درمیان، نماز مغرب سے قبل، دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔“ (جامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٨٥)

* ابن العربی کا رد: انھی دلائل کی روشنی میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام ابن العربی مالکی کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول [اِخْتَلَفَ فِيهَا الصَّحَابَةُ وَلَمْ يَفْعَلْهَا أَحَدٌ بَعْدَهُمْ] ”ان دو رکعات کے پڑھنے کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے، ان کے بعد کسی نے یہ نماز نہیں پڑھی۔“ مردود ہے کیونکہ محمد بن نصر کہتے ہیں: [وَ قَدْ رُوِّينَا عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ] ”صحابہ وتابعین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ قبل از مغرب دو رکعات ادا فرمایا کرتی تھی۔“ (فتح الباري:٢/١٠٨)

امام ابن نصر مروزی نے قیام اللیل میں متعدد اسانید سے صحابہ وتابعین کے ان آثار کی تخریج کی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (قيام الليل، ص: ٤٦-٤٨، مكتبه سبحانيه)

دعوائے نسخ: بعض مالکیہ نے قبل از مغرب دو رکعات کی مشروعیت واستحباب کے نسخ کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کے بقول مغرب سے قبل دو رکعتوں کی مشروعیت پہلے کی ہے، بعد میں رسول اللہ ﷺ نے تعجیل مغرب کی ترغیب دی تھی، لہٰذا اب یہ منسوخ ہیں۔

یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [دَعْوَى النَّسْخِ لَادَلِيلَ عَلَيْهَا] ”دعوائے نسخ کی کوئی دلیل نہیں۔“ (فتح الباري:٢/١٠٨)

علامہ عینی کے بقول ابن شاہین نے بھی [إِنَّ عِنْدَ كُلِّ أَذَانَيْنِ رَكْعَتَيْنِ مَا خَلَا الْمَغْرِبَ] ”مغرب کے سوا ہر دو اذانوں کے مابین نماز ہے۔“ سے نسخ کا دعویٰ کیا ہے لیکن یہ حدیث [مَا خَلَا الْمَغْرِبَ] کے اضافے کے ساتھ منکر ہے۔ تفصیل گزر چکی ہے، لہٰذا ابن شاہین رحمہ اللہ کا دعوائے نسخ بھی کمزور ٹھہرا۔ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی دعوائے نسخ کی تردید فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں: [وَالْقَوْلُ بِأَنَّهُ مَنْسُوخٌ مِّمَّا لَاالْتِفَاتَ إِلَيْهِ فَإِنَّهُ لَا دَلِيلَ عَلَيْهِ] (تحفة الأحوذي:١/٤٦٦، ٤٦٩)

یہ تھے فریق مخالف کے وہ چند کھوکھلے دلائل جن کی بنیاد پر وہ نماز مغرب سے قبل دو رکعت نفل نماز کو

مکروہ یا اس کے ترک کو اولیٰ قرار دیتے ہیں۔

خلاصۂ کلام: مذکورہ تصریحات سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے [صَلُّوا قَبلَ الْمَغْرِبِ، صَلُّوا قَبلَ الْمَغْرِبِ، صَلُّوا قَبلَ الْمَغْرِبِ] کے حکم سے اس عمل کی ترغیب دی ہے۔ پھر غور طلب بات یہ ہے کہ اگر اتنا وقفہ تعجیلِ مغرب کے منافی یا اس کی تاخیر کا سبب ہوتا تو آپ اس کی اتنی ترغیب نہ دیتے۔ غور فرمائیں! تعجیلِ مغرب اگر آپ کی سنت فعلی ہے تو رکعتین کی ترغیب سنتِ قولی ہے۔ ایک سنت کو اپنانا اور دوسری کو ترک کرنا درست نہیں بلکہ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اگر بظاہر احادیث میں اس قسم کا تعارض نظر آئے تو اسے جمع وتطبیق سے حل کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اپنے اپنے محل پر دونوں معمول بہ رہیں چہ جائیکہ دونوں کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے یا ایک حدیث لے کر دوسری ناقابل عمل اور رد کر دی جائے۔ متبعینِ سنت کا یہ شیوہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور اسے تاخیر کا سبب یا تعجیل مغرب کے منافی نہ سمجھتے تھے۔ پھر تابعین سے بھی اس پر عمل منقول ہے۔ اس سب کے باوجود ضعیف اور محتمل دلائل کو صریح، صحیح اور کثیر دلائل پر ترجیح دینا کہاں کی سمجھ داری اور کہاں کا انصاف ہے؟

شارح صحیح مسلم امام نووی رحمہ اللہ نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اسے مکروہ یا خلاف اولیٰ سمجھتے ہیں اور دلیل میں تاخیر مغرب کو آڑ بناتے ہیں، فرماتے ہیں: [قَوْلُ مَنْ قَالَ إِنَّ فِعْلَهُمَا يُؤَدِّي إِلَى تَأْخِيرِ الْمَغْرِبِ عَنْ أَوَّلِ وَقْتِهَا خِيَالٌ فَاسِدٌ مُنَابِذٌ لِلسُّنَّةِ، مَعَ ذٰلِكَ فَزَمَنُهُمَا زَمَنٌ يَسِيرٌ لَا تَتَأَخَّرُ بِهِ الصَّلَاةُ عَنْ أَوَّلِ وَقْتِهَا] ''جو یہ کہتا ہے کہ ان کی ادائیگی اول وقت سے تاخیر کا سبب بنتی ہے، اس کا یہ خیال فاسد اور انکار سنت کے مترادف ہے جبکہ ان کے لیے وقت بھی تھوڑا سا درکار ہوتا ہے جس سے نماز اپنے اول وقت سے لیٹ نہیں ہوتی۔'' دیکھیے: (شرح صحيح مسلم للنووي: ١٧٨/٦، تحت حديث:٨٣٨، وفتح الباري:١٠٩/٢)

الغرض علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ کا یہ کہنا: [لِأَصْحَابِنَا فِي تَرْكِهَا أَحَادِيثُ] ''ان نوافل کو چھوڑنے کی ہمارے اصحاب (احناف) کے پاس احادیث ہیں۔'' درست نہیں کیونکہ ان ''احادیث'' کی حقیقت واضح کی جا چکی ہے۔

ملحوظہ: ابن حبان کے حوالے سے آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بھی قبل از مغرب دو رکعات ادا فرمائی ہیں۔ بعض علماء نے اس سنت فعلی کو صحیح قرار دیا ہے۔ معروف محقق شیخ شعیب ارناؤط نے زاد المعاد (۳۱۲/۱) کی تحقیق میں اس کی سند صحیح قرار دی ہے لیکن اس تصحیح پر محدث کبیر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ان کا تعاقب کیا ہے۔ شیخ موصوف کے نزدیک یہ روایت اس اضافے سے شاذ ہے۔ وہ اس اضافے کو راوی کا ادراج قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھنے کا عمل ابن بریدہ کا ہے: [وَ كَانَ ابْنُ بُرَيْدَةَ يُصَلِّي قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ] نہ کہ خود اللہ کے رسول ﷺ نے پڑھی ہیں۔ مفصل تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۱۲/۳۷۳-۳۷۷، حديث: ۵۶۶۲، و ضعيف موارد الظمآن للألباني، حديث: ۶۲، و سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، حديث: ۲۳۳)

اس موقف کی تائید ابن نصر کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [أَلَا تَرَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَفْسَهُ لَمْ يُرْوَ عَنْهُ أَنَّهُ رَكَعَهُمَا] ”کیا آپ دیکھتے نہیں کہ خود نبی اکرم ﷺ سے ان کا پڑھنا منقول نہیں۔“ (قيام الليل، ص: ۴۹) غالباً ان کا مقصد یہ ہے کہ صحیح اور مستند ذریعے سے مروی نہیں۔ واللہ أعلم.

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بالصراحت نبی اکرم ﷺ کے اپنے فعل سے اس کے ثبوت کی نفی کی ہے، وہ فرماتے ہیں: [وَ أَمَّا الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَإِنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ عَنْهُ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيهِمَا] ”نبی اکرم ﷺ سے قبل از مغرب دو رکعتوں کا پڑھنا منقول نہیں ہے۔“ (زاد المعاد: ۳۱۲/۱) لیکن آپ کی ترغیب و تقریر سے اس کی مشروعیت ثابت ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام سے بھی اس قسم کا اشارہ ملتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [وَأَمَّا كَوْنُهُ ﷺ لَمْ يُصَلِّهِمَا فَلَا يَنْفِي الِاسْتِحْبَابَ] ”نبی اکرم ﷺ کے نہ پڑھنے سے اس کے استحباب کی نفی نہیں ہوتی۔“ (فتح الباري: ۱۰۸/۲، تحت حديث: ۶۲۵) وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ إِلَيْهِ أُنِيبُ.

* **نماز عشاء کا مستحب وقت:** نماز عشاء تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: [وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ] ”نبی اکرم ﷺ نماز عشاء جسے تم رات کی نماز کہتے ہو، (آدھی رات تک) مؤخر کرنا پسند فرماتے تھے۔“ (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: ۵۴۷، و صحيح مسلم، المساجد، حديث: ۶۴۷)

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبئ اکرم ﷺ نے ایک رات تاخیر کر دی یہاں تک کہ کافی رات گزر گئی۔ اہل مسجد سو گئے' پھر آپ تشریف لائے اور فرمایا: ''یہ ہے اس کا اصل وقت' اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا ہوتا۔'' (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٣٨) کچھ دیگر احادیث میں بھی اس قسم کی تاخیر کا ذکر ملتا ہے۔ حدیث جبریل میں ہے: [ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ] (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٣٩٣' وجامع الترمذي' الصلاة' حديث:١٤٩' واللفظ له) حدیث ابی موسیٰ اور حدیث بریدہ رضی اللہ عنہما میں بھی ثلث اللیل تک اس تاخیر کا بیان ملتا ہے جبکہ آپ ﷺ نے کسی سائل کے جواب میں عملاً دو دن نمازیں پڑھ کر دکھائیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (صحیح مسلم' المساجد' حديث:٦١٣' ٦١٤)

ان قولی و فعلی احادیث سے نماز عشاء کی تاخیر کی افضلیت ثابت ہوتی ہے' بشرطیکہ عوام الناس اس کے لیے تیار ہوں اور یہ تاخیر ان کے لیے اذیت کا باعث نہ ہو' نیز زیادہ تاخیر سے نمازیوں کے کم ہونے کا خدشہ بھی نہ ہو کہ لوگ نماز ہی سے جان چھڑانا شروع کر دیں۔ تب اس قدر یا اس کے قریب قریب تاخیر مستحب ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [مَنْ وَّجَدَ بِهِ قُوَّةً عَلَى تَأْخِيرِهَا وَلَمْ يَغْلِبْهُ النَّوْمُ وَلَمْ يَشُقَّ عَلَى أَحَدٍ مِّنَ الْمَأْمُومِينَ فَالتَّأْخِيرُ فِي حَقِّهِ أَفْضَلُ' وَ قَدْ قَرَّرَ النَّوَوِيُّ ذٰلِكَ فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ' وَهُوَ اخْتِيَارُ كَثِيرٍ مِّنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.] ''جو اسے دیر کر کے پڑھنے کی قوت پاتا ہو' اس پر نیند کا غلبہ بھی نہ ہو اور نہ مقتدیوں میں سے کسی ایک کے لیے باعث مشقت ہو تو ایسے شخص کے حق میں تاخیر افضل ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اسی کا اثبات کیا ہے۔ شوافع وغیرہ میں سے کثیر اہل الحدیث کا مختار مذہب یہی ہے۔'' واللہ أعلم. (فتح الباري:٢/ ٦٨' تحت حديث: ٥٦٧) بہر حال عوام الناس کو اس قسم کی ترغیب و تشویق دیتے رہنا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو نماز عشاء تاخیر سے ادا کرنی چاہیے کیونکہ افضل یہی ہے۔ واللہ أعلم.

* انتہائے وقت عشاء: نماز عشاء کا وقت ادا آدھی رات تک رہتا ہے۔ اس کے بعد اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اضطراری حالت اس سے مستثنیٰ ہے' لہٰذا نصف اوّل کے بعد ادا کی جانے والی نماز عشاء

(فقہاء کی اصطلاح میں) قضا شمار ہوگی۔ اس کی دلیل عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی حدیث ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: [وَوَقْتُ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ] ''عشاء کا وقت نصف شب تک ہے۔'' (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:(۱۷۲)-۶۱۲) اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: [وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ] ''نماز عشاء کا وقت رات کے نصف اوّل تک ہے۔'' (صحیح مسلم' المساجد' حدیث: ۶۱۲/۱۷۳)

اس مرفوع حدیث کے مطابق عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بھی موجود ہے' وہ فرماتے ہیں: [وَصَلَاةُ الْعِشَاءِ دَرَكٌ حَتّٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ إِفْرَاطٌ] ''نصف شب تک نماز عشاء پائی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد حد سے تجاوز ہے۔'' (مصنف عبدالرزاق: ۵۸۱/۱' رقم: ۲۲۱۵) اس کی سند میں اگرچہ قتادہ مدلس ہے لیکن سابقہ مرفوع حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

مذکورہ حدیث میں انتہائے وقت عشاء کی جو واضح تحدید ہے' اس کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَهُوَ أَبْيَنُ شَيْءٍ فِي الْمَوَاقِيتِ] ''یہ حدیث اوقات کی تحدید میں واضح ترین ہے۔'' (شرح العمدة لشيخ الإسلام: ۱۷۷/۲) علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی مزید توثیق ہوتی ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [وَ إِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ يَنْتَصِفُ اللَّيْلُ] ''نماز عشاء کا آخری وقت نصف رات تک ہے۔'' (مسند أحمد: ۲۳۲/۲' و بتحقيق أحمد شاكر' حديث: ۷۱۷۲' و جامع الترمذي' الصلاة' حديث: ۱۵۱) یہ حدیث صحیح ہے' محولہ کتب میں شیخ احمد رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''نماز عشاء کا آخری وقت نصف شب تک ہے۔'' (سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني' رقم: ۱۶۹۶)

ان احادیث کی تائید میں خلیفۂ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی ملتا ہے جو انھوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے تحریر فرمایا تھا: [وَأَنْ صَلِّ الْعَتَمَةَ مَابَيْنَكَ وَ بَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ' وَإِنْ أَخَّرْتَ فَإِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ' وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِينَ] ''نماز عشاء تہائی رات کے اندر اندر پڑھنا۔ اگر تاخیر کے ساتھ پڑھنا ہو تو نصف شب تک اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔'' (الموطأ للإمام مالك: ۷/۱' حديث: ۸' ترقيم فؤاد عبدالباقي' ومعاني الآثار: ۱۵۸/۱' نیز شیخ البانی رحمہ اللہ نے تمام المنة، ص: ۱۴۲ میں اس

کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔) اس صحیح موقوف اثر سے ثابت ہوا کہ نمازِ عشاء نصفِ اوّل سے پہلے پڑھ لینی چاہیے وگرنہ اس کے بعد غافلین میں شمار ہوگا۔

امام مالک رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق نماز عشاء کا آخری وقت نصف شب تک ہے۔ دیکھیے: (بداية المجتهد:١/١٨١)

امام ابن العربی رحمہ اللہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھیے: (القبس:١/٥٧) مزید یہ کہ امام مالک رحمہ اللہ یہاں (حدیث عمر لا کر) ایک تنبیہ فرمانا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ جب کسی حدیث کی تائید یا موافقت میں کسی خلیفہ راشد کا عمل مل جائے تو اس سے مزید تسلی اور تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہ ترجیح کا ایک قرینہ ہوتا ہے۔ (بتصرف)

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے عارضة الاحوذی کے حوالے سے امام ابن العربی رحمہ اللہ کا اس موقف کے بارے میں کلام نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: [قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِعْلاً أَنَّهُ أَخَّرَهَا إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ، وَ قَوْلاً لَهُ، قَالَ: وَقْتُ الْعِشَاءِ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ، فَلَا قَوْلَ بَعْدَ هٰذَا] والله أعلم. ”نبی اکرم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فعلاً نماز عشاء آدھی رات تک مؤخر کی ہے اور قولاً بھی آپ سے یہ ثابت ہے، فرمایا: ”نماز عشاء کا وقت نصف شب تک ہے۔“ (صحیح مسلم) لہٰذا اس قولِ رسول ﷺ کے بعد کسی قول کی گنجائش نہیں۔“ (تحفة الأحوذي: ١/٤٣١)

شوافع میں سے امام ابوسعید اصطخری رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے۔ ان کے بقول اگر کوئی آدھی رات کے بعد نماز عشاء پڑھے گا تو وہ قضاء شمار ہوگی۔ (المجموع:٣/٣٩)

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اسی موقف کو ترجیح دی ہے، فرماتے ہیں: [وَآخِرُهُ نِصْفُ اللَّيْلِ] ”عشاء کا آخری وقت نصف اللیل ہے۔“ (السيل الجرار:١/٤٠٨)

الدرر البهية میں بھی یہی موقف ہے جبکہ نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ نے ”الروضة الندية“ میں اس موقف پر ان کی تائید فرمائی ہے۔ دیکھیے: (الروضة الندية مع التعليقات الرضية:١/٢٣٠)

بہرحال مذکورہ معروضات سے واضح ہوتا ہے کہ عشاء کا آخری وقت نصف شب تک ہے اور ان شاء اللہ یہی حق ہے۔ جمہور کے نزدیک طلوع فجر تک ہے لیکن دلائل کمزور اور غیر صریح ہیں۔ حافظ ابن

حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَلَمْ أَرَ فِي امْتِدَادِ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ حَدِيثًا صَرِيحًا يَثْبُتُ] ''نمازِ عشاء کے وقت کے طلوع فجر تک ممتد (وسیع) ہونے کی میں نے کوئی ایسی صریح حدیث نہیں دیکھی جو پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہو۔'' (فتح الباري:٥٢/٢، تحت حديث:٥٧٢)

✱ **حاملینِ موقفِ ثانی اوران کے دلائل کا مختصر جائزہ:** جمہور علمائے کرام کے نزدیک ماسوائے احناف کے (کیونکہ ان کے ہاں ثلث اللیل تک مستحب وقت ہے) عشاء کا مستحب وقت نصفِ اول تک ہے اور وقت جواز وادا طلوع فجر صادق تک۔ ان کے دلائل میں کوئی صریح حدیث موجود نہیں، مجمل احادیث سے استدلال ہے۔ علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں اس موضوع کی روایات ذکر کی ہیں، ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

پہلی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے نصف اللیل کے بعد بھی نمازِ عشاء پڑھنا ثابت ہے اور درج ذیل احادیث سے استدلال ہے:

① حدیث ابو برزہ رضی اللہ عنہ: [كَانَ لَا يُبَالِي بَعْضَ تَأْخِيرِهَا، قَالَ: يَعْنِي الْعِشَاءَ، إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ] ''آپ ﷺ نصف اللیل تک عشاء مؤخر کرنے کی پروانہ کرتے تھے۔'' (صحيح البخاري، حديث:٥٧٢، معلقًا، وموصولاً، ومختصر صحيح البخاري للألباني:١٨٦/١، وصحيح مسلم، المساجد، حديث:٦٤٧ واللفظ له)

② سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلَّى] ''نبی اکرم ﷺ نے (ایک رات) نماز عشاء نصف شب تک لیٹ کر دی، پھر نماز پڑھائی۔''
(صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: ٥٧٢)

لیکن ان احادیث سے بصراحت یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز عشاء پہلے نصف کے بعد پڑھائی بلکہ مقصود یہ ہے کہ نصف شب تک فراغت ہو چکی تھی۔ اس طرح قولی اور فعلی احادیث میں تعارض پیدا نہیں ہوتا۔ دیگر طرق یا احادیث کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک اندازہ تھا۔ انھی سے مروی بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں: [أَخَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْعِشَاءَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ، أَوْ كَادَ يَذْهَبُ شَطْرُ اللَّيْلِ] ''رسول اللہ ﷺ نے ایک رات عشاء نصف شب

تک مؤخر کی یا قریب تھا کہ آدھی رات بیت جاتی۔'' (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٤٠) مزید یہ الفاظ بھی منقول ہیں: [نَظَرْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً، حَتّٰى كَانَ قَرِيبًا مِّنْ نِّصْفِ اللَّيْلِ] ''ایک رات ہم نے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا یہاں تک کہ وقت نصف شب کے قریب قریب ہو گیا۔'' (حوالۂ مذکور)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے: [حَتّٰى ذَهَبَ نَحْوٌ مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ] ''یعنی آپ ﷺ نے اتنی تاخیر فرما دی کہ نصف رات کے قریب قریب وقت بیت چکا تھا۔'' (مسند أحمد: ٥/٣' وسنن أبي داود' الصلاة' حدیث: ٤٢٢' وصحيح سنن النسائي للألباني' حديث: ٥٣٧)
نسائی کے محولہ مقام میں [حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ] کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ اس کے بعد ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [فَجَاءَ فَصَلّٰى بِنَا، وَقَالَ: لَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسُقْمُ السَّقِيمِ، وَحَاجَةُ ذِي الْحَاجَةِ لَأَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ إِلٰى شَطْرِاللَّيْلِ] ''پھر آپ تشریف لائے اور ہمیں نماز پڑھائی' پھر فرمایا: اگر کمزور کی کمزوری' بیمار کی بیماری اور ضرورت مند کی ضرورت کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں یہ نماز نصف شب تک مؤخر کرتا۔'' (حوالۂ مذکور)

یہ روایت بالکل واضح ہے اور اس بات کی صریح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں نصف شب سے پہلے پہلے نماز پڑھا دی تھی۔ اگر یہ پہلے نصف کے بعد شروع کی ہوتی یا اس کے بعد فراغت ہوتی تو نبی اکرم ﷺ قطعاً یہ کلمات نہ فرماتے: [لَأَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ إِلٰى شَطْرِاللَّيْلِ]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَهٰذَا كَلَامٌ مُّفَسَّرٌ مِّنَ النَّبِيِّ ﷺ يُقْضٰى بِهِ عَلٰى مَاسِوَاهُ مِنَ الْحِكَايَاتِ الْمُحْتَمَلَةِ] ''نبی اکرم ﷺ کا یہ کلام مفسر ہے (تفسیر مجمل کی حیثیت رکھتا ہے) لہٰذا دیگر محتمل حکایات وروایات کا اس کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے گا۔'' (شرح العمدة از شيخ الإسلام ابن تيمية: ١٧٨/٢)

الغرض احناف اور جمہور کا اس قسم کی مجمل غیر صریح روایات سے استدلال غیر قوی ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایات سے بایں الفاظ استدلال کیا ہے: [فَفِي هٰذِهِ الْآثَارِ أَنَّهُ صَلَّاهَا بَعْدَ مُضِيِّ نِصْفِ اللَّيْلِ] ''ان آثار واحادیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے نصف

شب گزرنے کے بعد نمازِ عشاء پڑھی ہے۔'' (شرح معاني الآثار:۱/ ۱۵۸) لیکن مذکورہ معروضات کی روشنی میں یہ استدلال درست نہیں ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کے اس اور دیگر استدلالات کے متعلق محدث مبارکپوری فرماتے ہیں: [لَا شَكَّ فِي أَنَّ كَلَامَ الطَّحَاوِيِّ هٰذَا حَسَنٌ، لَوْ كَانَ فِي هٰذَا حَدِيثٌ مَّرْفُوعٌ صَحِيحٌ، وَلٰكِنْ لَّمْ أَجِدْ حَدِيثًا مَّرْفُوعًا صَحِيحًا] ''بلاشبہ امام طحاوی کا یہ کلام عمدہ ہے اگر اس موضوع پر کوئی مرفوع صحیح حدیث ہوتی، لیکن مجھے کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملی۔'' (یعنی جو بصراحت طلوع فجر تک وقتِ عشاء کے ممتد ہونے پر دلالت کرتی ہو۔) (تحفة الأحوذي:۱/ ۴۳۰، طبع دار الكتب العلمية)

دوسری دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس میں وہ فرماتی ہیں: [أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ] ''نبی اکرم ﷺ نے ایک رات تاخیر فرما دی حتی کہ رات کا کافی حصہ بیت گیا۔'' (صحيح مسلم، المساجد، حديث:(۲۱۹)-۶۳۸) احناف وغیرہ کا اس حدیث سے محل استشہاد یہ ہے کہ یہاں [عَامَّةُ اللَّيْلِ] کے الفاظ آئے ہیں جس کے معنی ہیں: رات کا اکثر حصہ بیت گیا۔ اس مفہوم کے پیش نظر یقیناً یہ لازم آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نصف شب کے بعد نمازِ عشاء پڑھی ہے۔ لیکن یہاں مذکورہ الفاظ کے یہ معنی غلط ہیں، یعنی عامة اللیل، کثیر کے مفہوم میں ہے نہ کہ اکثر اللیل کے معنی میں۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: [ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ أَيْ كَثِيرٌ مِّنْهُ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ أَكْثَرَهُ، وَلَا بُدَّ مِنْ هٰذَا التَّأْوِيلِ لِقَوْلِهِ ﷺ: "إِنَّهُ لَوَقْتُهَا" وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَّكُونَ الْمُرَادُ بِهٰذَا الْقَوْلِ مَا بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ، لِأَنَّهُ لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ تَأْخِيرَهَا إِلٰى مَا بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ أَفْضَلُ] ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ کے معنی ہیں: رات کا کثیر (کافی) حصہ بیت گیا، نہ کہ یہ مراد ہے کہ اس کا اکثر حصہ، یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ (اس کے بعد) آپ ﷺ کا یہ فرمان: ''اس نماز کا اصل وقت یہ ہے۔'' اس تاویل کی دلیل ہے، لہٰذا عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ سے نصف شب سے بعد کا وقت مراد لینا درست نہیں کیونکہ علماء میں سے کسی ایک کا بھی یہ قول نہیں کہ آدھی رات کے بعد عشاء کا افضل وقت ہے۔'' دیکھیے: (شرح صحيح مسلم:۵/ ۱۹۳، حديث:۶۳۸)

امام نووی رحمہ اللہ کے اس جواب کے بعد مذکورہ استدلال کی کوئی گنجائش نہیں رہتی' اس لیے امام طحاوی رحمہ اللہ کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا: [فَفِي هٰذا أَنَّهُ صَلاَّهَا بَعْدَ مُضِيِّ أَكْثَرِ اللَّيْلِ] (معاني الآثار: ١/ ١٥٨) ''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا اکثر حصہ گزرنے کے بعد نماز عشاء پڑھائی ہے'' درست نہیں' لہٰذا عشاء کا وقت طلوع فجر تک ممتد نہیں ہے۔

تیسری دلیل: بواسطۂ حبیب بن ابی ثابت' نافع بن جبیر سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ مکتوب ہے جو انھوں نے بنام ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ارسال فرمایا تھا۔ اس میں ہے: [وَصَلِّ الْعِشَاءَ أَيَّ اللَّيْلِ شِئْتَ وَلاَ تُغْفِلْهَا] ''رات کے جس حصے میں نماز عشاء پڑھنا چاہو پڑھ لو لیکن اس میں غفلت کا شکار نہ ہونا۔'' (شرح معاني الآثار: ١/ ١٥٩)

اس کے بعد امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [فَفِي هٰذَا أَنَّهُ جَعَلَ اللَّيْلَ كُلَّهُ، وَقْتًا لَّهَا......] ''اس اثر میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری رات کو اس کی ادائیگی کا وقت ٹھہرایا ہے۔''

لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول یہ اثر اس سیاق کے ساتھ ناقابل حجت ہے کیونکہ اس کی سند میں حبیب بن ابو ثابت تیسرے طبقے کا مدلس راوی ہے اور وہ عَنْ سے بیان کر رہا ہے۔ اس درجے کے راوی کی روایت اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جب روایت میں اپنے شیخ سے سماع یا تحدیث کی صراحت کرے۔ یہاں یہ بات مفقود ہے۔ مزید دیکھیے: (تحفة الأحوذي: ١/ ٤٣٠)

دوسرا یہ کہ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول صحیح اثر کے مخالف بھی ہے جس میں عشاء کی تحدید پہلے نصف تک ہے۔ اس کے بعد وہ غافلین میں شمار ہوگا۔ اس طرح مذکورہ اثر شاذ بھی قرار پاتا ہے۔ بہرحال ان وجوہ کے سبب یہ اثر ساقط الاعتبار ہے۔

چوتھی دلیل: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا وہ فتویٰ ہے جس میں وہ طلوع فجر تک نماز عشاء نہ پڑھنے کو افراط (حد سے تجاوز) قرار دیتے ہیں۔ (شرح معاني الآثار: ١/ ١٥٩)

صاحب تحفۃ الأحوذی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات حدیث ابوقتادہ کے عموم کے پیش نظر کہی ہو۔ دیکھیے: (تحفة الأحوذي: ١/ ٤٣١) حدیثِ ابوقتادہ مع جواب آئندہ سطور میں ذکر ہوگی' ان شاء اللہ۔

دوسرا یہ کہ اس اثر کی حیثیت ایک فتوے یا ذاتی اجتہاد کی ہے' وہ نبی ﷺ کا قول یا فعل تو بیان نہیں فرما رہے جبکہ اس کے مقابلے میں امیر المومنین عمر فاروق اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کی بھی اپنی اپنی رائے یا ذاتی رجحان ہے' اب اختلافِ رائے کے وقت ترجیح کس صحابی کے قول وفعل کو ہوگی؟ یقیناً اسی کی رائے اور فعل کو ہوگی جس کی تصدیق وتوثیق حدیثِ رسول ﷺ سے ہوتی ہو اور یہاں صریح احادیث کی روشنی میں فتوائے عمر وغیرہ ہی قابلِ ترجیح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ﴾ (النسآء۴: ۵۹) ''اگر تم کسی چیز میں باہم اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔''

پانچویں دلیل: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طویل سفر کا بیان ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے: ہوا یوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ساری رات چلتے رہے' آخر شب میں قدرے آرام کا پروگرام بنایا گیا' تمام نے ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا اور کچھ استراحت کے لیے لیٹ گئے' سب پر نیند غالب آ گئی' آپ ﷺ کی آنکھ اس وقت کھلی جب سورج کی کرنیں نمودار ہوئیں' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اٹھے اور اس صورت حال سے گھبرا گئے۔ آپ ﷺ نے طلوعِ آفتاب کے بعد نماز فجر پڑھائی لیکن نماز پڑھنے کے باوجود صحابہ کے اندر اضطراب کی سی کیفیت تھی۔ تب آپ نے فرمایا: ''کیا تمھارے لیے میرے عمل میں نمونہ نہیں؟'' پھر فرمایا: [أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ حَتّٰى يَجِيئَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْأُخْرٰى] ''نیند کی وجہ سے کوتاہی نہیں ہوتی' غفلت وکوتاہی تو صرف اس صورت میں ہے کہ آدمی (عمداً) نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت ہو جائے۔'' (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:۶۸۱)

اس حدیث سے احناف وغیرہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک نماز کا دوسری نماز تک وقتِ جواز مع الکراہت یا مطلقاً جواز رہتا ہے۔ لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ یہ حدیث مجمل ہے اور بیانِ اوقات میں نص نہیں۔ اگر نبی ﷺ نے اس غرض کے لیے یہ فرمایا ہوتا تو یقیناً نمازِ عشاء وغیرہ کی طرح نمازِ فجر کا وقت بھی نمازِ ظہر تک ممتد ہوتا اور اس کا کوئی قائل نہیں' اسی لیے جمہور نے اسے مستثنیٰ قرار دیا ہے' جبکہ اس کے مقابلے میں حدیث عبداللہ بن عمرو تحدیدِ اوقات میں نص ہے' پھر اصولی طور

پر بھی نماز فجر کا استثنا درست نہیں' اس لیے کہ تاخیر کا یہ مسئلہ نمازِ فجر کے وقت ہی پیش آیا' لہٰذا اس حکم کے تحت اسے دخولِ اوّل حاصل ہے' اسے اس سے خارج نہیں کیا جا سکتا جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ قائلین ہذا کو نماز فجر کا وقت بھی نماز ظہر تک تسلیم کرنا ہوگا۔

الحاصل: اس حدیث میں صرف عمداً تاخیر کرنے والے کے گناہ اور تقصیر کا بیان ہے۔ اوقات کے بیان وتحدید کے لیے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث ہی نصِ صریح اور حجتِ قاطعہ ہے۔ واللہ أعلم.

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: یہ حدیث ان کے قول پر قطعاً دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہ ائمہ بھی ہمارے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ نمازِ فجر کا وقت ظہر تک ممتد نہیں ہے' لہٰذا یہ بات درست ٹھہری کہ ہر نماز کا وقت مابعد نماز کے ساتھ متصل نہیں۔ اس میں تو صرف اس شخص کے گناہ کا ذکر ہے جو ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کرتا ہے اور بس۔ اس کا وقت دوسری نماز سے متصل ہو یا نہ ہو' پھر اس حدیث میں اس بات کا بھی تو ذکر نہیں کہ اگر کوئی اس حد تک تاخیر کر دے کہ اس نماز کا وقت تو نکل جائے لیکن دوسری کا وقت ابھی تک نہ ہو۔ اس حدیث میں اس حوالے سے خاموشی ہے جبکہ دیگر احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ اس کا وقت نکل جاتا ہے...... (محلی ابن حزم: ۱۷۹/۳)

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَ إِذَا قَدْ ثَبَتَ أَنَّ الْحَدِيثَ لَا دَلِيلَ فِيهِ عَلَى امْتِدَادِ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِنَّهُ يَتَحَتَّمُ الرُّجُوعُ إِلَى الْأَحَادِيثِ الْأُخْرَى الَّتِي هِيَ صَرِيحَةٌ فِي تَحْدِيدِ وَقْتِ الْعِشَاءِ مِثْلُ قَوْلِهِ ﷺ: وَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ......] (رواہ مسلم وغیرہ) ''جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل نہیں کہ وقتِ عشاء فجر تک ممتد ہے تو پھر یقیناً ان احادیث کی طرف رجوع کرنا لازمی ٹھہرتا ہے جن میں صراحتاً وقت عشاء کی تحدید موجود ہے جیسا کہ نبیٔ اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''نماز عشاء کا وقت پہلے نصف تک ہے......'' (تمام المنة: ۱۴۱، ۱۴۲)

ان معروضات کی روشنی میں پتا چلتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وغیرہ کی احادیث میں اوقاتِ مستحبہ ہی کا بیان نہیں بلکہ اس میں بلا ابہام صراحتاً اوقات کی تحدید ہے' اس لیے حدیث میں وارد الفاظ: [إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ] سے مراد عشاء کا وقت مختار نہیں جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں فرمایا ہے۔

(شرح صحیح مسلم:۵/۱۵۵) بلکہ اس کے برعکس اس میں انتہائے وقتِ عشاء کی تحدید ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمۃ الباب سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے' وہ لکھتے ہیں: [بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ] (صحيح البخاري' المواقيت' رقم الباب:۲۵) والله أعلم.

بالفرض اگر اس نقطۂ نظر کے حاملین کی یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ ہر نماز کا وقت دوسری نماز تک ممتد ہے لیکن فجر اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ دیگر صریح دلائل کی روشنی میں طلوعِ آفتاب تک اس کی تحدید ہے تو کیا یہی استثنا و تخصیص دیگر دلائل کی رو سے نمازِ عشاء میں نہیں کی جا سکتی؟ بہر حال مذکورہ گزارشات کی روشنی میں راجح یہی ٹھہرتا ہے کہ وقتِ عشاء طلوع فجر تک ممتد نہیں بلکہ اس کا وقتِ ادا نصف شب تک ہے۔ ہاں مجبوری اور اضطرار کی صورت میں جب بھی ممکن ہو نماز عشاء پڑھی جا سکتی ہے۔ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ والله أعلم.

بسم الله الرحمن الرحيم

(المعجم ٦) - كِتَابُ الْمَوَاقِيتِ (التحفة . . .)

اوقات نماز کا بیان

(المعجم ١) - إِمَامَةُ جِبْرِيلَ وَتَحْدِيدُ أَوْقَاتِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ (التحفة ٢٥)

٤٩٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ: أَمَا إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ نَزَلَ فَصَلَّى أَمَامَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ: اِعْلَمْ مَا تَقُولُ يَا عُرْوَةُ! فَقَالَ: سَمِعْتُ بَشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «نَزَلَ جِبْرِيلُ فَأَمَّنِي فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ».

باب:١-حضرت جبریل کی امامت اور پنجگانہ نماز کے اوقات کی حد بندی

۴۹۵-امام ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (گورنر مدینہ) نے عصر کی نماز وقت سے کچھ مؤخر کی تو حضرت عروہ نے ان سے فرمایا: جبریل علیہ السلام اترے تھے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر آپ کو نماز پڑھائی تھی۔عمر بن عبدالعزیز کہنے لگے: عروہ دیکھو! کیا کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا: میں نے بشیر بن ابومسعود کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابومسعود رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جبریل علیہ السلام اترے اور مجھے نماز پڑھائی۔ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔“ آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں پر پانچوں نمازیں شمار کیں۔

٤٩٥ـ أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، ح: ٣٢٢١، ومسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، ح: ٦١٠ عن قتيبة به.

فوائد ومسائل: ① حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے نماز عصر کو مستحب وقت سے کچھ مؤخر کیا تھا، نہ کہ کل وقت سے۔ اور یہ ولید بن عبدالملک کے دور کی بات ہے جبکہ آپ اس کی طرف سے مدینے کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ حضرت عروہ کا مقصد یہ تھا کہ نماز کا وقت انتہائی اہمیت کا حامل ہے حتی کہ وقت بتلانے کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام اترے تھے لہٰذا نماز کی ادائیگی میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔ ② حضرت جبریل علیہ السلام نے دو دن نماز پڑھائی تھی۔ پہلے دن سب نمازیں اول وقت میں اور دوسرے دن آخر وقت میں۔ اس روایت میں اوقات ذکر نہیں کیے گئے کیونکہ مقصد صرف یہ بتلانا تھا کہ جبریل علیہ السلام نے اوقات بتلائے تھے، اوقات کا علم حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کو پہلے سے تھا۔ ان کے بارے میں منقول ہے کہ مذکورہ روایت سننے کے بعد انھوں نے کبھی نماز میں تاخیر نہیں کی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبىٰ شرح سنن النسائي:٦/٢٤١-٢٥٥) ③ امراء اگر کسی خلاف سنت کام کا ارتکاب کریں تو اہل علم کی ذمے داری ہے کہ ان کی اصلاح کریں اور گاہے گاہے انھیں تنبیہ کرتے رہیں۔ ④ عالم دین سے مسئلے کی دلیل طلب کی جاسکتی ہے اور عالم کو چاہیے کہ وہ خالص کتاب وسنت کے دلائل سے سائل کی تشفی کرائے۔ ⑤ اختلاف کے وقت قرآن وسنت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ ⑥ خبر واحد حجت ہے۔

(المعجم ٢) - أَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ (التحفة ٢٦)

باب:٢-ظہر کی نماز کا اول وقت

٤٩٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا سَيَّارُ ابْنُ سَلَامَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَسْأَلُ أَبَا بَرْزَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ؟ قَالَ: كَمَا أَسْمَعُكَ السَّاعَةَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَسْأَلُ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: كَانَ لَا يُبَالِي بَعْضَ تَأْخِيرِهَا - يَعْنِي الْعِشَاءَ - إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا قَالَ

۴۹۶- سیار بن سلامہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم کو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی نماز کے بارے میں سوال کرتے سنا۔ (سیار کے شاگرد شعبہ کہتے ہیں کہ) میں نے (سیار سے) کہا: کیا آپ نے ان (اپنے باپ) سے سنا ہے؟ انھوں (سیار) نے کہا: (میں نے اسی طرح سنا ہے) جس طرح میں اس وقت تم سے سن رہا ہوں۔ کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں سوال کر رہے تھے تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے

٤٩٦_أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها . . . الخ، ح: ٦٤٧ من حديث خالد ابن الحارث، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب: وقت الظهر عند الزوال، ح: ٥٤١ من حديث شعبة به.

شُعْبَةُ: ثُمَّ لَقِيتُهُ بَعْدُ فَسَأَلْتُهُ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ يَذْهَبُ الرَّجُلُ إِلٰى أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ لَا أَدْرِي أَيَّ حِينٍ ذَكَرَ ثُمَّ لَقِيتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَأَلْتُهُ قَالَ: وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَنْظُرُ إِلٰى وَجْهِ جَلِيسِهِ الَّذِي يَعْرِفُهُ فَيَعْرِفُهُ، قَالَ: وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

فرمایا کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز کو نصف رات تک مؤخر کرنے میں کوئی پروا نہیں کرتے تھے۔ آپ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور نماز کے بعد باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ شعبہ کہتے ہیں: بعدازاں میں ان (سیار) سے ملا تو میں نے (بطور وثوق حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں) پھر سوال کیا تو انھوں (حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ ﷺ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے کہ (آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والا) آدمی مدینہ منورہ کی دور دراز بستی تک پہنچ جاتا تھا جب کہ ابھی سورج تیز ہوتا تھا۔ اور مغرب کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ انھوں نے کون سا وقت ذکر کیا۔ پھر میں اس کے بعد انھیں ملا تو ان سے پوچھا' فرمانے لگے: اور آپ ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے کہ نمازی سلام پھیر کر اپنے ہم نشین جسے وہ پہلے سے پہچانتا تھا' کے چہرے کو دیکھتا تو اسے پہچان لیتا تھا اور آپ صبح کی نماز میں ساٹھ (۶۰) سے سو (۱۰۰) تک آیات تلاوت فرماتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① ظہر کی نماز کا اول وقت متفق علیہ ہے' اس میں کوئی اختلاف نہیں اور وہ ہے زوال شمس۔ ② عشاء کی نماز نبی ﷺ عمومی طور پر ثلث لیل (تہائی رات) تک پڑھا کرتے تھے۔ کبھی کبھار نصف رات تک مؤخر کر دیتے۔ تمام احادیث کو ملانے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ راجح قول کے مطابق نصف رات عشاء کی نماز کا آخری وقت ہے۔ ③ سورج کے تیز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج ابھی زرد نہیں ہوتا تھا۔

٤٩٧- أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ

۴۹۷- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے وقت (اپنے حجرۂ مبارکہ سے)

٤٩٧_ أخرجاه البخاري، ح: ٥٤٠، انظر الحديث السابق، ومسلم، الفضائل، باب توقيره ﷺ وترك إكثار سؤاله . . . الخ، ح: ٢٣٥٩/ ١٣٦ من حديث الزهري به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٨٤.

الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسٌ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى بِهِمْ صَلَاةَ الظُّهْرِ.

نکلے اور انھیں نماز ظہر پڑھائی۔

٤٩٨- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ حَرَّ الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا، قِيلَ لِأَبِي إِسْحَاقَ: فِي تَعْجِيلِهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.

۴۹۸- حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے زمین کے گرم ہونے کا شکوہ کیا لیکن آپ نے ہماری شکایت دور نہ کی۔ ابو اسحاق سے کہا گیا: (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا شکوہ) نماز جلدی پڑھنے کے بارے میں تھا؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

فائدہ: اگرچہ آپ گرمیوں کی شدت میں نماز ظہر کو کچھ موخر کرتے تھے جیسا کہ آگے آ رہا ہے، مگر اس وقت تک بھی زمین گرم ہی رہتی ہے، لہٰذا آمد ورفت اور نماز کی ادائیگی میں گرم زمین تکلیف دیتی تھی۔ ظاہر ہے نماز کو اتنا موخر نہیں کیا جا سکتا کہ عصر کا وقت ہو جائے۔

(المعجم ٣) - **بَابُ تَعْجِيلِ الظُّهْرِ فِي السَّفَرِ** (التحفة ٢٧)

باب:۳- سفر میں ظہر کی نماز جلدی پڑھنا

٤٩٩- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي حَمْزَةُ الْعَائِذِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا لَمْ يَرْتَحِلْ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ الظُّهْرَ، فَقَالَ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَتْ بِنِصْفِ النَّهَارِ؟ قَالَ: وَإِنْ كَانَتْ بِنِصْفِ النَّهَارِ.

۴۹۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب کسی منزل میں اترتے تھے تو ظہر کی نماز پڑھنے سے پہلے وہاں سے کوچ نہ فرماتے تھے۔ ایک آدمی نے کہا: اگرچہ سورج سر پر ہوتا؟ فرمایا: اگرچہ سورج سر پر ہوتا۔

٤٩٨ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب تقديم الظهر في أول الوقت . . . الخ، ح: ٦١٩/ ١٩٠ من حديث زهير به.

٤٩٩ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب المسافر يصلي وهو يشك في الوقت، ح: ١٢٠٥ من حديث يحيى بن سعيد القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٨٥.

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سورج ڈھلتے ہی نماز ظہر پڑھ لیتے تھے۔ عرف عام میں اسے بھی سورج سر پر ہونے ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(المعجم ٤) - تَعْجِيلُ الظُّهْرِ فِي الْبَرْدِ (التحفة ٢٨)

باب:۴- سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھنا

٥٠٠- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ مَوْلٰى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ أَبُو خَلْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ، وَ إِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ.

۵۰۰- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب گرمی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کو ٹھنڈی کر کے پڑھتے تھے اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھتے۔

فائدہ: إبراد کے معنی ہیں: نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھنا' مگر حقیقتاً ٹھنڈا وقت مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو گرمیوں میں مغرب کے قریب ہوگا بلکہ نصف النہار کے مقابلے میں کچھ ٹھنڈا وقت مراد ہے' یعنی جب دیواروں کا سایہ پاؤں رکھنے کے قابل ہو جائے۔ سردیوں میں دن چھوٹے ہوتے ہیں' وقت کم ہوتا ہے' اول وقت سے تاخیر کی کوئی وجہ بھی نہیں ہوتی' اس لیے آپ نماز جلدی ادا فرماتے۔ مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(المعجم ٥) - اَلْإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ (التحفة ٢٩)

باب:۵- گرمی زیادہ ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا

٥٠١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ،

۵۰۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب گرمی زیادہ ہو تو نماز کو ٹھنڈی کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کا جوش ہے۔''

٥٠٠ـ أخرجه البخاري، الجمعة، باب إذا اشتد الحر يوم الجمعة، ح:٩٠٦ من حديث أبي خلدة به، وهو في الكبرٰى، ح:١٤٨٦.

٥٠١ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر . . . الخ، ح:٦١٥/ ١٨٠ عن قتيبة، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب: الإبراد بالظهر في شدة الحر، ح:٥٣٦ من حديث ابن شهاب به، وليس فيه أبوسلمة، وهو في الكبرٰى، ح:١٤٨٩.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ».

فوائد ومسائل: ① سخت گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کرنا ضرورت کی بنا پر ہے یا مستحب؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اگر لوگوں کو آمد ورفت اور نماز کی ادائیگی میں تکلیف نہ ہو مثلاً: لوگ پہلے سے جمع ہیں اور نماز کی جگہ سایہ دار ہے تو نماز اول وقت میں ادا کرنا ہی افضل ہے۔ اگر نمازیوں کو تکلیف ہو تو نماز لیٹ کی جاسکتی ہے، جب کہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ شدت گرمی کا وقت جہنم کے ساتھ تشبیہ کی بنا پر مکروہ ہوتا ہے لہٰذا اس وقت میں نماز مناسب نہیں، تاخیر کرنی چاہیے۔ دیگر دلائل کی روشنی میں پہلے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی کو اظہر قرار دیا ہے۔ چونکہ سردیوں میں اس شدت کا سامنا نہیں ہوتا اور تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی، اس لیے نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے علت کو مقدم رکھا ہے۔ ② ''جہنم کا جوش'' بہت سے اہل علم نے اسے حقیقت پر محمول کیا ہے کہ گرمی کا تعلق جہنم کے ساتھ ہے۔ جب جہنم کو جوش آتا ہے تو گرمی زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ کوئی بعید نہیں۔ اور الفاظ کا ظاہری معنی مراد لینا ہی بہتر ہے۔ دنیا کا سارا نظام ہی غیر مرئی سہاروں پر قائم ہے۔ ممکن ہے کہ سورج کا جہنم سے کوئی تعلق ہو، البتہ بعض حضرات کے بقول اگر اسے تشبیہ پر محمول کیا جائے تو بلاغتِ کلام کا بہترین نمونہ ہوگا، یعنی گرمی کی شدت تکلیف دہ چیز ہے، جہنم کی لو کی طرح۔ اہل اسلام کے نزدیک سب سے لذیذ چیز جنت ہے اور سب سے تکلیف دہ اور قبیح چیز جہنم ہے، اس لیے مفید، اچھی اور لذیذ چیز کی نسبت جنت کی طرف اور تکلیف اور نقصان دہ اور قبیح چیز کی نسبت جہنم کی طرف کر دی جاتی ہے۔ یہی حال فرشتے اور شیطان کی طرف نسبت کا ہے کہ مقصد صرف تشبیہ اور ذہنی توجہ ہوتی ہے نہ کہ ظاہر الفاظ۔ رسول اللہ ﷺ بلیغ ترین انسان تھے۔ آپ کا کلام تشبیہات، استعارات اور کنایات کا اعلیٰ نمونہ ہوتا تھا، لہٰذا کوئی بعید نہیں کہ یہ کلام بھی تشبیہ بلیغ کا نمونہ ہو۔ واللہ أعلم. ③ جنت اور جہنم کا وجود موجود ہے۔

٥٠٢- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي ح: وَأَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: حَدَّثَنَا حَفْصٌ ح:

٥٠٢- حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ظہر کی نماز (کچھ) ٹھنڈک میں پڑھو کیونکہ جو گرمی تم محسوس کرتے ہو، وہ جہنم کا جوش ہے۔''

٥٠٢_[صحيح] وهو في الكبرىٰ، ح: ١٤٩٠. * يزيد وثابت مستوران، وللحديث شواهد عند البخاري، ح: ٥٣٧ وغيره.

وَأَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي مُوسٰى يَرْفَعُهُ قَالَ: أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ، فَإِنَّ الَّذِي تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

فائدہ: وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث: ۵۰۰، ۵۰۱۔

(المعجم ٦) - آخِرُ وَقْتِ الظُّهْرِ (التحفة ٣٠)

باب:٦-نماز ظہر کا آخری وقت

٥٠٣- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰذَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَاءَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ، فَصَلَّى الصُّبْحَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، وَصَلَّى الظُّهْرَ حِينَ [زَاغَتِ] الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِينَ رَأَى الظِّلَّ مِثْلَهُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِينَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَحَلَّ فِطْرُ الصَّائِمِ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ حِينَ ذَهَبَ شَفَقُ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَهُ الْغَدَ فَصَلَّى بِهِ الصُّبْحَ حِينَ أَسْفَرَ قَلِيلًا، ثُمَّ صَلَّى بِهِ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ الظِّلُّ مِثْلَهُ، ثُمَّ صَلَّى بِهِ

۵۰۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو تمھیں تمھارا دین سکھانے آئے ہیں، پھر جونہی فجر طلوع ہوئی انھوں نے صبح کی نماز اور جب سورج ڈھل گیا تو ظہر کی نماز پڑھائی، پھر عصر کی نماز پڑھائی جب انھوں نے ہر چیز کا سایہ اس کے برابر (زوال کے سائے کے علاوہ) دیکھ لیا، پھر مغرب کی نماز پڑھائی جونہی سورج غروب ہوا اور روزے دار کے لیے روزہ کھولنا حلال ہوگیا، پھر عشاء کی نماز پڑھائی جب رات کی سرخی غائب ہوگئی۔ پھر اگلے دن وہ (جبرئیل علیہ السلام) دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو صبح کی نماز پڑھائی جب تھوڑی سی روشنی پھیل گئی تھی، پھر آپ کو ظہر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا، پھر عصر کی نماز

٥٠٣- [إسناده حسن] أخرجه الحاكم: ١/ ١٩٤ من حديث الفضل بن موسى به مختصرًا، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٩٣.

الْعَصْرَ حِينَ كَانَ الظِّلُّ مِثْلَيْهِ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِوَقْتٍ وَاحِدٍ حِينَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَحَلَّ فِطْرُ الصَّائِمِ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ حِينَ ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ: اَلصَّلَاةُ مَا بَيْنَ صَلَاتِكَ أَمْسِ وَصَلَاتِكَ الْيَوْمَ».

پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ دگنا ہوگیا' پھر مغرب کی نماز کل والے وقت ہی پر پڑھائی' یعنی جب سورج غروب ہوگیا اور روزے دار کے لیے روزہ کھولنا حلال ہوگیا' پھر عشاء کی نماز پڑھائی جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا' پھر فرمایا: ہر نماز کا وقت تمھاری کل اور آج کی نماز کا درمیانی وقت ہے۔"

فوائد و مسائل: ① ظہر کی نماز کا آخری وقت اور عصر کی نماز کا اول وقت اس حدیث اور دوسری تمام احادیث صحیحہ کی رو سے مثل اوّل ہی ہے' یعنی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے مگر یہ برابری زوال کے سائے کو نکال کر ہو۔ زوال کے سائے سے مراد وہ سایہ ہے جو سورج ڈھلنے کے وقت کسی چیز کا ہوتا ہے۔ اس سائے کے علاوہ سایہ اس چیز کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ یہ جمہور اہل علم' صحابہ' تابعین' محدثین اور فقہاء کا مذہب ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظہر کا وقت دو مثل سائے تک رہتا ہے' یعنی جب ہر چیز کا سایہ دگنا ہو جائے۔ لیکن یہ بات نقلی دلائل سے خالی ہے' اس لیے اس مسئلے میں امام صاحب کے شاگرد بھی ان کا ساتھ نہ دے سکے۔ بعض عقلی دلائل ہیں مگر صریح اور صحیح احادیث کے مقابلے میں عقلی دلائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ شاذ مذہب ہے۔ بعض احناف نے امام صاحب کی کچھ رعایت کرتے ہوئے مثل اول اور مثل ثانی کے مابین وقت کو ظہر و عصر دونوں کے لیے ناموزوں قرار دیا ہے' لیکن یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ظہر کا آخر وقت اور عصر کا اول وقت متصل ہیں' درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ ② عصر کا مختار وقت مثل ثانی پر ختم ہو جاتا ہے جب کہ مجبور و معذور کے لیے غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ ③ مغرب کی نماز دونوں دن تقریباً ایک ہی وقت میں پڑھی کیونکہ مغرب کا وقت دیگر نمازوں کے اوقات کی نسبت کم ہوتا ہے اور غالباً اول وقت ہی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کا یہ مقصد نہیں کہ فرض نماز سے قبل دو رکعت کی نفی کر دی جائے بلکہ وہ نماز بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور احادیث میں اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ بہر حال اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ ④ پہلے دن کی نماز کے آغاز اور دوسرے دن کی نماز کے اختتام کا درمیانی وقت اس نماز کا پورا وقت ہے لیکن افضل وقت کون سا ہے؟ وہ عشاء کے علاوہ ہر نماز کا اول وقت ہے اور عشاء کو مؤخر کر کے پڑھنا افضل ہے۔ ⑤ نماز کی اہمیت اور قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایسا عظیم الشان اور اہمیت کا حامل عمل ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیج کر عملی مشق کرائی، دیگر احکام کی طرح صرف قول پر اکتفا نہیں کیا۔ ⑥ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بذات خود کوئی عمل مشروع قرار نہیں دے سکتے۔ ⑦ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ اس نے نمازوں کے اوقات وسیع رکھے' انھیں تنگ نہیں رکھا کہ کہیں لوگ مشقت میں نہ پڑ جائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

٥٠٤- أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَذْرَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ ابْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ ابْنِ طَارِقٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ الظُّهْرَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلٰى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ، وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ أَقْدَامٍ إِلٰى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ.

۵۰۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ظہر کی نماز گرمیوں میں تین سے پانچ قدم کے بقدر (سائے میں) اور سردیوں میں پانچ سے سات قدم کے بقدر (سائے میں) ہوتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① سورج کے سائے کا حساب ہر علاقے میں الگ الگ ہوتا ہے البتہ گرمیوں میں زوال کے وقت کم سایہ ہوتا ہے اور سردیوں میں زیادہ۔ نبی ﷺ کا علاقہ مدینہ منورہ ہے لہٰذا قدموں کا حساب اس علاقے کے لحاظ ہی سے ہوگا۔ ہمارے ہاں پاکستان میں زوال کے وقت مدینہ منورہ کی نسبت زیادہ سایہ ہوتا ہے۔ ② یہاں سائے سے مراد کل سایہ ہے نہ کہ زوال کے سائے کے علاوہ البتہ مدینہ منورہ میں گرمیوں میں زوال کا سایہ ایک آدھ قدم ہی ہوتا ہے جب کہ سردیوں میں چار پانچ قدم گویا کہ آپ ﷺ گرمیوں میں سایہ زوال سے تین چار قدم مؤخر کرتے تھے اور سردیوں میں ایک دو قدم۔ ہم اپنے علاقے میں زوال کے سائے کے علاوہ مذکورہ حساب سے تاخیر کر سکتے ہیں۔ ③ اس سائے سے مراد انسان کا اپنا سایہ ہے۔ ہر آدمی کا قد اپنے سات قدم کے برابر ہوتا ہے۔ قدم سے مراد پاؤں ہے نہ کہ دو قدموں (پاؤں) کا درمیانی فاصلہ۔ ④ علامہ سندھی نے سنن نسائی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ آپ زوال کے بعد جو زیادہ سے زیادہ تاخیر کرتے وہ اسی قدر ہوتی تھی کہ گرمیوں میں سایہ تین سے پانچ قدم اور سردیوں میں پانچ سے سات قدم تک ہوتا تھا اور اس سائے میں اصل اور زائد دونوں سائے شمار ہوتے ہیں۔

(المعجم ٧) - أَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ (التحفة ٣١)

باب: ۷- عصر کی نماز کا اول وقت

٥٠٥- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ:

۵۰۵- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

٥٠٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب وقت صلاة الظهر، ح: ٤٠٠ من حديث عبيدة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٩٢.

٥٠٥ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٥١، ٣٥٢ عن عبدالله بن الحارث به، وعلقه أبوداود، ح: ٣٩٥.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا ثَوْرٌ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: «صَلِّ مَعِيَ» فَصَلَّى الظُّهْرَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ حِينَ كَانَ فَيْءُ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ، وَالْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَالْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، قَالَ: ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ حِينَ كَانَ فَيْءُ الْإِنْسَانِ مِثْلَهُ، وَالْعَصْرَ حِينَ كَانَ فَيْءُ الْإِنْسَانِ مِثْلَيْهِ وَالْمَغْرِبَ حِينَ كَانَ قُبَيْلَ غَيْبُوبَةِ الشَّفَقِ. قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ: ثُمَّ قَالَ: «فِي الْعِشَاءِ أُرٰى إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ.

آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ’’میرے ساتھ نماز پڑھو۔‘‘ آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور عصر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور مغرب کی نماز پڑھائی جب سورج غروب ہو گیا۔ اور عشاء کی نماز پڑھائی جب شفق غروب ہو گئی۔ اور (اگلے دن) آپ نے نماز ظہر پڑھائی جب انسان کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور عصر کی نماز پڑھائی جب انسان کا سایہ اس سے دگنا ہو گیا اور مغرب کی نماز غروب شفق سے تھوڑی دیر پہلے پڑھائی اور عشاء کی نماز تہائی رات کے وقت پڑھائی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں فجر کے سوا باقی نمازوں کے اول اور آخر اوقات بیان کر دیے گئے ہیں، البتہ عشاء کا آخر وقت دوسری روایات کے مطابق نصف لیل ہے اور یہی صحیح ہے۔ ② عصر کے اول وقت کی تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے حدیث: ۵۰۳۔ ③ صحابۂ کرام ؓ کے شوق اور اہتمام کا پتہ چلتا ہے کہ وہ احکام شرعیہ کو سیکھنے میں کس قدر سرگرم تھے۔ ④ عالم دین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ناواقف لوگوں کو مسائل شرعیہ سے آگاہ کرے اور تفہیم کا ایسا انداز اختیار کرے کہ جس سے مسئلہ آسانی سے اور جلدی سمجھ میں آ جائے اور عوام کے ذہنوں میں راسخ ہو جائے۔

(المعجم ٨) - بَابُ تَعْجِيلِ الْعَصْرِ (التحفة ٣٢)

باب:۸- عصر کو جلدی پڑھنا مسنون ہے

٥٠٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

۵۰۶- حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

٥٠٦- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، ح: ٥٤٥ عن قتيبة، ومسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، ح: ٦١١ من حديث ابن شهاب به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٩٤.

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا.

ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی جب کہ دھوپ ابھی حجرۂ عائشہ میں تھی، یعنی سایہ ان کے حجرے سے باہر نہیں نکلا تھا۔

فائدہ: حدیث کا مقصد عصر کی نماز جلدی پڑھنا ہے، یعنی مثل اول ہوتے ہی پڑھ لیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے مراد ان کے گھر کا صحن ہے جو دیوار سے گھرا ہوا تھا۔ دوپہر کو پورے صحن میں دھوپ ہوتی تھی اور جیسے جیسے سورج ڈھلتا جاتا تھا، مغربی دیوار کا سایہ صحن میں پھیلتا جاتا تھا، لیکن دیوار چونکہ بہت زیادہ اونچی نہ تھی، اس لیے ابھی صحن میں دھوپ باقی رہتی تھی، مشرقی دیوار پر سایہ چڑھ نہ پاتا تھا کہ وہ مغربی دیوار کے ایک مثل ہو جاتا تھا اور اس وقت نماز قائم کر دی جاتی تھی۔

٥٠٧- **أَخْبَرَنَا** سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى قُبَاءٍ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: فَيَأْتِيهِمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَقَالَ الْآخَرُ: وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

٥٠٧- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز ادا فرماتے، پھر جانے والا قباء تک جاتا۔ (زہری اور اسحاق میں سے) ایک نے کہا: وہ ان کے پاس پہنچتا تو ابھی وہ نماز عصر پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اور دوسرے نے کہا: اور سورج ابھی اونچا ہوتا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی چیز کا سایہ ایک مثل ہوتے ہی عصر کی نماز ادا فرما لیتے تھے جب کہ قباء والے کام کاج اور دیگر مصروفیات کی بنا پر نماز کچھ دیر سے پڑھتے تھے۔ گویا سورج زرد ہونے سے پہلے پہلے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ مثل اوّل ہوتے ہی نماز پڑھ لی جائے کیونکہ یہ نبی ﷺ کا فعل ہے۔

٥٠٨- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ

٥٠٨- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

٥٠٧ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، ح:٥٤٨، ٥٥١، ومسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر، ح:٦٢١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ٩ مختصرًا، والكبرٰى، ح:١٤٩٥.

٥٠٨ـ أخرجه مسلم، عن قتيبة (انظر الحديث السابق)، والبخاري، ح:٥٥١ من حديث ابن شهاب به، وهو في الكبرٰى، ح:١٤٩٥.

ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز ادا فرماتے تھے جب کہ سورج کافی بلند اور تیز ہوتا تھا۔ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والا العوالی کو جاتا تو سورج ابھی اونچا ہوتا تھا۔

فائدہ: عوالی سے مراد مدینے کی وہ مضافاتی بستیاں ہیں جو مدینہ منورہ کے بلند اطراف میں آباد تھیں۔ وہ کم از کم دو میل اور زیادہ سے زیادہ آٹھ میل تک دور تھیں۔

٥٠٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ أَبِي الْأَبْيَضِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِنَا الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُحَلِّقَةٌ.

٥٠٩- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں عصر کی نماز پڑھاتے تو سورج سفید اور بلند ہوتا تھا۔

٥١٠- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ يَقُولُ: صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ قُلْتُ: يَا عَمِّ! مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ؟ قَالَ: اَلْعَصْرَ، وَهٰذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي.

٥١٠- ابو امامہ بن سہل بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر ہم نکلے حتی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ہم نے انھیں عصر کی نماز پڑھتے پایا۔ میں نے کہا: چچا جان! یہ کون سی نماز آپ نے پڑھی ہے؟ انھوں نے فرمایا: عصر کی۔ اور یہ اللہ کے رسول ﷺ کی نماز ہے جو ہم (آپ کے ساتھ) پڑھتے تھے۔

فائدہ: خلفائے بنوامیہ ظہر کی نماز عموماً لیٹ پڑھا کرتے تھے حتی کہ آخر وقت آ جاتا تھا۔ اس واقعے کے وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ خلفاء کی اتباع میں وہ بھی نماز لیٹ کرتے تھے۔ جب

٥٠٩_ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ١٣١، ١٦٩، ١٨٤، ٢٣٢ من حديث منصور بن المعتمر به.

٥١٠_ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، ح: ٥٤٩، ومسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر، ح: ٦٢٣ من حديث عبدالله بن المبارك به.

انھیں بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز جلدی پڑھا کرتے تھے تو انھوں نے تاخیر چھوڑ دی۔

٥١١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَلْقَمَةَ الْمَدَنِيُّ [قَالَ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: صَلَّيْنَا فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ ثُمَّ انْصَرَفْنَا إِلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَنَا: أَصَلَّيْتُمْ؟ قُلْنَا: صَلَّيْنَا الظُّهْرَ. قَالَ: إِنِّي صَلَّيْتُ الْعَصْرَ فَقَالُوا لَهُ: عَجَّلْتَ فَقَالَ: إِنَّمَا أُصَلِّي كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يُصَلُّونَ.

۵۱۱- حضرت ابوسلمہ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کے دور (گورنری) میں نماز پڑھی، پھر ہم حضرت انس بن مالک ؓ کی طرف چلے۔ ہم نے انھیں نماز پڑھتے پایا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو ہمیں کہنے لگے: تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا: ہم نے ظہر کی نماز پڑھی ہے۔ وہ کہنے لگے: میں نے تو عصر کی نماز پڑھی ہے۔ لوگوں نے کہا: آپ نے جلدی کی ہے۔ انھوں نے فرمایا: میں تو اس طرح نماز پڑھتا ہوں جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو پڑھتے دیکھا ہے۔

فائدہ: ان تمام روایات سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز وقت شروع ہوتے ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور یہی سنت ہے۔ اگرچہ سورج زرد ہونے سے پہلے پہلے نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے مگر اولیٰ نہیں، لہٰذا عصر کی نماز اول وقت میں پڑھنی چاہیے۔ کسی مصروفیت کی بنا پر کبھی کبھار لیٹ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٩) - بَابُ التَّشْدِيدِ فِي تَأْخِيرِ الْعَصْرِ (التحفة ٣٣)

باب:۹- عصر کو دیر سے پڑھنے پر سختی

٥١٢- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرِ بْنِ إِيَاسِ ابْنِ مُقَاتِلِ بْنِ مُشَمْرَجِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي دَارِهِ بِالْبَصْرَةِ حِينَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ وَدَارُهُ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ قَالَ: أَصَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ؟

۵۱۲- حضرت علاء بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ وہ حضرت انس بن مالک ؓ کے پاس بصرہ میں ان کے گھر گئے جب کہ وہ (علاء) ظہر سے فارغ ہوئے تھے۔ اور حضرت انس کا گھر مسجد کے ساتھ ہی تھا۔ جب ہم آپ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے عصر کی

٥١١ـ [إسناده حسن] * أبو علقمة هو عبدالله بن محمد بن عبدالله بن أبي فروة الأموي.

٥١٢ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر، ح: ٦٢٢ عن علي بن حجر به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٤٩٧.

قُلْنَا : لَا ، إِنَّمَا انْصَرَفْنَا السَّاعَةَ مِنَ الظُّهْرِ قَالَ: فَصَلُّوا الْعَصْرَ، قَالَ: فَقُمْنَا فَصَلَّيْنَا فَلَمَّا انْصَرَفْنَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ جَلَسَ يَرْقُبُ صَلَاةَ الْعَصْرِ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا».

نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں' ہم تو ظہر کی نماز پڑھ کر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر عصر کی نماز پڑھو۔ ہم اٹھے اور عصر کی نماز پڑھی۔ جب ہم فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''یہ منافق کی نماز ہے۔ وہ بیٹھا عصر کی نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے حتی کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ اٹھتا ہے' چار ٹھونگے (چونچیں) مارتا ہے اور اس دوران میں اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتا مگر تھوڑا۔''

فوائد و مسائل: ① سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہونے سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ غروب کے قریب ہوتا ہے' اس وقت سورج کے پجاری اس کی پوجا کرتے ہیں' یہ شیطانی کام ہے' اس لیے مندرجہ بالا لفظوں سے بیان فرمایا۔ بعض اہل علم نے اسے حقیقت پر محمول کیا ہے کہ طلوع' غروب اور استوا (سر پر ہونے) کے قریب شیطان سورج کے پاس آ کھڑا ہوتا ہے' اس طرح کہ سورج اس کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے' تاکہ سورج کے پجاری اس کی بھی پوجا کریں۔ شاید اسی بنا پر مسلمانوں کو ان اوقات میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔ والله أعلم. ② ''چار ٹھونگے (چونچیں) مارتا ہے۔'' چونکہ سورج تقریباً غروب ہو رہا ہوتا ہے' اس لیے وہ جلدی جلدی نماز پڑھتا ہے۔ دیکھنے میں ایسے لگتا ہے جیسے کوا ٹھونگے مار رہا ہے۔ ارکان کے اذکار و اوراد بھی صحیح طرح نہیں پڑھتا کیونکہ رغبت نہیں ہوتی' لہٰذا کچھ پڑھا گیا' کچھ رہ گیا۔ چونکہ رکعتیں چار ہیں' لہٰذا چار ٹھونگے کہا گیا ہے۔ ان میں سجدے گو آٹھ ہیں مگر جلد جلد کرنے کی وجہ سے گویا دونوں مل کر ایک ٹھونگا مارنے کے برابر ہوئے۔ ③ مومن کی نماز اطمینان' خشوع و خضوع اور اذکار مسنونہ سے مزین ہوتی ہے۔

٥١٣- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ

۵۱۳- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس سے عصر کی نماز رہ جائے' وہ یوں سمجھے کہ اس کے اہل و عیال اور گھر بار لٹ گئے۔''

٥١٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب التغليظ في تفويت صلاة العصر، ح: ٦٢٦ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرى، ح: ١٤٩٨.

أَهْلَهُ وَمَالَهُ» .

فائدہ: فوائد کے لیے دیکھیے حدیث: ۴۷۹.

(المعجم ١٠) - آخِرُ وَقْتِ الْعَصْرِ (التحفة ٣٤)

باب: ۱۰- نماز عصر کا آخری وقت

٥١٤- أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ وَاضِحٍ: حَدَّثَنَا قُدَامَةُ - يَعْنِي ابْنَ شِهَابٍ - عَنْ بُرْدٍ - هُوَ ابْنُ سِنَانٍ - عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يُعَلِّمُهُ مَوَاقِيتَ الصَّلَاةِ فَتَقَدَّمَ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَصَلَّى الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَأَتَاهُ حِينَ كَانَ الظِّلُّ مِثْلَ شَخْصِهِ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ، فَتَقَدَّمَ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ أَتَاهُ جِبْرِيلُ حِينَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَتَقَدَّمَ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ فَتَقَدَّمَ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَصَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ فَتَقَدَّمَ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ

۵۱۴- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے منقول ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آپ کو نماز کے اوقات بتلانے کے لیے آئے۔ جبریل آگے کھڑے ہوئے، رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے۔ اس طرح آپ نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب سورج ڈھلا، پھر جب ہر شخص کا سایہ اس کے برابر ہو گیا (سایۂ زوال کے علاوہ) تو جبریل پھر آئے اور اسی طرح کیا جس طرح (ظہر کے وقت) کیا تھا، یعنی جبریل آگے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے۔ اس طرح عصر کی نماز پڑھی۔ پھر جب سورج غروب ہو گیا تو جبریل آئے، آگے کھڑے ہوئے، رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے، چنانچہ (اس طرح) مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر جب سورج کی سرخی غائب ہو گئی تو جبریل آئے، آگے کھڑے ہوئے، رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے۔ اس طرح عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر جب فجر کی روشنی پھوٹی تو جبریل آئے، آگے کھڑے ہو گئے۔ ان کے پیچھے رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لوگ کھڑے ہو گئے اور

٥١٤ـ [صحيح] أخرجه الحاكم: ١/١٩٦ من حديث عمرو بن بشر الحارثي عن برد بن سنان به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٠٧، وللحديث شواهد، انظر، ح: ٥٢٧ وغيره.

ﷺ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، ثُمَّ أَتَاهُ الْيَوْمَ الثَّانِيَ حِينَ كَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ مِثْلَ شَخْصِهِ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعَ بِالْأَمْسِ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ كَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ مِثْلَ شَخْصَيْهِ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ بِالْأَمْسِ فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ بِالْأَمْسِ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، فَنِمْنَا ثُمَّ قُمْنَا ثُمَّ نِمْنَا ثُمَّ قُمْنَا فَأَتَاهُ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ بِالْأَمْسِ فَصَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ امْتَدَّ الْفَجْرُ وَأَصْبَحَ وَالنُّجُومُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ بِالْأَمْسِ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، ثُمَّ قَالَ: «مَا بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ وَقْتٌ».

فجر کی نماز ادا کی۔ پھر دوسرے دن جبریل اس وقت آئے جب ہر آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو گیا اور اسی طرح کیا جس طرح کل کیا تھا اور ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر آئے جب ہر آدمی کا سایہ اس کے قد سے دگنا ہو گیا اور اسی طرح کیا جس طرح کل کیا تھا اور عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آئے جب سورج غروب ہو گیا اور اسی طرح کیا جس طرح کل کیا تھا اور مغرب کی نماز پڑھی' پھر ہم سو گئے' پھر اٹھے (مگر وہ ابھی نہ آئے تھے) ہم پھر سو گئے' پھر اٹھے تو جبریل آئے اور اسی طرح کیا جس طرح کل کیا تھا اور عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر آئے جب فجر پھیل گئی تھی اور روشنی ہو گئی تھی اور ستارے گھنے نظر آ رہے تھے اور اسی طرح کیا جیسے کل کیا تھا اور صبح کی نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: (آج اور کل کی) دو نمازوں کا درمیانی وقت ہر نماز کا وقت ہے۔

فائدہ: یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر بھی موقع پر موجود تھے جب کہ مشہور یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام کا تعلیم اوقات کے لیے آنا مکی زندگی کی بات ہے۔ ممکن ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کسی اور صحابی سے سنا ہو یا مدینہ منورہ میں بھی ایسا واقعہ ہوا ہو۔ حدیث نمبر ۵۰۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہاں بھی یہ دونوں احتمال ہیں مگر اغلب یہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ میں پیش آیا تھا کیونکہ باجماعت نماز مکہ میں نہیں مدینہ منورہ میں ہوتی تھی۔ مزید فوائد کے لیے دیکھیے حدیث: ۵۰۳۔

(المعجم ١١) - مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ (التحفة ٣٥)

باب: ۱۱- جس نے عصر کی دو رکعات پالیں (اس نے نماز پالی)

٥١٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ مَعْمَرًا عَنِ ابْنِ

۵۱۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عصر کی دو رکعتیں سورج غروب

٥١٥ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعةً من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، ح: ٦٠٨/ ١٦٥ من حديث معتمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٠١.

طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، أَوْ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ».

ہونے سے پہلے پڑھ لیں یا صبح کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لی تو اس نے نماز پالی۔''

فوائد ومسائل: ① حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا آغاز معتبر ہے نہ کہ اختتام، یعنی جس نے نماز وقت میں شروع کر لی اور کم از کم ایک رکعت وقت پر پڑھ لی تو اس کی نماز ادا سمجھی جائے گی نہ کہ قضا۔ ② اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو نماز کے دوران میں سورج کے طلوع یا غروب ہونے سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ نماز جاری رکھے اور مکمل کرے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔ احناف نے فرق کیا ہے کہ فجر کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج طلوع ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ مکروہ وقت نماز کے اندر شروع ہو گیا، البتہ عصر کی نماز میں سورج غروب ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ غروب سے پہلے بھی مکروہ وقت ہی تھا۔ لیکن یہ استدلال اور فرق بہت سی احادیث کے خلاف ہے اور یہ ایک قیاسی بات ہے جو نص کے مقابلے میں معتبر نہیں، اسی لیے اہل علم نے اسے قبول نہیں کیا۔ ③ احناف نے اس اعتراض سے بچنے کے لیے اس حدیث کے معنی یہ کیے ہیں کہ جس شخص نے ایک رکعت کا وقت پالیا، اس پر پوری نماز کا پڑھنا فرض ہے۔ مگر بعض روایات میں یہ صراحت ہے: [فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ] ''وہ اپنی نماز پوری کرے۔'' دیکھیے: (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث:٥٥٦) حدیث: ٥١٧ میں بھی یہ صراحت موجود ہے۔ یہ الفاظ ان کی اس تاویل کو رد کرتے ہیں۔ ④ اس حدیث میں عصر کی دو رکعت پانے کا ذکر ہے جب کہ دیگر روایات میں ایک رکعت کا بھی ذکر ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث:٥٧٩، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: ٦٠٨) لہٰذا دو رکعت مل جائیں یا ایک، حکم یہی ہے۔

٥١٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ مَعْمَرًا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

٥١٦- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سورج غروب ہونے سے قبل عصر کی نماز سے ایک رکعت پالے یا سورج طلوع ہونے

٥١٦- أخرجه مسلم، ح:٦٠٧/ ١٦٢، (انظر الحديث السابق) من حديث معمر بن راشد، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب من أدرك ركعةً من العصر قبل الغروب، ح:٥٥٦ من حديث أبي سلمة به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٠٣، ورواه ابن خزيمة في صحيحه، ح: ٩٨٥ عن محمد بن عبدالأعلى به.

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ، أَوْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ فَقَدْ أَدْرَكَ».

سے قبل صبح کی ایک رکعت پا لے تو یقیناً اس نے وہ نماز پالی۔''

٥١٧- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ أَوَّلَ سَجْدَةٍ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ، وَإِذَا أَدْرَكَ أَوَّلَ سَجْدَةٍ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ».

۵۱۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز کی پہلی رکعت سورج غروب ہونے سے پہلے پا لے تو وہ باقی نماز پوری کرے اور جب صبح کی نماز کی پہلی رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے پالے تو وہ باقی نماز پوری کرے۔ (اس کی نماز فاسد نہ ہوگی)۔''

٥١٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، وَعَنِ الْأَعْرَجِ يُحَدِّثُونَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ».

۵۱۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے صبح کی نماز کی ایک رکعت طلوع شمس سے قبل پالی تو اس نے ساری نمازِ صبح پالی اور جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت غروب شمس سے پہلے پالی تو اس نے پوری نمازِ عصر پالی۔''

٥١٧ـ أخرجه البخاري، ح: ٥٥٦ (انظر الحديث السابق) عن أبي نعيم الفضل بن دكين به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٠٤، ومسلم، ح: ٦٠٧ من طريق آخر عن أبي سلمة به، كما تقدم في الحديث السابق.

٥١٨ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب من أدرك من الفجر ركعةً، ح: ٥٧٩، ومسلم، المساجد، باب من أدرك ركعةً من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، ح: ٦٠٨/ ١٦٣ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيىٰ): ١/ ٦، والكبرٰى، ح: ١٥٠٢.

٥١٩- أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَدِّهِ مُعَاذٍ: أَنَّهُ طَافَ مَعَ مُعَاذِ ابْنِ عَفْرَاءَ فَلَمْ يُصَلِّ فَقُلْتُ: أَلَا تُصَلِّي؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ، وَلَا بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ».

٥١٩- حضرت معاذ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا اور (دو رکعت) نماز نہ پڑھی۔ میں نے کہا: آپ (طواف کی دو رکعت) نماز نہیں پڑھیں گے؟ وہ فرمانے لگے: تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''عصر کے بعد (نفل) نماز نہ پڑھی جائے حتی کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کے بعد بھی (نفل) نماز نہ پڑھی جائے حتی کہ سورج طلوع ہو جائے۔''

فائدہ: مذکورہ روایت ضعیف الاسناد ہے' تاہم نماز عصر اور نماز فجر کے بعد طواف کرنے کی صورت میں طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا جائز ہے جیسا کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بنی عبد مناف! کوئی شخص رات یا دن میں جس وقت بھی اس گھر کا طواف کرنا اور نماز پڑھنا چاہے' تم اسے منع نہ کرنا۔'' (سنن أبي داود' المناسك' حديث:١٨٩٤) بنا بریں اس فرمان نبوی سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ میں عصر کے بعد اور اسی طرح فجر کے بعد طواف جائز ہے' چنانچہ اس کے بعد ان ممنوعہ اوقات میں طواف کی دو رکعتیں بھی جائز ہوں گی' البتہ عصر اور فجر کے بعد مطلق نفل نماز پڑھنے کی ممانعت دیگر احادیث سے ثابت ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' حديث:٥٨٦' وصحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث: ٨٢٧) مگر فرض یا فوت شدہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ظہر رہتی ہو تو عصر کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ صبح کی سنتیں رہتی ہوں تو فجر کی نماز کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہیں' اسی طرح تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ اس مسئلے کی وضاحت کے لیے دیکھیے' حدیث:٥٨٦ اور اس کا فائدہ۔

(المعجم ١٢) - أَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ (التحفة ٣٦)

باب:١٢- نماز مغرب کا اول وقت

٥٢٠- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ سُفْيَانَ

٥٢٠- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے نمازوں

٥١٩ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٤/ ٢١٩ من حديث شعبة به * نصر مستور، وفيه علة أخرى، انظر الإصابة: ٣/ ٤٢٨ ت: ٨٠٣٩.

٥٢٠ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، ح: ٦١٣/ ١٧٦ من حديث سفيان الثوري به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥١٥.

الـثَّوْرِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: «أَقِمْ مَعَنَا هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ» فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ عِنْدَ الْفَجْرِ فَصَلَّى الْفَجْرَ، ثُمَّ أَمَرَهُ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَمَرَهُ حِينَ رَأَى الشَّمْسَ بَيْضَاءَ فَأَقَامَ الْعَصْرَ، ثُمَّ أَمَرَهُ حِينَ وَقَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَمَرَهُ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ أَمَرَهُ مِنَ الْغَدِ فَنَوَّرَ بِالْفَجْرِ ثُمَّ أَبْرَدَ بِالظُّهْرِ وَأَنْعَمَ أَنْ يُبْرِدَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ وَأَخَّرَ عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَصَلَّاهَا ثُمَّ قَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ؟ وَقْتُ صَلَاتِكُمْ مَا بَيْنَ مَا رَأَيْتُمْ».

کے اوقات کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''ہمارے پاس آئندہ دو دن ٹھہرو۔'' آپ نے (پہلے دن) بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انھوں نے فجر ہوتے ہی اقامت کہی اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر جونہی سورج ڈھلا تو آپ نے انھیں اقامت کا حکم دیا اور ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر جب سورج کو سفید دیکھا (تپش دوپہر سے کم ہوئی) تو اقامت کا حکم دیا اور عصر کی نماز پڑھی۔ پھر جب سورج کا آخری کنارہ ڈوب گیا تو اقامت کا حکم دیا اور مغرب کی نماز پڑھائی۔ پھر جب سورج کی سرخی غائب ہوگئی تو عشاء کی اقامت کہلوائی۔ پھر اگلے دن اسے (تاخیر کا) حکم دیا اور فجر کو روشنی میں پڑھا۔ پھر ظہر کو ٹھنڈا کیا اور خوب اچھی طرح ٹھنڈا کیا۔ پھر عصر کی نماز پڑھی جب کہ سورج ابھی سفید تھا (زرد نہ ہوا تھا۔) ویسے پہلے دن سے مؤخر کیا۔ پھر شفق (سرخی) غائب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر آپ نے ان (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا تو انھوں نے عشاء کی اقامت کہی جب کہ تہائی رات گزر چکی تھی اور آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: ''کہاں ہے وہ شخص جس نے نمازوں کے اوقات کے بارے میں پوچھا تھا؟ (اسے لایا گیا تو آپ نے فرمایا:) تمھاری نمازوں کے اوقات ان (دو دنوں کی نمازوں) کے درمیان ہیں جو تم نے دیکھے۔''

فوائد و مسائل: ① اس سے ملتی جلتی کئی روایات گزر چکی ہیں۔ ایک حدیث کے اجمال کو دوسری حدیث کی تفصیل سے حل کیا جا سکتا ہے۔ ② مغرب کی نماز کے اول وقت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ غروب شمس ہے اور آخری وقت غیوب شفق ہے۔ ③ دین کے ضروری مسائل سے آگہی ہر مسلمان پر فرض ہے

لٰہذا خوب اہتمام اور ذوق شوق سے انھیں سیکھنا چاہیے۔ ④ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز کا ایک افضل وقت ہے اور ایک وقت جواز واختیار ⑤ عملی مشق، وضاحت کا بلیغ ترین نمونہ ہے۔ ⑥ کسی مصلحت شرعیہ کے پیش نظر نماز کو اوّل وقت سے مؤخر کرنا جائز ہے۔

(المعجم ١٣) - تَعْجِيلُ الْمَغْرِبِ (التحفة ٣٧)

باب:١٣- مغرب کو جلدی پڑھنا

٥٢١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَسَّانَ بْنَ بِلَالٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَسْلَمَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَرْجِعُونَ إِلٰى أَهَالِيهِمْ إِلٰى أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَرْمُونَ وَيُبْصِرُونَ مَوَاقِعَ سِهَامِهِمْ.

۵۲۱- بنو اسلم کے ایک شخص سے روایت ہے جو نبی ﷺ کے صحابہ میں سے تھے (فرماتے ہیں کہ) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر مدینہ منورہ کے دور دراز علاقوں میں اپنے گھر والوں کی طرف واپس لوٹتے (تو اتنی روشنی ہوتی تھی کہ) وہ تیر چلاتے تو تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے جس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز سورج غروب ہوتے ہی شروع کر دینی چاہیے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھنی چاہئیں ورنہ نماز پڑھتے پڑھتے اندھیرا ہوسکتا ہے۔ ② یہاں اصل مدینہ شہر مراد ہے اردگرد کی بستیاں نہیں کیونکہ وہ تو کئی کئی میل دور تھیں۔

(المعجم ١٤) - تَأْخِيرُ الْمَغْرِبِ (التحفة ٣٨)

باب:١۴- مغرب کو تاخیر سے پڑھنا

٥٢٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَيْرِ بْنِ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنِ ابْنِ هُبَيْرَةَ، عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الْعَصْرَ بِالْمُخَمَّصِ قَالَ: «إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ

۵۲۲- حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مُخَمَّص مقام میں عصر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا: ''تحقیق یہ نماز تم سے پہلے لوگوں (بنی اسرائیل) پر مقرر کی گئی تھی مگر وہ اسے ضائع کر بیٹھے (بروقت ادا نہ کی۔) جو آدمی اسے پابندی سے بروقت ادا

٥٢١ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٥/ ٣٧١ عن محمد بن جعفر عن شعبة به.

٥٢٢ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، ح: ٨٣٠/ ٢٩٢ عن قتيبة به.

عُرِضَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَضَيَّعُوهَا، وَمَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَهَا حَتَّى يَطْلُعَ الشَّاهِدُ»
وَالشَّاهِدُ: النَّجْمُ.

کرے گا' اسے دہرا اجر ملے گا اور اس کے بعد (نفل) نماز جائز نہیں حتی کہ شاہد طلوع ہو۔'' شاہد سے مراد ستارہ ہے۔

فوائد ومسائل: ① مؤلف رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ستارے غروب سے کچھ دیر بعد نظر آنے لگتے ہیں' لہٰذا مغرب کو دیر سے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر اس استدلال میں کمزوری ہے' اس لیے کہ اگر یہ مطلب مراد ہوتو مغرب کی نماز کو دیر سے پڑھنا واجب ہوگا کیونکہ اس سے قبل نماز کی نفی کی گئی ہے' جب کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو رسول اکرم ﷺ کی ترغیب سے سورج غروب ہوتے ہی اذان کے بعد نوافل ادا کیا کرتے تھے اور یہ ترغیب صحیح بخاری جیسی مستند کتاب کی روایات سے ثابت ہے۔ (صحيح البخاري' التهجد' حديث:١١٨٣) لہٰذا اس حدیث میں طلوع شاہد سے غروب شمس کا وقت مراد ہے کیونکہ غروب شمس ستاروں کے نظر آنے کا سبب ہے' نیز (ستارہ) سے مراد بھی تمام ستارے نہیں بلکہ وہ چمک دار ستارہ مراد ہے جو غروب شمس کے ساتھ ہی نظر آنے لگتا ہے۔ والله أعلم. ② اس حدیث سے نماز عصر کی فضیلت اور عظمت معلوم ہوتی ہے کہ گزشتہ امتوں پر بھی یہ فرض کی گئی اور انھیں اس کی محافظت کا حکم دیا گیا۔ ③ نماز عصر کو پابندی سے وقت پر ادا کرنے والے کے لیے دہرا اجر ہے۔

(المعجم ١٥) - آخِرُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ (التحفة ٣٩)

باب:١٥- مغرب کا آخری وقت

٥٢٣- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَزْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ شُعْبَةُ: كَانَ قَتَادَةُ يَرْفَعُهُ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا لَا يَرْفَعُهُ، قَالَ: «وَقْتُ صَلَاةِ الظُّهْرِ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ ثَوْرُ

٥٢٣- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے...... (راویٔ حدیث) شعبہ کہتے ہیں کہ قتادہ مذکورہ روایت کو کبھی مرفوع بیان کرتے ہیں اور کبھی مرفوع بیان نہیں کرتے...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظہر کی نماز کا وقت باقی رہتا ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو اور عصر کی نماز کا وقت باقی رہتا ہے جب تک سورج زرد نہ ہو اور مغرب کی نماز کا وقت باقی رہتا ہے جب تک سرخی کی زیادتی ختم نہ ہو اور عشاء کا وقت باقی رہتا ہے

٥٢٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، ح: ٦١٢/ ١٧٢ من حديث شعبة به.

الشَّفَقِ، وَوَقْتُ الْعِشَاءِ مَا لَمْ يَنْتَصِفِ اللَّيْلُ وَوَقْتُ الصُّبْحِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ».

جب تک رات نصف نہ ہو اور صبح کا وقت باقی رہتا ہے جب تک سورج طلوع نہ ہو۔‘‘

فائدہ: مغرب کا آخری وقت سورج کی سرخی غائب ہونے تک ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ واحد فقیہ ہیں جنھوں نے شفق کے معنی سرخی کی بجائے سفیدی کیے ہیں جو سرخی کے بعد ہوتی ہے مگر یہ لغت اور عرف کے خلاف ہے۔ ان کے شاگرد بھی ان سے متفق نہیں ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ موقوفاً مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: [اَلشَّفَقُ الْحُمْرَةُ] ’’شفق سے مراد سرخی ہے۔‘‘ (سنن الدارقطني (محقق): ١/٥٨٨) دراصل یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے مغرب کے وقت کو فجر کے وقت پر قیاس کیا ہے۔ فجر کا وقت بالاتفاق سفیدی سے شروع ہوتا ہے۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں نمازیں رات کے اول اور آخر کنارے کی نمازیں ہیں، لہٰذا ایک جیسی ہونی چاہئیں مگر صریح نص کی موجودگی میں قیاس ناقابل تسلیم ہے۔

٥٢٤- أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَأَحْمَدُ ابْنُ سُلَيْمَانَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ بَدْرِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ: أَمْلَى عَلَيَّ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ سَائِلٌ يَسْأَلُهُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ بِالْفَجْرِ حِينَ انْشَقَّ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالظُّهْرِ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْقَائِلُ يَقُولُ: اِنْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ أَعْلَمُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْمَغْرِبِ حِينَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْعِشَاءِ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْفَجْرِ مِنَ الْغَدِ حِينَ انْصَرَفَ وَالْقَائِلُ يَقُولُ: طَلَعَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ أَخَّرَ

٥٢٤- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آیا جو آپ سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔ آپ نے اسے کچھ جواب نہ دیا (بلکہ) جونہی فجر (پو) پھٹی، آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انھوں نے صبح کی اقامت کہی۔ پھر جب سورج ڈھلا تو آپ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے ظہر کی اقامت کہی اور کہنے والا کہتا تھا کہ دن نصف ہو گیا ہے جب کہ آپ خوب جانتے تھے۔ پھر آپ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے عصر کی اقامت کہی جب کہ سورج کافی بلند تھا۔ پھر آپ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے مغرب کی اقامت کہی، جونہی سورج غروب ہوا۔ پھر آپ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے عشاء کی اقامت کہی جب سرخی غائب ہوئی۔ پھر آپ نے انھیں اگلے دن فجر (کی اقامت) کا حکم دیا۔ جب (نماز سے)

٥٢٤- أخرجه مسلم، ح: ٦١٤/ ١٧٨ من حديث بدر بن عثمان به، انظر الحديث السابق.

الظُّهْرَ إِلٰى قَرِيبٍ مِنْ وَقْتِ الْعَصْرِ بِالْأَمْسِ، ثُمَّ أَخَّرَ الْعَصْرَ حِينَ انْصَرَفَ وَالْقَائِلُ يَقُولُ: اِحْمَرَّتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى كَانَ عِنْدَ سُقُوطِ الشَّفَقِ، ثُمَّ أَخَّرَ الْعِشَاءَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ: «اَلْوَقْتُ فِيمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ».

فارغ ہوئے تو کہنے والا کہتا تھا کہ سورج طلوع ہو گیا۔ پھر ظہر کی نماز کو گزشتہ کل کی عصر کے وقت کے قریب تک مؤخر کیا۔ پھر عصر کو مؤخر کیا حتی کہ جب فارغ ہوئے تو کہنے والا کہتا تھا: سورج سرخ ہو گیا۔ پھر مغرب کو مؤخر کیا حتی کہ سرخی غائب ہونے کو تھی۔ پھر عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کیا۔ پھر فرمایا: ''نمازوں کے اوقات ان دودنوں کی نمازوں کے درمیان ہیں۔''

٥٢٥- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ بَشِيرِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ، فَقُلْنَا لَهُ: أَخْبِرْنَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَذَاكَ زَمَنُ الْحَجَّاجِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ الْفَيْءُ قَدْرَ الشِّرَاكِ، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِينَ كَانَ الْفَيْءُ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَظِلِّ الرَّجُلِ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْغَدِ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ الظِّلُّ طُولَ الرَّجُلِ، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِينَ

۵۲۵- بشیر بن سلام نے کہا کہ میں اور حضرت محمد بن علی (باقر) رحمہ اللہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان سے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں بتایئے' اور یہ حجاج بن یوسف کا دور تھا۔ انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی جب سورج ڈھل گیا اور ابھی سایہ تسمے کے برابر تھا۔ پھر عصر کی نماز پڑھی جبکہ سایہ آدمی کے قد اور ایک تسمے کے برابر تھا (ایک مثل سے ایک تسمے کی مقدار کے برابر بڑا تھا۔) پھر مغرب کی نماز پڑھی جب سورج غروب ہو گیا۔ پھر عشاء کی نماز پڑھی جب سرخی غائب ہوئی۔ پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر طلوع ہوئی۔ پھر اگلے دن ظہر کی نماز پڑھی جب سایہ آدمی کے قد کے برابر تھا۔ پھر عصر کی نماز پڑھی جب آدمی کا سایہ دگنا ہو گیا اور اتنا وقت باقی تھا کہ ایک اونٹ سوار درمیانی تیز چال سے ذوالحلیفہ پہنچ سکتا تھا' پھر مغرب کی نماز پڑھی جب سورج ڈوب چکا تھا' پھر عشاء کی نماز تہائی

٥٢٥ـ [صحيح] حسين بن بشير مستور، لم يوثقه غير ابن حبان، وللحديث شواهد كثيرة، وفي رواية أبي داود: "ولم يعد إلى أن يسفر" فالإسفار منسوخ.

كَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ مِثْلَيْهِ قَدْرَ مَا يَسِيرُ الرَّاكِبُ سَيْرَ الْعَنَقِ إِلَى ذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِ اللَّيْلِ - شَكَّ زَيْدٌ - ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ.

یا نصف رات کے وقت پڑھی، پھر فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھی۔

فوائد و مسائل: ① ''سایہ تسمے کے برابر تھا'' یعنی دیواروں کی مشرقی جانب ابھی معمولی سا سایہ آیا تھا، جیسے دیوار کے ساتھ ساتھ تسمہ بچھا دیا جائے، یعنی باریک سی لائن کی طرح، گویا سورج ڈھلتے ہی۔ ② عصر کی نماز کے وقت یہی تسمہ مثل اول سے زائد تھا، یعنی معمولی سا زائد سایہ جو تسمے کی موٹائی کے برابر تھا۔ ③ مغرب کی نماز کا آخری وقت غروب شفق ہے جیسا کہ گزشتہ احادیث میں صراحت سے ذکر ہے مگر چونکہ مغرب کا وقت مختصر ہوتا ہے، اس لیے عموماً غروب شمس ہی کے ساتھ پڑھ لی جاتی ہے جیسا کہ اس حدیث میں دوسرے دن بھی غروب شمس ہی کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے، اس لیے بعض فقہاء نے کہہ دیا کہ مغرب کی نماز کا اول و آخر وقت ایک ہی ہے لیکن صحیح بات وہ ہے جو پیچھے بیان ہوئی۔

(المعجم ١٦) - كَرَاهِيَةُ النَّوْمِ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ (التحفة ٤٠)

باب:١٦-مغرب کی نماز کے بعد سونے کی کراہت

٥٢٦- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ: حَدَّثَنِي سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَرْزَةَ، فَسَأَلَهُ أَبِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَكَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ حِينَ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ

٥٢٦- حضرت سیار بن سلامہ بیان کرتے ہیں کہ میں (اپنے والد کے ساتھ) حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ میرے والد محترم نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کیسے پڑھا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ ظہر کی نماز، جسے تم اولیٰ (پیشین) کہتے ہو، اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھلتا تھا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ (نماز کے بعد) ہم میں سے کوئی شخص مدینے کی انتہائی دور والی مضافاتی بستی

٥٢٦- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب ما يكره من السمر بعد العشاء، ح: ٥٩٩ من حديث يحيى القطان، ومسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها وهو التغليس . . . الخ، ح: ٦٤٧ من حديث سيار ابن سلامة به، ورواه ابن ماجه، ح: ٦٧٥ عن محمد بن بشار به.

وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

میں اپنے گھر واپس پہنچ جاتا تھا جبکہ سورج ابھی زندہ ہوتا تھا' اور میں بھول گیا کہ مغرب کے بارے میں انھوں نے کیا فرمایا۔ اور آپ اچھا سمجھتے تھے کہ عشاء کی نماز کو' جسے تم عتمہ (اندھیری) کہتے ہو' دیر سے پڑھیں۔ اور آپ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اور آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو آدمی اپنے ہم نشین کو پہچان سکتا تھا۔ اور آپ ﷺ ساٹھ سے سو آیات تک (نماز فجر میں) تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① مغرب کی نماز کے بعد سونا اس لیے منع ہے کہ اس سے عشاء کی نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہے اور بعد میں باتیں کرنا اس لیے منع ہے کہ اس سے فجر کی نماز وقت یا جماعت سے رہ جانے کا خدشہ ہے۔ ② ظہر کو بعض لوگ اولیٰ کہتے تھے اور عصر کو آخرہ کیونکہ عصر بعد میں پڑھی جاتی ہے اور ظہر پہلے۔ فارسی میں بھی ظہر کو اسی لیے ''پیشین'' اور عصر کو ''دیگر'' کہا جاتا ہے۔ عشاء چونکہ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہے' اس لیے بعض لوگ اسے عتمہ (اندھیرے کی نماز) کہتے تھے' پھر وہ مغرب کو عشاء کہہ دیتے تھے۔ اس سے آپ نے سختی سے منع فرما دیا کیونکہ اس سے مغرب اور عشاء کے احکام میں اشتباہ پیدا ہوتا تھا۔

(المعجم ١٧) - أَوَّلُ وَقْتِ الْعِشَاءِ (التحفة ٤١)

باب:۱۷- عشاء کی نماز کا اول وقت

٥٢٧- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ

۵۲۷- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام زوال شمس کے وقت نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد (ﷺ)! اٹھیے اور ظہر کی نماز پڑھیے' جب سورج ڈھل گیا۔ پھر ٹھہرے حتی کہ جب آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تو وہ عصر کی نماز کے لیے آپ

٥٢٧ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في مواقيت الصلاة، عن النبي ﷺ، ح: ١٥٠ من حديث ابن المبارك به، وقال: "حسن صحيح غريب"، وله شواهد كثيرة، منها ما أخرجه الطبراني في الأوسط: ٤٠٣/٧، ٤٠٤، ح: ٦٧٨٣، وقال الهيثمي في المجمع: ١/ ٣٠٤ "إسناده حسن".

حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: قُمْ يَا مُحَمَّدُ! فَصَلِّ الظُّهْرَ حِينَ مَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ مَكَثَ حَتَّى إِذَا كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَهُ جَاءَهُ لِلْعَصْرِ فقَالَ: قُمْ يَا مُحَمَّدُ! فَصَلِّ الْعَصْرَ، ثُمَّ مَكَثَ حَتَّى إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ جَاءَهُ فَقَالَ: قُمْ يَا مُحَمَّدُ! فَصَلِّ الْمَغْرِبَ، فَقَامَ فَصَلَّاهَا حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ سَوَاءً، ثُمَّ مَكَثَ حَتَّى إِذَا ذَهَبَ الشَّفَقُ جَاءَهُ فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّ الْعِشَاءَ فَقَامَ فَصَلَّاهَا ثُمَّ جَاءَهُ حِينَ سَطَعَ الْفَجْرُ فِي الصُّبْحِ فَقَالَ: قُمْ يَا مُحَمَّدُ! فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ جَاءَهُ مِنَ الْغَدِ حِينَ كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَهُ فَقَالَ: قُمْ يَا مُحَمَّدُ! فَصَلِّ، فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ جَاءَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَيْهِ فَقَالَ: قُمْ يَا مُحَمَّدُ! فَصَلِّ فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ جَاءَهُ لِلْمَغْرِبِ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَقْتًا وَاحِدًا لَمْ يَزُلْ عَنْهُ فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ جَاءَهُ لِلْعِشَاءِ حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّ فَصَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَهُ لِلصُّبْحِ حِينَ أَسْفَرَ جِدًّا فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّ فَصَلَّى الصُّبْحَ فَقَالَ: «مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتٌ كُلُّهُ».

کے پاس آئے اور کہا: اے محمد (ﷺ)! اٹھیے اور عصر کی نماز پڑھیے۔ پھر کچھ دیر ٹھہرے حتی کہ جب سورج غروب ہو گیا تو پھر آئے اور کہا: اے محمد (ﷺ)! اٹھیے اور مغرب کی نماز پڑھیے۔ آپ اٹھے اور مغرب کی نماز پڑھی جب سورج پورا ڈوب گیا۔ پھر ٹھہرے حتی کہ جب سرخی غائب ہو گئی تو پھر آپ کے پاس آئے اور کہا: (اے محمد!) اٹھیے اور عشاء کی نماز پڑھیے۔ آپ اٹھے اور آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر آپ کے پاس آئے جب صبح کو فجر کی روشنی چمک اٹھی اور کہا: اٹھیے اے محمد (ﷺ)! اور نماز پڑھیے۔ آپ اٹھے اور صبح کی نماز پڑھی۔ پھر اگلے دن آپ کے پاس آئے جب ہر آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور کہا: اٹھیے اے محمد (ﷺ)! اور نماز پڑھیے تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے جب آدمی کا سایہ دگنا ہو گیا اور کہا: اٹھیے اے محمد (ﷺ)! اور نماز پڑھیے۔ تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر وہ مغرب کی نماز کے لیے آپ کے پاس آئے جب سورج غروب ہوا، کل والے وقت پر ہی اور کہا: اٹھیے اور نماز پڑھیے تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر وہ عشاء کی نماز کے لیے آپ کے پاس آئے جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر چکا تھا اور کہا: اٹھیے اور نماز پڑھیے تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر وہ صبح کی نماز کے لیے آپ کے پاس آئے جب خوب روشنی ہو چکی تھی اور کہا: اٹھیے اور نماز پڑھیے تو آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر جبریل کہنے لگے: تمام نمازوں کا وقت ان دو دونوں کی نمازوں کے درمیان میں ہے۔

فائدہ: عشاء کا اول وقت وہی ہے جو مغرب کا آخری وقت ہے، یعنی غروب شفق۔ (تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے حدیث: ۵۲۳)

(المعجم ١٨) - **تَعْجِيلُ الْعِشَاءِ** (التحفة ٤٢)

باب:۱۸-عشاء کی نماز جلدی پڑھنا

٥٢٨- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَسَنٍ قَالَ: قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا، كَانَ إِذَا رَآهُمْ قَدِ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ وَإِذَا رَآهُمْ قَدْ أَبْطَؤُا أَخَّرَ.

۵۲۸- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز پڑھتے تو سورج (زردی سے) صاف اور سفید ہوتا تھا اور مغرب کی نماز پڑھتے جب سورج ڈوب جاتا اور عشاء کی نماز (مختلف اوقات میں پڑھتے۔) جب دیکھتے کہ سب جمع ہو گئے ہیں تو جلدی پڑھ لیتے اور جب دیکھتے کہ انھوں نے تاخیر کی ہے تو دیر سے پڑھتے۔

فوائد و مسائل: ① [اَلْهَاجِرَة] ''نصف النہار'' سے مراد زوال کے فوراً بعد ہے۔ ② عشاء کی نماز میں ثلث لیل (تہائی رات) تک تاخیر مستحب ہے مگر نمازیوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر لوگ کام کاج والے ہوں جنھیں جلدی نیند آ جاتی ہے تو اول وقت میں پڑھ لی جائے تاکہ وہ نماز باجماعت سے محروم نہ ہوں۔ اگر فارغ قسم کے لوگ ہیں جو دیر سے سوتے ہیں تو ثلث لیل تک تاخیر کر لی جائے، مزید مجبوری ہو تو نصف رات تک تاخیر کر لیں۔ اس سے زیادہ تاخیر تو صرف اضطراری حالت ہی میں ہو سکتی ہے، مثلاً: کسی کو نیند آ گئی اور وہ سویا رہ گیا اور نماز نہ پڑھی گئی، تو وہ صبح تک پڑھ لے۔ گویا وقت استحباب ثلث لیل تک، وقت جواز نصف لیل تک اور وقت اضطرار فجر طلوع ہونے تک ہے۔ واللّٰہ أعلم.

(المعجم ١٩) - **بَابُ الشَّفَقِ** (التحفة ٤٣)

باب:۱۹-شفق (غروب آفتاب کے بعد کی سرخی) کا بیان

٥٢٨ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت صلاة المغرب، ح: ٥٦٠، ومسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها . . . الخ، ح: ٦٤٦/ ٢٣٣ عن محمد بن بشار به.

٥٢٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ رَقَبَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ إِيَاسٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيرٍ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِمِيقَاتِ هٰذِهِ الصَّلَاةِ عِشَاءِ الْآخِرَةِ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ.

۵۲۹-حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے انھوں نے فرمایا: میں سب لوگوں سے زیادہ اس نماز یعنی عشاء کے وقت کو جانتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ یہ نماز تیسری رات کا چاند غروب ہونے پر پڑھتے تھے۔

٥٣٠- أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هٰذِهِ الصَّلَاةِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ.

۵۳۰-حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! بلاشبہ میں اس نماز، یعنی عشاء آخرہ کے وقت کو سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ یہ نماز تیسری رات کا چاند غروب ہونے پر پڑھتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① تیسری رات کا چاند تقریباً اڑھائی گھنٹے کے بعد غروب ہوتا ہے۔ ② ان احادیث کی شفق سے کوئی مناسبت نظر نہیں آتی کیونکہ شفق تو تیسری رات کے چاند سے بہت قبل غروب ہو جاتی ہے۔ اصل میں یہ اشارہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کے اس موقف کی طرف ہے کہ شفق سے سفیدی مراد ہے نہ کہ سرخی جیسا کہ ان کی اس تبویب [ذِكْرُ مَا يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلَى أَنَّ الشَّفَقَ الْبَيَاضُ] (السنن الكبرىٰ للنسائي: ۱/۴۷۲) سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر سفیدی بھی اس سے بہت پہلے ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا اس سے امام صاحب رحمہ اللہ کا استدلال غیر واضح ہے۔ واللہ أعلم۔ صحیح بات یہ ہے کہ شفق سے مراد سورج غروب ہونے کے بعد افق پر ظاہر ہونے والی سرخی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبىٰ شرح سنن النسائي: ۷/۵۷-۶۰)

(المعجم ٢٠) - مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَأْخِيرِ الْعِشَاءِ (التحفة ٤٤)

باب: ۲۰-عشاء کی نماز دیر سے پڑھنا مستحب ہے

٥٢٩ـ [صحيح] انظر الحديث الآتي.

٥٣٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب وقت العشاء الآخرة، ح: ٤١٩، والترمذي، الصلاة، باب ماجاء في وقت صلاة العشاء الآخرة، ح: ١٦٥، ١٦٦ من حديث أبي عوانة به، وصححه أبوبكر بن العربي والنووي.

٥٣١- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ عَوْفٍ، عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: أَخْبِرْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَكَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ قَالَ: وَنَسِيتُ مَا قَالَ لِي فِي الْمَغْرِبِ قَالَ: وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ تُؤَخَّرَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ قَالَ: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

٥٣١- حضرت سیار بن سلامہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد محترم' حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ میرے والد محترم نے ان سے کہا: بتائیے رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کیسے پڑھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ دوپہر کی نماز (ظہر)' جسے تم اولیٰ (پیشین) کہتے ہو' اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے کہ ہم میں سے کوئی شخص (آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد) مدینے کی انتہائی دور والی مضافاتی بستی میں اپنے گھر کو جاتا تھا تو اس وقت بھی سورج زندہ ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ مغرب کے بارے میں آپ نے کیا فرمایا؟ اور آپ عشاء کی نماز' جسے تم عتمہ کہتے ہو' دیر سے پڑھنا اچھا سمجھتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور بعد میں باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے اور صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو آدمی اپنے ہم نشیں کو پہچان سکتا تھا اور آپ ساٹھ سے سو آیات تک نماز میں تلاوت فرماتے تھے۔

فائدہ: فوائد ومسائل کے لیے دیکھیے حدیث:٥٢٦۔

٥٣٢- أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ وَيُوسُفُ بْنُ سَعِيدٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَيُّ حِينٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَنْ أُصَلِّيَ الْعَتَمَةَ إِمَامًا أَوْ خِلْوًا؟ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ

٥٣٢- جناب ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا: کون سا وقت آپ زیادہ مناسب سمجھتے ہیں کہ میں اس میں عشاء کی نماز پڑھوں' خواہ امام ہوں یا اکیلا؟ انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک

٥٣١_[صحيح] تقدم، ح: ٤٩٦، ٥٢٦.

٥٣٢_ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب النوم قبل العشاء لمن غلب، ح: ٥٧١، ومسلم، المساجد، باب وقت العشاء وتأخيرها، ح: ٦٤٢/ ٢٢٥ من حديث ابن جريج به.

عَبَّاسٍ يَقُولُ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوا وَرَقَدُوا وَاسْتَيْقَظُوا، فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: اَلصَّلَاةَ اَلصَّلَاةَ! قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَهُ عَلٰى شِقِّ رَأْسِهِ [قَالَ: وَأَشَارَ] فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهِ، فَأَوْمَأَ إِلَيَّ كَمَا أَشَارَ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَبَدَّدَ لِي عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهِ بِشَيْءٍ مِنْ تَبْدِيدٍ، ثُمَّ وَضَعَهَا فَانْتَهٰى أَطْرَافُ أَصَابِعِهِ إِلٰى مُقَدَّمِ الرَّأْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يَمُرُّ بِهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامَاهُ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ ثُمَّ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ الْجَبِينِ لَا يَقْصُرُ وَلَا يَبْطُشُ شَيْئًا إِلَّا كَذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ لَّا يُصَلُّوهَا إِلَّا هٰكَذَا.

رات رسول اللہ ﷺ نے عشاء کو مؤخر کیا حتی کہ لوگ سو گئے' پھر جاگے (مگر آپ ابھی تک تشریف نہ لائے تھے' لہٰذا) پھر سو گئے' پھر جاگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پکارا: (اے اللہ کے رسول!) نماز! نماز! (نماز کے لیے تشریف لائیے!) عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پھر اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اب بھی آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور آپ نے اپنا ہاتھ سر کی ایک جانب رکھا ہوا تھا' پھر آپ نے اشارہ کیا۔ (ابن جریج نے کہا:) میں نے عطاء سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک کس طرح سر پر رکھا ہوا تھا؟ عطاء نے میرے سامنے اس طرح اشارہ کیا جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔ عطاء نے اپنی انگلیاں کچھ کھولیں' پھر انھیں سر پر رکھا کہ آپ کی انگلیوں کے کنارے سر کے اگلے حصے تک پہنچتے تھے' پھر اس (عطاء) نے اپنی انگلیاں ملالیں اور انھیں اس طرح سر پر سے گزارا کہ آپ کے انگوٹھے کان کے اس کنارے کو لگے جو چہرے کی جانب ہے' پھر کنپٹی اور ماتھے کے کنارے کو لگے۔ وہ ذرہ بھر بھی کمی بیشی نہ کرتے تھے بلکہ بالکل اسی طرح' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انھیں حکم دیتا کہ وہ ضرور اسی وقت نماز پڑھا کریں۔''

فوائد و مسائل: ① ''لوگ سو گئے۔'' اس سونے سے مراد وہ نیند ہے جس سے شعور اور ادراک ختم نہیں ہوتا جسے ہماری زبان میں اونگھ کہتے ہیں' یعنی سخت اونگھ آ گئی' بیٹھے' کھڑے اور لیٹے تمام حالتوں میں یہ حالت طاری

ہو سکتی ہے کیونکہ یہاں حقیقی نیند' جس سے ادراک اور انسانی شعور ختم ہو جاتا ہے' مراد لینا درست نہیں لگتا کیونکہ اس میں وضو ٹوٹ جاتا ہے' خواہ وہ جس حالت میں بھی آئی ہو۔ ② رسول اللہ ﷺ نہا کر تشریف لائے تھے اور اپنے سر کے بالوں سے پانی نچوڑ رہے تھے جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطاء رحمہ اللہ نے اشارے سے سمجھایا اور تفصیل سے ہاتھ گزار کر واضح کیا۔ سر کے لمبے بالوں سے اسی طرح پانی نچوڑا جاتا ہے۔ ③ ''اگر خطرہ نہ ہوتا'' معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقتدی حضرات کو تاخیر میں مشقت ہو تو نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے ورنہ دیر سے پڑھنا اچھا ہو گا۔ نمازوں کے اوقات کی وسعت دراصل لوگوں کی مجبوریوں کے پیش نظر ہے۔ واللہ أعلم.
④ سلف صالحین نمازوں کو ان کے اولیٰ اور افضل اوقات میں پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے۔ ⑤ مفتی پر لازم ہے کہ اپنے فتوے کو قرآن وسنت کے دلائل سے مزین کرے اور سائل کے لیے ضروری ہے کہ وہ جواب کو نہایت توجہ اور انہماک سے سنے تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ کر کما حقہ آگے بیان کر سکے۔ ⑥ امت محمدیہ کی فضیلت ہے کہ نماز عشاء کو صرف اس امت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جیسا کہ سنن ابوداود کی روایت میں ہے: [فَإِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلٰى سَائِرِ الْأُمَمِ، وَلَمْ تُصَلِّهَا أُمَّةٌ قَبْلَكُمْ] ''یقیناً تمھیں اس نماز (عشاء) کے ذریعے سے تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے' تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٤٢١)

٥٣٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الْمَكِّيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَنَادٰى: اَلصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللهِ! رَقَدَ النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْمَاءُ يَقْطُرُ مِنْ رَأْسِهِ وَهُوَ يَقُولُ: «إِنَّهُ الْوَقْتُ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي».

٥٣٣- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز مؤخر کی حتی کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے پکارا۔ اے اللہ کے رسول! نماز کے لیے تشریف لائیے۔ عورتیں اور بچے سو گئے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو پانی کے قطرے آپ کے سر سے گر رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے: ''یہ ہے عشاء کی نماز کا اصل وقت' اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خطرہ نہ ہوتا۔''

٥٣٣- [صحيح] انظر الحديث السابق، وأخرجه البخاري، التمني، باب ما يجوز من اللَّو، ح: ٧٢٣٩ من حديث عمرو بن دينار به.

٥٣٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ.

۵۳۴- حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کو دیر سے پڑھا کرتے تھے۔

٥٣٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وَالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ».

۵۳۵- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انھیں عشاء کی نماز مؤخر کرنے اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“

(المعجم ٢١) - آخِرُ وَقْتِ الْعِشَاءِ (التحفة ٤٥)

باب:۲۱- عشاء کی نماز کا آخری وقت

٥٣٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ حِمْيَرٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَبْلَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ [ح:] وَأَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ شُعَيْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعَتَمَةِ فَنَادَاهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَالَ: «مَا يَنْتَظِرُهَا غَيْرُكُمْ» وَلَمْ يَكُنْ يُصَلَّى يَوْمَئِذٍ إِلَّا

۵۳۶- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز مؤخر کی تو حضرت عمر ؓ نے آپ (ﷺ) کو پکارا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ”تمھارے علاوہ کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔“ اور ان دنوں مدینہ منورہ کے علاوہ کہیں نماز نہ پڑھی جاتی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اس نماز کو سرخی غائب ہونے سے لے کر تہائی رات تک پڑھو۔“ یہ الفاظ ابن حمیر کے ہیں۔

٥٣٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب وقت العشاء وتأخيرها، ح: ٦٤٣ عن قتيبة به.

٥٣٥ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب السواك، ح: ٢٥٢ من حديث سفيان بن عيينة به.

٥٣٦ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب وضوء الصبيان ومتى يجب عليهم الغسل والطهور . . . الخ، ح: ٨٦٢ من حديث شعيب بن أبي حمزة، ومسلم، المساجد، باب وقت العشاء وتأخيرها، ح: ٦٣٨ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥١٦.

بِالْمَدِينَةِ ثُمَّ قَالَ: «صَلُّوهَا فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ». وَاللَّفْظُ لِابْنِ حِمْيَرٍ.

فوائد ومسائل: ① عشاء کا افضل وقت تہائی رات، وقتِ جواز نصف رات اور وقت اضطرار طلوع فجر تک رہتا ہے۔ (مزید فوائد کے لیے دیکھیے حدیث: نمبر ۴۸۳، ۵۲۸، ۵۳۲) ② چھوٹا بڑے کو کسی کام پر تنبیہ کر سکتا ہے۔ ③ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر شوق سے جماعت میں حاضر ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے بچے بھی با جماعت نماز کے لیے حاضر ہوتے۔ یہ چیز ان کی اعمال صالحہ پر شدید حرص اور اشتیاق پر دلالت کرتی ہے۔

٥٣٧- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ ح: وَأَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْمُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أُمِّ كُلْثُومِ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ وَحَتّٰى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى وَقَالَ: «إِنَّهُ لَوَقْتُهَا لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي».

۵۳۷- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز کو مؤخر فرمایا حتی کہ بہت رات گزر گئی اور مسجد والے (خصوصاً عورتیں اور بچے) سو گئے، پھر آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی اور فرمایا: ”بلاشبہ یہی ہے اس کا (اصل) وقت اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خطرہ نہ ہوتا۔“

فائدہ: ”بہت رات“ اس سے مراد اکثر رات نہیں کیونکہ نصف رات کے بعد تو وقت جواز نہیں رہتا۔ صحیحین (بخاری اور مسلم) کی احادیث میں صراحت ہے کہ نصف رات ختم نہ ہوئی تھی۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: ٦٠٠ و صحيح مسلم، المساجد، حديث: ٦٤٠) لہٰذا اس سے مراد رات کا کافی حصہ ہے۔ اصل وقت سے مراد یہ ہے کہ اگر نیند کا لحاظ نہ رکھا جائے تو نماز آدھی رات کو ہونی چاہیے تھی، جس طرح ظہر کی نماز دوپہر کو ہوتی ہے، مگر نیند کا لحاظ رکھتے ہوئے اب اس کا افضل وقت تہائی رات تک ہے۔

٥٣٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: ۵۳۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے،

٥٣٧_ أخرجه مسلم، ح: ٦٣٨/ ٢١٩ (انظر الحديث السابق) من حديث حجاج بن محمد به.

٥٣٨_ أخرجه مسلم، ح: ٦٣٩ (انظر الحديثين السابقين) عن إسحاق بن إبراهيم، والبخاري، مواقيت الصلاة، ◀◀

أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِعِشَاءِ الْآخِرَةِ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَقَالَ حِينَ خَرَجَ: «إِنَّكُمْ تَنْتَظِرُونَ صَلَاةً مَا يَنْتَظِرُهَا أَهْلُ دِينٍ غَيْرُكُمْ وَلَوْلَا أَنْ يَثْقُلَ عَلٰى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ». ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ ثُمَّ صَلّٰى.

انھوں نے فرمایا: ہم ایک رات بہت دیر تک عشاء کی نماز کے لیے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے رہے۔ جب تہائی یا اس سے کچھ زیادہ رات گزر گئی تو آپ تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا: ”تم ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا انتظار تمھارے علاوہ کسی اور دین والے نہیں کر رہے ہیں اور اگر میری امت پر اس وقت نماز پڑھنا بوجھل نہ ہوتا تو میں یقیناً انھیں اس وقت نماز پڑھاتا۔“ پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے اقامت کہی، پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

فائدہ: مزید فوائد و مسائل کے لیے دیکھیے: حدیث: ۵۳۷،۴۸۳۔

٥٣٩- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ ثُمَّ لَمْ يَخْرُجْ إِلَيْنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَخَرَجَ فَصَلّٰى بِهِمْ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا وَأَنْتُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ، وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسُقْمُ السَّقِيمِ لَأَمَرْتُ بِهٰذِهِ الصَّلَاةِ أَنْ تُؤَخَّرَ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ».

۵۳۹- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف نہیں نکلے حتی کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا، پھر آپ تشریف لائے اور انھیں (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو) نماز پڑھائی، پھر فرمایا: ”لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے مگر تم نماز ہی میں رہے جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے اور اگر کمزور کی کمزوری اور بیمار کی بیماری مدنظر نہ ہوتی تو میں اس نماز کو نصف رات تک مؤخر کرنے کا حکم دیتا۔“

٥٤٠- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا

۵۴۰- حضرت حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس

◄◄ باب النوم قبل العشاء لمن غلب، ح: ٥٧٠ من حديث نافع به.

٥٣٩ـ [إسناده صحيح] أخرجه ابن ماجه، الصلاة، باب وقت صلاة العشاء، ح: ٦٩٣ عن عمران بن موسى الليثي به، وأخرجه أبوداود، ح: ٤٢٢ من حديث داود بن أبي هند به. * عبدالوارث هو ابن سعيد.

٥٤٠ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد، ح: ٦٦١ من حديث ◄◄

إِسْمَاعِيلُ ح: وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا؟ قَالَ: نَعَمْ، أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ إِلٰى قَرِيبٍ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَنْ صَلَّى أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ [ثُمَّ] قَالَ: «إِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوهَا» قَالَ أَنَسٌ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيصِ خَاتَمِهِ. فِي حَدِيثِ عَلِيٍّ - وَهُوَ ابْنُ حُجْرٍ -: إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ.

رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا نبی ﷺ نے انگوٹھی بنوائی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں' آپ نے ایک رات عشاء کی نماز تقریباً نصف رات تک مؤخر کی۔ جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے اپنا چہرہ ہماری طرف کیا اور فرمایا: ''تم جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے' نماز ہی میں رہے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اب بھی آپ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ علی' یعنی ابن حجر کی حدیث کے الفاظ ہیں: ''نصف رات تک۔''

فوائد و مسائل: ① ''لوگ نماز پڑھ کر سو گئے۔'' جب کہ تم عشاء کی نماز کی وجہ سے نیند اور آرام کو مؤخر کرتے ہو اور صرف نماز کے انتظار میں جاگتے ہو' لہٰذا مغرب سے عشاء کی نماز تک کا وقت ثواب کے لحاظ سے نماز کی طرح ہے۔ اگر نماز سے نماز عشاء مراد ہے تو لوگوں سے مراد مدینہ منورہ کی دوسری مساجد کے لوگ ہوں گے جہاں نماز عشاء جلدی پڑھ لی جاتی تھی۔ اس صورت میں یہ مسجد نبوی کے نمازیوں کی فضیلت ہے۔ ② ''انگوٹھی کی چمک'' نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی' نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ یہ انگوٹھی آپ نے مہر لگانے کے لیے بنوائی تھی۔ معلوم ہوا کہ مرد انگوٹھی پہن سکتا ہے لیکن شرط ہے کہ چاندی کی ہو نہ کہ سونے کی۔ واللہ أعلم. ③ انگوٹھی کے نگینے پر نام وغیرہ کندہ کروایا جا سکتا ہے۔ ④ وعظ و نصیحت کرتے وقت امام کا مقتدیوں کی طرف متوجہ ہونا مسنون عمل ہے۔

(المعجم ٢٢) - اَلرُّخْصَةُ فِي أَنْ يُقَالَ لِلْعِشَاءِ الْعَتَمَةُ (التحفة ٤٦)

باب: ۲۲- عشاء کی نماز کو عتمہ (اندھیرے کی نماز) کہنا

٥٤١- **أَخْبَرَنَا** عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح: وَالْحَارِثُ

۵۴۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ اذان کہنے اور

◄◄ إسماعيل بن جعفر به.

٥٤١- أخرجه البخاري، الأذان، باب الاستهام في الأذان، ح: ٦١٥، ومسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول منها ... الخ، ح: ٤٣٧ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ٦٨، والكبرٰى، ح: ١٥٢١.

ابْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا وَلَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ عَلِمُوا مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا».

صف اول میں کھڑے ہونے کی فضیلت جان لیتے تو پھر قرعہ اندازی کے سوا کوئی چارۂ کار نہ پاتے اور ضرور (ان دو چیزوں کے لیے) قرعہ اندازی کرتے۔ اور اگر لوگ جان لیتے کہ ظہر کی نماز جلدی پڑھنے میں کیا فضیلت ہے تو ایک دوسرے سے آگے بڑھتے۔ اور اگر عتمہ (عشاء) اور صبح کی نماز کی فضیلت جانتے تو ضرور حاضر ہوتے، خواہ گھسٹ کر آنا پڑتا۔“

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے اذان اور پہلی صف کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے آدمی صف اوّل میں تب ہی کھڑا ہوسکتا ہے جب وہ مسجد میں پہلے آئے گا اور یہ بذات خود ایک فضیلت والا کام ہے، نیز امام کے قریب کھڑا ہونے سے اسے قراءت اچھی طرح سننے کا موقع ملے گا اور نماز میں اس کی توجہ اور خشوع وخضوع زیادہ ہوگا۔ ② اس حدیث سے نماز عشاء اور فجر کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان میں مشقت زیادہ ہے، اس لیے کہ یہ نیند کے اوقات ہیں ③ جائز امور میں قرعہ اندازی درست ہے۔

(المعجم ٢٣) - اَلْكَرَاهِيَةُ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٤٧)

باب: ٢٣- عشاء کی نماز کو عتمہ کہنا مکروہ ہے

٥٤٢- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ - هُوَ الْحَفَرِيُّ - عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي لَبِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ هٰذِهِ فَإِنَّهُمْ يُعْتِمُونَ عَلَى الْإِبِلِ وَإِنَّهَا الْعِشَاءُ».

٥٤٢- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اعراب (بدوی لوگ) تمھاری اس نماز (عشاء) کے نام کے سلسلے میں تم پر غالب نہ آجائیں۔ وہ اونٹوں کی وجہ سے اس نماز کو مؤخر کرتے ہیں۔ بلاشبہ اس نماز کا نام عشاء ہے۔“

٥٤٢ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب وقت العشاء وتأخيرها، ح: ٦٤٤ من حديث سفيان الثوري به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٢٢.

٥٤٣- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي لَبِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: «لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ أَلَا إِنَّهَا الْعِشَاءُ».

۵۴۳- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: ''یہ اعرابی (بدوی لوگ) تمھاری اس نماز کے نام (کے معاملے) میں تم پر غالب نہ آ جائیں۔ خبردار! بلاشبہ یہ عشاء ہے۔''

فوائد و مسائل: ① پچھلے باب والی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے خود عتمہ فرمایا ہے اور ان دو روایات میں اس سے روکا گیا ہے، لہٰذا یا تو پہلی روایت نہی سے پہلے کی ہوگی یا عتمہ کہنا جائز تو ہوگا مگر مناسب نہیں، یعنی مکروہ تنزیہی ہوگا کیونکہ قرآن مجید میں اس نماز کا نام صراحتاً عشاء ہے۔ اگر نام بدل گیا تو عشاء کی نماز کے احکام مجہول ہو جائیں گے۔ ② اعراب (بدوی لوگ) صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے تھے کہ عشاء کو عتمہ کہتے تھے بلکہ وہ مغرب کی نماز کو عشاء کہتے تھے۔ یہ تو قطعاً درست نہیں کیونکہ پھر تو عشاء کی نماز کے احکام مغرب پر جا لگیں گے اور بہت پیچیدگی پیدا ہو جائے گی۔ عشاء کو عتمہ کہنا تو وصف کی بنا پر ہے، اس لیے اس میں کچھ نرمی ہے مگر مغرب کو عشاء کہنا قطعاً درست نہیں ہے۔ ③ اعراب سے مراد وہ لوگ ہیں جو صحرا میں الگ تھلگ رہتے تھے۔ شہروں اور بستیوں سے دور اور ان کی تہذیب سے نفور۔ انھیں بدوی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ فصاحت و بلاغت اور خالص عربی زبان کے ماہر تھے۔

(المعجم ٢٤) - أَوَّلُ وَقْتِ الصُّبْحِ (التحفة ٤٨)

باب: ۲۴- صبح کی نماز کا اول وقت

٥٤٤- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّى

۵۴۴- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی جب صبح آپ کے لیے واضح ہوگئی۔

٥٤٣_ انظر الحديث السابق، وأخرجه مسلم من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٢٣.

٥٤٤_ أخرجه مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، ح: ١٢١٨ من حديث حاتم به مطولاً، وهذا طرف منه، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٢٥.

رَسُولُ اللهِ ﷺ الصُّبْحَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ .

فائدہ: صبح کی نماز کا اول وقت بلا اختلاف صبح صادق ہے۔ صبح صادق سے مراد روشنی کی وہ سفید پٹی ہے جو افق کے ساتھ ساتھ پھیلی ہوتی ہے۔ پھیلنے سے پہلے جب چند شعاعیں نیچے سے اوپر کو اٹھتی ہوئی نظر آتی ہیں' وہ صبح کاذب ہے۔ صبح کاذب نماز میں معتبر ہے نہ روزے میں بلکہ صبح صادق ہی اصل صبح ہے۔ روشنی واضح ہونے سے یہی مراد ہے۔

٥٤٥- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنْ وَقْتِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا مِنَ الْغَدِ أَمَرَ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ أَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى بِنَا فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَسْفَرَ ثُمَّ أَمَرَ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِنَا، ثُمَّ قَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ؟ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتٌ».

۵۴۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے صبح کی نماز کے وقت کے بارے میں پوچھا۔ جب اگلے دن صبح ہوئی تو جونہی پو پھٹی' آپ نے حکم دیا کہ نماز کی اقامت کہی جائے اور ہمیں نماز پڑھائی۔ جب اگلا دن ہوا تو آپ نے روشنی ہونے دی۔ پھر آپ نے حکم دیا تو نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے فرمایا: ''کہاں ہے وہ شخص جو نماز کے وقت کے بارے میں سوال کرتا تھا؟ ان دونوں کے درمیان وقت ہے۔''

فائدہ: پو پھٹنے سے مراد بھی صبح صادق ہی ہے۔

(المعجم ٢٥) - اَلتَّغْلِيسُ فِي الْحَضَرِ (التحفة ٤٩)

باب: ۲۵- حضر میں نماز صبح اندھیرے میں پڑھنی چاہیے

٥٤٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ

۵۴۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے

٥٤٥- [صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ١١٣ من حديث إسماعيل ابن علية عن حميد الطويل به، ورواه يحيى القطان (أحمد: ٣/ ١٨٢)، ومحمد بن عبدالله (أيضًا: ٣/ ١٨٩) عن حميد به، وللحديث شواهد كثيرة. * إسماعيل هو ابن جعفر في هذا السند، وهذا الحديث في الكبرى للنسائي، ح: ١٥٢٦.

٥٤٦- أخرجه البخاري، الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم، ح: ٨٦٧، ومسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها... الخ، ح: ٦٤٥/ ٢٣٢ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ٥/١، والكبرى، ح: ١٥٢٨.

يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ.

رسول ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی گھروں کو واپس جاتی تھیں اور اندھیرے کی بنا پر پہچانی نہ جاتی تھیں۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز عمومی طور پر اندھیرے میں شروع فرماتے اور اندھیرے ہی میں مکمل فرما لیتے، لہٰذا جب عورتیں پردے میں واپس جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے ان کی چال ڈھال کا اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ انھیں پہچانا جا سکے۔ ② عورتوں کی پہچان عموماً چال ڈھال سے ہوتی ہے کیونکہ وہ ہمیشہ پردے میں رہتی ہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ وہ چادروں کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں، غلط ہے۔ اگر یہ وجہ ہوتو پھر وہ دوپہر کو بھی نہ پہچانی جائیں کیونکہ چادر میں تو اس وقت بھی ہوں گی۔ دراصل وجہ اندھیرا ہی ہے، اس لیے بھی کہ اس روایت میں صراحتاً یہی علت بیان کی گئی ہے۔ ③ عورتیں کسی بھی نماز کے لیے مسجد میں آ سکتی ہیں۔ بعض حضرات کا رات اور دن کی نمازوں اور بوڑھی اور جوان عورت میں فرق کرنا بے دلیل ہے۔

٥٤٧- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنَّ النِّسَاءُ يُصَلِّينَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الصُّبْحَ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ فَيَرْجِعْنَ فَمَا [يَعْرِفُهُنَّ] أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ.

۵۴۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز اپنی چادروں میں لپٹ کر پڑھتی تھیں، پھر واپس جاتیں تو اندھیرے کی بنا پر کوئی انھیں پہچان نہیں سکتا تھا۔

(المعجم ٢٦) - اَلتَّغْلِيسُ فِي السَّفَرِ (التحفة ٥٠)

باب: ۲۶- سفر میں بھی نماز صبح اندھیرے میں پڑھنی چاہیے

٥٤٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ

۵۴۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی

٥٤٧ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها ... الخ، ح: ٦٤٥/ ٢٣٠ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، الصلاة، باب: في كم تصلي المرأة من الثياب؟، ح: ٣٧٢ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٢٧.

٥٤٨ـ أخرجه البخاري، صلاة الخوف، باب التبكير والغلس بالصبح ... الخ، ح: ٩٤٧ من حديث حماد بن زيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٢٩.

ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِغَلَسٍ وَهُوَ قَرِيبٌ مِنْهُمْ، فَأَغَارَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ» مَرَّتَيْنِ «إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ».

جب کہ آپ خیبر کے یہودیوں سے قریب تھے' پھر آپ نے ان پر حملہ کیا اور دو دفعہ فرمایا: "اللہ أکبر! خیبر ویران ہوا۔" (پھر فرمایا:) "بلاشبہ جب ہم کسی قوم کے صحن (میدان) میں اتر پڑتے ہیں تو ان ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بری ہو جاتی ہے۔"

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ نے حملہ صبح کے بعد کیا کیونکہ آپ صبح کی اذان کا انتظار فرماتے تھے۔ اگر اذان سنتے تو حملہ نہ کرتے تاکہ وہاں مسلمان حملے میں نہ مارے جائیں اور اگر اذان نہ سنتے تو حملہ کر دیتے کہ سب کافر ہیں۔ ② "خیبر ویران ہوا۔" یہ پیش گوئی ہو سکتی ہے جو واقعتاً پوری ہوئی۔ دعا بھی ہو سکتی ہے' پھر معنی ہوں گے "خیبر ویران ہو جائے۔" یہ جملہ بطور فال بھی ہو سکتا ہے کیونکہ جب نبی ﷺ خیبر پہنچے تو وہ آگے سے ٹوکرے اور کدالیں لے کر آ رہے تھے۔ ③ جن کفار کو پہلے اسلام کی دعوت دی جا چکی ہو' ان پر چڑھائی کرنا جائز ہے۔ ④ دشمن کا سامنا کرتے وقت اللہ اکبر کہنا مسنون عمل ہے۔

(المعجم ٢٧) - بَابُ الْإِسْفَارِ (التحفة ٥١)

باب:٢٧- فجر کی نماز روشنی میں بھی پڑھی جا سکتی ہے

٥٤٩- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ».

٥٤٩- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: "صبح (کی نماز) کو روشن کرو۔"

٥٥٠- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا أَبُو غَسَّانَ

٥٥٠- حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم انصار کے کئی بزرگوں سے بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ

٥٤٩ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب وقت الصبح، ح: ٤٢٤، وابن ماجه، الصلاة، باب وقت صلاة الفجر، ح: ٦٧٢ من حديث ابن عجلان به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٣٠، وصححه الترمذي، ح: ١٥٤، وابن حبان، والحديث منسوخ كما تقدم، ح: ٥٢٥.

٥٥٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه الطبراني في الكبير: ٤/ ٢٥١، ح: ٤٢٩٤ من حديث ابن أبي مريم عن أبي غسان محمد بن مطرف به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٣١، والحديث منسوخ كما تقدم في الحديث السابق.

قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رِجَالٍ مِنْ قَوْمِهِ مِنَ الْأَنْصَارِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا أَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ بِالْأَجْرِ».

نے فرمایا: ''فجر کی نماز پڑھتے پڑھتے تم جس قدر بھی روشنی کرو گے' وہ تمھارے لیے ثواب میں اضافے کا ذریعہ ہے۔''

فوائد ومسائل: ① ''روشن کرو'' کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ دیر کر کے پڑھو۔ یہ اگرچہ جائز ہے مگر افضل نہیں کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا طریقہ اندھیرے میں نماز پڑھنے کا تھا جیسے کہ اوپر بیان ہوا' اس لیے اس روایت کے کچھ اور مفہوم بھی بیان کیے گئے ہیں' مثلاً: نماز اندھیرے میں شروع کر کے لمبی قراءت کی جائے حتی کہ روشنی ہو جائے۔ دوسری روایت کے ترجمے میں یہی مفہوم اختیار کیا گیا ہے اور یہ آپ کے عمل کے مطابق بھی ہے۔ یا روشنی سے مراد افق (آسمان کے کنارے) پر روشنی ہے نہ کہ زمین پر' یعنی نماز اس وقت پڑھی جائے جب مشرقی افق روشن ہو جائے' البتہ زمین پر اندھیرا ہی ہوگا۔ یہ مفہوم بھی آپ کے طرز عمل سے مطابقت رکھتا ہے۔ یا یہ حکم ان مساجد کے لیے ہے جن میں بڑا مجمع ہوتا ہے' ہر قسم کے نمازی ہوتے ہیں اور وہ جلدی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یا یہ حکم چاندنی راتوں کے لیے ہے تاکہ صبح کے طلوع ہونے کا یقین ہو جائے۔ یا یہ حکم چھوٹی راتوں سے خاص ہے تاکہ لوگ آسانی سے جماعت کے ساتھ مل جائیں' جتنے مقتدی زیادہ ہوں گے' اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔ واللہ أعلم. ② دوسری روایت کا مطلب یہ ہے کہ نماز اندھیرے میں شروع ہو جائے' پھر پڑھتے پڑھتے روشنی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ یہ تو زیادہ ثواب والی بات ہے' مگر بعد میں کم از کم اتنا وقت سورج طلوع ہونے تک ضرور ہونا چاہیے کہ اگر ضرورت پڑے تو نیا وضو کر کے مسنون طریقے سے دوبارہ نماز باجماعت دہرائی جا سکے۔ مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(المعجم ٢٨) - بَابُ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ (التحفة ٥٢)

باب:۲۸-جس شخص نے صبح کی نماز سے ایک رکعت پالی......؟

٥٥١- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ:

۵۵۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے صبح کی نماز سے ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے قبل پالی تو اس نے نماز پا

٥٥١ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٤٧٤ عن يحيى بن سعيد القطان به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٩٨٥، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٣٥، وأخرجه البخاري، ح: ٥٧٩، ومسلم، ح: ٦٠٨ من حديث الأعرج به.

حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا، وَمَنْ أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا».

لی اور جس شخص نے عصر کی نماز سے ایک رکعت سورج غروب ہونے سے قبل پالی تو اس نے نماز پالی۔‘‘

٥٥٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْفَجْرِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا».

٥٥٢- حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص نے فجر کی ایک رکعت طلوع آفتاب سے قبل پالی تو اس نے نماز پالی اور جس شخص نے عصر کی ایک رکعت غروب آفتاب سے قبل پالی تو اس نے نماز پالی۔‘‘

فائدہ: تفصیل کے لیے حدیث نمبر ۵۱۵ اور اس کے فوائد ومسائل ملاحظہ فرمائیں۔

(المعجم ٢٩) - آخِرُ وَقْتِ الصُّبْحِ (التحفة ٥٣)

باب:۲۹-صبح کی نماز کا آخری وقت

٥٥٣- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَا: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي صَدَقَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ

٥٥٣- حضرت انس بن مالک ؓ سے منقول ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز پڑھتے تھے جب سورج ڈھلتا تھا۔ اور آپ عصر کی نماز تمھاری ان دو (ظہر اور عصر کی) نمازوں کے درمیان میں پڑھتے تھے۔ اور مغرب کی نماز پڑھتے جب سورج غروب ہوتا اور

٥٥٢_ أخرجه مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعةً من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، ح: ٦٠٩ من حديث ابن المبارك به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٣٣.

٥٥٣_ [صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ١٢٩ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٣٢ رواية محمد بن عبدالأعلى، وإسناده حسن. * أبوصدقة اسمه توبة، وثقه الذهبي، وروى عنه شعبة، وهو لا يروي إلا عن ثقة عنده غالبًا، وللحديث شواهد.

بَيْنَ صَلَاتَيْكُمْ هَاتَيْنِ، وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ قَالَ عَلَى إِثْرِهِ: وَيُصَلِّي الصُّبْحَ إِلَى أَنْ يَنْفَسِحَ الْبَصَرُ.

عشاء کی نماز پڑھتے جب سرخی غائب ہو جاتی۔ پھر انھوں نے اس کے بعد فرمایا کہ آپ صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہوتے جب نظر دور تک دیکھنے لگتی۔

فوائد و مسائل: ① اس دور میں لوگ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھنے لگے تھے' اس لیے فرمایا کہ آپ کی عصر کی نماز تمھاری آج کل کی ظہر اور عصر کے درمیان ہوتی تھی' یعنی تمھاری موجودہ عصر سے بہت پہلے پڑھ لیتے تھے۔ ② ''نظر دور تک دیکھنے لگتی۔'' یہ صبح کی نماز کا آخری وقت نہیں بلکہ آپ کی نماز کے اختتام کا وقت تھا' گویا صبح کی نماز کا مختار وقت ختم ہو جاتا۔

(المعجم ٣٠) - مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ (التحفة ٥٤)

باب: ٣٠- جس نے کسی نماز کی ایک رکعت پالی

٥٥٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ».

۵۵۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز کی ایک رکعت پالی' اس نے نماز پالی۔''

٥٥٥- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً فَقَدْ أَدْرَكَهَا».

۵۵۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز کی ایک رکعت پالی' اس نے نماز پالی۔''

٥٥٦- أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ

۵۵۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' نبی

٥٥٤_ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب من أدرك من الصلاة ركعةً، ح: ٥٨٠، ومسلم، المساجد، باب من أدرك ركعةً من الصلاة، ح: ٦٠٧ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ١٠، والكبرى، ح: ١٥٣٧.

٥٥٥_ أخرجه مسلم، ح: ٦٠٧ (انظر الحديث السابق) من حديث عبيدالله بن عمر به، وهو في الكبرى، ح: ١٥٣٦.

٥٥٦_ أخرجه مسلم من حديث الأوزاعي به، انظر الحديثين السابقين، وهو في الكبرى، ح: ١٥٣٨.

الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ الْعَطَّارُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَ ابْنُ سَمَاعَةَ - عَنْ مُوسَى ابْنِ أَعْيَنَ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ».

ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز کی ایک رکعت پالی' اس نے نماز پالی۔''

٥٥٧- أَخْبَرَنِي شُعَيْبُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ: حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً فَقَدْ أَدْرَكَهَا».

٥٥٧- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز کی ایک رکعت پالی' اس نے نماز پالی۔''

٥٥٨- أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْجُمُعَةِ أَوْ غَيْرِهَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ».

٥٥٨- حضرت سالم اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعہ یا کسی اور نماز کی ایک رکعت پالی تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔''

٥٥٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ التِّرْمِذِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ:

٥٥٩- حضرت سالم سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی بھی نماز کی ایک

٥٥٧- [صحيح] وهو في الكبرىٰ، ح: ١٥٣٩، وقال النسائي: "لا نعلم أحدًا تابع أبا المغيرة على قوله عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة، والصواب عن أبي سلمة عن أبي هريرة، وهذه علة غير قادحة، وللحديث شواهد كثيرة جدًا.

٥٥٨- [صحيح] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات والسنة فيها، باب ماجاء فيمن أدرك من الجمعة ركعةً، ح: ١١٢٣ من حديث بقية به، وللحديث شواهد كثيرة عند الدارقطني وغيره، راجع تسهيل الحاجة في تخريج سنن ابن ماجه، ح: ١١٢١.

٥٥٩- [صحيح] انظر الحديث السابق.

حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا إِلَّا أَنَّهُ يَقْضِي مَا فَاتَهُ».

رکعت پالی‘ اس نے نماز پالی مگر جتنی نماز اس سے رہ گئی ہے اسے پوری کرے گا۔‘‘

فوائد ومسائل: ① اس سے قبل کی احادیث صبح اور عصر کے بارے میں تھیں۔ اس باب کے تحت آنے والی احادیث عام نماز کے بارے میں ہیں کہ جس نماز کی بھی ایک رکعت وقت میں پڑھ لی جائے اور باقی رکعات بھی ساتھ پڑھ لی جائیں تو اگرچہ باقی رکعات وقت کے بعد ادا ہوئی ہیں مگر آغاز کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز‘ قضا کی بجائے ادا معتبر ہوگی۔ ② مزید یہ معلوم ہوا کہ نماز کے آخری وقت میں جو مسافر ہے‘ وہ سفر کی نماز ادا کرے گا اور جو اس وقت مقیم ہے‘ وہ گھر کی نماز پڑھے گا‘ خواہ بعد ہی میں پڑھے۔ اس وقت موت آجائے تو وہ نماز معاف ہو جائے گی اور اگر اس وقت کوئی بالغ ہو جائے یا حیض رک جائے یا مجنون تندرست ہو جائے تو وہ نماز ان پر واجب ہوگی‘ بشرطیکہ ایک رکعت کا وقت باقی ہو۔ ③ جمعہ کی نماز میں اگر کوئی شخص ایک رکعت میں مل جائے تو وہ جمعہ کی نماز پڑھے گا اور اگر ایک رکعت سے کم میں ملے تو اس حدیث کی رو سے جمعے کی بجائے ظہر کی چار رکعت پڑھے گا‘ مگر علمائے احناف کے نزدیک اگر جمعہ کی نماز کا سلام پھیرنے سے قبل کسی وقت بھی مل جائے تو جمعہ کی نماز (دو رکعت) ہی پڑھے گا۔ مذکورہ احادیث میں ایک رکعت کی تصریح ہے‘ لہٰذا نص کے مقابلے میں عقلی دلیل غیر معتبر ہے۔ ④ اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ ایک رکعت پالے‘ باقی بعد میں پڑھے تو کہا جائے گا کہ اس نے نماز باجماعت پڑھی ہے اگرچہ شروع سے ساتھ ملنے والا اور یہ شخص ثوابِ جماعت میں برابر نہیں ہو سکتے۔ ⑤ اگر کوئی شخص ایک رکعت کا وقت پائے تو اس پر وہ نماز واجب ہوگی اگر کم پائے تو نماز واجب نہ ہوگی۔ احناف کا خیال ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ کا وقت پالے‘ تب بھی نماز واجب ہوگی مگر یہ قول ان احادیث کے خلاف ہے۔ ⑥ بعض اہل علم نے یہاں ’’رکعت‘‘ کو رکوع کے معنی میں اور ’’صلاۃ‘‘ کو رکعت کے معنی میں کر کے یہ مفہوم نکالا ہے کہ جس شخص نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس نے رکعت پالی‘ مگر سوچنے کی بات ہے کہ کیا یہ معنی ایک خالی الذہن شخص کی سمجھ میں آتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تمام الفاظ کے حقیقی معانی کو چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینے کی دلیل کیا ہے؟ بغیر دلیل کے تاویل درست نہیں۔ بعض احادیث میں [رَكْعَةً وَّاحِدَةً] کے لفظ بھی ہیں جو اس تاویل کا صراحتاً رد کرتے ہیں۔ باقی رہی اس مسئلے کی تحقیق کہ رکوع کی رکعت معتبر ہے یا نہیں؟ تو وہ اپنے مقام پر آئے گی۔ إن شاء اللّٰه.

(المعجم ٣١) - اَلسَّاعَاتُ الَّتِي نُهِيَ عَنِ الصَّلَاةِ فِيهَا (التحفة ٥٥)

٥٦٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الصُّنَابِحِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلشَّمْسُ تَطْلُعُ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَهَا، فَإِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَهَا، فَإِذَا زَالَتْ فَارَقَهَا، فَإِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوبِ قَارَنَهَا، فَإِذَا غَرَبَتْ فَارَقَهَا، وَنَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِي تِلْكَ السَّاعَاتِ».

باب:٣١- وہ اوقات جن میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے

٥٦٠- حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کا سینگ بھی ہوتا ہے۔ پھر جب سورج بلند ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ پھر جب سورج سر پر آ جاتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ مل جاتا ہے اور جب سورج ڈھل جاتا ہے تو شیطان اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ پھر جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو شیطان پھر اس سے آ ملتا ہے اور جب غروب ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے روکا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① احادیث میں پانچ اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے: ❀ عین طلوع کے وقت حتی کہ سورج بقدر نیزہ بلند ہو جائے۔ ❀ نصف النہار کے وقت' یعنی جب سورج عین سر پر ہو۔ ❀ سورج کے زردی مائل ہونے سے لے کر غروب تک۔ ❀ نماز فجر کے بعد حتی کہ سورج طلوع ہو جائے۔ ❀ عصر کے بعد۔ تمام علماء ان اوقات میں بلا سبب فرائض و نوافل پڑھنے کی حرمت کے قائل ہیں۔ ہاں' اگر کوئی سببی نماز ہو' جیسے ضروری نماز جو پڑھ نہ سکا ہو' تحیۃ المسجد' وضو کی سنتیں' نماز کسوف' نماز استسقاء' طواف کی دو رکعتیں اور فرض نماز کی دوبارہ ادائیگی جبکہ مسجد میں موجود ہو اور نماز کی اقامت ہو جائے وغیرہ تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ سوائے فرائض کے باقی تمام نوافل' خواہ سببی ہوں یا غیر سببی' کی ممانعت کے قائل ہیں اور ان کی دلیل یہی ممانعت والی روایات کا عموم ہے جبکہ امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ ان ممنوعہ اوقات میں ہر اس نفل کی ادائیگی کے جواز کے قائل ہیں جس کی کوئی وجہ اور سبب ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ جب دو عموم آپس میں متعارض ہوں تو دیکھا جائے گا کہ کس عموم میں تخصیص ہوئی ہے' لہٰذا جو عموم تخصیص سے محفوظ ہے اسے کمزور عموم' یعنی العموم المخصوص پر مقدم کیا جائے گا۔ اس اصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب اس

٥٦٠_ [صحيح] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في الساعات التي تكره فيها الصلاة، ح: ١٢٥٣ من حديث زيد به، وهو في الموطأ(يحيیٰ): ١/ ٢١٩، والكبرٰى، ح: ١٥٤٢.

ممانعت سے فوت شدہ نماز مستثنیٰ ہے جو کہ یاد آنے یا بیدار ہونے پر پڑھ لی جاتی ہے' جب بھی یاد آئے یا جب بھی بیدار ہو کیونکہ حدیث میں اس کی اجازت ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے فجر کی دو سنتیں طلوع شمس کے بعد پڑھیں اور نوافل کی قضا آپ ﷺ نے عصر کے بعد ادا کی' لہٰذا جب ان مکروہ اوقات میں ان مذکورہ نمازوں کے پڑھنے کی اجازت شریعت میں ہے اور ان صورتوں کو مستثنیٰ کر لیا گیا ہے تو اس قسم کے دیگر نوافل جو اسباب کی وجہ سے پڑھے جاتے ہیں تو ان کی تخصیص کیوں نہیں ہو سکتی؟ اس لیے انسان جب بھی مسجد میں داخل ہو بلا کراہت تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے' ایسے ہی دیگر ضروریات کی بنا پر پڑھی جانے والی نمازوں کو ان ممنوعہ اوقات میں پڑھنا جائز ہو گا کیونکہ ان کی ادائیگی کے وقت اسباب پیش نظر ہوتے ہیں' لہٰذا کسی وقت کی قید کے بغیر جب بھی اسباب کا تقاضا ہو' نوافل پڑھنے جائز ہیں کیونکہ اگر اسباب کو نظر انداز کر دیا جائے تو بہت سے دینی مصالح ترک ہو جائیں گے اور یہ شریعت کا مزاج نہیں۔ اس طرح تمام دلائل کا تعارض رفع ہو جاتا ہے اور اس مسئلے میں وارد مختلف احادیث پر عمل بھی ممکن ہے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتاوی شیخ الإسلام: ۱۸۷/۳۳' وتوضیح الأحکام شرح بلوغ المرام: ۴۹۲/۱' والفقه الإسلامي وأدلته: ۵۲۴/۱' وشرح النسائي للإتیوبي: ۲۹۹/۷) ② شیطان کا طلوع اور غروب کے وقت سورج کے ساتھ مل جانا اس لیے ہے کہ لوگ ان اوقات میں سورج کی پوجا کرتے ہیں' حدیث میں ہے: [وَحِينَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ] ''اس وقت کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔'' (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' حدیث: ۸۳۲' وإرواء الغلیل: ۲۳۷/۲) شیطان چاہتا ہے کہ میری بھی پوجا ہو' لہٰذا وہ سورج اور اس کی پوجا کرنے والوں کے درمیان سورج کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ اور عین استوا کے وقت نماز سے ممانعت کی علت بھی حدیث میں منقول ہے' فرمایا: [فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ] ''کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔'' (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' حدیث: ۸۳۲) یہ تو حقیقی معنی ہیں اور اس میں کوئی چیز خلاف عقل یا بعید نہیں' البتہ بعض لوگ اسے استعارے پر محمول کرتے ہیں۔ ③ ان تین اوقات میں نفل نماز سے روکا گیا ہے نہ کہ رہ جانے والی فرض نماز سے' وہ تو پڑھی جا سکتی ہے جب بھی یاد یا جاگ آ جائے۔ لیکن عصر کے بعد ممانعت کے وقت کی ایک دوسری حدیث میں تخصیص وارد ہے اور وہ' وہ وقت ہے جب سورج زردی مائل ہو جائے' یعنی اس وقت کوئی نماز بلا وجہ پڑھنے سے ممانعت ہے' ہاں! جب تک عصر کے بعد سورج چمکتا اور روشن رہے' زردی مائل نہ ہوا ہو' مطلقاً نوافل پڑھے جا سکتے ہیں' اس کی دلیل آئندہ آنے والی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث (۵۷۴) ہے۔ دیکھیے: (حدیث: ۵۷۴' وإرواء الغلیل: ۲۳۷/۲' و شرح سنن النسائي للإتیوبي: ۳۶۳/۷) ④ شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ حدیث ان الفاظ: [فَإِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَهَا فَإِذَا زَالَتْ فَارَقَهَا] کے علاوہ صحیح ہے۔ دیکھیے: (إرواء الغلیل: ۲۳۸/۲)

٥٦١- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيِّ بْنِ رَبَاحٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ : ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا : حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ، وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ.

۵۶۱- حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: تین اوقات ایسے ہیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں نماز پڑھنے یا میت کے دفنانے سے منع کیا ہے: جب سورج روشن ہو کر طلوع ہو رہا ہو حتی کہ بلند ہو جائے اور جب سورج سر پر کھڑا ہو حتی کہ ڈھل جائے اور جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو حتی کہ غروب ہو جائے۔

فوائد و مسائل: ① امام احمد رحمہ اللہ نے ظاہر الفاظ کی بنا پر کہا ہے کہ ان تین اوقات میں میت کو دفن کرنا منع ہے، جب کہ دیگر اہل علم نے اس سے جنازہ مراد لیا ہے کیونکہ نماز سے مناسبت نماز جنازہ کی ہو سکتی ہے نہ کہ دفن کرنے کی، مگر [نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا] کے الفاظ سے دفن کے بجائے نماز جنازہ مراد لینا بعید معلوم ہوتا ہے۔ ② سورج کا سر پر کھڑا ہونا عرفی لحاظ سے ہے ورنہ حقیقت میں سورج نہیں رکتا، بڑی تیزی سے حرکت کرتا رہتا ہے۔

(المعجم ٣٢) - اَلنَّهْيُ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ (التحفة ٥٦)

باب:۳۲-صبح کی نماز کے بعد نفل پڑھنا منع ہے

٥٦٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

۵۶۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے عصر (کی نماز) کے بعد نماز پڑھنے سے روکا ہے حتی کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح (کی نماز) کے بعد بھی نماز سے روکا ہے حتی کہ سورج طلوع ہو جائے۔

٥٦١ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، ح: ٨٣١ من حديث موسى بن عُلَيّ، وابن ماجه، ح: ١٥١٩ من حديث عبدالله بن المبارك به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٤٣.

٥٦٢ـ أخرجه مسلم، ح: ٨٢٥ (انظر الحديث السابق) من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ٢٢١، والكبرٰى، ح: ١٥٤٥.

فائدہ: نماز سے نفل نماز مراد ہے' فرائض اور فوت شدہ نماز کی قضا ان اوقات میں درست ہے۔ مزید دیکھیے' حدیث: ۵۱۹ اور اس کا فائدہ۔

٥٦٣- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ عُمَرُ وَكَانَ مِنْ أَحَبِّهِمْ إِلَيَّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

۵۶۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے بہت سے اصحاب النبی ﷺ سے سنا ہے' ان میں حضرت عمر بھی شامل ہیں اور وہ مجھے ان سب میں سب سے زیادہ محبوب ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے روکا ہے حتی کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد بھی نماز پڑھنے سے روکا ہے حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔

(المعجم ٣٣) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ (التحفة ٥٧)

باب: ۳۳- سورج کے طلوع ہوتے وقت نماز پڑھنا منع ہے

٥٦٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّي عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا».

۵۶۴- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص قصداً طلوع و غروب شمس کے وقت نماز نہ پڑھے۔“

فائدہ: گویا ان اوقات میں قصداً نماز شروع کرنا درست نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے سے نماز پڑھ رہا ہے' اسی دوران میں سورج طلوع ہو جائے یا غروب ہو جائے یا سر پر آ جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی' وہ نماز جاری رکھے۔

٥٦٥- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ:

۵۶۵- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

٥٦٣ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، ح: ٨٢٦ من حديث هشيم، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس، ح: ٥٨١ من حديث قتادة به.

٥٦٤ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب لا تتحرى الصلاة قبل غروب الشمس، ح: ٥٨٥، ومسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، ح: ٨٢٨ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيىٰ): ٢٢٠/١.

٥٦٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٢٩ من حديث عبيدالله بن عمر به، وهو في الكبرىٰ، ح: ١٥٤٦.

حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ يُصَلَّى مَعَ طُلُوعِ الشَّمْسِ أَوْ غُرُوبِهَا.

رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ طلوع وغروب شمس کے وقت نماز پڑھی جائے۔

(المعجم ٣٤) - اَلنَّهْيُ عَنِ الصَّلَاةِ نِصْفَ النَّهَارِ (التحفة ٥٨)

باب:٣٤-عین نصف النہار کے وقت نماز کی ممانعت

٥٦٦- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ - وَهُوَ ابْنُ حَبِيبٍ - عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ: ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ، وَحِينَ تَضَيَّفُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ.

٥٦٦-حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں: تین اوقات ایسے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان میں ہمیں نماز پڑھنے اور میت کے دفن کرنے سے روکا ہے: جب سورج روشن ہوکر طلوع ہورہا ہوحتی کہ بلند ہوجائے اور جب دوپہر کے وقت سورج سر پر کھڑا ہوحتی کہ ڈھل جائے اور جب وہ غروب کے وقت کے قریب ہوحتی کہ غروب ہوجائے۔

فائدہ: مجموعی طور پر پانچ وقت' نماز کے لیے مکروہ ہیں: ① طلوع ② استوا ③ غروب ④ بعد از صبح ⑤ بعد از عصر جبکہ سورج زردی مائل ہو چکا ہو۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فوائد حدیث: ٥٦٠۔

(المعجم ٣٥) - اَلنَّهْيُ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ (التحفة ٥٩)

باب:٣٥-عصر کی نماز کے بعد (نفل) نماز منع ہے

٥٦٧- أَخْبَرَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللهِ

٥٦٧-حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتی کہ سورج طلوع ہوجائے

◄◄ والحديث متفق عليه من نافع، انظر الحديث السابق.

٥٦٦- **[صحيح]** تقدم، ح: ٥٦١، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٤٨.

٥٦٧- **[إسناده صحيح]** أخرجه أحمد: ٣/ ٦، ٧ عن سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٤٩. * ابن عيينة صرح بالسماع (الحميدي: ٧٣١)، وللحديث شواهد كثيرة.

ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى الطُّلُوعِ وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى الْغُرُوبِ.

اور عصر کے بعد غروب شمس تک نماز سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: عصر اور صبح کے بعد مطلقاً نفل نماز سے روک دیا گیا ہے کیونکہ اگر ان اوقات میں نفل نماز کی اجازت ہوتی تو لازماً طلوع اور غروب کے وقت بھی نماز پڑھی جاتی تھی' اس لیے کہ طلوع اور غروب کی حتمی رؤیت تو مسجد کے اندر سے (یا گھروں میں بھی) ممکن نہیں ہے۔ غالباً اسی امکان کو ختم کرنے کے لیے مطلقاً روک دیا گیا۔

٥٦٨- **أَخْبَرَنَا** عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَبْزُغَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ».

٥٦٨- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتی کہ سورج صاف طلوع ہو جائے اور نہ عصر کے بعد نماز ہے حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔''

٥٦٩- **أَخْبَرَنَا** مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ نَمِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بِنَحْوِهِ.

٥٦٩- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اسی قسم کی روایت بیان کرتے ہیں۔

٥٧٠- **أَخْبَرَنَا** أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ، عَنْ طَاوُسٍ،

٥٧٠- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

٥٦٨- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب: لا تتحرى الصلاة قبل غروب الشمس، ح: ٥٨٦، ومسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، ح: ٨٢٧ من حديث ابن شهاب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٤٦٥.

٥٦٩- **[صحيح]** انظر الحديث السابق.

٥٧٠- [صحيح] أخرجه الدارمي: ١/ ١١٥، ح: ٤٤٠ من حديث سفيان بن عيينة به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٦٩، وللحديث شواهد كثيرة.

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

٥٧١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ الْمُخَرِّمِيُّ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ عَنْبَسَةَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَوْهَمَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، إِنَّمَا نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَتَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ».

۵۷۱- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمر ؓ کو غلط فہمی ہوگئی (جو وہ لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکتے ہیں) جب کہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا: ”تم قصدًا طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔“

فوائد و مسائل: ① حضرت عمر ؓ کا عصر کے بعد لوگوں کو نماز سے روکنا رسول اللہ ﷺ کی صریح نہی کی بنا پر تھا اور وہ عصر کے بعد مغرب تک کے وقت میں نماز پڑھنا ناجائز سمجھتے تھے لیکن اگر دلائل کا جائزہ لیا جائے تو عصر کے بعد نوافل پڑھنے کے بارے میں قدرے تفصیل ہے۔ وہ اس طرح کہ عصر سے مغرب تک کے پورے وقت میں نوافل پڑھنا ناجائز نہیں ہے بلکہ جب سورج زردی مائل ہو جائے تو اس کے بعد غروب آفتاب تک کا وقت' وقت ممنوع ہے ورنہ جب تک سورج چمک رہا ہو عصر کے بعد بھی نوافل جائز ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ کا یہی مقصد تھا کہ سیدنا عمر ؓ کو نہی کا مطلب سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے' وہ اس کا مطلب یہ سمجھے ہیں کہ عصر سے مغرب تک کا پورا وقت' وقت ممنوع ہے' حالانکہ ایسا نہیں بلکہ سورج زرد ہونے کے بعد سے غروب تک کے وقت میں نوافل پڑھنا ممنوع ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ کے موقف کی تائید آئندہ باب میں آنے والی سیدنا علی ؓ کی حدیث (۵۷۴) سے بھی ہوتی ہے۔ ② شیطان کے سینگوں میں سورج طلوع ہونے کی بحث کے لیے دیکھیے حدیث نمبر ۵۶۰۔

٥٧٢- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا

۵۷۲- حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ

٥٧١ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب لا تتحروا بصلاتكم طلوع الشمس ولا غروبها، ح: ٨٣٣ من حديث وهيب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٧٠ مختصرًا.

٥٧٢ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس، ح: ٥٨٣ من حديث يحيى القطان، ومسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها: ٨٢٩ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥٠.

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تُشْرِقَ، فَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغْرُبَ».

کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جب سورج کی ٹکیہ طلوع ہونے لگے تو نماز مؤخر کر دو حتی کہ خوب روشن ہو جائے اور جب سورج کی ٹکیہ غروب ہونے لگے تو نماز مؤخر کر دو حتی کہ غروب ہو جائے۔“

فائدہ: کسی وجہ اور سبب کے بغیر عین طلوع اور غروب کے وقت نماز شروع کرنا درست نہیں ہے، ہاں! اگر پہلے سے پڑھ رہا ہے تو جاری رکھے جیسے کہ احادیث: ۵۵۱ تا ۵۵۹ میں ذکر ہے۔

٥٧٣- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو يَحْيَى سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ وَضَمْرَةُ ابْنُ حَبِيبٍ وَأَبُو طَلْحَةَ نُعَيْمُ بْنُ زِيَادٍ قَالُوا: سَمِعْنَا أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَبَسَةَ يَقُولُ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! هَلْ مِنْ سَاعَةٍ أَقْرَبُ مِنَ الْأُخْرَى؟ أَوْ هَلْ مِنْ سَاعَةٍ يُبْتَغَى ذِكْرُهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِنَّ أَقْرَبَ مَا يَكُونُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْعَبْدِ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَحْضُورَةٌ مَشْهُودَةٌ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ،

۵۷۳- حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا کوئی گھڑی دوسری گھڑی سے زیادہ قرب والی ہے؟ یا کوئی ایسی گھڑی ہے جس میں خصوصاً اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب نصف رات کے بعد ہوتا ہے۔ اگر تم طاقت رکھو کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہو تو ضرور ایسا کرو کیونکہ اس نماز میں فرشتے حاضر اور موجود ہوتے ہیں۔ یہ وقت طلوع شمس تک رہتا ہے کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور یہ کافروں کی عبادت کا وقت ہے، لہٰذا اس وقت نماز چھوڑ دو حتی کہ سورج ایک نیزے کے بقدر اونچا ہو جائے اور اس کی شعاعیں ختم ہو جائیں۔ پھر نماز کا وقت آ جاتا ہے اور

٥٧٣-[إسناده صحيح] تقدم، ح: ١٤٧، وهو في الكبرى، ح: ١٥٤٤، وأخرجه ابن خزيمة: ٢/ ١٨٢، ح: ١١٤٧ من حديث معاوية بن صالح به مختصرًا.

فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَي الشَّيْطَانِ وَهِيَ سَاعَةُ صَلَاةِ الْكُفَّارِ فَدَعِ الصَّلَاةَ حَتَّى تَرْتَفِعَ قِيدَ رُمْحٍ وَيَذْهَبَ شُعَاعُهَا ثُمَّ الصَّلَاةُ مَحْضُورَةٌ مَشْهُودَةٌ حَتَّى تَعْتَدِلَ الشَّمْسُ اعْتِدَالَ الرُّمْحِ بِنِصْفِ النَّهَارِ فَإِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَتُسْجَرُ فَدَعِ الصَّلَاةَ حَتَّى يَفِيءَ الْفَيْءُ ثُمَّ الصَّلَاةُ مَحْضُورَةٌ مَشْهُودَةٌ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغِيبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَهِيَ صَلَاةُ الْكُفَّارِ».

فرشتے حاضر ہوتے ہیں حتی کہ سورج دوپہر کے وقت نیزے کی طرح سیدھا سر پر آ جاتا ہے تو اس وقت جہنم کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کی آگ بھڑکائی جاتی ہے چنانچہ تم نماز چھوڑ دو حتی کہ سایہ ڈھل جائے پھر نماز کا وقت آ جاتا ہے اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں حتی کہ سورج غروب ہو جائے کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور یہ کافروں کی نماز کا وقت ہے۔“

فوائد و مسائل: ① اگرچہ وقت ہونے کے لحاظ سے تمام اوقات برابر ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قُرب اور بعد کے لحاظ سے ان میں فرق پڑ جاتا ہے جیسے آدھی رات کے بعد اللہ کی رحمت قریب آ جاتی ہے حتی کہ تہائی رات باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ خود آسمان دنیا پر تشریف لاتا ہے اس لیے یہ وقت خصوصی قرب کا وقت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: [عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ] ”رات میں قیام کیا کرو یہ تم سے پہلے بھی نیک لوگوں کی عادت رہی ہے۔“ (جامع الترمذي، الدعوات، حديث: ٣٥٤٩ وصحيح الترغيب للألباني: ٣/٣٩٩) ② اس روایت سے نماز کے لیے تین اوقات مکروہ ثابت ہوتے ہیں: طلوع شمس، استواءِ شمس اور غروب شمس، جب کہ دیگر روایات میں بعد از عصر جبکہ سورج زردی مائل ہو چکا ہو جیسا کہ اگلی حدیث میں اس کی تحقیق آ رہی ہے اور بعد از صبح بھی نماز سے روکا گیا ہے۔ سب روایات پر عمل ضروری ہے۔ ③ عبادت میں کفار کی مشابہت اختیار کرنا منع ہے۔

(المعجم ٣٦) - اَلرُّخْصَةُ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ (التحفة ٦٠)

باب: ٣٦- عصر کے بعد نماز کی رخصت

٥٧٤- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ الْأَجْدَعِ، عَنْ عَلِيٍّ

٥٧٤- حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ سورج سفید، صاف اور بلند ہو۔

٥٧٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة، ح: ١٢٧٤ من حديث منصور بن المعتمر، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٧٢.

قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً مُرْتَفِعَةً.

فائدہ: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ سورج کے زردی مائل ہونے سے قبل، جبکہ وہ روشن اور چمک دار ہو، نوافل پڑھے جاسکتے ہیں۔ حدیث میں وارد یہ استثنا [إِلَّا أَنْ تَكُونَ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً مُرْتَفِعَةً] ''مگر یہ کہ سورج سفید، صاف اور بلند ہو۔'' قابل اعتبار و حجت ہے۔ اس سے حدیث: [لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ] ''عصر کے بعد کوئی نماز درست نہیں جب تک کہ سورج غروب نہ ہو جائے۔'' کی تخصیص ہو جاتی ہے، اس لیے عصر کے بعد نوافل پڑھنا جائز ہے۔ یہ عمل بعض صحابہ اور کثیر تابعین سے بھی مروی ہے۔ احادیث و آثار کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (محلی ابن حزم: ۲/۲۷۲-۲۷۵، وشرح سنن النسائي للإتيوبي: ۷/۳۶۴-۳۷۲) لہٰذا اس استثنا کو شاذ قرار دینا درست نہیں ہے اور نہ احناف کا یہ کہنا درست ہے کہ اس وقت قضا وغیرہ تو پڑھی جاسکتی ہے جب کہ سورج کے زرد ہونے کے بعد یہ بھی نہ پڑھی جائے، نیز اس توجیہ کی کوئی پختہ دلیل بھی نہیں ہے اور یہ فرق دیگر عمومات کی روشنی میں ناقابل عمل ٹھہرتا ہے۔ حدیث میں ہے: [مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا، فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا] (صحيح مسلم، المساجد، حديث: ۶۸۴) ''جو کوئی نماز پڑھنا بھول جائے یا اس سے سویا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب بھی یاد آئے (یا بیدار ہو) اسی وقت پڑھ لے۔'' لہٰذا سورج چمک رہا ہو یا زردی مائل ہونا شروع ہو جائے، دونوں صورتوں میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

٥٧٥- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ.

۵۷۵- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاں عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں۔

فائدہ: اسے رسول اللہ ﷺ کا خاصہ کہا گیا ہے لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ بعض صحابہ اور تابعین نے بھی یہ رکعتیں پڑھی ہیں، جیسے حضرت ابن زبیر ؓ کے متعلق ملتا ہے کہ یہ بھی عصر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

٥٧٥ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب ما يصلى بعد العصر من الفوائت ونحوها، ح: ٥٩١ من حديث يحيى القطان، ومسلم، صلاة المسافرين، باب معرفة الركعتين اللتين كان يصليهما النبي ﷺ بعد العصر، ح: ٢٩٩/٨٣٥ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥٣.

٥٧٦- أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّاهُمَا.

۵۷۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی عصر کی نماز کے بعد میرے ہاں تشریف لاتے تو یہ دو رکعتیں ضرور پڑھتے۔

٥٧٧- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ مَسْرُوقًا وَالْأَسْوَدَ قَالَا: نَشْهَدُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ عِنْدِي بَعْدَ الْعَصْرِ صَلَّاهُمَا.

۵۷۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی عصر کی نماز کے بعد میرے پاس ہوتے تو یہ دو رکعتیں ضرور پڑھتے۔

٥٧٨- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَاتَانِ مَا تَرَكَهُمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِي سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

۵۷۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دو نمازیں اللہ کے رسول ﷺ نے میرے گھر میں کبھی نہیں چھوڑیں، خفیہ نہ علانیہ۔ فجر سے قبل دو رکعتیں اور عصر کے بعد دو رکعتیں۔

٥٧٩- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ

۵۷۹- حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ انھوں (ابوسلمہ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعات کے

٥٧٦_ [صحيح] وهو متفق عليه، من حديث الأسود، انظر الحديث الآتي: (٥٧٨)، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥٤.

٥٧٧_ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب ما يصلى بعد العصر ... الخ، ح: ٥٩٣، ومسلم، صلاة المسافرين، باب معرفة الركعتين اللتين كان يصليهما النبي ﷺ بعد العصر، ح: ٨٣٥/ ٣٠١، انظر الحديث السابق: (٥٧٥) من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥٥.

٥٧٨_ أخرجه مسلم، ح: ٨٣٥ عن علي بن حجر، والبخاري، ح: ٥٩٢ (انظر الحديث السابق: ٥٧٥) من حديث أبي إسحاق به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٧٣.

٥٧٩_ أخرجه مسلم عن علي بن حجر به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥٦.

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ: إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ إِنَّهُ شُغِلَ عَنْهُمَا أَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَثْبَتَهَا.

بارے میں پوچھا جو اللہ کے رسول ﷺ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ تو انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ یہ دو رکعتیں عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ پھر ایک دن کسی مصروفیت میں آپ سے یہ دو رکعت رہ گئیں یا آپ بھول گئے تو آپ نے عصر کے بعد انھیں پڑھا۔ اور آپ جب کوئی نماز ایک دفعہ پڑھ لیتے تو اس پر پابندی فرماتے تھے۔

فائدہ: عصر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے دو رکعت پڑھنے کی یہ توجیہ ہے کہ ایک دن آپ کی ظہر کے بعد والی سنتیں مصروفیت کی وجہ سے رہ گئیں وہ ادا فرمائی تھیں اور بعد ازاں اپنی عادت طیبہ کے مطابق اس پر دوام فرمایا۔ یہ حدیث بھی ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ممنوعہ اوقات میں کوئی بھی سببی نماز پڑھی جا سکتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی دو رکعتوں کی عصر کے بعد قضا ادا کی۔ اور مسند احمد کی روایت کے آخر میں جو یہ اضافہ منقول ہے: [أَفَنَقْضِيهِمَا إِذَا فَاتَتَا؟ قَالَ: ((لَا))] ”کیا ہم بھی ان کی قضا ادا کر لیا کریں جب یہ دو رکعتیں رہ جایا کریں تو فرمایا: ”نہیں۔“ سنداً ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔ دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۴۴/ ۲۷۷) لہٰذا رہ جانے والی نماز عصر کے بعد ادا کی جا سکتی ہے۔ یہ صرف آپ ہی کی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ مذکورہ الفاظ ضعیف ہیں مزید برآں یہ کہ جب تک سورج روشن اور چمک دار ہو تو مطلقاً نوافل بھی پڑھے جا سکتے ہیں جیسا کہ پیچھے تفصیل گزر چکی ہے۔ والله أعلم.

٥٨٠- أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ مَعْمَرًا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي بَيْتِهَا بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَأَنَّهَا ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: «هُمَا رَكْعَتَانِ كُنْتُ أُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الظُّهْرِ فَشُغِلْتُ عَنْهُمَا حَتَّى صَلَّيْتُ الْعَصْرَ».

۵۸۰- حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں صرف ایک دفعہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ انھوں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ وہ رکعتیں ہیں جو میں ظہر کے بعد پڑھا کرتا ہوں۔ آج میں ان سے مصروف رہا حتی کہ عصر کا وقت ہو گیا اور مجھے عصر پڑھنی پڑی۔“

٥٨٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٠١ من حديث معمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥٧.

٥٨١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: شُغِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ.

۵۸۱- حضرت ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ (ایک دن) عصر سے پہلے (ظہر کے بعد) کی دو رکعتوں سے مصروف رہے تو آپ نے انھیں عصر کے بعد ادا فرمایا۔

فائدہ: عصر کے بعد نوافل پڑھنا جائز ہے جب تک کہ سورج زرد نہ ہو جیسا کہ پیچھے تفصیل گزر چکی ہے۔ دیکھیے، حدیث: ۵۷۴ اور ۵۷۹ کے فوائد و مسائل۔

(المعجم ٣٧) - **اَلرُّخْصَةُ فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ** (التحفة ٦١)

باب ۳۷:- غروب شمس سے قبل نماز کی رخصت

٥٨٢- أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ قَالَ: سَأَلْتُ لَاحِقًا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَقَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يُصَلِّيهِمَا فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ: مَا هَاتَانِ الرَّكْعَتَانِ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ؟ فَاضْطَرَّ الْحَدِيثُ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ فَشُغِلَ عَنْهُمَا فَرَكَعَهُمَا حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، فَلَمْ أَرَهُ يُصَلِّيهِمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ.

۵۸۲- حضرت عمران بن حدیر نے حضرت لاحق سے غروب شمس سے قبل کی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے تو حضرت معاویہ ؓ نے انھیں پیغام بھیجا کہ غروب آفتاب کے وقت یہ دو رکعتیں کیسی ہیں؟ بات حضرت ام سلمہ ؓ تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دو رکعتیں عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ (ایک دن) آپ مصروفیت کی بنا پر نہ پڑھ سکے تو آپ نے غروب شمس کے وقت (عصر کے بعد) یہ دو رکعتیں پڑھ لیں۔ میں نے اس دن کے سوا کبھی آپ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔ اس سے پہلے، نہ بعد۔

فوائد و مسائل: ① [فَاضْطَرَّ الْحَدِيثُ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ] "بات ام سلمہ ؓ تک پہنچی۔" یہ معنی لفظ

٥٨١ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٠٦ عن وكيع به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥٨.
٥٨٢ـ [صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥٨، وللحديث طرق كثيرة جدًا.

''الحدیث'' کو مرفوع پڑھنے کی صورت میں ہیں۔ جب اسے منصوب پڑھیں تو معنی یہ ہوں گے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کی یا انھیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا سہارا لینا پڑا یا ان سے اس بارے میں بات کرنی پڑی وغیرہ۔ ② اس روایت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رکعتیں وہ نہیں ہیں جو آپ عصر کے بعد بالدوام ادا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث کے ان آخری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے: ''میں نے اس دن کے سوا کبھی آپ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا' اس سے پہلے' نہ بعد۔'' بلکہ یہ دو رکعتیں آپ ﷺ نے کسی اور دن غروب شمس سے قبل ادا فرمائی ہوں گی جو عصر کی نماز کی' عصر سے قبل کی دو رکعتیں ہو سکتی ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ نفس وہی دو رکعتیں ہوں جو آپ عصر کے بعد باقاعدہ پڑھا کرتے تھے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بعد میں ان کی ادائیگی کی نفی کرنا ان کے علم کی حد تک ہے' اس سے نفس مسئلے کی نفی نہیں ہوتی۔ لیکن زیادہ صحیح پہلی بات ہی معلوم ہوتی ہے۔ مزید دیکھیے: (شرح سنن النسائي للإتیوبي: ۷/۲۱۲) کیونکہ اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں سورج کے روشن اور چمک دار رہنے تک نماز کی اجازت ہے' لہٰذا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا بعد میں ان دو رکعتوں کو باقاعدہ اس وقت میں ادا کرنا ان کا اپنا اجتہاد ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے تو عذر کی بنا پر ادا کی ہوں گی۔ واللہ أعلم.

(المعجم ۳۸) - اَلرُّخْصَةُ فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ (التحفة ٦٢)

باب: ۳۸- (نماز) مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کی رخصت

٥٨٣- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُفَيْلٍ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ: أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيَّ قَامَ لِيَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقُلْتُ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: أُنْظُرْ إِلٰى هٰذَا أَيَّ صَلَاةٍ يُصَلِّي؟ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَرَآهُ

۵۸۳- ابوالخیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوتمیم جیشانی مغرب (کی نماز) سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے لیے اٹھے۔ میں نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: انھیں دیکھیے یہ کون سی نماز پڑھ رہے ہیں؟ انھوں (عقبہ) نے ان کی طرف توجہ فرمائی تو انھیں (نماز پڑھتے) دیکھا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم یہ نماز رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں پڑھا کرتے تھے۔

٥٨٣- أخرجه البخاري، التهجد، باب الصلاة قبل المغرب، ح: ١١٨٤ من حديث يزيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٧٤.

فَقَالَ: هٰذِهِ صَلَاةٌ كُنَّا نُصَلِّيهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

فوائد ومسائل: ① ان دو رکعتوں کو نماز مغرب سے پہلے والی سنتیں کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی رغبت دلایا کرتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم انھیں کثرت سے پڑھا کرتے تھے مگر وقت کم ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ متروک ہو گئیں' اس لیے ابوالخیر کو تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ تروتازہ رکھے محدثین اور اہل حدیث کو جو متروک سنتوں کو زندہ کرتے ہیں۔ احناف بلاوجہ ان سنتوں کے خلاف ہیں کہ ان کے پڑھنے سے نماز مؤخر ہو جائے گی' حالانکہ دو ہلکی رکعتوں سے کیا فرق پڑتا ہے؟ بلکہ تکثیر جماعت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں فرمانِ رسول ﷺ ہے: [بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ] (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦٢٤' وصحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث:٨٣٨) ''ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے۔'' اور فرمایا: [صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ] (صحيح البخاري' التهجد' حديث:١١٨٣) ''نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔'' یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور کیا چاہیے؟ مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ٣٩) - اَلصَّلَاةُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ (التحفة ٦٣)

باب:۳۹- صبح طلوع ہونے کے بعد نماز (سنت فجر)

٥٨٤- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

۵۸۴- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب فجر طلوع ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ صرف دو ہلکی رکعتیں پڑھتے تھے۔

فائدہ: یہ نماز فجر کی دو سنتیں ہیں جو انتہائی مؤکدہ ہیں۔ انھیں آپ نے حضر میں چھوڑا نہ سفر میں' بلکہ ایک دفعہ فجر کی نماز قضا ہو گئی تو آپ نے دن چڑھے نماز پڑھی مگر ان دو سنتوں کو نہ چھوڑا۔ پہلے یہ پڑھیں' پھر فرض پڑھے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٨١) یاد رہے کہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک ان دو

٥٨٤- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر والحث عليهما . . . الخ، ح: ٧٢٣ عن أحمد بن عبدالله، والبخاري، الأذان، باب الأذان بعد الفجر، ح: ٦١٨ من حديث نافع به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٥٩.

رکعتوں کے علاوہ نفل نماز جائز نہیں۔

(المعجم ٤٠) - إِبَاحَةُ الصَّلَاةِ إِلَى أَنْ يُصَلِّي الصُّبْحَ (التحفة ٦٤)

٥٨٥- أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُلَيْمَانَ وَأَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ أَيُّوبُ: حَدَّثَنَا وَقَالَ الْحَسَنُ: أَخْبَرَنِي شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! مَنْ أَسْلَمَ مَعَكَ؟ قَالَ: «حُرٌّ وَعَبْدٌ» قُلْتُ: هَلْ مِنْ سَاعَةٍ أَقْرَبُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أُخْرٰى؟ قَالَ: «نَعَمْ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ فَصَلِّ مَا بَدَا لَكَ حَتَّى تُصَلِّيَ الصُّبْحَ، ثُمَّ انْتَهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَمَا دَامَتْ» وَقَالَ أَيُّوبُ: «فَمَا دَامَتْ كَأَنَّهَا حَجَفَةٌ حَتَّى تَنْتَشِرَ ثُمَّ صَلِّ مَا بَدَا لَكَ حَتَّى يَقُومَ الْعَمُودُ عَلَى ظِلِّهِ ثُمَّ انْتَهِ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ، فَإِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ نِصْفَ النَّهَارِ ثُمَّ صَلِّ مَا بَدَا لَكَ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ انْتَهِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَتَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ.»

باب: ۴۰- صبح کی نماز تک نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے

۵۸۵- حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! (سب سے پہلے) آپ پر کون ایمان لایا؟ آپ نے فرمایا: ''ایک آزاد (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اور ایک غلام (حضرت بلال رضی اللہ عنہ)۔'' میں نے کہا: کیا کوئی وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں دوسرے وقت سے زیادہ قرب والا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں' رات کا آخری نصف' لہٰذا تم نماز پڑھو جس قدر تم چاہو یہاں تک کہ تم صبح کی نماز پڑھو' پھر سورج طلوع ہونے تک رک جاؤ جب تک کہ وہ ڈھال کی طرح رہے۔ جب وہ پھیل جائے تو جس قدر چاہو نماز پڑھو حتی کہ ستون اپنے سائے پر کھڑا ہو جائے۔ پھر رک جاؤ حتی کہ سورج ڈھل جائے کیونکہ دوپہر کے وقت جہنم بھڑکایا جاتا ہے' پھر جس قدر چاہو نماز پڑھو حتی کہ عصر کی نماز پڑھ لو' پھر رک جاؤ حتی کہ سورج غروب ہو جائے کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع و غروب ہوتا ہے۔''

٥٨٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في الساعات التي تكره فيها الصلاة، ح: ١٢٥١، ح: ١٣٦٤ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٦٠. * ابن البيلماني ضعيف، ولبعض الحديث شاهد عند مسلم، ح: ٨٣٢، صلاة المسافرين، باب إسلام عمرو بن عبسة وغيره.

فوائد و مسائل: ① محقق کتاب نے مذکورہ روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث کے بعض حصے کے شاہد صحیح مسلم میں موجود ہیں جبکہ دیگر محققین نے انھی شواہد کی بنا پر اسے صحیح قرار دیا ہے، لہٰذا مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود دیگر شواہد کی بنا پر قابل عمل اور قابل حجت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (إرواء الغليل:٢/٢٣٧، و صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني، رقم:١١٥٨، و سنن ابن ماجه للدكتور بشار عواد، حديث:١٢٥١) بنابریں بعض الفاظ کی ضروری وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ''جب تک وہ ڈھال کی طرح رہے۔'' یعنی سورج کی ٹکیا صاف نظر آئے، نظر نہ چندھیائے۔ ② پھیل جانے سے مراد ہے، شعاعوں کا پھیلنا کہ اس کی طرف دیکھا نہ جا سکے۔ ③ ستون کے سائے پر کھڑا ہونے کا مطلب ہے: سورج سر پر آ جائے اور سایہ ختم ہو جائے۔ مکہ مکرمہ میں سخت گرمیوں میں ایسا ہو جاتا ہے۔ ④ ''یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھ لو۔'' اس سے مراد طلوع فجر ہے یا صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک کا درمیانی وقت؟ اس میں اختلاف ہے۔ اگرچہ بعض روایات کے ظاہر الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ اس سے طلوع فجر کے بعد کا وقت ہے لیکن اس میں اور اس مفہوم کی دیگر صحیح روایات میں اجمال ہے۔ تفصیلی روایات سے یہ ابہام رفع ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ وقت صبح کی نماز کے بعد کا ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا موقف ہے اور اس کی دلیل اسی حدیث کے مندرجہ ذیل الفاظ ہیں: [فَصَلِّ مَا بَدَالَكَ حَتّٰى تُصَلِّيَ الصُّبْحَ] یا طلوع فجر کے بعد عام نوافل کی ممانعت پر دلالت کرنے والی روایات کو نہی تنزیہہ پر محمول کر لیا جائے، اگرچہ بعض نے ممانعت کی ان تمام روایات کو ناقابل حجت قرار دیا ہے اور اس کے لیے یہی مذکورہ روایت قرینہ صارفہ بن جائے، بہرحال تب بھی جواز ہی نکلتا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ کا ترجمۃ الباب سے یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو ہے جواز کا مسئلہ لیکن افضل یہ ہے کہ بلاضرورت وسبب فجر کی ہلکی دوسنتوں کے علاوہ کوئی اور نفل نہ پڑھے جائیں جیسا کہ حدیث: ٥٨٤ سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح سنن النسائي للإتيوبي:٧/٢٢٢، ٢٢٣) ⑤ سورج کا شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہونے کا مطلب پہلے واضح کیا جا چکا ہے۔ دیکھیے: (حدیث:٥٦٠)

(المعجم ٤١) - إِبَاحَةُ الصَّلَاةِ فِي السَّاعَاتِ كُلِّهَا بِمَكَّةَ (التحفة ٦٥)

باب:٤١- مکہ مکرمہ میں تمام اوقات میں نماز پڑھنا جائز ہے

٥٨٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ:

٥٨٦- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

٥٨٦- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، المناسك، باب الطواف بعد العصر، ح:١٨٩٤، والترمذي، الحج، باب ماجاء في الصلاة بعد العصر . . . الخ، ح:٨٦٨، وابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في الرخصة في الصلاة بمكة في كل وقت، ح:١٢٥٤ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٦١، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وصححه الحاكم علٰى شرط مسلم: ١/٤٤٨، ووافقه الذهبي.

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ بَابَاه يُحَدِّثُ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلَّى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ».

نبی ﷺ نے فرمایا: ”اے بنی عبد مناف! تم کسی کو نہ روکو جو اس گھر کا طواف کرے اور نماز پڑھے، دن یا رات کے جس وقت میں چاہے۔“

فائدہ: فقہائے محدثین نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ بیت اللہ میں نفل نماز کے لیے کوئی وقت مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ شرف وعظمت کی جگہ ہے۔ لوگ وہاں ہر وقت مستفید ہوتے ہوں۔ وہاں کسی بھی وقت کی نماز غیر مسلمین کے مشابہ نہیں ہوسکتی، لہٰذا صرف طواف کے بعد ہی دو رکعتوں کی اجازت نہیں بلکہ مطلقاً نوافل پڑھنے کی رخصت ہے جیسا کہ اس مفہوم کی مؤید حدیث ابن حبان میں بایں الفاظ آتی ہے: [يَا بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ! إِنْ كَانَ إِلَيْكُمْ مِّنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ فَلَا أَعْرِفَنَّ أَحَدًا مِنْهُمْ أَنْ يَّمْنَعَ مَنْ يُّصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ أَيَّ سَاعَةٍ مِنْ لَّيْلٍ أَوْ نَهَارٍ] ”اے بنی عبدالمطلب! اگر تمھارے پاس کوئی اختیار آ جائے تو میں ان میں سے کسی (صاحب اختیار) کو نہ جانوں جو منع کرے اس شخص کو جو بیت اللہ میں دن یا رات کی کسی گھڑی میں نماز پڑھتا ہے۔“ (صحیح ابن حبان: ۴/۴۲۰، حدیث: ۱۵۵۲) اس حدیث سے ان مکروہ اوقات میں عام نوافل پڑھنے کی بھی اجازت ہے، لہٰذا اس حدیث سے نہی کی احادیث کی تخصیص کی جائے گی۔ اس طرح سب روایات پر عمل ہو جائے گا۔ لیکن احناف نے نہی کی روایات کی بنا پر اس حدیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ نے حرم کے متولی حضرات کو نمازیوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکنے سے منع کیا ہے، نہ کہ نمازیوں کو ہر وقت نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ مگر یہ اوپر کی صحیح صریح حدیث کے خلاف ہے، نیز اس سے صریح جواز کی روایات کا ترک لازم آتا ہے۔ کیا اس سے بہتر نہیں کہ عام نہی کی روایات کو ان روایات سے خاص کر کے سب پر عمل کیا جائے؟ غور فرمائیں۔ احادیث میں چونکہ صرف بیت اللہ کی تخصیص ہے، اس لیے اس اجازت میں حرم یا پورا مکہ شامل نہیں ہے، یہاں مکہ سے بظاہر بیت اللہ ہی مراد ہے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے اور جس حدیث میں پورے مکہ کا استثنا ہے، وہ سنداً ضعیف ہے، اس کی سند میں عبداللہ بن مؤمل ضعیف راوی ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٤٢) - اَلْوَقْتُ الَّذِي يَجْمَعُ فِيهِ الْمُسَافِرُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ (التحفة ٦٦)

باب: ۴۲- مسافر ظہر اور عصر کی نمازیں کس وقت اکٹھی کرے؟

٥٨٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

۵۸۷- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے، پھر اترتے اور دونوں کو اکٹھا کرتے اور اگر سفر شروع کرنے سے قبل سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر سواری فرماتے۔

فوائد ومسائل: ① مسافر اگر ظہر اور عصر اور اسی طرح مغرب اور عشاء کو جمع کرنا چاہے تو اس کی تین صورتیں ہیں: ایک جمع تقدیم ہے، یعنی ظہر کی نماز کے ساتھ عصر کو یا مغرب کے ساتھ عشاء کو جمع کر لیا جائے۔ دوسری صورت ہے جمع تاخیر، یعنی ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ اور مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ پڑھا جائے۔ تیسری صورت جمع صوری ہے، یعنی ظہر کی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور عصر کو اس کے اوّل وقت میں، اسی طرح مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھا جائے۔ یہ تینوں صورتیں جائز ہیں، اس لیے کہ نبی ﷺ سے یہ ساری ہی صورتیں ثابت ہیں۔ بنابریں پہلی دو صورتوں کا انکار کر کے صرف جمع صوری ہی پر اصرار کرنا، اس یُسر (آسانی) کو ختم کرنا ہے جو شریعت کی طرف سے دی گئی ہے۔ ② مذکورہ حدیث کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں جمع صوری کا بیان ہے لیکن الفاظِ حدیث اس کی تائید نہیں کرتے۔ اس میں ظہر کو عصر کے وقت پڑھنے کا ذکر ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ آپ نے جمع تاخیر کی ہے، یعنی ظہر کو عصر کے وقت میں عصر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس سے بھی مزید تصریح کے ساتھ الفاظ آتے ہیں، فرمایا: [أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى أَنْ يَّدْخُلَ وَقْتُ الْعَصْرِ] ''آپ ﷺ نے ظہر کو اس حد تک مؤخر کیا کہ عصر کا وقت داخل ہو گیا۔'' دیکھیے: (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث:۷۰۴) اسی طرح دیگر روایات میں آتا ہے کہ سورج ڈھلنے کے بعد آپ سفر کا آغاز فرماتے تو ظہر کے ساتھ عصر کی نماز بھی پڑھ لیتے (یعنی جمع تقدیم کر لیتے)۔ اس حدیث میں اختصار ہے جس کی وضاحت دوسری احادیث سے ہو جاتی ہے۔ اگلی احادیث میں ان ساری صورتوں کا بیان آ رہا ہے، البتہ حج کے دوران عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھنا متفق علیہ ہے اور یہ جمع تقدیم ہوگی۔ (صحیح مسلم، الحج، حدیث:۱۲۱۸)

٥٨٧ـ أخرجه البخاري، التقصير، باب: إذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس صلى الظهر ثم ركب، ح:١١١٢، ومسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الجمع بين الصلاتين في السفر، ح:٧٠٤ عن قتيبة بن سعيد به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٦٢.

٥٨٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ تَبُوكَ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فَأَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

۵۸۸- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم غزوۂ تبوک کے سال (۹ ہجری میں) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو اللہ کے رسول ﷺ ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے ظہر کی نماز کو مؤخر فرمایا' پھر باہر تشریف لائے اور ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں۔ پھر اندر چلے گئے' پھر تشریف لائے اور مغرب اور عشاء اکٹھی کر کے پڑھیں۔

فائدہ: اس میں بظاہر جمع تاخیر کا بیان ہے۔

(المعجم ٤٣) - بَيَانُ ذٰلِكَ (التحفة ٦٧)

باب:۴۳- جمع کرنے کے طریقے کی وضاحت

٥٨٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ قَارَوَنْدَا قَالَ: سَأَلْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ صَلَاةِ أَبِيهِ فِي السَّفَرِ، وَسَأَلْنَاهُ هَلْ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ فِي سَفَرِهِ؟ فَذَكَرَ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ كَانَتْ تَحْتَهُ فَكَتَبَتْ إِلَيْهِ، وَهُوَ فِي زَرَّاعَةٍ

۵۸۹- جناب کثیر بن قاروندا سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے حضرت سالم بن عبداللہ سے ان کے والد محترم (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کی دورانِ سفر کی نماز کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ سفر کے دوران میں نمازوں کو جمع کرتے تھے؟ تو انھوں نے بتایا کہ حضرت صفیہ بنت ابی عبید میرے والد محترم کے نکاح میں تھیں۔ انھوں نے والد محترم کو لکھا' جب کہ آپ اپنی

٥٨٨ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر، ح: ٧٠٦ من حديث أبي الزبير به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ١٤٣، والكبرٰى، ح: ١٥٦٣.

٥٨٩ـ [صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٦٤، وللحديث شواهد كثيرة، انظر، ح: ٥٩٦ وغيره. * كثير بن قاروندا، روى عنه جماعة، ووثقه ابن حبان.

لَهُ: أَنِّي فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ، فَرَكِبَ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ إِلَيْهَا حَتَّى إِذَا حَانَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ قَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ: اَلصَّلَاةَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! فَلَمْ يَلْتَفِتْ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ نَزَلَ فَقَالَ: أَقِمْ فَإِذَا سَلَّمْتُ فَأَقِمْ فَصَلَّى ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ: اَلصَّلَاةَ فَقَالَ: كَفِعْلِكَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ سَارَ حَتَّى إِذَا اشْتَبَكَتِ النُّجُومُ نَزَلَ ثُمَّ قَالَ لِلْمُؤَذِّنِ: أَقِمْ فَإِذَا سَلَّمْتُ فَأَقِمْ فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْأَمْرُ الَّذِي يَخَافُ فَوْتَهُ فَلْيُصَلِّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ».

زمین میں تھے' کہ میں دنیا کے دنوں میں سے آخری اور آخرت کے دنوں میں سے پہلے دن میں ہوں۔ (یعنی قریب المرگ ہوں' آپ تشریف لائیے۔) چنانچہ آپ فوراً سوار ہوئے اور بڑی تیزی سے ان کی طرف چلے حتی کہ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو ان سے مؤذن نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! نماز پڑھ لیجیے۔ لیکن آپ نے توجہ نہ فرمائی حتی کہ جب دو نمازوں (ظہر اور عصر) کا درمیان ہوا تو اترے اور فرمایا: اقامت کہو اور جب میں (ظہر کی) نماز سے سلام پھیرلوں تو پھر (عصر کی) اقامت کہہ دینا۔ اس طرح نمازیں پڑھیں۔ پھر دوبارہ سوار ہوئے حتی کہ جب سورج غروب ہوگیا تو مؤذن نے آپ سے کہا کہ نماز پڑھ لیجیے۔ آپ نے فرمایا: جس طرح ظہر اور عصر میں کیا تھا' اسی طرح اب کرنا حتی کہ جب تارے گہرے اور گھنے ہو گئے تو اترے' پھر مؤذن سے کہا: اقامت کہو۔ پھر جب میں (مغرب کی نماز سے) سلام پھیرلوں تو (عشاء کے لیے) اقامت کہہ دینا۔ اسی طرح دونوں نمازیں پڑھیں۔ پھر فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جب تم میں سے کسی کو کوئی ایسا کام پڑ جائے جس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو وہ اس طرح نمازیں پڑھے۔''

فائدہ: اس حدیث میں احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جمع تقدیم کی یا تاخیر یا پھر صوری؟ تینوں کا احتمال ہے' تاہم حدیث: ۵۹۲ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جمع تاخیر کی تھی۔

(المعجم ٤٤) - اَلْوَقْتُ الَّذِي يَجْمَعُ فِيهِ الْمُقِيمُ (التحفة ٦٨)

باب: ۴۴-جس وقت مقیم بھی دو نمازیں اکٹھی پڑھ سکتا ہے

٥٩٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا، أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ.

٥٩٠- حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں آٹھ رکعتیں اکٹھی اور سات رکعتیں اکٹھی پڑھیں۔ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا' اسی طرح مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو جلدی پڑھا۔

فوائد ومسائل: ① حدیث میں وارد یہ الفاظ: [أَخَّرَ الظُّهْرَ...... وَ عَجَّلَ الْعِشَاءَ] مدرج ہیں۔ یہ جابر بن زید کا اپنا کلام ہے جو انھوں نے اپنے گمان کے طور پر بیان کیا ہے' ابن عباس ؓ کے الفاظ نہیں ہیں جیسا کہ بخاری ومسلم کی تفصیلی روایات سے پتا چلتا ہے' نیز محقق کتاب نے بھی تخریج میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے' لہٰذا انھیں بنیاد بنا کر جمع حقیقی کی نفی نہیں کی جا سکتی جیسا کہ بعض لوگ اسے جمع حقیقی کی بجائے جمع صوری قرار دیتے ہیں' یہ بات صحیح نہیں' حدیث کے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة' حديث: ۲۷۹۵) نبی ﷺ کا یہ عمل حالتِ اقامت' یعنی مدینہ منورہ کا ہے۔ گویا آپ نے اس موقع پر بغیر کسی سبب کے دو دو نمازیں اکٹھی کر کے پڑھیں۔ استفسار پر آپ نے اس کی وضاحت یہ فرمائی: ''تاکہ میری امت کو مشقت نہ ہو۔'' (صحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث: ۷۰۵) اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مقیم شخص بھی ضرورت کے پیش نظر دو نمازیں اکٹھی کر کے پڑھ سکتا ہے لیکن تساہل' کاروباری مشاغل اور عادت کے طور پر ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے' عام حالات میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

٥٩١- أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ: أَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ: حَدَّثَنَا حَبِيبٌ - وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَبِيبٍ - عَنْ عَمْرِو ابْنِ هَرِمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ صَلَّى بِالْبَصْرَةِ الْأُولَى وَالْعَصْرَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ، وَالْمَغْرِبَ

٥٩١- حضرت ابن عباس ؓ سے منقول ہے کہ انھوں نے بصرہ میں ظہر اور عصر کو اس طرح پڑھا کہ ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں تھا اور مغرب اور عشاء کو بھی اسی طرح پڑھا کہ ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ آپ نے یہ کام کسی مصروفیت کی بنا پر کیا تھا' نیز انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ

٥٩٠_ أخرجه البخاري، أبواب التطوع، باب من لم يتطوع بعد المكتوبة، ح: ١١٧٤، ومسلم، صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر، ح: ٧٠٥/ ٥٥ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٣٧٦، قوله "أخر الظهر . . . الخ" مدرج من كلام جابر بن زيد أبي الشعثاء كما في صحيح البخاري وصحيح مسلم وغيرهما.

٥٩١_ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب تأخير الظهر إلى العصر، ح: ٥٤٣، ومسلم وغيره من حديث جابر ابن زيد، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٦٥.

وَالْعِشَاءَ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ، فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ شُغْلٍ وَزَعَمَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْأُولٰى وَالْعَصْرَ ثَمَانِ سَجَدَاتٍ لَيْسَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ.

میں ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں تھا۔

فائدہ: اس روایت کا مفہوم بھی سابقہ روایت والا ہی ہے یعنی یہ بظاہر جمع تاخیر تھی۔ ایسا کبھی کبھار ہونا چاہیے' بالخصوص جبکہ واقعی مصروفیت بھی ہو جیسا کہ آپ سے بھی ایک ہی دفعہ ثابت ہے۔

(المعجم ٤٥) - اَلْوَقْتُ الَّذِي يَجْمَعُ فِيهِ الْمُسَافِرُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ (التحفة ٦٩)

باب:۴۵-مسافر مغرب وعشاء کی نمازیں کس وقت جمع کرے؟

٥٩٢- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ شَيْخٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ: صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْحِمٰى، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ هِبْتُ أَنْ أَقُولَ لَهُ: الصَّلَاةَ، فَسَارَ حَتّٰى ذَهَبَ بَيَاضُ الْأُفُقِ وَفَحْمَةُ الْعِشَاءِ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ عَلٰى إِثْرِهَا ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُ.

۵۹۲-قریش کے ایک بزرگ اسماعیل بن عبدالرحمٰن نے کہا: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حمٰی (مدینہ منورہ سے قریب ایک چراگاہ) تک رہا۔ جب سورج غروب ہو گیا تو میں ڈرتا ہی رہا کہ آپ سے کہوں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ چلتے رہے حتی کہ مغربی کنارے کی سفیدی ختم ہو گئی اور عشاء (رات) کی سیاہی آ گئی۔ پھر آپ اترے اور مغرب کی نماز تین رکعات پڑھیں' پھر اس کے بعد عشاء کی دو رکعات پڑھیں' پھر فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

فائدہ: ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جمع تاخیر کی ہے' یعنی مغرب کا وقت ختم ہو جانے کے بعد اور عشاء کا وقت آ جانے پر دونوں نمازیں پڑھی تھیں۔ گویا سفر میں جمع تاخیر بھی جائز ہے کیونکہ اس میں سہولت ہے۔ واللہ أعلم.

٥٩٢_[صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ١٢، والحميدي (ح: ٦٨١ بتحقيقي) عن سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرى، ح: ١٥٧٠. * إسماعيل (ابن أبي ذويب) ثقة، وابن أبي نجيح مدلس كما قال النسائي (سير أعلام النبلاء: ٧/ ٧٤)، وعنعن، وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث الآتي: (٥٩٦).

٥٩٣- أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنِ ابْنِ أَبِي حَمْزَةَ ح: وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ.

۵۹۳-حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو مؤخر کرتے حتی کہ اسے اور عشاء کی نماز کو اکٹھا پڑھتے۔

٥٩٤- أَخْبَرَنَا الْمُؤَمَّلُ بْنُ إِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَارِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: غَابَتِ الشَّمْسُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ فَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِسَرِفَ.

۵۹۴-حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ سورج غروب ہوا تو رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے مگر آپ نے دونوں نمازیں (مقامِ) سرف میں جمع کیں۔

فائدہ: سرف ایک مقام ہے جو مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ ظاہر ہے کہ اتنا فاصلہ طے کرنا مغرب کے وقت کے اندر تو ممکن نہیں' لہٰذا یہ لازماً جمع تاخیر ہے جو سفر میں بلا ریب جائز ہے۔

٥٩٥- أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ سَوَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ

۵۹۵- حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چلنے کی جلدی ہوتی تو آپ ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے' پھر دونوں کو

٥٩٣ـ أخرجه البخاري، التقصير، باب تصلى المغرب ثلاثًا في السفر، ح:١٠٩١ من حديث شعيب بن أبي حمزة، ومسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الجمع بين الصلاتين في السفر، ح:٧٠٣/ ٤٥ من حديث الزهري به.

٥٩٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الجمع بين الصلاتين، ح:١٢١٥ من حديث يحيى بن محمد به. * أبوالزبير مدلس كما قال النسائي (سير أعلام النبلاء: ٧/ ٧٤) وغيره، وعنعن، ولم أجد تصريح سماعه.

٥٩٥ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الجمع بين الصلاتين في السفر، ح:٧٠٤/ ٤٨ من حديث ابن وهب به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٦٦.

عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا، وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ حَتَّى يَغِيبَ الشَّفَقُ.

اکٹھا پڑھتے۔ اسی طرح مغرب کی نماز کو مؤخر کرتے حتی کہ جب سرخی غائب ہو جاتی اسے اور عشاء کی نماز کو اکٹھا پڑھتے۔

فائدہ: اس روایت میں بھی جمع تاخیر ہے۔

٥٩٦- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ: حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فِي سَفَرٍ يُرِيدُ أَرْضًا لَهُ فَأَتَاهُ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ لَمَا بِهَا، فَانْظُرْ أَنْ تُدْرِكَهَا فَخَرَجَ مُسْرِعًا وَمَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُسَايِرُهُ، وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ وَكَانَ عَهْدِي بِهِ وَهُوَ يُحَافِظُ عَلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا أَبْطَأَ قُلْتُ: اَلصَّلَاةَ يَرْحَمُكَ اللهُ، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَمَضَى حَتَّى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَقَامَ الْعِشَاءَ وَقَدْ تَوَارَى الشَّفَقُ فَصَلَّى بِنَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ صَنَعَ هٰكَذَا.

٥٩٦- حضرت نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک سفر میں نکلا۔ آپ اپنی زمین میں جانا چاہتے تھے۔ اتنے میں ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: تحقیق صفیہ بنت ابوعبید (ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی) بہت تنگ (تکلیف میں) ہیں، جلدی چلیں تاکہ آپ انھیں (زندگی میں) مل سکیں۔ ابن عمر جلدی چلے اور ان کے ساتھ قریش کے ایک اور بزرگ بھی سفر کر رہے تھے۔ سورج غروب ہو گیا مگر انھوں (ابن عمر رضی اللہ عنہما) نے نماز نہ پڑھی جب کہ میں نے آپ کو ہمیشہ دیکھا تھا کہ آپ نماز کی بہت پابندی کرتے تھے۔ جب آپ نے زیادہ دیر کی تو میں نے کہا: نماز پڑھ لیجیے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! آپ نے میری طرف دیکھا اور چلتے رہے حتی کہ جب سرخی غائب ہونے کو ہوئی تو آپ اترے اور مغرب کی نماز پڑھی، پھر عشاء کی اقامت کہلوائی جب کہ سرخی غائب ہو چکی تھی اور ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تحقیق رسول اللہ ﷺ کو جب چلنے کی

٥٩٦- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الجمع بين الصلاتين، ح: ١٢١٣ من حديث ابن جابر، ومسلم، ح: ٧٠٣ (انظر الحديث السابق) من حديث نافع به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٦٩.

جلدی ہوتی تو آپ ایسے کیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس روایت میں بظاہر جمع صوری کا ذکر ہے جب کہ پچھلی روایات میں جمع تاخیر کا' گویا دونوں جائز ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ان روایات کو تعدد واقعہ پر محمول کیا ہے' یعنی کبھی نمازیں جمع حقیقی کی صورت میں اور کبھی جمع صوری کی شکل میں ادا کیں' لہٰذا اس طرح روایات میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: ۲/۷۵۰'۷۵۱' حدیث: ۱۱۰۹) نیز بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اہلیہ مدینے میں تھیں اور آپ مکہ میں تو اس طرح مدینہ پہنچنے تک تین دن لگے تھے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبىٰ شرح سنن النسائي للإتيوبي: ۷/۲۷۴)

٥٩٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا الْعَطَّافُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ، فَلَمَّا كَانَ تِلْكَ اللَّيْلَةُ سَارَ بِنَا حَتَّى أَمْسَيْنَا، فَظَنَنَّا أَنَّهُ نَسِيَ الصَّلَاةَ فَقُلْنَا لَهُ: اَلصَّلَاةَ، فَسَكَتَ وَسَارَ حَتَّى كَادَ الشَّفَقُ أَنْ يَغِيبَ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، وَغَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ: هٰكَذَا كُنَّا نَصْنَعُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

۵۹۷- حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ سے آئے۔ اس رات آپ چلتے رہے حتی کہ شام ہوگئی۔ ہم نے سمجھا کہ آپ نماز بھول گئے ہیں۔ ہم نے آپ سے کہا: نماز پڑھیے! آپ چپ رہے اور چلتے رہے حتی کہ قریب تھا کہ سرخی غائب ہوجاتی' پھر آپ اترے اور مغرب کی نماز پڑھی' اتنے میں سرخی بھی غائب ہوگئی' پھر آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسے ہی کیا کرتے تھے جب آپ کو چلنے کی جلدی ہوتی تھی۔

٥٩٨- أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ: حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ قَارَوَنْدَا قَالَ: سَأَلْنَا سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي السَّفَرِ فَقُلْنَا: أَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَجْمَعُ بَيْنَ شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ فِي السَّفَرِ؟ فَقَالَ: لَا، إِلَّا بِجَمْعٍ ثُمَّ انْتَبَهَ فَقَالَ:

۵۹۸- حضرت کثیر بن قاروندا نے کہا کہ ہم نے حضرت سالم بن عبداللہ سے سفر کی نماز کے بارے میں پوچھا' ہم نے کہا: کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں نمازوں کو جمع کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: نہیں سوائے مزدلفہ کے۔ پھر وہ چونکے اور کہنے لگے: ان کے نکاح میں صفیہ بنت ابوعبید تھیں۔ انھوں نے آپ کو پیغام بھیجا

٥٩٧_[صحيح] وهو في الكبرىٰ، ح: ١٥٦٨.

٥٩٨_[صحيح] تقدم، ح: ٥٨٩.

كَانَتْ عِنْدَهُ صَفِيَّةُ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ أَنِّي فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ، فَرَكِبَ وَأَنَا مَعَهُ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى حَانَتِ الصَّلَاةُ فَقَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ: اَلصَّلَاةَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! فَسَارَ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ نَزَلَ فَقَالَ لِلْمُؤَذِّنِ: أَقِمْ، فَإِذَا سَلَّمْتُ مِنَ الظُّهْرِ فَأَقِمْ مَكَانَكَ، فَأَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ أَقَامَ مَكَانَهُ فَصَلَّى الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكِبَ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ: اَلصَّلَاةَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! فَقَالَ: كَفِعْلِكَ الْأَوَّلِ، فَسَارَ حَتَّى إِذَا اشْتَبَكَتِ النُّجُومُ نَزَلَ فَقَالَ: أَقِمْ، فَإِذَا سَلَّمْتُ فَأَقِمْ، فَأَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا ثُمَّ أَقَامَ مَكَانَهُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ثُمَّ سَلَّمَ وَاحِدَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمْ أَمْرٌ يَخْشٰى فَوْتَهُ فَلْيُصَلِّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ».

کہ میں دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میں ہوں، چنانچہ آپ سوار ہوئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ وہ بہت تیزی سے چلے حتی کہ نماز کا وقت آ گیا۔ مؤذن نے آپ سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! نماز پڑھ لیجیے۔ آپ چلتے رہے حتی کہ جب دو نمازوں کا درمیانی وقت آ گیا تو آپ اترے اور مؤذن سے کہا کہ اقامت کہو۔ جب میں ظہر کی نماز سے سلام پھیروں تو اسی جگہ اقامت کہہ دینا۔ اس نے اقامت کہی تو آپ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھیں، پھر سلام پھیرا، پھر اسی جگہ عصر کی اقامت کہلوائی اور عصر کی نماز دو رکعت پڑھیں، پھر سوار ہو گئے اور خوب تیز چلے حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔ مؤذن نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! نماز پڑھیے۔ آپ نے فرمایا: جس طرح تو نے پہلے کیا ہے اسی طرح کرنا۔ پھر آپ چلتے رہے حتی کہ ستارے گھنے ہو گئے تو اترے اور فرمایا کہ اقامت کہہ، پھر جب میں (نماز مغرب سے) سلام پھیروں تو پھر تکبیر کہنا۔ اس نے اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں، پھر اس نے اسی جگہ اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر آپ نے سامنے کی طرف ایک دفعہ سلام کہا، پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو ایسا کام پڑ جائے جس کے ضائع ہونے کا اسے خطرہ ہو تو وہ اس طرح نماز پڑھے۔“

فائدہ: مزید دیکھیے حدیث: ۵۸۹۔

(المعجم ٤٦) - اَلْحَالُ الَّتِي يُجْمَعُ فِيهَا بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ (التحفة ٧٠)

باب: ۴۶- کس حالت میں دو نمازیں اکٹھی پڑھ سکتا ہے؟

٥٩٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

۵۹۹- حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو سفر پر جانے کی جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے۔

٦٠٠- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَوْ حَزَبَهُ أَمْرٌ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

۶۰۰- حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو چلنے کی جلدی ہوتی یا کوئی مسئلہ آپ کو بے چین کرتا تو آپ مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے۔

فائدہ: مذکورہ روایت صحیح ہے، البتہ اس روایت کے الفاظ [أَوْ حَزَبَهُ أَمْرٌ] ''یا کوئی مسئلہ آپ کو بے چین کرتا۔'' کو محققین نے شاذ قرار دیا ہے۔ محقق کتاب نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ جملہ صرف مجھے یہاں ہی ملا ہے کسی اور جگہ نہیں ملا۔ دیکھیے: (صحيح سنن النسائي للألباني، حديث: ٥٩٨)

٦٠١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

۶۰۱- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے منقول ہے کہ میں نے دیکھا، جب نبی ﷺ کو چلنے کی جلدی ہوتی تو آپ مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے۔

فائدہ: گویا سفر کی حالت میں آدمی دو نمازیں اکٹھی پڑھ سکتا ہے اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔

(المعجم ٤٧) - اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي الْحَضَرِ (التحفة ٧١)

باب: ۴۷- حضر میں دو نمازیں جمع کرنا

٥٩٩- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الجمع بين الصلاتين في السفر، ح: ٧٠٣/ ٤٢ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ١١٤، والكبرٰى، ح: ١٥٧٢.

٦٠٠- [إسناده صحيح، غريب] قوله: "أو حزبه أمر" لم أجده إلا هاهنا، والله أعلم.

٦٠١- أخرجه البخاري، التقصير، باب الجمع في السفر بين المغرب والعشاء، ح: ١١٠٦، ومسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الجمع بين الصلاتين في السفر، ح: ٧٠٣/ ٤٤ من حديث سفيان بن عيينة به.

٦٠٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ.

۶۰۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی خوف اور سفر کے ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھیں، اسی طرح مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی اکٹھی پڑھیں۔

فائدہ: دیکھیے فوائد حدیث: ۵۹۰۔

٦٠٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ وَاسْمُهُ غَزْوَانُ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ ابْنُ مُوسَى عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِالْمَدِينَةِ يَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ قِيلَ لَهُ: لِمَ؟ قَالَ: لِئَلَّا يَكُونَ عَلَى أُمَّتِهِ حَرَجٌ.

۶۰۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء بغیر کسی خوف اور بارش کے اکٹھی کر کے پڑھیں۔ کہا گیا: کیوں؟ انھوں نے فرمایا: تاکہ آپ کی امت پر تنگی نہ ہو۔

٦٠٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا.

۶۰۴- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آٹھ اور سات رکعتیں اکٹھی پڑھی ہیں۔

٦٠٢ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر، ح: ٧٠٥/ ٤٩ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيىٰ): ١/ ١٤٤، والكبرىٰ، ح: ١٥٧٣.

٦٠٣ـ أخرجه مسلم (انظر الحديث السابق)، ح: ٧٠٥/ ٥٤ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرىٰ، ح: ١٥٧٤.

٦٠٤ـ [صحيح] تقدم، ح: ٥٩٠، وهو في الكبرىٰ، ح: ٣٨٣.

فائدہ: اس مفہوم کی روایت پیچھے گزر چکی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے حدیث: ۵۹۰۔

(المعجم ٤٨) - اَلْجَمْعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِعَرَفَةَ (التحفة ٧٢)

باب: ۴۸- عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کرنا

٦٠٥- أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَارَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهُ، حَتَّى إِذَا انْتَهَى إِلَى بَطْنِ الْوَادِي خَطَبَ النَّاسَ ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا.

۶۰۵- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چلتے رہے حتی کہ عرفہ پہنچ گئے۔ آپ نے اپنا خیمہ وادئ نمرہ میں لگا ہوا پایا۔ آپ اس میں اترے حتی کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے حکم دیا، آپ کی اونٹنی قصواء پر پالان کسا گیا حتی کہ جب آپ وادی کے پیٹ میں پہنچ گئے تو لوگوں کو خطبہ دیا، پھر بلال نے اذان کہی، پھر اقامت کہی۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر انھوں نے اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا۔

فائدہ: عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں ظہر کے وقت میں جمع کرنے اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت میں جمع کرنے پر ساری امت کا ہر دور میں اتفاق رہا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(المعجم ٤٩) - اَلْجَمْعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ (التحفة ٧٣)

باب: ۴۹- مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کرنا

٦٠٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ

۶۰۶- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھیں۔

٦٠٥ـ أخرجه مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، ح:١٢١٨ من حديث حاتم به مطولاً، وهو في الكبرى، ح:١٥٧٥.

٦٠٦ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب حجة الوداع، ح:٤٤١٤ من حديث مالك، ومسلم، الحج، باب الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة ... الخ، ح:١٢٨٧/ ٢٨٥ من حديث يحيى بن سعيد الأنصاري به، وهو في الكبرى، ح:١٥٧٦.

الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيعًا.

فائدہ: مغرب کا وقت عرفات میں ہو جاتا ہے مگر شریعت کا حکم ہے کہ مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھی جائے نہ کہ عرفات میں، اور مزدلفہ پہنچتے پہنچتے لامحالہ عشاء کا وقت ہو جاتا ہے اس لیے یہ دونوں نمازیں عشاء کے وقت میں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

٦٠٧- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا أَتَى جَمْعًا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: فَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي هٰذَا الْمَكَانِ مِثْلَ هٰذَا.

۶۰۷- حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب وہ عرفات سے واپس لوٹے اور جب وہ مزدلفہ آئے تو انھوں نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے اس مقام پر ایسے ہی کیا تھا، یعنی یہ دو نمازیں اکٹھی پڑھی تھیں۔

٦٠٨- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ.

۶۰۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھیں۔

٦٠٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

۶۰۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی دو نمازیں جمع کر

٦٠٧- [صحيح] تقدم طرفه، ح: ٤٨٢، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٧٧.

٦٠٨- أخرجه مسلم، الحج، باب الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة... الخ، ح: ٧٠٣/ ٢٨٦ بعد، ح: ١٢٨٧ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيىٰ): ١/ ٤٠٠.

٦٠٩- أخرجه البخاري، الحج، باب من يصلي الفجر بجمع؟، ح: ١٦٨٢، ومسلم، الحج، باب استحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح يوم النحر بالمزدلفة... الخ، ح: ١٢٨٩/ ٢٩٢ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٧٨.

ابْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ إِلَّا بِجَمْعٍ وَصَلَّى الصُّبْحَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ وَقْتِهَا.

کے پڑھتے نہیں دیکھا مگر مزدلفہ میں۔ آپ نے اس دن صبح کی نماز (اپنے معمول کے) وقت سے پہلے پڑھی۔

فوائد ومسائل: ① یہ عجیب بات ہے کیونکہ نبی ﷺ مزدلفہ سے قبل عرفات میں ظہر اور عصر کو جمع کر چکے تھے۔ اس پر مطلع نہ ہونا اچنبھے کی بات ہے۔ لیکن انسان' انسان ہے' ان کے علم میں یہ بات نہ آئی ہوگی یا یہ ذہول اور نسیان کا نتیجہ ہوگا جو ہر انسان کو لاحق ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں سفر میں دو نمازیں جمع کرنا نبی ﷺ کا معمول تھا۔ کثیر صحابہ سے آنے والی روایات میں اس کا ذکر ہے' لہٰذا ان کی نفی یہاں معتبر نہیں۔ پھر یہ اصول ہے کہ نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی اس نفی کا تعلق صرف ان کی ذات کی حد تک ہے کیونکہ دوسروں کے پاس مزید علم کی بات ہے' اس لیے اسے قبول کیا جائے گا۔ واللہ أعلم. ② ''وقت سے پہلے پڑھی۔'' اس سے مراد نبی ﷺ کا معمول کا وقت ہے کیونکہ عموماً طلوع فجر اور صلاۃ فجر کے درمیان وضو' غسل اور فجر کی سنتوں کا فاصلہ ہوا کرتا تھا۔ اس دن آپ نے فجر کی نماز طلوع فجر کے ساتھ ہی پڑھ لی تاکہ وقوف کے لیے زیادہ وقت مل سکے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں صراحتاً طلوع فجر کا ذکر ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الحج' حدیث: ۱۶۸۳' وصحیح مسلم' الحج' حدیث: ۱۲۱۸)

(المعجم ٥٠) - كَيْفَ الْجَمْعُ (التحفة ٧٤)

باب: ۵۰-(مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو) کیسے جمع کیا جائے؟

٦١٠- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ وَمُحَمَّدِ ابْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَرْدَفَهُ مِنْ عَرَفَةَ، فَلَمَّا أَتَى الشِّعْبَ نَزَلَ فَبَالَ وَلَمْ يَقُلْ أَهْرَاقَ الْمَاءَ قَالَ: فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنْ إِدَاوَةٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفًا، فَقُلْتُ لَهُ: اَلصَّلَاةَ، فَقَالَ: «اَلصَّلَاةُ

۶۱۰- حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے' اور نبی ﷺ نے عرفات سے واپسی پر انھیں اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھایا ہوا تھا' کہ جب نبی ﷺ (عرفات اور مزدلفہ کے درمیان آنے والی) گھاٹی پر پہنچے تو آپ اترے اور پیشاب کیا۔ پھر میں نے لوٹے سے پانی ڈالا اور آپ نے ہلکا سا وضو فرمایا۔ میں نے آپ سے گزارش کی کہ نماز پڑھ لیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''نماز آگے ہوگی۔'' جب مزدلفہ تشریف لائے تو مغرب کی

٦١٠ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٥/ ٢٠٠ عن سفيان بن عيينة به مختصرًا، وهو في الكبرى، ح: ١٥٧٩، وللحديث طرق عند البخاري ومسلم والبغوي في مسند الحب بن الحب أسامة بن زيد، ح: ٢٦ـ٢٨.

أَمَامَكَ» فَلَمَّا أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ صَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ نَزَعُوا رِحَالَهُمْ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ.

نماز پڑھائی' پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سواریوں سے پالان وغیرہ اتارے' پھر آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔

فوائد ومسائل: ① باب کا مقصد یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان اگر کچھ فاصلہ ہو جائے' مثلاً: پالان اتارنا' سامان سنبھالنا یا کچھ کھا پی لینا تو اس سے جمع میں حرج نہ ہوگا جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے۔ ② اگر سواری کا جانور طاقت ور ہو تو اس پر اپنے پیچھے کسی کو بٹھا لینا جائز ہے۔ اگر جانور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر درست نہیں کیونکہ یہ جانور پر ظلم ہوگا۔ ③ وضو میں کسی سے استعانت لینا جائز ہے۔ ④ مزدلفہ پہنچنے سے قبل راستے ہی میں مغرب کی نماز ادا کرنا جائز نہیں۔ ⑤ اگر دو نمازیں اکٹھی کرنی ہوں تو ان کے درمیان سنن رواتب پڑھنے کی ضرورت نہیں' صرف فرض پڑھے جائیں گے۔

(المعجم ٥١) - فَضْلُ الصَّلَاةِ لِمَوَاقِيتِهَا (التحفة ٧٥)

باب:۵۱-نمازوں کو ان کے اصل اوقات پر پڑھنے کی فضیلت

٦١١- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ الْعَيْزَارِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُولُ: حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ - وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللهِ - قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: «اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

۶۱۱- حضرت ابو عمرو شیبانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ہمیں اس گھر کے مالک نے بیان فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا' والدین سے حسن سلوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔''

فائدہ: باب کا مقصد یہ ہے کہ اصل یہی ہے کہ ہر نماز اپنے وقت پر پڑھی جائے' سوائے عرفات اور مزدلفہ کے کہ وہاں نمازیں جمع کرنا شرعی حکم ہے اور سفر میں بھی دو نمازوں کو جمع کرنا مشروع ہے۔ سفر میں بھی افضل ہر نماز کو وقت ہی پر پڑھنا ہے۔ سفر میں جمع کرنا رخصت ہے' افضل نہیں۔ اسی طرح حضر میں کبھی کسی عذر کی بنا پر جمع کر لینا بھی رخصت ہے' بہر حال ہر نماز کو حسب امکان اپنے وقت ہی پر ادا کرنا چاہیے۔ واللہ أعلم.

٦١١ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، ح: ٥٢٧، ومسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، ح: ٨٥/ ١٣٩ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٨٠.

٦١٢- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ النَّخَعِيُّ: سَمِعَهُ مِنْ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: «إِقَامُ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

٦١٢- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وقت پر نماز قائم کرنا' والدین سے حسن سلوک کرنا اور اللہ عزوجل کے راستے میں جہاد کرنا۔''

٦١٣- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ وَعَمْرُو ابْنُ يَزِيدَ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ كَانَ فِي مَسْجِدِ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَجَعَلُوا يَنْتَظِرُونَهُ، فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ أُوتِرُ قَالَ: وَسُئِلَ عَبْدُ اللهِ هَلْ بَعْدَ الْأَذَانِ وِتْرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ وَبَعْدَ الْإِقَامَةِ، وَحَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى. وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى.

٦١٣- حضرت محمد بن منتشر بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمرو بن شرحبیل کی مسجد میں تھے کہ جماعت کے لیے اقامت کہی گئی۔ پھر لوگ ان کا انتظار کرنے لگے۔ (وہ آئے تو) انھوں نے فرمایا: میں وتر پڑھ رہا تھا۔ انھوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا اذانِ فجر کے بعد وتر پڑھ سکتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ہاں' بلکہ اقامت کے بعد بھی' پھر انھوں نے نبی ﷺ کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دن آپ نماز فجر سے سوئے رہے حتی کہ سورج طلوع ہو گیا' پھر آپ نے نماز ادا فرمائی۔ یہ لفظ یحییٰ کے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس روایت میں امام نسائی رحمہ اللہ کے دو استاد ہیں: یحییٰ بن حکیم اور عمرو بن یزید۔ مذکورہ سیاق یحییٰ بن حکیم کا ہے جبکہ آپ کے شیخ عمرو بن یزید نے اس حدیث کو بالمعنی روایت کیا ہے۔ ② ثابت ہوا کہ اگر وتر رہ جائیں تو صبح کی نماز پڑھنے تک انھیں ادا کیا جا سکتا ہے لیکن اس سے وتر کے وجوب یا فرضیت پر استدلال نہیں ہو سکے گا کیونکہ قضا جیسے فرائض و واجبات کی ادا ہوتی ہے ایسے ہی نوافل اور ہر مؤکد عمل کی بھی

٦١٢- **[صحيح]** انظر الحديث السابق، وهذا طرف منه.

٦١٣- **[إسناده صحيح]** أخرجه البيهقي: ٢/ ٤٨٠، ٤٨١ من حديث يحيى بن حكيم به مختصرًا، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٨١. * محمد بن المنتشر رواه عن أبي ميسرة الكوفي عمرو بن شرحبيل الهمداني عن عبدالله بن مسعود كما تدل عليه رواية البيهقي، وإليه أشار المزي في تهذيب الكمال.

ہوسکتی ہے' جیسے رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی سنتوں کی قضا عصر کے بعد ادا کی۔ صبح کی سنتیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھ سکے وہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لے۔'' (جامع الترمذي، حديث:٤٢٣، و السلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم:٢٣٦١) ظاہر ہے ظہر اور فجر کی سنتیں واجب نہیں مؤکد ہی ہیں۔ اسی طرح وتر باوجود واجب نہ ہونے کے فجر کی نماز تک پڑھے جاسکتے ہیں۔

(المعجم ٥٢) - فِيمَنْ نَسِيَ صَلَاةً (التحفة ٧٦)

باب:٥٢- جو آدمی نماز بھول جائے تو......؟

٦١٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا».

٦١٤- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے۔''

فائدہ: معلوم ہوا فرض نماز کی قضا کے لیے کوئی وقت مکروہ نہیں ہے' جب بھی یاد آئے یا بیدار ہو' نماز پڑھ لے۔ یہ جمہور اہل علم کا موقف ہے۔ اوقات مکروہہ والی روایت بلاسبب نفل نماز کے لیے ہے' البتہ احناف کا خیال ہے کہ طلوع' غروب اور استوا کے اوقات میں نماز کو مؤخر کیا جائے مگر بہت سی روایات جو پیچھے گزر چکی ہیں' ان اوقات میں فرض نماز پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں۔

(المعجم ٥٣) - فِيمَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ (التحفة ٧٧)

باب:٥٣- جو آدمی نماز سے سویا رہے تو......؟

٦١٥- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ الْأَحْوَلُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يَرْقُدُ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ يَغْفُلُ عَنْهَا

٦١٥- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز سے سویا رہتا ہے یا غافل ہو جاتا ہے (بھول جاتا ہے)۔ آپ نے فرمایا: ''اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اسے یاد

٦١٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، ح:٦٨٤/ ٣١٤ عن قتيبة، والبخاري، مواقيت الصلاة، باب من نسي صلاةً فليصل إذا ذكر . . . الخ، ح:٥٩٧ من حديث قتادة به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٨٦.

٦١٥ـ [صحيح] أخرجه ابن ماجه، الصلاة، باب من نام عن الصلاة أو نسيها، ح:٦٩٥ من حديث يزيد بن زريع به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٨٥، وأخرجه مسلم، انظر ا السابق، من حديث قتادة به.

قَالَ: «كَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا».

آئے، نماز پڑھ لے۔''

٦١٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: ذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ نَوْمَهُمْ عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا».

۶۱۶- حضرت ابوقتادہ ؓ سے منقول ہے کہ صحابہ نے نبی ﷺ سے ذکر کیا کہ کبھی ہم نماز سے سوئے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''نیند آ جانے میں قصور اور کوتاہی نہیں۔ کوتاہی تو یہ ہے کہ آدمی جاگتا ہوا نماز نہ پڑھے، چنانچہ جب تم میں سے کوئی نماز بھول جائے یا اس سے سویا رہ جائے تو جب اسے یاد آئے (یا جاگے) تو اسی وقت نماز پڑھ لے۔''

٦١٧- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ - وَهُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ - عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ حَتَّى يَجِيءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْأُخْرَى حَتَّى يَنْتَبِهَ لَهَا».

۶۱۷- حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نیند آجانے میں کوتاہی نہیں۔ کوتاہی تو اس شخص میں ہے جس نے اگلی نماز کا وقت آنے تک نماز نہ پڑھی، حالانکہ وہ جاگ رہا تھا۔''

فوائد ومسائل: ① اس روایت میں نیند آنے کو کوتاہی اور قصور شمار نہیں کیا گیا جب کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ''کفارہ'' کے الفاظ ہیں۔ ظاہر ہے کفارہ تو کسی غلطی کے بعد ہی ہوتا ہے، گویا نیند کا آنا بذات خود تو کوتاہی یا غلطی نہیں مگر سستی، غفلت اور عدم محافظت جو نیند کا سبب ہیں، کوتاہی کے ذیل میں آتے ہیں۔ ② ''اگلی نماز کا وقت آنے تک'' عام طور پر پچھلی نماز کا وقت اگلی نماز کا وقت آنے سے ختم ہوتا ہے، اس لیے یوں کہا ورنہ مقصد نماز کا وقت ختم ہونا ہے، مثلاً: صبح کی نماز کا وقت ختم ہوتا ہے تو کسی فرض نماز کا وقت شروع نہیں ہوتا، چنانچہ وقت ختم ہونے تک صبح کی نماز نہ پڑھنا جرم اور گناہ ہے، البتہ جہاں شریعت نے تاخیر کی رخصت دی ہے وہاں یہ

٦١٦ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في النوم عن الصلاة، ح: ١٧٧ عن قتيبة به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٨٢، وأخرجه مسلم، ح: ٦٨١، انظر الحديث السابق وغيره من حديث ثابت به مطولاً.

٦١٧ـ أخرجه مسلم، من حديث سليمان بن المغيرة به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٨٣.

حدیث لاگو نہیں ہوگی' مثلاً: مسافر دو نمازیں جمع کرسکتا ہے۔ کبھی تاخیر واجب ہوتی ہے' جیسے مزدلفہ میں مغرب کی نماز۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الحج' حدیث:١٦٧٥' و صحیح مسلم' الحج' حدیث:١٢١٨)

(المعجم ٥٤) - **إِعَادَةُ مَا نَامَ عَنْهُ مِنَ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا مِنَ الْغَدِ** (التحفة ٧٨)

باب:٥٤- جس نماز سے سویا رہا' اگلے دن اس نماز کے وقت دوبارہ پڑھنا

٦١٨- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، لَمَّا نَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَلْيُصَلِّهَا أَحَدُكُمْ مِنَ الْغَدِ لِوَقْتِهَا».

٦١٨- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب صحابہ صبح کی نماز سے سوئے رہ گئے تھے حتی کہ سورج طلوع ہوگیا تھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ کل کو تم یہ نماز اس کے وقت پر پڑھنا۔

فائدہ: اس روایت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی نماز قضا ہوگئی تو آج قضا ادا کرنے کے کے ساتھ ساتھ اگلے دن اصل وقت پر دوبارہ قضا ادا کرنا ہوگی' مگر یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کی قضا ایک ہی دفعہ ہوگی۔ اس کی تائید دیگر عمومات اور دلائل سے ہوتی ہے۔ مثلاً: [فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا] یعنی سونے یا بھول جانے کی صورت میں آپ نے یاد آنے پر صرف اسی نماز کو پڑھنے کا حکم دیا ہے' مزید کچھ نہیں فرمایا۔ بعض روایات میں ہے: [لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ] ''اس کا صرف یہی کفارہ ہے۔'' اس حدیث میں حصر ہے' یعنی مزید پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر مزید غور کیا جائے تو یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ دن رات میں باقاعدہ صرف پانچ نمازیں ہی فرض ہیں' آئندہ روز اس کی دوبارہ قضا ادا کرنے سے تو چھ بن جائیں گی اور یہ عام مسلمہ اصولِ دین کے خلاف ہے' اس لیے لامحالہ ایسا مفہوم مراد لینا ہوگا کہ جس سے تمام دلائل میں تطبیق ہوجائے۔ مزید برآں یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اگلے روز اسی نماز کی دوبارہ قضا ادا کرنے کی نفی کی ہے جیسا کہ درج ذیل ترجمۃ الباب سے ظاہر ہوتا ہے: [بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا' وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ] لہٰذا ان معروضات کی روشنی میں امام نسائی رحمہ اللہ کا ترجمۃ الباب میں بیان کردہ استدلال محل نظر ہے۔ رہا یہ کہ دوبارہ قضا کی جو صریح روایت آتی ہے جس میں آپ نے یہ حکم دیا: [فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ صَلَاةَ

٦١٨- **[إسناده صحيح]** أخرجه أحمد: ٥/ ٣٠٩ عن أبي داود الطيالسي به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٨٤، وصححه ابن خزيمة، ح: ٩٩٠، وانظر الحديثين السابقين.

الْغَدَاةِ مِنْ غَدٍ صَالِحاً فَلْيَقْضِ مَعَهَا مِثْلَهَا] ''لہٰذا جس نے تم میں سے آئندہ کل صبح کی نماز عافیت کی حالت میں پالی تو وہ اس کے ساتھ مزید ایسی ہی نماز ادا کرلے۔'' (ضعيف سنن أبي داود للألباني' حديث: ۴۳۸) تو وہ شاذ اور ناقابل حجت ہے۔ اس روایت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ کل کو تم نماز وقت پر پڑھنا' آج کی طرح تاخیر نہ کر دینا' یعنی لیٹ پڑھنے کی عادت نہیں ہونی چاہیے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (فتح الباري: ۲/۹۳)

٦١٩- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ ابْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا يَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا نَسِيتَ الصَّلَاةَ فَصَلِّ إِذَا ذَكَرْتَ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِذِكْرِيٓ﴾». [طٰه: ١٤].

۶۱۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز بھول جاؤ تو جب یاد آئے پڑھ لو کیونکہ اللہ تعالیٰ (قرآن مجید میں) فرماتا ہے: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ ''اور میری یاد آنے پر نماز قائم کرو۔''

قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا بِهِ يَعْلَى مُخْتَصَرًا.

عبدالاعلیٰ نے کہا: ہمیں یہ روایت حضرت یعلیٰ نے اختصار کے ساتھ بیان کی۔

فائدہ: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ (طٰہٰ ۲۰:۱۴) اس کے ایک معنی ہیں: ''مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔'' دوسرا ترجمہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک قراءت میں [لِلذِّكْرٰى] بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں: نماز یاد آنے پر' یا معنی ہیں: نصیحت حاصل کرنے کے لیے۔

٦٢٠- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ نَسِيَ صَلَاةً

۶۲۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز بھول جائے تو اسے چاہیے کہ اسے یاد آنے پر پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ ''اور میری یاد آنے پر نماز پڑھو۔''

٦١٩- أخرجه مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، ح: ٦٨٠ من حديث الزهري به مطولاً.

٦٢٠- أخرجه مسلم، من حديث ابن وهب به، انظر الحديث السابق.

فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ: ﴿وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكْرِىٓ﴾».

٦٢١- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُولُ: (وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكْرِىٓ) قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ: هٰكَذَا قَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ.

۶۲۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز بھول جائے تو اسے جب یاد آئے' اسی وقت پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [اَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرٰی] ''یاد آنے پر نماز قائم کرو۔'' معمر کہتے ہیں کہ میں نے امام زہری سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح قراءت فرمائی تھی؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

(المعجم ٥٥) - **بَابٌ: كَيْفَ يَقْضِي الْفَائِتُ مِنَ الصَّلَاةِ** (التحفة ٧٩)

باب: ۵۵- فوت شدہ نماز کی قضا کیسے دی جائے؟

٦٢٢- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَسْرَيْنَا لَيْلَةً فَلَمَّا كَانَ فِي وَجْهِ الصُّبْحِ نَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَنَامَ وَنَامَ النَّاسُ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ إِلَّا بِالشَّمْسِ قَدْ طَلَعَتْ عَلَيْنَا، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُؤَذِّنَ فَأَذَّنَ ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، ثُمَّ حَدَّثَنَا [بِمَا] هُوَ كَائِنٌ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ.

۶۲۲- حضرت ابومریم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم ساری رات چلتے رہے۔ جب صبح طلوع ہونے کو تھی تو اللہ کے رسول ﷺ سواری سے اترے اور سو گئے اور لوگ بھی سو گئے۔ ہمیں اس وقت جاگ آئی جب سورج ہم پر طلوع ہو چکا تھا' چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے اذان کہی' پھر آپ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں' پھر آپ نے اسے حکم دیا تو اس نے اقامت کہی' پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پھر ہمیں بیان کیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا۔

٦٢١_ **[صحيح]** انظر الحديثين السابقين.

٦٢٢_ **[حسن]** أخرجه الطبراني في الكبير: ١٩/ ٢٧٤، ح: ٦٠١ من حديث أبي الأحوص به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٨٧، وحسنه الهيثمي في مجمع الزوائد: ٣/ ٢٦٢، وللحديث شواهد.

فوائد ومسائل: ① باب کا مقصد یہ ہے کہ اگر مجموعی طور پر نماز رہ جائے، یعنی اذان ہو نہ جماعت تو قضا اذان اور جماعت کی صورت میں ہوگی جیسے کہ ادا ہوتی ہے، مگر یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ صحرا کا واقعہ ہے جہاں متعلقین کے علاوہ کوئی اذان نہ سنتا تھا، اب جب کہ جگہ جگہ مساجد ہیں اور مساجد میں لاؤڈ سپیکر بھی ہیں تو اب قضا میں علانیہ اذان کہنا اور جماعت کروانا غلط فہمی اور مذاق کا سبب ہوگا، لہٰذا آبادی میں اگر ایسا ہو جائے تو دوسری مساجد (اسی آبادی یا اردگرد کی آبادیوں) کی اذان کافی ہوگی، ہاں، بغیر لاؤڈ سپیکر اذان کہہ کر باجماعت نماز پڑھنا، اگر ممکن ہو تو یہ، بہتر ہے وگرنہ الگ الگ صرف تکبیر کہہ کر پڑھی جاسکتی ہے، اِلاّ یہ کہ کوئی آبادی الگ تھلگ ہو، دیگر آبادیوں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو اور نہ وہاں کی اذان کی آواز دوسری آبادیوں میں سنی جاتی ہو تو وہاں اس حدیث پر عمل ہوسکتا ہے، یعنی تب اذان کہنا ضروری ہے۔ واللہ أعلم. موقع محل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ② فجر کی سنتیں مؤکدہ ہیں، لہٰذا اگر رہ جائیں تو طلوع شمس سے پہلے یا بعد میں ان کی قضا دی جائے۔ اگر فرض اور سنتیں دونوں رہ گئے ہوں تو دونوں کی قضا دی جائے۔ اس طرح دیگر نمازوں کے نوافل یا سنن وغیرہ کی بھی وقت کے بعد قضا دی جاسکتی ہے، خواہ سونے کی وجہ سے رہ جائیں یا بھولنے سے جیسا کہ احادیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے، رہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مسند احمد والی حدیث جس میں قضا دینے سے روکا گیا ہے تو وہ سنداً ضعیف ہے۔ واللہ أعلم.

٦٢٣- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَحُبِسْنَا عَنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَفِي سَبِيلِ اللهِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِلَالًا

۶۲۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز نہ پڑھ سکے۔ یہ بات میرے لیے بہت تکلیف دہ تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انھوں نے اقامت کہی تو آپ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ نے ہمیں مغرب کی نماز

٦٢٣- [حسن] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الرجل تفوته الصلاة بأيّتهن يبدأ، ح: ١٧٩ من حديث أبي الزبير به مختصرًا، وقال: "ليس بإسناده بأس إلا أن أبا عبيدة لم يسمع من عبدالله" يعني ابن مسعود، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٨٩، وانظر الحديث الآتي: (١٤٠٥)، العلة الثانية عنعنة أبي الزبير، وتقدم حال تدليسه، ح: ٥٩٤.

فَأَقَامَ فَصَلَّى بِنَا الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى بِنَا الْعَصْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى بِنَا الْعِشَاءَ، ثُمَّ طَافَ عَلَيْنَا فَقَالَ: «مَا عَلَى الْأَرْضِ عِصَابَةٌ يَذْكُرُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ غَيْرُكُمْ».

پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، پھر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''روئے ارض پر تمھارے علاوہ کوئی جماعت (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کر رہی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① یہ جنگ خندق کا واقعہ ہے۔ کفار کے خطرے کے پیش نظر نمازیں نہ پڑھی جا سکیں۔ ایک دن صرف عصر کی نماز فوت ہوگئی تھی، وہ اور واقعہ ہے۔ یہ جنگ کئی دن جاری رہی تھی۔ ② فوت شدہ نماز کی قضا واجب ہے اگرچہ وہ کسی دینی مصروفیت کی بنا پر رہ گئی ہو جیسا کہ جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ۔

٦٢٤- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: عَرَّسْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهِ فَإِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيهِ الشَّيْطَانُ» قَالَ: فَفَعَلْنَا فَدَعَا بِالْمَاءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ.

۶۲۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن دورانِ سفر میں) ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آخر رات میں پڑاؤ ڈالا اور ہم نہ جاگے حتی کہ سورج طلوع ہو گیا۔ (جاگنے پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر آدمی اپنی سواری کا سر پکڑے (یہاں سے کوچ کرے) کیونکہ اس مقام میں شیطان ہمارے پاس رہا ہے۔'' ہم نے اسی طرح کیا (وہاں سے نکل گئے۔) پھر آپ نے پانی منگوایا اور وضو کیا، پھر دو رکعتیں (سنت فجر) پڑھیں، پھر جماعت کی اقامت کہی گئی اور آپ نے صبح کی نماز پڑھائی۔

٦٢٥- أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ

۶۲۵- حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سفر میں (آخر رات میں سوتے وقت) فرمایا: ''اس رات کون ہمارے لیے فجر کی نماز کا خیال رکھے گا؟ کہیں ہم نماز سے سوئے ہی نہ رہ جائیں۔''

٦٢٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، ح: ٦٨٠/ ٣١٠ عن يعقوب به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٨٨.

٦٢٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٨١ من حديث حماد بن سلمة به.

رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فِي سَفَرٍ لَهُ: «مَنْ يَكْلَؤُنَا اللَّيْلَةَ لَا نَرْقُدُ عَنِ الصَّلَاةِ، عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ». قَالَ بِلَالٌ: أَنَا، فَاسْتَقْبَلَ مَطْلَعَ الشَّمْسِ فَضُرِبَ عَلَى آذَانِهِمْ حَتَّى أَيْقَظَهُمْ حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوا، فَقَالَ: «تَوَضَّؤُوا» ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ صَلَّوُا الْفَجْرَ.

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ پھر وہ طلوع شمس کی جہت کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو سلا دیا حتی کہ انھیں سورج کی گرمی نے جگایا۔ تب وہ اٹھے۔ آپ نے فرمایا: ''وضو کرو۔'' پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور دوسرے لوگوں نے بھی فجر کی سنتیں پڑھیں۔ پھر سب نے فجر کی نماز (باجماعت) پڑھی۔

٦٢٦- **أَخْبَرَنَا** أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبِيبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَدْلَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ عَرَّسَ، فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ بَعْضُهَا، فَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى وَهِيَ صَلَاةُ الْوُسْطَى.

٦٢٦- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ شروع رات میں چلے، پھر آخر رات آپ نے پڑاؤ ڈالا۔ آپ بروقت جاگ نہ سکے حتی کہ کچھ یا سارا سورج طلوع ہو گیا، چنانچہ آپ نے فوراً نماز نہ پڑھی حتی کہ سورج بلند ہو گیا تو آپ نے نماز ادا فرمائی اور یہ (نماز فجر) صلاۃ وسطیٰ ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے اس میں صلاۃ وسطیٰ کی جو تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کی گئی ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔ دیکھیے: (حدیث: ۴۷۳، ۴۷۴) باقی باتیں دوسری روایات سے ثابت ہیں۔ ② ظاہر تو یہ ہے کہ اس باب کی جملہ روایات ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ اجمال اور تفصیل کا فرق ہے، سوائے حدیث: ۶۲۳ کے کہ وہ جنگ خندق کا واقعہ ہے، البتہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک سے زائد واقعات ہوں۔ واللہ أعلم.

٦٢٦- **[إسناده ضعيف لشذوذه]** وهو في الكبرٰى، ح: ٣٥٥. * حبيب هو ابن أبي حبيب، صدوق يخطيء، وتلميذه أبو حبيب.